خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
عیدالضحیٰ نمبر
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
aanchal.com.pk
www.paksociety.com

اس شمارے میں

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

بہنوں کی عدالت

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناول

ناولٹ

افسانہ

پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی
دفتر کا پتہ: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی

سرورق: نازش...... آرائش: ماہ روز بیوٹی پارلر...... عکاسی: امجد صدیقی

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتہ: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2
فیکس 021-35620773 ادارہ مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل Info@aanchal.com.pk

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چار چیزیں ایسی ہیں جسے میسر آ گئیں اسے دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل ہو گئی۔ (۱) شکر گزار دل (۲) خدا کو یاد کرنے والی زبان (۳) مصیبت پر صبر کرنے والا بدن (۴) ایسی بیوی جو اپنی جان اور شوہر کے مال میں خیانت نہیں کرتی۔" (بیہقی، مشکوٰۃ)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

نومبر ۲۰۱۲ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

آنچل عیدالاضحیٰ کے مبارک موقع پر حاضر خدمت ہے۔ عیدالاضحیٰ عید قرباں بھی ہے یعنی قربانی والی عید...... ویسے تو ہم ہر روز کسی نہ کسی طرح کی قربانی دے رہے ہیں، مال کی قربانی، جان کی قربانی، چھوٹی چھوٹی خواہشات کی قربانی کیونکہ مہنگائی نے اچھے اچھوں کو قربان کر دیا ہے۔ کہنے والے یوں تو اسے بقرا کی جگہ اب بکرا عید کہنے لگے ہیں ویسے یہ ہے بھی درست یہ عید اب ہمیں بکرا بنانے لگی ہے بکروں کی قیمتیں بھی آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ دل ہے کہ تھامے نہیں تھم رہا، کس کس چیز کا رونا رویا جائے۔ آلو ٹماٹر، لہسن، پیاز ہر چیز کو آگ لگی ہوئی ہے، غریب تو غریب متوسط طبقے کے بھی حواس نکلے جا رہے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اس عید پر قربانی جانوروں کی دیں یا اپنی ہی دے ڈالیں۔ مہنگائی نے غربت میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔

وطن عزیز کی معیشت امریکی ڈالر سے جڑی ہوئی ہے جو روز بروز بلند سے بلند سطح پر پہنچ رہا ہے، ڈالر کی بلندی نے اچھے اچھوں کے چھکے چھڑا دیئے ہیں۔ جب آپ کے آنچل کا اجراء ہوا تھا تو ڈالر پاکستانی نو سے دس روپے کا ہوا کرتا تھا اب پچانوے سے چھیانوے روپے کے برابر پہنچ چکا ہے اور ابھی بھی رکنے کا نام نہیں لے رہا۔ ہمارے معاصرین نے تو اپنے جرائد کی قیمت میں اضافہ کر دیا ہے لیکن ابھی ہم آپ کی اجازت حاصل کرنے کے سبب گومگوں میں ہیں بہر حال جہاں تک ہو سکا یہ بوجھ ہم برداشت کر رہے ہیں۔ دعا کیجیے کہ یہ بوجھ آپ تک منتقل نہ ہو۔ آئیں ہم سب اہل وطن مل کر بارگاہ الٰہی میں دستِ دعا دراز کریں، عاجزی و انکساری سے اپنے مالک سے رجوع کریں۔ اللہ تعالیٰ بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے، ہو سکتا ہے کہ اس مبارک دن کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے اور ہماری تمام مشکلات کو ہمارے لیے آسان فرما دے، آمین۔

اس ماہ کے ستارے۔

"ٹوٹا ہوا تارہ" سمیرا شریف طور کے نئے سلسلے وار ناول کی پہلی قسط۔

مکمل ناول:۔ "جھیل کنارہ کنکر"۔ نازیہ کنول نازی اور "جذبۂ قرباں" تحسین انجم انصاری۔

ناول:۔ "آرزوِ دل" نادیہ فاطمہ رضوی۔

ناولٹ:۔ "عید مبارک" فاخرہ گل، اور "سائبان" کے ساتھ اُم مریم۔

افسانہ:۔ "چلو تم لوٹ آئے" نزہت جبین ضیاء اور "لمبی دم والا" کے ساتھ ثانیہ مغل پہلی بار شریک محفل ہیں۔

دعا گو قیصر آرا

حمد

مخلوق ہیں تیری ہم، رازق ہے نام تیرا
بندے کو رزق دینا خالق ہے کام تیرا

جبار ہے قہار ہے ستار تُو غفار
کس نام سے پکاروں پیارا ہے نام تیرا

ہر ذرے سے عیاں ہے ہر سُو کمال تیرا
ہر سُو جہاں میں جھلکے مالک جمال تیرا

ہر پھول میں جو خوشبو، ہر پھل میں جو حلاوت
پکتی ہیں جو یہ فصلیں ہوتا ہے کرم تیرا

مصروف ہیں ملائکہ جو فرش سے عرش تک
ازل سے جو ہے ابد تک دائم ہے ذکر تیرا

رفعت ندیم۔ لاہور

نعت

اللہ رے یہ وسعتِ آثارِ مدینہ
عالم میں ہیں پھیلے ہوئے انوارِ مدینہ

روشن رہیں دائم درو دیوارِ مدینہ
تا حشر رہے گرمیٔ بازارِ مدینہ

ہے شہر نبی ﷺ آج بھی فردوس بداماں
جاری ہے وہی موسمِ گلبارِ مدینہ

پھرتے ہیں تصور میں وہ پر کیف مناظر
تاحدِ نظر ہیں گل و گلزارِ مدینہ

جس قلب میں یارانِ نبی ﷺ کی ہو عقیدت
کھلتے ہیں اُسی قلب میں اسرارِ مدینہ

معمور صحابہؓ کی محبت سے رہے گا
وہ سینہ کہ ہے مہبطِ انوارِ مدینہ

وہ آلِ محمد ﷺ ہوں کہ اصحابِ محمد ﷺ
ہیں زینتِ دربارِ دُربارِ مدینہ

نسبت نہیں شاہوں سے نفیس اہلِ نظر کو
کافی ہے انہیں نسبتِ سرکارِ ﷺ مدینہ

مسرور کیفی

در جواب آں

مدیرہ

عالیہ حرا..........کراچی

ڈیئر عالیہ سلامت رہو۔ آپ کا خط پڑھ کر آپ کی طبیعت کا اندازہ ہوا اور اپنی کوتاہی کا بھی شدت سے احساس ہوا ہماری تو پوری کوشش ہوتی ہے کہ آنچل سے وابستہ تمام رائٹرز آنچل فیملی ممبرز اور قارئین کے لیے خیر خواہی کی دعا کرتے رہیں اور خبر گیری بھی مگر کام کی زیادتی کی وجہ سے کہیں نا کہیں کوتاہی ہو ہی جاتی ہے۔ خیر ربّ کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے آپ کو صحت کی نعمت سے مالا مال کیا اور ہم دعا گو ہیں کہ وہ ہمیشہ آپ کو صحت مند و تندرست رکھے آمین۔ آنچل میں کی جانے والی تبدیلیوں کو آپ نے پسند کیا جس کے لیے ہم آپ کے مشکور ہیں اور ڈاکٹر تنویر نازیہ کنول' اقراٗ' عشنا' سباس اور سمیرا کو ان سطور کے ذریعے آپ کی دعائیں اور پسندیدگی پہنچا رہے ہیں۔ ان شاء اللہ آپ کی بیٹی ہماری بھی بیٹی ہے ہم ان کو ضرور خوش آمدید کہیں گے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

سباس گل..........رحیم یار خان

پیاری سباس سدا خوش رہو۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم سب ٹھیک ہیں اور ان شاء اللہ تمام رائٹرز بھی ٹھیک ہوں گی۔ آپ کا ناول مل گیا ہے مگر لیٹ ہونے کی وجہ سے تمام چیزیں اگلے ماہ کے لیے اٹھا کر رکھ لی ہیں۔ بالکل ٹھیک کہا آپ نے زندگی روز کوئی نا کوئی تجربہ کرواتی ہے۔ جہاں نئے رشتے بنتے ہیں وہیں کوئی نا کوئی تجربہ بھی لازم و ملزوم ہے اور اسی کا نام زندگی ہے۔ اللہ کریم ہم سب کے لیے عافیت والا معاملہ کرے اور ہم کو نیک ہدایت دے تاکہ ہم اپنے لیے اور اپنوں سے وابستہ لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرتے رہیں۔ دعا کے لیے جزاک اللہ۔

پاکیزہ سحر..........سگھر چکوال

اچھی پاکیزہ شاد و آباد رہو۔ یادگار لمحے کا کوئی کوپن نہیں ہے بلکہ اب تو ہم نے قارئین بہنوں کے پرزور اصرار پر بیاضِ دل سے بھی کوپن ختم کر دیا ہے۔ آپ کا انعام تو اسی پتا پر ارسال کیا گیا تھا اب پتا نہیں ڈاک خانے والوں نے کیوں نہیں پہنچایا آپ تک اور ڈاک کے نظام کے بارے میں تو ہم کچھ بھی نہیں کہہ سکتے بس۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ کریم آپ کی پڑھائی میں اور آپ کی اکیڈمی میں کامیابی عطا کریں آمین۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

فصیحہ آصف خان..........ملتان

ڈیئر فصیحہ خوش رہو۔ آپ کا ناول مل گیا ہے ان شاء اللہ عید نمبرز سے فراغت پاتے ہی اس کو پڑھ لیں گے اور جہاں تک آپ کے افسانے کی بات ہے ان شاء اللہ وہ بھی بہت جلد شائع ہو جائے گا۔

صباء مظفر..........جہلم

ڈیئر صبا سلامت رہو۔ آپ کی کہانیاں مل گئی ہیں باری آنے پر پڑھ کر آپ کو ان ہی صفحات میں بتا دیں گے ہم ہر کہانی بغور پڑھتے ہیں ہم بغیر پڑھے کوئی بھی کہانی مسترد نہیں کرتے۔ اللہ کریم آپ کو ہر میدان و امتحان میں کامیابی و کامرانی عطا کریں آمین۔

فوزیہ سعید احمد..........کوٹ اڈو

پیاری فوزیہ آباد رہو۔ لیجیے ہم آپ کو اس بزم میں خوش آمدید کہتے ہیں کھلے دل کے ساتھ اور کیوں آپ سے ناراض ہونے لگے آپ کا وہ خط ہم تک پہنچا ہی نہیں ہوگا اس لیے جواب نا دے پائے۔ آپ اپنا ناول اس سلسلے کے آخر میں لگے بکس کی ہدایات کے مطابق لکھ کر بھیج دیجیے ناول کے زیادہ سے زیادہ صفحات ۷۰ یا ۸۰ ہونے چاہئیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

عظمیٰ یوسف..........گجرات

اچھی عظمیٰ خوش رہو۔ ماشاء اللہ آپ کے بارے میں پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ آپ نے بالکل صحیح تجزیہ کیا ہے کہ آج کل لوگ بہت زیادہ ڈپریشن کا شکار ہوتے جا رہے ہیں اگر آپ ایسے لوگوں کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہیں تو کچھ لکھ کر بھجوا دیں تاکہ ہم پڑھ کر اندازہ کر سکیں پھر آپ سے اس پر ڈسکس کر لیں گے۔

روبینہ جعفر خان..........کھلابٹ ٹاؤن شپ

پیاری روبینہ شاد رہو۔ ماشاء اللہ سے آپ نے سو فیصد صحیح بات کی کہ یہ یہود و نصریٰ کی سازش ہے کہ مسلمانوں کی کسی نا کسی طرح تذلیل کرتے رہیں۔ مگر صد افسوس کہ ہم لوگ ناسمجھی میں ان لوگوں کی سازش کا حصہ کسی نا کسی طرح بن ہی جاتے ہیں اور اپنی ملکی املاک کو اور اپنے ہی ملکی بھائیوں کو نقصان پہنچانے کا باعث بن جاتے ہیں اور وہ ہماری ان حرکتوں پر جشن مناتے ہیں۔ پتا نہیں ہم کب باشعور قوم بنیں گے کب ہم ان غیر ملکی کے آلہ کار نا بن کر ملکی استحکام کو دوام بخشیں گے۔ اب اگر ہم متحد ہونے کی طرف گامزن ہو ہی چکے ہیں تو عقل و شعور کو کام میں لاتے ہوئے ہر قسم کی سازش کو ناکام بنا کر اسلام کا جھنڈا سر بلند کریں ان شاء اللہ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نصرت ہمارے ساتھ ہی ہوگی۔

مبین فاطمہ..........سمندری' فیصل آباد

ڈیئر مبین خوش رہو۔ پہلی بار شریکِ محفل ہونے پر خوش آمدید۔ آپ کی جانب سے دو کہانیاں 'اجالے بکھری یادوں کے' اور 'پیا ملن' کے مل گئے ہیں۔ ابھی پڑھے نہیں باری آنے پر پڑھ کر ان ہی سطور میں جواب دے دیں گے۔ نازیہ' اقرا اور عشنا کو آپ کی تعریف و مبارک باد ان سطور کے ذریعے پہنچائی جا رہی ہے۔

کنیز ماحی..........بھیرہ۔ ہری پور

پیاری کنیز دعا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے آپ کو بچا لیا اور آپ کی زندگی بچا لی۔ آپ کی لکھائی ماشاء اللہ سے مناسب ہے اتنی بری بھی نہیں جتنی آپ ظاہر کر رہی ہیں۔ آپ کی کہانی باری آنے پر پڑھ لیں گے۔ امید پر دنیا قائم ہے ہی۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

لاڈو ملک..........دیپالپور

اچھی لاڈو خوش رہو۔ آپ کی کہانی موصول ہو گئی ہے ان شاء اللہ جلد ہی پڑھ کر ان ہی سطور میں اس کا جواب دے دیں گے اور آپ کے تمام شکوے شکایت سر آنکھوں پر ان شاء اللہ آئندہ پورا پورا خیال رکھیں گے کہ آپ کو کوئی شکایت نا ہو اور جہاں تک ان پیغامات کا سوال ہے وہ اب ممکن نہیں اور آپ کا تعارف جلد ہی شائع ہو جائے گا۔ ہم دل کی گہرائیوں سے دعا گو ہیں کہ آپ کی عزیز از جان دوست پری چوہدری جلد از جلد آپ سے رابطہ کر لیں۔ آمین

نادیہ غازی..........نور پور۔ فیصل آباد

ڈیئر نادیہ جیتی رہو۔ پہلی بار شریک محفل ہونے پر خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ اپنی کہانی بھیج دیجیے اور اس ہی سلسلے کے آخر میں لگے بکس بغور پڑھ لیجیے گا تو آپ کو کہانی لکھنے میں مدد مل جائے گی۔ دعا کے لیے جزاک اللہ۔

زیڈ جبین عمر..........مانسہرہ

پیاری جبین دعا۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ نے سو فیصد ٹھیک کہا کہ نئی نسل ٹیکس میسج کے اتنا عادی ہو گئے ہیں کہ ان کو اب لکھنا گراں لگتا ہے۔ آپ حوصلہ نا ہارے آپ کی غزلیں ہم ان کے شعبے میں بھیج دیں ہے اگر وہ قابل اشاعت ہوئی تو ان شاء اللہ جلد شائع بھی ہو جائیں گی۔

عظمیٰ کنڈی..........ٹانک گل امام

اچھی عظمیٰ خوش رہو۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ آپ کو آنچل حصول میں درپیش مشکلات ہوتی ہیں اس کے لیے تو ہمارا آپ کو یہی مشورہ ہے کہ آپ سالانہ خریدار بن جایئے اس طرح آپ کو گھر بیٹھے ہی آنچل مل جایا کرے گا اور جہاں تک آپ کی ارسال کردہ تحریریں ہیں وہ سب کی سب ان کے شعبہ جات میں بھیج دی گئیں ہیں باری آنے پر خود بخود شائع ہو جائیں گی۔ دعا کے لیے جزاک اللہ۔

مہر بھٹی..........جھگی والہ

ڈیئر مہر دعا۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے باری آنے پر پڑھ کر ان ہی سطور پر بتا دیں گے آپ نے بھی وہ غلطی کی ہے ہم ہر ماہ اس سلسلے کے آخر میں جو بکس لگاتے ہیں اس ہی لیے کہ لکھنے والی بہنیں اس کو پڑھ کر اپنی کہانیاں تحریر کریں مگر اکثر بہنیں اس کو نظر انداز کر جاتی ہیں اور آپ نے بھی یہی کیا آپ نے بھی ایک صفحہ نہیں چھوڑا خیر اس دفعہ تو ہم آپ کی کہانی رکھ لیتے ہیں آئندہ ایسا نہیں کیجیے گا۔

نورین شاہد..........رحیم یار خان

اچھی نورین سلامت رہو۔ آنچل لیٹ ہونے کی وجہ کراچی کے حالات تھے جس سے سب ہی لوگ واقف ہیں ہماری تو پوری کوشش ہوتی ہے کہ آنچل وقت پر ہی آ جائے مگر حکم ربی کے آگے کچھ نہیں کہا اور کیا جا سکتا۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے باری آنے پر فیصلہ کریں گے۔ جب تک انتظار...... اللہ آپ کو ہر میدان و امتحان میں کامیابی و کامرانی عطا کرے آمین۔

صائمہ طاہر سومرو..........حیدر آباد

گڑیا صائمہ خوش رہو۔ آپ کی والدہ کے لیے دعا گو ہیں

کہ اللہ رب العزت انہیں صحت کی نعمت سے مالا مال کرے ان کا سایہ عافیت آپ کے سروں پر قائم و دائم رکھے آمین۔ آپ کی تجاویز نوٹ کرلی ہیں ان شاء اللہ جلد ہی اس پر غور کریں گے۔ سعدیہ امل کاشف کا تو کوئی اتا پتا ہمیں بھی نہیں مل رہا کہ بہن سعدیہ کہاں اور کیسی ہیں اللہ کریم ان کو اپنی حفاظت میں رکھے آمین۔ اللہ بہن نازیہ کنول کو بھی جزائے خیر دے کہ وہ آپ کی دل جوئی کررہی ہیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

سیدہ کومل ہاشمی.........گجرات

پیاری کومل سلامت رہو۔ آپ اپنی کہانی بتائے گئے طریقہ کار کے مطابق لکھ کر بھیج دیجیے۔ پہلے کوشش کیجیے گا کہ افسانہ یا ناولٹ ہو اس کی باری ذرا جلدی آجاتی ہے اور دوسری یہ بات کہ قسط وار ناول کی تو ابھی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے کیونکہ ایک طویل قطار ہے جس میں بہت سی بہنیں باری کے انتظار میں بیٹھی ہیں اور آپ سے انتظار ہوگا نہیں اس لیے ہمارا آپ کو مشورہ یہی ہے کہ افسانہ یا ناولٹ بھیج دیجیے مگر لکھنے سے قبل آخر میں لگے بکس کی ہدایات ضرور پڑھ لیجیے گا اور جس کی کہانی ہوتی ہے اس ہی کے نام سے لگائی جاتی ہے ہمارے ہاں یہ بے ایمانی نہیں ہوتی مگر فوٹو اسٹیٹ قابل قبول نہیں ہوتی۔ اب آپ کی تشفی ہوگئی ہوگی۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

نام نامعلوم.........سندر یاد ستیانہ

ڈیئر جیتی رہو۔ گڑیا آئندہ اپنا نام لکھنا نہ بھولنا۔ آپ کے حالات تفصیل سے پڑھ کر بس یہی دعا کرسکتے ہیں کہ اللہ کریم آپ کے بھائیوں کو نیک ہدایات عطا کرے کہ وہ ماں کی عظمت کو جان سکیں اور ان کی قدر کرسکیں۔ ہم آپ کے لیے بھی دعا گو ہیں کہ اللہ کریم آپ کی تمام مشکلات کو دور فرما کر آپ کے لیے بہت آسانیاں فرمادیں اور آپ کی تمام دلی مرادیں پوری کردے آمین۔

موموا قبال.........سیالکوٹ

اچھی مومو بہت سی دعائیں۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ ہمارے پاس زیادہ پرانے رسالہ نہیں ہوتے ہم صرف سال گزشتہ کے ہی شمارے رکھتے ہیں آپ کو کون کون سے ماہ کے رسالے چاہئیں اور کتابی صورت میں شائع ہونے والے ناول لاہور سے مل جائیں گے مکتبہ القریش والوں کے پاس سے ان کا نمبر آنچل کے صفحات میں لگے اشتہار سے مل جائے گا امید ہے آپ کو اپنے تمام سوالات کے جواب مل گئے ہوں گے۔

بشریٰ مائرہ ملک.........دھاندرہ فیصل آباد

پیاری بشریٰ اینڈ مائرہ خوش رہو۔ آپ ایسا کیجیے کہ نازیہ کنول نازی کے نام ایک تفصیلی خط لکھ دیجیے جس میں آپ اپنی تمام خواہشات لکھ دیجیے گا اور اس کو آنچل کے پتے پر ارسال کردیں ہم بہن نازیہ کی ڈاک کے ساتھ ان کو بھجوا دیں گئے۔ ہم بس آپ کی اتنی ہی مدد کرسکتے ہیں۔

شہناز شازیے.........سیال

اچھی شہناز ڈھیروں دعائیں۔ آپ نے بالکل ٹھیک تجزیہ کیا ہے کراچی کے حالات کے بارے میں یہاں تو لوگ صبح جب گھر سے نکلتے ہیں تو ان کو یہ بھی نہیں پتا ہوتا کہ وہ شام کو صحیح سالم گھر پہنچیں گے کہ نہیں۔ آپ اپنی لکھی ہوئی چیزیں ارسال کردیجیے اس میں اجازت لینے کی کوئی بات نہیں ہے اگر وہ آنچل کے معیار کے مطابق ہوئیں تو ان شاء اللہ ضرور شائع ہوجائیں گی مگر باری آنے پر اب امید ہے کہ آپ کی ناراضگی دور ہوگئی ہوگی۔

اُم ثمامہ.........جھڈو

گڑیا ثمامہ خوش رہو۔ آپ کی غزل میں آپ کی بھابی کا نام پروف ریڈنگ کی غلطی سے رہ گیا ہماری تو پوری کوشش ہوتی ہے کہ آپ کا دکھ وغم کسی ناکسی طرح کم کرسکیں مگر بندے ہی ہیں نا تو غلطی ہو ہی جاتی ہے اور ہر کسی کو مطمئن نہیں کرپاتے اب اللہ ہی بہتر کرنے والا ہے۔ اللہ آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو صبر عطا کرے آمین۔

وقاص حسین.........رحیم یار خان

وقاص خوش رہو۔ آنچل کے صفحات صرف بہنوں کے لیے ہی مختص ہوتے ہیں ہاں اگر آپ دیگر سلسلوں میں حصہ لینا چاہتے ہیں تو لے سکتے ہیں مگر کہانیوں میں کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔

مشترکہ جوابات

پرنس کامران خان، کوہاٹ۔ آپ نے جس بات کی طرف ہماری توجہ مبذول کرائی ہے وہ ہمارے علم میں نہیں تھی ان شاء اللہ آئندہ کوشش کریں گے یہ سب نہ ہو۔ مقدس مغل آصفہ پروین۔ سمندری فیصل آباد پیاریوں سلامت رہو۔ آپ کی دوست کا ناول ابھی باری میں لگا ہوا ہے جیسے ہی باری آئے گی پڑھ کر بتادیں گے۔ بی سید، گجرات۔ گڑیا امام حسینؓ کے بارے میں آپ کو تفصیل اسلامی کتب سے مل جائے گی۔ سعدیہ نسرین، وزیر آباد۔ نازیہ عشنا اور سمیرا کو آپ کی پسندیدگی پہنچائی جارہی ہے اور ام ثمامہ کو تعزیت۔ شاء حسین گل، شجاع آباد۔ گڑیا آپ کی کہانی مل گئی ہے باری آنے پر پڑھ کر بتادیں گے۔ فاریہ بتول، لالہ موسیٰ۔ فاریہ آپ کی کہانی منتخب ہوگئی ہے اور باری کے انتظار میں لگادی ہے ان شاء اللہ جلد ہی شائع ہوجائے گی۔ ناز سلوش ڈے، میر پور اے کے۔ ڈیئر نازش آپ کا طویل ناول مل تو گیا تھا مگر اتنے صفحات کی ہماری پاس ابھی فی الحال گنجائش نہیں امید ہے آپ کو برا نہیں لگا ہوگا آپ افسانہ یا ناولٹ بھیج دیجیے ہم منتظر رہیں گے۔ رمشاء عظمت، بسال مسور۔ پہلی بار آمد پر خوش آمدید۔ سدرہ عزیز، فورٹ عباس۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ عابدہ نسیم، چیچہ وطنی۔ بہن آپ کا کچھ نا کچھ شائع تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ مدیحہ شبیر، شاہ نکڈر۔ آپ نے جو اسماء الحسنیٰ لکھ کر بھیجے ہیں ان شاء اللہ ان کو جلد ہی دیکھ لیں گے۔ حمیرا عروش، کراچی آپ کا تعارف باری آنے پر شائع کردیا جائے گا۔ سدرہ رحمٰن، بہاولپور۔ آپ نیچے دیے گئے بکس پر لکھی ہدایت پڑھ کر افسانہ لکھ کر بھیج دیجیے۔ میمونہ صدف، راولپنڈی۔ گڑیا آپ کی تحریر ابھی پڑھی نہیں گئی۔ مہرین آصف، سہنہ اے کے۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے۔ ثناء کنول، اودھراں۔ آپ اپنا تعارف بھیج سکتی ہیں۔ ماریہ ارشد، سرگودھا۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ عافیہ رفیق عافی۔ پہلی بار آمد پر خوش آمدید۔ مہر وُبیا، سدرہ خان، حضرو اٹک۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید اور شرط لگانا گناہ کا کام ہے آئندہ مت کیجیے گا۔ نائلہ اشفاق، کے جی ایم۔ اس غزل پر آپ کا نام نہیں تھا اس لیے نہیں لگا آپ کا نام۔ بلبل، دربار بری سلطان۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ غزل ناز۔ اللہ آپ کے ہر دکھ اور تکلیف کو راحت میں بدل دے آمین۔ فاطمہ ہاشمی، جھنگ۔ آپ کی کہانی ابھی پڑھی نہیں گئی۔ سدرہ شاہین، پیرو وال۔ پہلی بار شریک محفل ہونے پر مبارک باد۔ نورین اسماعیل، ہارون آباد۔ پہلی بار آمد پر خوش آمدید۔ نگینہ افضل، بہاولپور۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ شہناز اینڈ شازیہ اقبال، کہروڑ پکا۔ آپ دونوں کو پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ مسکان الیس، کوٹ اسلام۔ آپ کی کہانی کے بارے میں تو ستمبر کے شمارے میں بتادیا گیا تھا۔ صبا آرزو، ساہیوال۔ پہلی شرکت پر خوش آمدید۔ ثناء انور بٹ۔ آپ اپنی شاعری بھیج سکتی ہیں اس کے لیے کسی اجازت کی ضرورت نہیں پہلی بار آمد پر خوش آمدید۔ نادیہ کامران، سنگوٹ سیداں۔ پہلی بار آمد پر خوش آمدید۔ ارم کمال، فیصل آباد۔ آپ کی کافی عرصے بعد آمد ہوئی تحریر پرانی سہی پر مبارکباد قبول کیجیے آپ ہر سلسلے میں شرکت کرسکتی ہیں۔ شاہ زندگی، پنڈی۔ آپ کی کہانیاں مل گئی ہیں۔ نصرت جبیں ملک، خوشاب۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے۔ عائشہ کنول، میوال۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے۔

ناقابل اشاعت

وقت کے کانٹے۔ خزانہ۔ خلش۔ محبت ہوجاتی۔ نصیب۔ مکافات عمل۔ اسٹارٹ۔ زندگی سحر نہ ہوگی۔ خزاج۔
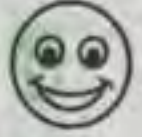
مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔
☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔
☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔
☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔
☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔
☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔
☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ

مولف: مشتاق احمد قریشی

فرقہ کیا ہے؟

فرقہ کسی جماعت یا اجتماعیت کا مختلف گروہوں میں تقسیم ہونا۔ اس طرح تقسیم ہونے والے بڑے گروہوں کو فرقہ اور چھوٹے گروہوں کو طائفہ کہا جاتا ہے۔

قرآن حکیم کا ارشاد ہے ''اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کلامِ مبارک میں اس اختلاف کی مذمت کررہا ہے جو انسان کی نفسانی خواہشات اور کج نگاہی سے شروع ہو اور اسے فرقہ بندی تک پہنچادے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اہلِ ایمان کو اپنی اس رسی کو جو ''حبل اللہ المتین'' ہے کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم دے رہا ہے یعنی اہلِ ایمان کو اتحاد واخوت کی تعلیم دی جارہی ہے۔

قرآن کریم ایسے اختلاف رائے کا مخالف نہیں ہے جو دین میں متفق اور اسلامی نظام جماعت میں متحد رہ کر محض احکام وقوانین کی تعبیر میں مخلصانہ تحقیق کی بنا پر کیا جائے۔ ایسا اختلاف معاشرے کی ترقی اور زندگی کی عکاسی کرتا ہے اس قسم کے اختلاف کی کئی مثالیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی پیش آچکی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے اختلافِ رائے کو پسند فرمایا کیونکہ یہ اختلاف اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ امت میں غور وفکر، تحقیق، فہم وفراست کی صلاحیتیں موجود ہیں۔ اس صورت میں جو اختلاف سامنے آتا ہے وہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں رہ کر قرآن وسنت پر اتفاق رائے کرتے ہوئے دو عالموں یا دو ججوں کے درمیان ہوتا ہے۔ دونوں اپنی اپنی رائے کو مدارِ دین نہیں بناتے اور نہ ہی اپنی رائے سے اختلاف کرنے والے پر کفر کا فتویٰ صادر کرتے ہیں بلکہ دونوں اپنے اپنے دلائل کے ذریعے کسی مسئلے پر اپنی اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ دونوں میں سے کسی بھی رائے کو اپنایا جاسکتا ہے۔

احادیث اور تاریخ کی کتب سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ کسی مسئلہ پر ایسا صحت مند اختلاف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان بھی ہوا اور بعض مسائل پر مشورہ کے دوران صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے سے بھی اختلاف کیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان قرآن کریم کی آیات کی تفسیر میں بھی اختلاف رائے پایا جاتا ہے لیکن ایسے کسی اختلاف کی وجہ سے کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے امتِ مسلمہ سے ہٹ کر اپنا کوئی الگ گروہ یا فرقہ نہیں بنایا، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے بہ خوبی آگاہ تھے کہ دین میں تفرقہ بندی کرنے والے ظالم ہیں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اتحاد واتفاق کا حکم دیا ہے اور اختلاف وتفرقہ سے منع فرمایا ہے۔ امت میں اختلاف وتفرقہ کے باعث بہت سے فرقے بن جاتے ہیں جن کے باعث دینی معاملات میں الجھنیں پیدا ہوجاتی ہیں ان اختلافات کو صرف اصولی بنیاد پر ہی رکھا جائے اور اختلافِ رائے ہونے کی وجہ سے کسی دوسرے سے نفرت کا اظہار نہ کیا جائے۔

اختلاف ایک فطری امر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے طبائع واذہان میں ایک دوسرے سے فرق رکھا ہے۔ مسلمانوں میں سیاسی اور عقائد کے معاملات میں اختلاف ہوئے ہیں لیکن ہر اختلاف پر کوئی فرقہ نہیں پیدا ہوا۔ دیانت دارانہ اختلافِ رائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ کی رو سے باعث رحمت ہے کیونکہ اختلافِ رائے کے ذریعے ہی مختلف احکامات، تعبیر وتشریح کے لیے اجتہاد کے دروازے کھلتے ہیں اور دین کے حقائق واضح وروشن ہوکر سامنے آتے ہیں۔ اختلاف رائے نہ ہونے سے امت میں جامدیت پیدا ہوجاتی ہے۔ مسلمانوں میں اختلافِ رائے اکثر سیاسی مسائل میں ہی پیدا ہوا۔ مسلمانوں کے دینی اختلافات کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱)۔ اصولی اختلافات۔ اسلام کے سیاسی نظام یعنی امامت وخلافت کے مسئلے پر اختلاف جس سے مسلمانوں کے دو گروہ سامنے آئے۔ اہلِ سنت اور شیعہ۔

(۲)۔ ہنگامی نوعیت کے اختلافات۔ عقائد کے مسئلے پر چند متشدد نقطہ نگاہ رکھنے والے جواب موجود نہیں ہیں مثلاً جبریہ، قدریہ، معتزلہ وغیرہ۔

(۳)۔ فقہی اختلافات۔ فروعی مسائل پر فقہی مسالک مثلاً اہلِ سنت میں آئمہ اربعہ کے مذاہب اور چند دوسرے مذاہب جن کا اب وجود نہیں رہا۔

(۴)۔ سیاسی اور قبائلی اختلافات۔ فرقہ بندی کے سلسلے میں دو انتہا پسند طریقے پائے جاتے ہیں ان میں ایک طریقہ یا دستور یہ ہے کہ حقائق کی تحقیق کی خاطر دیانت دارانہ اختلافِ رائے کا ہونا چاہئے اور اس میں کسی قسم کی مصلحت اور مفاہمت نہیں کرنی چاہئے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مصلحت کو مقدم رکھا جائے اور کسی بھی مسئلہ پر اختلاف نہ کیا جائے۔ یہ دونوں نقطہ نظر افراط وتفریط پر قائم ہیں۔

درحقیقت کسی بھی رائے میں اختلاف کرنا ایک قدرتی امر ہے اس سے فرقہ بندی پیدا نہیں ہوتی لیکن ایسا صرف اسی صورت میں ہوتا ہے جب اختلاف کی بنیاد حق ودیانت اور اخلاص پر ہو۔ ایسا اختلاف وضع ہوسکتا ہے لیکن جب اختلاف نفسانی اغراض بددیانتی اور تعصب پر مبنی ہو تو پھر مستقل فرقے کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ اس کی واضح مثال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد میں ہونے والے اختلافات ہیں جو خالص اخلاص اور نیک نیتی پر مبنی تھے اس لیے وہ جلد ہی ختم بھی ہوگئے جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ہونے والے اختلافات جن کا ذکر علامہ شہرستانی ابوالفتح محمد بن القاسم عبدالکریم نے اپنی کتاب ''الملل والنحل'' میں کیا ہے۔

(۱) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں قلم دوات طلب کرنے کا واقعہ۔

(۲)۔ جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کا مسئلہ۔

(۳)۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا مسئلہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاسکتے ہیں یا نہیں۔

(۴)۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کہاں ہو؟
(۵)۔خلافت کی منتقلی کا مسئلہ۔
(۶)۔باغ فدک کا معاملہ۔
(۷)۔زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے خلاف جنگ۔
(۸)۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کرنا۔
(۹)۔تیسرے خلیفہ راشد کے انتخاب کے سلسلہ میں شوریٰ کا اختلاف۔
(۱۰)۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حضرت طلحہ، حضرت زبیر رضی اللہ اجمعین اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اختلافات۔

یہ تمام اختلافات بالکل نئی صورت حال میں صحیح سمت کی تلاش میں اصولی نوعیت کے تھے اور ان کی بنیاد حق اور اخلاص پر تھی اس لیے ان اختلافات کے باعث کسی فرقے نے جنم نہیں لیا۔ بعض لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث شریف کو فرقہ بندی کے حق میں استعمال کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ’’میری امت بنی اسرائیل کی طرح فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی۔‘‘ (کتاب الفتن ابن ماجہ)

یقیناً یہ حدیث مبارکہ ہر لحاظ سے واجب الاحترام ہے لیکن اس کی تفسیر کرتے وقت فرقوں کی کثرت کو ناگزیر بنانا قطعی زیادتی ہے۔ حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کی مثال بیان فرما کر مسلمانوں کو اس بات سے ڈرایا ہے کہ تم اللہ تبارک وتعالیٰ کی حدود کو پھلانگ کر آپس میں تفرقوں کی صورت نہ پیدا کرنا کیونکہ تفرقوں کی ہی وجہ سے بنی اسرائیل تباہ ہوئے تھے۔ حدیث مبارکہ میں دراصل فرقوں کی ترغیب نہیں دی گئی اور نہ ہی فرقوں کے لیے اس حدیث شریف سے جواز نکلتا ہے۔ اس حدیث شریف کا جواز قرآن حکیم سے اس طرح نکلتا ہے کہ سورۃ آل عمران میں ربِ کائنات فرما رہا ہے۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ (تفرقہ) نہ ڈالو اور اللہ تعالیٰ کی اُس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچالیا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لیے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ (آل عمران۔۱۰۳)

اس آیت مبارکہ پر اگر غور فکر کیا جائے تو ولا تفرقوا یعنی پھوٹ نہ ڈالو کہہ کر اہلِ ایمان کو فرقہ بندی پھوٹ اختلاف سے روک دیا گیا ہے آیت مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ خوب واضح طور پر بتا رہا ہے کہ اگر تم نے دو مذکورہ اصولوں سے انحراف کیا یعنی اختلاف کیا تو تم میں پھوٹ پڑ جائے گی اور تم الگ الگ فرقوں میں بٹ جاؤ گے۔ وہ دو چیزیں قرآن اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اگر ہم فرقہ بندی کی

تاریخ کو دیکھیں تو یہی دو چیزیں نمایاں ہو کر سامنے آجاتی ہیں۔ قرآن وحدیث کے فہم اور اس کی توضیح وتشریح میں باہم کچھ اختلاف فرقہ بندی کا سبب بنتا ہے حالانکہ یہ اختلاف تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وتابعین رحمت اللہ علیہم کے عہد میں بھی تھا لیکن مسلمان کبھی فرقوں، گروہوں میں نہیں تقسیم ہوئے تھے کیونکہ اس وقت تمام اختلافات کے باوجود سب کا مرکز اطاعت ومحور عقیدت ایک ہی تھا یعنی قرآن وحدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، لیکن جب شخصیات کے نام پر سوچ فکر نے جنم لیا تو اطاعت عقیدت کے محور ومرکز تبدیل ہو گئے۔ پھر ہر کوئی اپنی اپنی پسندیدہ شخصیات اور ان کے اقوال وافکار کو اولین حیثیت دینے لگا اور اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام وفرمودات ثانوی حیثیت کے حامل ہو گئے۔ یہیں سے امت مسلمہ میں افتراق کے المیے نے جنم لیا جو وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا گیا۔ روشن ترین دلیلوں کے باوجود مسلمانوں نے نفسانی اغراض کے لیے جب اختلاف وتفرقہ کی راہ اپنالی اور اس پر جم گئے اور اپنے دنیاوی مفادات کے لیے سب کچھ جانتے سمجھتے بوجھتے ہوئے حقیقت سے انحراف کیا اور فرقہ بازوں کی باتوں میں آ کر اللہ اور رسول اللہ کی راہ سے دور ہو گئے ہیں۔ قرآن حکیم نے مختلف انداز وپیرائے میں بار بار اس حقیقت کی نشاندہی کی ہے اور اس سے دور رہنے کی تاکید کی ہے۔ یہ بھی بتا دیا کہ بنی اسرائیل حقیقت سے انحراف کے باعث ہی فرقوں میں بٹ گئے تھے۔ اے اہل ایمان تم ایسا نہ کرنا۔

اختلافِ رائے میں شدت کی وجہ سے اب تک سیکڑوں فرقے بنے اور مٹ گئے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی نے اپنی کتاب تحفہ اثنائے عشریہ میں صرف شیعہ مسلک کے ۷۳ سے زاید فرقوں کا ذکر کیا ہے۔ جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ حدیث سے مسلمانوں میں جن ۷۳ فرقوں کا جواز نکالتے ہیں جب وہ فرقوں کی تفصیل بیان کرتے ہیں تو فرقوں کی تعداد اس گنتی سے کہیں زیادہ ہو جاتی ہے۔

ابتدا میں فرقوں کی تعداد کم تھی اس لیے کہ اختلافات بھی کم ہوتے تھے پھر بعد کے ادوار میں اختلافات کی کثرت کے باعث معمولی معمولی اختلاف پر ذیلی مسالک کو فرقوں کا نام دیا جانے لگا۔ حالانکہ اہل ایمان مسلمان اگر تعلیمات اسلام جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ودیعت فرمائیں ان کی رو سے تو تمام عالم انسانیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی ایک قوم یا قبیلے یا علاقے کے لیے نبی بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام عالموں کے لیے مبعوث ہوئے ہیں آپ کو رحمت اللعٰلمین بنایا گیا تمام عالم آپ کی امت ہے اس امت عالم میں جتنے بھی سابقہ ادیان ہوں گے وہ اپنی جگہ بے شک فرقوں کی مانند ہوں گے لیکن ہمارے کمزور اہلِ ایمان شیطان کے بہکاوے میں پھنس کر اختلافِ رائے پر ایسے جم جاتے ہیں کہ اللہ کی پناہ اور پھر ایک نیا فرقہ بنا کر ہی دم لیتے ہیں۔

(جاری ہے)

جیا اور عباس

ملیحہ احمد

آنچل اوڑھنے، پڑھنے اور اس سے پیار کرنے والوں کو ہم دل کی اتھاہ گہرائیوں سے سلام عرض کرتے ہیں۔ 7 اپریل کی مہکتی سحر کو دنیا میں ایک بہت ہی حساس اور کیوٹ سی لڑکی نے آنکھ کھولی (جی حیران مت ہوں) وہ لڑکی ہم ہیں ہمارا اصل نام تو سیدہ رفعت نقوی ہے اور سیدہ آرائین جیا کے نام سے لکھتی ہوں، تلہ گنگ شہر سے میرا تعلق ہے۔ ایم ایڈ لاسٹ (فائنل سمسٹر) کی اسٹوڈنٹ ہوں، ہم دو بہنیں اور ایک بھائی ہے۔ ایک بھائی کی دو سال قبل روڈ ایکسیڈنٹ میں ڈیتھ ہو چکی ہے وہ ہمارا سب سے لاڈلا اور کیوٹ بھائی تھا۔ اللہ اسے اپنی رحمت کے سائے میں رکھے آمین۔ اس وقت تلہ گنگ سے شائع ہونے والے ایک میگزین "تلہ گنگ پوائنٹ" کی ایڈیٹر ہوں، ساتھ ساتھ لکھتی بھی ہوں۔ شاعری کا جنون کی حد تک شوق ہے افسانہ لکھنا چاہتی ہوں لیکن خود کو فی الحال اس کا اہل نہیں سمجھتی۔ میری ماں میری بہترین دوست ہیں اس کے علاوہ بچپن سے اب تک صرف ایک ہی دوست بنائی (جی بے وفا لڑکی منزہ سعید تمہاری بات کر رہی ہوں) 18 جون 2012ء کو والدین کی دعاؤں میں رخصت ہو کر پیا دیس گئی لیکن 24 جون 2012ء کو وہ مجھے مہندی لگے ہاتھوں کے ساتھ چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملے۔ (میرے بھائی سید اعتزاز اور شوہر سید یاور عباس کاظمی کی مغفرت کی دعا کی التماس ہے) او ہو آپ لوگوں کو اداس کر دیا چلیں کچھ میرا مزاج بھی جان لیجیے۔ بہت جلد لوگوں پر بھروسا کر لیتی ہوں، کسی کی آنکھ میں آنسو نہیں دیکھ سکتی۔ پسندیدہ موسم خزاں اور سردیوں کا ہے چاندنی راتیں اکثر اداس کر دیتی ہیں۔ تنہائی پسند ہوں ہر طرح کے ماحول میں ایڈجسٹ ہو جاتی ہوں۔ فون کی دوستی اور محبت سے سخت نفرت ہے۔ غصہ بہت جلد آتا ہے اتر بھی جلدی جاتا ہے۔ موڈ ٹھیک نہ ہو تو کسی سے بات نہیں کرتی۔ پسندیدہ شاعر ارشد ملک، اختر ملک، احمد رضا راجا، فاخرہ بتول، نازیہ کنول نازی اور امجد اسلام امجد ہیں۔ پسندیدہ رائٹر عمیرہ احمد، نازی جی، اقراء صغیر اور سمیرا جی ہیں۔ آئیڈیل شخصیت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔ جیولری میں گولڈ کا لاکٹ اور نفیس سی رنگ جو مجھے میرے سسرال والوں نے دی تھی، بہت اچھی لگتی ہے اور ہاں رضا شاہ (بھلا میں تمہیں کیسے بھول سکتی ہوں) میرا ایک کیوٹ اور وفادار دوست، بھتیجا اور بیٹا ہے۔ اللہ اسے سدا سکھی رکھے جواد، علی، عباس اور عمران تم سب بہت اچھے ہو۔ ایک مہربان دوست جس نے زندگی کی ہر اونچ نیچ سکھا دی (آپ کا شکریہ)۔ چلیں جی مزید بور نہ ہوں اپنے ان اشعار کے ساتھ اجازت۔ کیسا لگا جیا سے مل کر ضرور بتائیے گا۔

دل گلی اور میں، رنگ و بو اور تو
خامشی اور میں، گفتگو اور تو
اک تعلق نہ ہو کے بھی ہم میں رہا
روشنی اور میں آبجو اور تو

شمع مسکان

پیارے آنچل کے پیارے پیارے قارئین، رائٹرز اور آنچل اسٹاف کو شمع مسکان کی جانب سے خوشیوں بھرا، محبت بھرا، خلوص بھرا، پیار بھرا، چاہت بھرا اسلام قبول ہو۔ ڈیئر قارئین نام سے تو آپ یقیناً متعارف ہو ہی چکے ہیں انتظار کا ایک طویل وسیع صحرا تن تنہا پار کر کے آپ کے درمیان پہنچ پائی ہوں۔ اگست کی ایک سلگتی تپتی دوپہر کو ٹھنڈی ہوا کے معطر جھونکے کے سنگ ابر کے ایک سرمئی ٹکڑے کی مانند فضا میں خوش گوار تبدیلی لیے اس خوب صورت دنیا میں میری آمد ہوئی۔ میری آمد نے امی کے دل کو خوشی کے ساتھ دنیا کو بھی رونق بخشی۔ اپنے نام کا بالکل عکس ہوں، شمع جو خود تو جلتی ہے مگر دوسرے اس کی روشنی سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ اس کا سب سے پہلا کام دوسروں کی تاریک راہوں کو روشن کرنا ہے۔ مسکان، ہنستی، چہلتی، سلگتی زندگی میں بھی مسکان کو ہونٹوں سے جدا نہ کرنا۔ میں بھی بہت ہنستی کھلکھلاتی رہتی ہوں یہاں پر شعر عرض کرنا چاہوں گی۔

ان ہنستے ہوئے چہروں کو مت سمجھو غم سے آزاد
ہزار دکھ چھپے ہوتے ہیں اک ہلکی سی مسکان میں
ٹوٹے دل مرجھائے چہرے ہونٹ پھر بھی ہنستے ہیں
یہی تو خوبی ہوتی ہے ٹوٹے بکھرے انسان میں

بظاہر زندگی مکمل ہے مگر ابو جان کے چلے جانے سے (وفات) ایک خلاء پیدا ہو گیا ہے جسے وقت کا مرہم بھی نہیں بھر سکتا۔ ہم تین بہنیں اور چار بھائی ہیں۔ بہنوں میں سب سے چھوٹی ہوں البتہ بھائیوں میں تین بھائی مجھ سے بڑے اور ایک بھائی عدنان مجھ سے چھوٹا ہے۔ جس سے بنتی بہت کم ہے، جہاں اور جب بھی دونوں بہن بھائی مل کر بیٹھیں فوراً بحث اور لڑائی شروع۔ ارے بھئی اتنا یاد رکھیں جن میں لڑائی زیادہ ہوتی ہے ان میں پیار بھی بہت ہوتا ہے۔ خوب صورت دن، جب ہم سب کزنز گرمیوں کی رات کو چاند کی ٹھنڈی چاندنی تلے صحن کے وسط میں بچھی چارپائیوں پر بیٹھے بحث میں مصروف ہوتے، ہمارے لیڈر (میرے ابو جان) کی ساری فیور بوائز پارٹی کی جانب ہوتی بلکہ صنف نازک میں بحث کرنے والی صرف میں تنہا ہوتی پھر بھی مجھے نہیں یاد کہ میں ان سے کبھی ہاری ہوں۔ ویسے راز کی بات اگر کبھی میں ہارنے پر ہوتی نہ تو فوراً سے پیشتر لڑائی کر کے غصہ میں اٹھ جاتی۔ اب وہ دن خواب ہوئے اب سب کزنز اپنی اپنی تعلیمی مصروفیات میں گم ہیں پہلے گھر بھی قریب قریب تھے مگر اب انہوں نے گھر بھی کچھ دور خرید لیے ہیں۔ تعلیم کے لحاظ سے میں یہی کہنا چاہوں گی کہ اگر علم ڈگریوں کا محتاج ہوتا تو آج ایک دنیا جاہل کہلاتی۔ ارے بھئی مجھے اتنا کم نہیں سمجھنا، پرائمری یا مڈل اور اتنا بھی زیادہ نہیں بی اے یا ایم اے، بھئی میں درمیان میں ہی اٹک گئی ہوں۔ میں نے جتنا بھی پڑھا ہر کلاس میں پوزیشن حاصل کی۔ میں اچھی اسٹوڈنٹ رہی ہوں۔ نعت اور ملی نغمے بھی میں اپنے اسکول کے ہر فنکشن میں پڑھتی رہی ہوں۔ بقول میری فرینڈز اینڈ ٹیچر کے کہ شمع! تمہاری آواز بہت پیاری ہے۔ ڈائجسٹ 7th کلاس سے ہی میرے زیر مطالعہ رہے ہیں۔ میں ہر اچھی کتاب کا مطالعہ کرتی ہوں۔ دوستی کے معاملے میں میں بہت خوش یا بدقسمت واقع ہوئی ہوں اکثر لڑکیاں مجھ سے ملنے کے بعد دوستی کی دعویدار ہوتی ہیں۔ یہ دعوے کھوکھلے ہی رہتے ہیں۔ میرے دوستی کے پیمانے پر کوئی پورا نہیں اترا۔ اس دوستی کے ہاتھوں اعتماد، مان، بھروسا اور یقین بہت کچھ کھویا ہے میں نے۔ اس دنیا میں جہاں خون سفید ہو رہا ہے وہاں دل کے رشتوں پر بھروسا کرنا حماقت ہے۔ یہ بات سمجھ ضرور آئی مگر سر سے پانی گزر جانے کے بعد۔ اب آنچل کے توسط سے کچھ دوستیں بنا رہی ہوں، دیکھیں یہ مجھے میرا اعتماد، مان واپس لوٹاتی ہیں یا پھر مجھے انہیں بے اعتباری کی راہوں میں بھٹکنے دیں گی۔ بقول نغمہ باجی کے شمع تم کوئی دوست بنا ہی نہیں سکتیں۔ بھئی ایک اچھی سی دوست تو ہونی چاہیے۔ اب اسے کیا بتاؤں کہ بہت اچھی دوستوں نے ہی اس رشتے پر سے میرا اعتماد اٹھا دیا ہے۔ اب اس دائرے میں میری کزنز، دوست صرف چند ہیں۔ رخسانہ انجم، نغمہ کنول، فرزانہ ناز، سائرہ اسلم، عاصمہ جاوید اور میری بہت پیاری لولی فرینڈ صبا جاوید جو مجھے واقعی بہت عزیز ہے۔ میں بچوں کے ساتھ کھیل کر زیادہ خوشی محسوس کرتی ہوں۔ میرے بھانجے بھانجیوں نے مجھے بیسٹ آپی کا خطاب دیا ہوا ہے۔ اب تو ہمارے گھر میں بھی تین ننھی منی سی تتلیاں آ گئی ہیں جو سارا دن ادھر سے ادھر پورے گھر میں اڑتی پھرتی ہیں (انشراح، دعا اور انوشہ بھتیجیاں) اب بات کروں گی اپنی خوبیوں کی تو جناب مجھ میں برائی کم اچھائی زیادہ ہے۔ (یہ الفاظ آہستہ

پڑھنا) اگر میرے ڈاکٹر بھیا نے سن لیا نہ تو وہ بھرپور احتجاج کریں گے میرے بارے میں کوئی ان سے پوچھے تو وہ ہمیشہ بُرا ہی کہیں گے لیکن میں اپنے ڈاکٹر بھیا کو بہت آئیڈیلائز کرتی ہوں وہ بہت نائس ہیں۔ چلو ایک دو خوبیاں اور خامیاں میں خود ہی بیان کر دوں۔

خوبیاں: حساس بہت ہوں کسی کو ذرا بھی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی خوش اخلاق ہوں دوسروں کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیرنا میری فیورٹ ہابی ہے۔ ذہین بہت ہوں (اپنے منہ میاں مٹھو نہ سمجھنا یار!) خامیاں بھی ہیں دوسروں پر جلد اعتبار کر لیتی تھی (تھی سے مراد اب تو کسی سے پر اعتبار رہا ہی نہیں) غصہ بہت آتا ہے اور عموماً اس وقت جب میں اپنے اسپیشل Tea Mug میں چائے نوش فرما رہی ہوتی ہوں اور اکثر ہی میرا مگ میرے ہاتھ شہید ہو کر ڈسٹ بین کی زینت بنتا ہے اور جب تک نیا مگ نہ آ جائے میں چائے کی ہڑتال کر دیتی ہوں ضدی بہت ہوں اور میری اس خامی سے تقریباً تمام گھر والے عاجز ہیں (اور میرا خیال ہے کہ چھوٹی ہونے کا کچھ تو فائدہ اٹھائیں) جذباتی اور شدت پسند بہت ہوں خود سے وابستہ رشتوں پر نو کمپرومائز۔ جو بھی رشتہ ہو پورے خلوص کے ساتھ نبھاتی ہوں جھوٹ سے سخت نفرت ہے اور جھوٹے لوگوں سے بات کرنے کو دل ہی نہیں کرتا۔ ہر کام موڈ کے حساب سے کرتی ہوں جب موڈ نہیں ہوتا تو پھر کسی کے لاکھ کہنے کے باوجود کچھ نہیں کرتی اگر میں کسی کی طرح بننا چاہتی ہوں تو وہ ہیں میری نگ آپی! وہ اب تک بہن بیوی بیٹی اور ماں کے روپ میں بہت لونگ اور کیئرنگ ثابت ہوئی ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہمیشہ یونہی خوش رکھے۔ کھانے پینے میں ٹاپ آف دی لسٹ ہے "چائے" چائے پیے بغیر میری صبح نہیں ہوتی۔ چائے بھی چھوٹے کپ میں نہیں میرے اپنے مگ میں۔ چھوٹے کپ میں تو ادھر ذرا چائے کا ذائقہ محسوس ہوا اور ادھر چائے ختم (لو یہ چائے ہوئی یا......) چکن بریانی اور فرائیڈ فش بھی شوق سے کھاتی ہوں۔ سویٹ ڈشز میں فریش فروٹ ٹرائفل سوجی کا حلوہ اور بجریلا بھی پسند ہیں ارے بھئی اپنی آپی کے ہاتھ کے بنے سادہ چاول اور چنے کا سالن بھی بہت رغبت سے کھاتی ہوں۔ کوکنگ کا بالکل شوق نہیں ہے البتہ کبھی کبھی نئی نئی ڈشز ٹرائی کرتی رہتی ہوں (رسالوں میں پڑھ کر)۔ چائے اور سویٹ ڈش شوق سے اور بہت اچھی بناتی ہوں۔ سلاد بھی بہت اچھا بناتی ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ ڈاکٹر بھیا کے لیے چائے کبھی اچھی نہیں بنتی میرے ہاتھوں سے (سمجھا کریں) اسٹارز پر زیادہ یقین نہیں رکھتی۔ ڈریسز میں مجھے جینز یا ٹراؤزر پر لانگ شرٹ اور اسکارف بہت پسند ہے جو کبھی کبھی پہنتی ہوں۔ چوڑی دار پاجامہ اور کلیوں والا فراک بھی شوق سے پہنتی ہوں۔ جیولری مجھے زیادہ پسند نہیں ہے صرف ائیر رنگ اور ایک نفیس سا بریسلیٹ بس یہی پسند ہیں۔ چوڑیاں بہت پسند ہیں صرف دوسروں کے ہاتھوں کی حد تک۔ خود میں نے کبھی نہیں پہنیں۔ میرے ہاتھ میں ہر وقت صرف ایک کنگن یا بریسلیٹ وہ بھی سادہ سا ہوتا ہے۔ لونگ اچھی لگتی ہے مگر صرف شادی شدہ کے چہرے پر (میری آپی پر بہت سوٹ کرتی ہے) اگر شوق کی بات کی جائے تو سب سے زیادہ شوق ہے مجھے "آنچل" پڑھنا اور اپنے ڈاکٹر بھیا سے گھنٹوں فون پر گپ شپ اور بحث کرنا۔ ہمارے گھر میں سب ہی نماز کے پابند ہیں۔ انڈین موی شوق سے دیکھتی ہوں پاکستانی موویز میں مجھے "کوئی تجھ سا کہاں" اور "دیوانے" پسند ہیں۔ میوزک کا تو مجھے کریز ہے۔ میں سیڈ سونگ سنتی ہوں۔ میرے فیورٹ سنگرز راحت فتح علی خان صابر علی خان مراتب علی کمار سانو اور ابرار الحق ہیں۔ ایک بہت پیاری ہستی جس کے بغیر میرا تعارف بالکل ایسا ہے جیسے خوشبو کے بغیر پھول اور وہ پھولوں کی سی شخصیت ہیں میرے کیوٹ سے بھانجے کشف آفتاب وہ میرا بہت پیارا اور ذہین بھانجا ہے۔ آخر میں تمام فرینڈز کے نام ایک چھوٹا سا پیغام! پلیز کسی پر اندھا اعتبار مت کریں۔ جب یہی مان اعتبار ٹوٹتا ہے تو اس کی کرچیاں سیدھی دل میں چبھتی ہیں۔ کوشش کریں کہ آپ کی کسی بات سے کسی کا دل نہ دکھے اور مجھ سے ملاقات کیسی رہی ضرور آگاہ کیجیے گا آپ کی آراء کی منتظر۔

عشرت رمضان

السلام علیکم! سب کو آنچل کی ٹیم ورک رائٹرز ملیحہ آپی اور قارئین دوستوں کو سلام عید! گزشتہ تین ماہ سے آنچل میں لکھ رہی ہوں آنچل سے وابستگی تو بچپن سے ہی تھی لیکن پڑھنا تین سال قبل شروع کیا۔ سوچا آج اپنا تعارف بھی کروا دوں سو میرا نام عشرت سید محمد رمضان ہے۔ حیدرآباد میں رہتی ہوں ہم پانچ بہن بھائی تھے میرا نمبر سب سے بڑا ہے اس کے بعد ایک بہن جس کی وفات ہو گئی۔ جس کی وجہ سے بہت افسردہ تھی اور تنہا بھی مگر آنچل کے سحر نے میرے اندر ایک نئی سرائیت سی قائم رکھی ہے جو ہمیشہ رہے گی ابو نیوز پیپر سیلرز ہیں ایک بھائی بھی اور دوسرا ڈینٹس اور تیسرا میڈیکل جاب کرتا ہے۔ ابھی ان میریڈ ہوں۔ گریجویٹ ہوں۔ وکیل بننے کا خواب تھا جو تا حال پورا نہیں ہو سکا۔ شاعری سے بہت لگاؤ ہے۔ کوکنگ بہت اچھی کر لیتی ہوں۔ نئے نئے تجربے کرنے کا بہت شوق ہے۔ خود پسند خود اعتماد ہوں۔ کسی کو تکلیف مصیبت میں نہیں دیکھ سکتی۔ عزائم ہیں کہ اپنے ملک کی ترقی کے لیے اور دکھی لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے کچھ کروں۔ ارے میرا تعارف پڑھ کر "آنچل" کا ورق الٹ نہیں دیجیے گا۔ میں "آنچل" کے ذریعے آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ وائٹ اور بلیک کلر بہت پسند ہے۔ بلیک چونکہ خانہ کعبہ کا غلاف ہے اس لیے وائٹ زیادہ پہنتی ہوں کیونکہ اس میں پاکیزگی کی جھلک نمایاں ہوتی ہے۔ جب سے "آنچل" سے دوستی ہوئی کافی اعتماد بحال ہوا اور اس کے پڑھنے سے شعور آگہی روشن ہوئی۔ یہ اتنا صاف ستھرا تفریحی ادب ہے جو ہمیں معاشرے کے ہر اچھے بُرے فعل سے آگہی دیتا ہے اس کی کہانیاں ہمارے لیے سبق آموز ہوتی ہیں جو ہمارے معاشرے کی برائیوں کی عکاسی کرتی ہیں۔ میرے نزدیک محبت میں اگر عقیدت بھرا جذبہ نہ ہو تو وہ محبت بے معنی ہے اور جس کے دل میں خلوص کا دیا روشن ہوتا ہے تو اس کے دل میں اخلاق کا در کبھی بند نہیں ہوتا سو پلیز میں بہت پُرخلوص ہو کر آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے آپ سب کو کامیابی اور خوشیاں عطا کرے آمین۔ آنچل کے ذریعے جواب ضرور دیجیے گا۔

آسرا گل

السلام علیکم! آنچل قارئین میں ہوں آسرا گل چوہدری۔

شکیب اپنے تعارف کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے ہم اس سے بچ کر چلتے ہیں جو راستہ عام ہو جائے جی تو فرینڈز اور سسٹرز ہم گھر میں گل کے نام سے مشہور ہیں۔ جو ہمارا بھی پسندیدہ ہے۔ میری تاریخ پیدائش 19 ستمبر ہے۔ اسٹارز پر بالکل یقین نہیں رکھتی۔ اللہ تعالیٰ پر کامل یقین ہے۔ تعلیم میٹرک تک ہے مگر علم گریجویٹ جتنا رکھتی ہوں۔ بیوٹیشن کورس بھی کر رکھا ہے۔ اس لحاظ سے بیوٹیشن بھی کہلاتی ہوں۔ کاسٹ کے لحاظ سے سردار چوہدری ہیں۔

ہم 6 بہن بھائی ہیں بہن سدرہ گل کی شادی ہو چکی ہے۔ بھائی اسلامیات میں ماسٹرز کر رہا ہے ماشاء اللہ چھوٹی بہنیں ثانیہ تبسم تو شیبہ زیر تعلیم ہیں ہم جوائنٹ فیملی سسٹم میں رہتے ہیں۔ ہمارا گھر بہت بڑا ہے میرے ابو امی دادی جان 3 عدد چاچو اور ان کی بیویاں اور ان کے بچے پھوپو کا گھر بھی قریب ہے۔ ان کی بیٹیاں طوبیٰ نبیلہ مسکان بشریٰ نور ہم سب اکٹھے ہوں تو بہت مزا آتا ہے۔ اب بات کرتی ہوں اپنی پسند ناپسند کی مجھے تو ہر چیز پسند آ جاتی ہے۔ ویسے مجھے خانہ کعبہ کی تصویر اور سبز گنبد بہت

پسند ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اڑ کر وہاں پہنچ جاؤں۔ مجھے بچپن سے وہاں جانے کا ارمان ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت بھی میری پسندیدہ اور آئیڈیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ مجھ پر مہربان رہے ہیں۔ میری ہر چھوٹی چھوٹی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ (یہ اور بات ہے کہ پانچ وقت کی نماز پوری نہیں ہوتی صرف درمیانی لیکن پڑھتی ہوں کوشش تو بہت کرتی ہوں مگر صبح اور عشاء کی رہ جاتی ہے دعا کریں کہ پانچ وقت کی نمازی ہوجاؤں) مجھے ڈریس میں گہرا سبز، مہرون، پنک، وائٹ اور بلیک کلرز پسند ہیں۔ جیولری میں مجھے نازک سے ٹاپس، بریسلٹ، نازک سی چین اور انگوٹھی وہ بھی نیلم کے پتھر والی پسند ہے۔ ان چیزوں سے میری تیاری مکمل ہوجاتی ہے۔ زیادہ فیشن ایبل نہیں ہوں مجھے سادگی پسند ہے۔ سادہ شلوار سوٹ اور بڑا سا دوپٹا کندھوں تک بالوں کی سادہ سی چوٹی بنا کر نازک سی پونی ڈال لی پاؤں میں کوئی بھی میچنگ جوتی پہن لی۔ میک اپ میں صرف مسکارا اور آئی لائنر ہی پسند ہے۔ مجھے سادہ رہنا پسند ہے۔ کھانے میں جو ملے کھا لیتی ہوں اللہ کا شکر لازمی ادا کرتی ہوں اور اب خوبیوں اور خامیوں کی کیا بات کروں۔ بہنوں سے پوچھا تو وہ بولیں تم میں کوئی خوبی ہے ہی نہیں۔ ثانیہ تبسم بولی تم میں خامی یہ ہے کہ تم بڑے ہونے کا رعب جماتی ہو اور خوبی یہ ہے کہ ہر بات منہ پر کہہ دیتی ہو۔ میری بہن سدرہ گل جو کہ شادی شدہ ہے وہ بولی تم میں یہ خامی ہے کہ بولتی کم ہو اور لوگوں سے ملتی جلتی نہیں ہو۔ میں کیا کروں یار مجھ میں کانفیڈنس کی بہت کمی ہے۔ ویسے یہ میری عادت ہے لوگوں سے تعلق بنانا پسند نہیں کرتی کیونکہ اب اعتبار جو نہیں رہا ہے کسی پر۔ میری دوست فوزیہ رانی کہتی ہے کہ گل تم ایک سچی اور کھری لڑکی ہو تم مجھے دل سے بے حد اچھی لگی ہو تم بہت اچھی ہو اور خوب صورت بھی اور نزہت نے ایک بار کہا تھا کہ میں دوستی میں بہت مخلص ہوں۔ میں جسے ایک بار اپنا سمجھ لوں تو اسے آخر دم تک اپنا سمجھتی ہوں اور خامی یہ ہے کہ غصہ بہت جلد آتا ہے۔ منافق لوگ مجھے بالکل پسند نہیں۔ میں ہر وقت لڑنے مرنے پر تیار نہیں ہوتی کوشش کرتی ہوں کہ درگزر کردوں اسی وجہ سے زیادہ خامی کوئی نہیں ہے کیونکہ میں نے ہمیشہ پیار کے گلاب لگائے ہیں۔ نفرتوں کی فضا میں، میں سانس نہیں لے سکتی۔ ہر کسی کی بری بات بھی برداشت کر لیتی ہوں۔ اب عادت ہوگئی ہے دکھ سہنے کی اور آنسو پینے کی۔ میری زندگی میں زیادہ خوشی کبھی نہیں آئی جب بھی آتی ہے ہوا کے جھونکے کی طرح، آئی اور چلی گئی۔ زیادہ تر میرا دل اداس رہتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہیں بہت دور کسی اور بادلوں کے دیس میں بسیرا کرلوں جہاں انسان نہ ہوں، انسانوں کی سی خواہشات نہ ہوں۔ بادل ہوں روئی کے سے سفید بادل اور میں ان میں گمنام ہوجاؤں۔ آپ سب سے دل کی باتیں کر کے خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہی ہوں اور ہاں شاعری تو رہ ہی گئی۔ احمد فراز، محسن نقوی، ممتاز ساغر یہ سب بہت اچھے شعراء ہیں۔ کتابیں پڑھنے کا بھی مجھے جنون کی حد تک شوق ہے کوئی بھی کتاب ہو میں ایک دن میں مکمل کر لیتی ہوں۔ آنچل ڈائجسٹ تو 6 گھنٹوں میں چاٹ جاتی ہوں۔ اب تعارف ختم کرنا چاہیے ورنہ ملیحہ آنٹی اتنا لمبا تعارف ناقابلِ اشاعت سمجھ کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دیں گی۔ اب اجازت دیں اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کی حفاظت کرے اور ہم سب کو محب الوطن بنائے اور سب کو حفظ وامان میں رکھے۔ سچا مسلمان بنائے اور دنیا آخرت میں سرخرو کرے۔ آمین۔

❁

بھنور کی عدالت

نادیہ فاطمہ رضوی

ادارہ

حفصہ بتول...... بہاولپور

س: آپی آپ کے کتنے بہن بھائی ہیں آپ کا نمبر کون سا ہے؟

ج: ہم ماشاء اللہ 5 بہن بھائی ہیں۔ پہلے 2 بڑے بھائی ہیں۔ پھر ہم 3 بہنیں ہیں۔ میرا نمبر آخری ہے۔

س: آپ کی تعلیم، شادی ہوچکی یا نہیں؟

ج: ڈبل ایم اے ہے، شادی ابھی نہیں ہوئی۔

س: آپی رائٹر بننے کا خیال کیسے آیا اور لکھنے کے علاوہ کیا کرتی ہیں؟ مطلب جاب وغیرہ؟

ج: کہانیاں پڑھنے کے جنون نے رائٹر بننے میں مدد دی۔ آج کل ریڈیو پاکستان کراچی ایف ایم 93 میں اینکر ہوں۔

س: آپی رائٹر کے بہن بھائیوں کو اکثر کہانیاں پڑھنے میں دلچسپی نہیں ہوتی کیا واقعی؟

ج: درست فرمایا میری کہانیاں گھر میں کوئی نہیں پڑھتا۔

س: اگر ایک سے زیادہ کہانیوں کے پلاٹ آپ کے ذہن میں گھوم رہے ہوں تو آپ کیا کرتی ہیں؟

ج: جس کہانی کا پلاٹ مجھے سب سے زیادہ اچھا لگتا ہے اسے لکھنا شروع کردیتی ہوں۔

شمع مسکان...... جامپور

س: السلام علیکم! نادیہ آپی کیسی ہیں اور آج کل کیا مصروفیات ہیں؟

ج: وعلیکم السلام! اللہ کا کرم ہے اور آپ سب کی دعاؤں اور محبت سے ٹھیک ہوں ریڈیو اور اخبار میں مضامین لکھنے میں مصروف ہوں۔

س: آپی اگر آپ آنچل کی مدیرہ ہوتیں تو آنچل میں کیا تبدیلیاں لاتیں؟

ج: وہی تبدیلیاں لے کر آتی جو قیصر آرا آپی لے کر آئی ہیں۔

س: آپ آنچل کے علاوہ کون سے رسائل میں لکھتی ہیں؟

ج: فی الحال صرف آنچل میں ہی لکھ رہی ہوں۔

س: کیا آپ کی تحاریر آپ کی فیملی پڑھتی ہے تنقید کرتے ہیں یا تعریف نئی رائٹرز سے آپ کیا کہنا چاہیں گی؟

ج: فیملی پڑھتی تو نہیں مگر بھائی سے کبھی ڈسکس کرلیتی ہوں تو وہ تعریف اور تنقید دونوں ہی کرتے ہیں۔ رائٹر سے بس یہی کہ محنت، ہمت اور مثبت سوچ کے ساتھ اپنے مقصد پر ڈٹے رہیں ان شاء اللہ کامیابی ضرور ملے گی۔

ایمن وفا...... جھڈو

س: السلام علیکم نادیہ آپی، کیسی ہیں؟

ج: وعلیکم السلام! آپ کی دعاؤں سے ٹھیک ہوں۔ ریڈیو کی ہی فی الحال مصروفیت ہے۔

س: نادیہ آنٹی مجھے لکھنے کا بہت جنون ہے پلیز کوئی ٹپس دیجیے نا؟

ج: یہ جنون ہی ان شاء اللہ آپ کو رائٹر بنا دے گا۔ مگر پیاری بہنا اس کے ساتھ ساتھ مطالعہ، محنت اور مستقل مزاجی بھی بہت ضروری ہے۔

س: نادیہ آنٹی آپ کو کب لگا آپ کو لکھنا چاہیے؟

ج: لکھنے کا شوق کم عمری سے تھا مگر ایک جھجک تھی کہ اگر میں لکھوں تو میرے جاننے والے نجانے میرے بارے میں کیا سوچیں گے۔ مگر جب میں نے پڑھنا شروع کیا تو پھر پکا ارادہ کرلیا کہ اب میں ضرور کہانی بھیجوں گی کیونکہ میں لکھ کر پوسٹ نہیں کرتی تھی اور پھر فرحت آرا آپی نے میرا ہاتھ محبت سے تھام لیا اور باقاعدہ ناول نگاری شروع کردی۔

س: اگر کوئی بات بری لگی تو معاف کردیجیے گا پلیز اور کوئی پیارا سا پیغام مجھ اسٹوپڈ کے نام؟

ج: ارے معافی مانگ کر کیوں شرمندہ کرتی ہو۔ پیارا سا پیغام یہ ہے کہ تمہارا نام بہت پیارا ہے تمہاری طرح۔ بس اپنے نام کا ہمیشہ مان رکھنا۔

فرخندہ فیض...... کنگ چنن

س: السلام علیکم آپی کیا حال ہے؟

ج: وعلیکم السلام اللہ کا شکر ہے ٹھیک ہوں۔

س: دنیا میں ہمارا قیمتی اثاثہ کیا ہوتا ہے؟

ج: ایمان کے بعد ہمارے والدین۔

س: آپی جان عورت کا وقار کیا ہے؟

ج: آنکھوں میں حیا کے ساتھ ساتھ اس کے ہر انداز سے شرم اور جھجک کے رنگ نظر آئیں۔

صبا نواز بھٹی...... سانگھڑ

س: السلام علیکم! نادیہ جی کیسی ہیں آپ مخاطب کرتے ہوئے ڈر بھی لگ رہا ہے اور بہت اچھا بھی کہ آپ جیسی رائٹر سے مجھے سوال کرنے کا موقع ملا ہے؟

ج: وعلیکم السلام ارے ڈرنے کی کیا بات ہے۔ مجھے خود آپ سے باتیں کرنا بہت اچھا لگتا ہے۔ آپ کی محبت کا بہت شکریہ۔

س: نادیہ جی کیا کبھی ایسا ہوا کہ آپ کو کسی رائٹر کی کہانی میں اپنی زندگی کی جھلک نظر آئی ہو؟

ج: ایسا اتفاق تو کبھی نہیں ہوا۔

س: ہم جیسے نوآموز لکھنے والوں کے لیے آپ کیا کہنا چاہیں گی؟

ج: وہی جو ایمان وفا سے کہا۔

س: کبھی ایسا ہوا کہ آپ کی اپنی لکھی ہوئی کہانی کے جیسا کوئی کردار آپ کے سامنے آ گیا ہو؟

ج: میری 90 فیصد کہانیوں کے کردار میرے ارد گرد ہی ہوتے ہیں۔ حقیقی کردار دیکھ کر ہی میں کہانی کے کردار بناتی ہوں۔ جو کردار افسانوی تراشے ایسے فی الحال نظر نہیں آئے۔

س: آپ کی زندگی کا یادگار ناول کون سا ہے؟

ج: میرا پہلا ناول "تو ہی میرا نصیب ہے" جو آنچل میں شائع ہوا۔

حمیرا عروش...... کراچی

س: امید ہے آپ خیریت سے ہوں گی، ماشاء اللہ بہت پیارا لکھتی ہیں آپ، مجھے آپ کی کہانیاں بہت اچھی لگتی ہیں۔

ج: آپ کی پسند کا شکریہ۔ حمیرا آپ کے یہ الفاظ

میرے لیے بہت قیمتی ہیں۔

س: آپ کی کاسٹ اور کوالیفیکیشن کیا ہے؟

ج: کاسٹ سید ہے اور تعلیم ڈبل ایم اے۔

س: کہانیاں لکھنے کے علاوہ کوئی اور پروفیشن جو آپ نے اپنایا؟

ج: ریڈیو پاکستان کراچی میں میزبان ہوں اس کے علاوہ ریڈیو ڈراموں میں صداکاری کرتی ہوں۔

س: کہانی لکھتے وقت کن باتوں کو مدنظر رکھنا چاہیے؟

ج: مضبوط پلاٹ خوب صورت مکالمے اور ہیرو ہیروئن کے پرکشش نام۔

س: کبھی ایسی غلطی ہوئی جس پر بہت پچھتاوا ہوا ہو، جس کا مداوا چاہ کر بھی نہ کر پائی ہوں؟

ج: غلطیاں تو بہت ہوئی ہیں مگر ایسی نہیں جس کا مجھے مداوا کرنا پڑے۔

س: او کے نادی! کوئی اچھی سی دعا دیں اللہ حافظ۔

ج: سدا خوش اور آباد رہو۔

صائمہ طاہر...... حیدرآباد، سندھ

س: کیسی ہو ڈیئر فاطمہ؟

ج: آپ کی دعاؤں سے بھلی ہوں۔

س: آپ کی پہلی کاوش کون سی تھی کب تحریر کی آپ نے؟

ج: افسانہ "میری زیست کی آرزو" جو آنچل میں ہی چھپا تھا۔ اخبار میں 1999ء سے لکھنا شروع کیا۔

س: آپ کی ڈیٹ آف برتھ جائے پیدائش اور ابھی رہائش؟

ج: 7 نومبر اسلام آباد۔ رہائش کراچی میں اسکیم 33 میں ہے۔

س: آپ میرڈ ہو یا ان میرڈ گھر میں کون کون ہیں؟

ج: غیر شادی شدہ ہوں گھر میں امی 2 بھائی ایک بھابی ہیں۔

س: آپ اتنا اچھا کیسے لکھتی ہیں آپ کا انداز تحریر بہت پیارا ہے آپ کی طرح؟

ج: یہ اللہ کا کرم ہے ورنہ میں اس عنایت کے قابل کہاں تھی۔ آپ کی پسند کا بہت شکریہ اور مجھے بھی پسند کرنے کا بہت شکریہ۔

س: کیا آپ مجھ سے اور میری فرینڈ عاشی سے دوستی کریں گی؟

ج: بالکل صائمہ، عاشی آپ دونوں سے پکی دوستی۔

س: آپ کی پسندیدہ کتاب کون سی ہے اور وجہ پسند؟

ج: بہت سی ہیں۔ کسی کا انداز تحریر تو کسی کا تھیم۔

س: آپ نے کس سے متاثر ہو کر لکھنا شروع کیا؟

ج: آنچل کی سینئر رائٹر سے۔

س: آپ نے آنچل کس وجہ سے پڑھنا شروع کیا آنچل کی کس خوبی سے متاثر ہو کر؟

ج: میری کزن شہلا سے جس نے مجھے آنچل پڑھنے کا کہا۔ آنچل کی کہانیوں میں صرف زندگی کی

تلخیاں نہیں ہوتیں بلکہ لطیف جذبوں اور احساسات کی بھرپور عکاسی ہوتی ہے جو ہر انسان کے اندر موجود ہوتے ہیں۔

س: اب اجازت چاہوں گی زندگی نے وفا کی تو ہمیشہ ساتھ ہیں۔ اللہ حافظ

ج: بالکل آپ ہماری دعاؤں میں ہمیشہ رہیں گی۔

مدیحہ نورین...... برنالی

س: السلام علیکم کیسی ہیں آپ؟

ج: آپ کی محبت کے سائے میں ٹھیک ہوں۔

س: آپ کو کسی چیز نے لکھنے پر مجبور کیا معاشرے کی ابھرتی برائیوں نے یا کوئی اور وجہ ہے؟

ج: والد صاحب کے انتقال کے بعد میرے اندر ایک خلاء پیدا ہو گیا تھا ان کے جانے کے احساس نے مجھے قلم سے آشنا کر دیا۔

س: ایک اچھا لکھاری بننے کے لیے لکھنے والے میں کیا خوبیاں ہونی چاہیے؟

ج: حساس دل' تھوڑی سنجیدگی اور مطالعے کی عادت۔

س: آپ کے کتنے ناول کتابی شکل میں آئے ہیں اور آپ کا اپنا فیوریٹ ناول کون سا ہے؟

ج: فی الحال تو کوئی نہیں۔ پسندیدہ ناول کی لسٹ بہت لمبی ہے ڈیئر۔

س: کیا کسی ڈائجسٹ میں لکھے بغیر اپنا مکمل ناول کتابی شکل میں شائع ہو سکتا ہے؟

ج: اس کا جواب تو قیصر آرا آپی بہتر دے سکتی ہیں۔

س: آپ کے نزدیک محبت کتنی ضروری ہے آج کل کے دور میں؟

ج: محبت کی ضرورت ازل سے ہے اور ابد تک رہے گی۔ اگر محبت ختم ہو گئی تو سب ختم ہو جائے گا۔

س: میری دعا ہے خدا آپ کو اسی طرح کامیابیوں کے سفر طے کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

ج: اتنی خوب صورت دعا دینے کا بہت شکریہ۔ اللہ آپ کو اس کی جزا دے آمین۔

س: آپ کا سپورٹر کون ہے گھر میں؟

ج: میرے بھائی نوید رضا جو میرے والد کی طرح ہیں۔ جن کی وجہ سے شاید میں آج زندہ ہوں۔

حافظ اقراء الیاس...... لاہور، کینٹ

س: نادیہ آپی آپ اپنی ذات کو کن الفاظ میں بیان کریں گی؟

ج: حساس انسان' دوست اور کمزور دل۔

س: آپ کا پسندیدہ رائٹر' پسندیدہ شاعر اور پسندیدہ ناول کون سا ہے؟

ج: رضیہ بٹ' حسینہ معین' مستنصر حسین تارڑ' نبیلہ ابرار راجا' شازیہ چوہدری مرحوم اور آنچل کی سب سے سینئر رائٹر۔ پیار کا شہر زرد زخموں کا موسم' میں بھلا کون ہوں۔ احمد فراز' محسن نقوی' پروین شاکر' غالب۔

س: آپ نے کب لکھنا شروع کیا اور اب تک کتنے ناول وغیرہ لکھے ہیں؟

ج: ڈیئر اس کا جواب اوپر دے دیا ہے۔

س: آپ کا پسندیدہ شعر کون سا ہے اور لکھنے کے بارے میں میرے لیے کوئی نصیحت؟

ج: شعر تو مجھے بہت پسند ہیں۔ آپ کے لیے بھی وہی مشورہ ہے جو اور بہنوں کو دیا ہے۔

صباء...... ٹنڈو الٰہیار

س: السلام علیکم! نادیہ آنٹی پلیز جلدی سے بتائیں کہ اتنی اچھی بہترین اور زبردست کہانی آپ کے دماغ میں آئی کہاں سے؟

ج: ڈیئر سچ میں اس میں میرا کوئی کمال نہیں یہ سب اللہ کا کرم ہے۔

س: نادیہ آنٹی میں آپ کا ناول بہت شوق سے پڑھتی ہوں؟

ج: بہت شکریہ پیاری صبا۔

س: کیا آپ مجھے بھی اپنے دوستوں کی لسٹ میں شامل کریں گی پلیز مجھے بہت خوشی ہوگی مجھے دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

ج: آج سے تم میری دوست' بہن ہو اور میری دعاؤں کے حصار میں بھی رہو گی' خوش رہو۔

ساریہ چوہدری...... ڈوگہ، گجرات

س: السلام علیکم! آپی کیسی ہیں آپ نے لکھنے کا آغاز کب کیا؟

ج: وعلیکم السلام' ڈیئر اس کا جواب اوپر دیا جا چکا ہے۔

س: آپی آپ کی پہلی تحریر کون سی تھی اور کس ڈائجسٹ میں چھپی؟

ج: افسانہ ''زیست کی آرزو'' جو آنچل میں ہی شائع ہوا۔

س: آپی آپ کا تعلق کس شہر سے ہے اور آپ کتنے بہن بھائی ہیں؟

ج: کراچی سے۔ ہم 5 بہن بھائی ہیں۔

س: کیا آپ کو محبت پر یقین ہے اور کیا محبت پیار اور عشق تینوں الگ چیزیں ہیں؟

ج: کامل یقین ہے۔ ویسے تو پیار محبت کے معنی ایک ہیں مگر میرے نزدیک جب ہمیں کوئی بہت پیارا لگتا ہے تو ہم اس سے پیار کرنے لگتے ہیں اور جب وہ ہمیں جان سے پیارا ہو جاتا ہے تو ہم اس سے محبت کر بیٹھتے ہیں اور جب ہم اس کی محبت میں سب کو بھلا کر خود کو بھی بھلا دیتے ہیں تب محبت عشق کے دائرے میں داخل ہو جاتی ہے۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

س: آپ کو اپنا سب سے اچھا ناول کون سا لگتا ہے؟

ج: تو ہی میرا نصیب ہے' کندن' عشق کے جنوں میں۔

س: آندھی کے آم کھا کر کیا دل چاہتا ہے؟

ج: ایسا اتفاق کبھی ہوا نہیں۔

س: انسان مرجائے تو اسے دفن کیا جاتا ہے اگر ضمیر مرجائے تو؟

ج: تو اسے جسم میں ہی دفن کر دیا جاتا ہے۔

اگلے ماہ بہنوں کی عدالت میں ''سباس گل'' پیش ہوں گی۔

جھیل کنارہ کنکری

نازیہ کنول نازی

مجھے تمہاری جدائی کا کوئی رنج نہیں
میرے خیال کی دنیا میں میرے پاس ہو تم
یہ تم نے ٹھیک کہا ہے، مجھے ملا نہ کرو
مگر مجھے یہ بتا دو کہ کیوں اداس ہو تم

وہ اک بے نام سی الفت، وہ اک معصوم سی چاہت
وہ میری ذات کا حصہ، وہ میری زیست کا قصہ
مجھے محسوس ہوتا ہے وہ میرے پاس ہے اب بھی
وہ جب جب یاد آتا ہے نگاہوں میں سماتا ہے
زباں خاموش ہوتی ہے مگر یہ آنکھ روتی ہے
میں خود سے پوچھ لیتا ہوں
جسے میں پیار کرتا ہوں
اسے کیا پیار تھا مجھ سے؟
جواب "ہاں" سوچ لیتا ہوں
اسے بھی پیار تھا "شاید"
اسی "شاید" سے وابستہ ہے اب تو ہر خوشی میری
یہی اک لفظ شاید بن گیا ہے زندگی میری

دروازے پر دستک کی آواز ابھری تھی
ایمن جو کچن میں اس کے لیے چائے بنا رہی تھی، چونک کر پلٹی اور پھر ثانیہ کے اٹھنے سے قبل اس نے ملازمہ کو آواز دے ڈالی۔

"بوا...... ذرا دروازے پر دیکھیں کون ہے؟"
ثانیہ کا دل دستک کی آواز پر زور سے دھڑکا تھا مگر وہ خاموش بیٹھی تھی۔

"بی بی جی! کوئی زائر صاحب آئے ہیں، ثانیہ بی بی کا پوچھ رہے ہیں؟" تین منٹ کے بعد ملازمہ نے واپس آ کر اسے اطلاع دی، وہ تپ اٹھی۔

"دیکھا میں نے کہا تھا ناں وہ آئے گا دوبارہ، لیتی ہوں میں اس کی خبر، آیا بڑا نکاح کرنے والا۔" ہاتھ صافی سے خشک کر کے وہ بیرونی دروازے کی طرف آئی تھی۔

"جی فرمایئے۔" کڑی نگاہوں سے باہر پریشان حال کھڑے زائر ملک پر اک نظر ڈالنے کے بعد اس نے خاصے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا تھا، جب وہ بولا
"مجھے ثانیہ عباس سے بات کرنی ہے۔"

"کیوں؟" اب اس نے دونوں بازو سینے پر باندھ لیے تھے وہ ٹھٹک گیا۔

"کیا مطلب کیوں؟ بیوی ہے وہ میری۔ نکاح ہوا ہے میرا اس کے ساتھ۔"

"اچھا؟ کہاں ہے نکاح نامہ؟" کسی تھانیدار کی طرح وہ اس کے سامنے تن کر کھڑی تفتیش کر رہی تھی۔ زائر اب حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"آپ کون ہوتی ہیں مجھ سے نکاح نامہ مانگنے والی؟"

"ثانیہ عباس کی اکلوتی اور عزیز دوست ہوتی ہوں میں، جو بکواس اور فراڈ نکاح کے نام پر آپ نے اس بے

ضرر لڑکی کے ساتھ کیا ہے اس کے لیے میں آپ کو چھوڑوں گی نہیں۔"

"جسٹ شٹ اپ...... نہ تو میں نے کوئی بکواس کی ہے نہ کسی کے ساتھ کوئی فراڈ کیا ہے۔ میرا نکاح ہوا ہے ثانیہ کے ساتھ' وہ بھی کورٹ میں۔ آپ جا کر اس سے پوچھ سکتی ہیں' جہاں تک نکاح نامے کا تعلق ہے تو وہ بھی محفوظ ہے میرے پاس' کسی سے ڈرتا نہیں ہوں میں اگر ڈر ہے تو صرف اللہ ربّ العزت کی پاک ذات کا اور بس۔" غصے سے اس کے چہرے کی رنگت سرخ پڑ گئی تھی پھر اس سے پہلے کہ ایمن اس سے کچھ کہتی وہ ایک ہاتھ سے اسے سائیڈ پر ہٹاتے ہوئے دندناتا ہوا اپارٹمنٹ کے اندر چلا آیا' جہاں ثانیہ ہونق کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیا تماشا ہے یہ؟ ہوں...... تمہیں پتا ہے نا ہمارا نکاح ہوا ہے کورٹ میں' پھر کیوں نہیں اپنی دوست کو بتایا؟" اسے کندھوں سے تھامے وہ درشتگی سے پوچھ رہا تھا مگر وہ خاموشی سے اسے دیکھے گئی۔

"کیا بُرا کیا ہے میں نے تمہارے ساتھ بولو؟ یہ پاکستان ہے یہاں آئے روز گھروں میں ڈکیتیاں ہوتی ہیں اور ان ڈکیتیوں میں ہر جگہ صرف سامان ہی نہیں لٹتا' عزتیں بھی لوٹی جاتی ہیں مگر میں نے ایسا نہیں کیا' میں نے وہ کیا جو کبھی نہیں ہوتا' کوئی نہیں کرتا' کیا بگاڑ سکتی ہو تم میرا' بولو......؟" اس بار اس نے شانوں کو جھٹکا دیا تھا' تبھی ایمن اس کی طرف لپکی تھی۔

"ثانی کو چھوڑو' نہیں تو میں شور مچادوں گی۔"

"شٹ اپ!" اس کی دھمکی پر وہ دھاڑتے ہوئے پلٹا تھا۔

"خبردار اگر میرے اور اس کے درمیان میں آنے کی کوشش کی تو' بیوی ہے یہ میری جو سلوک چاہوں کرسکتا ہوں مگر کروں گا نہیں صرف اس کی عزت کے لیے' اب میں نکاح نامے کے ساتھ ہی آؤں گا پھر دیکھوں گا کیسے روکتی ہو تم مجھے۔" وہ اشتعال کا شکار تھا ایمن اسے کڑے تیوروں سے گھورتی رہ گئی اور وہ چلا گیا۔

"آیا بڑا نیکوکار کہیں کا' دیکھ لینا ثانی! اب وہ شام کبھی نہیں آئے گی جب یہ فضول شخص حقیقی نکاح نامے کے ساتھ ادھر کا رخ کرے۔ اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا کہ اس کا ٹکراؤ تمہاری جگہ یوں کسی اور کے ساتھ ہوجائے گا۔ بہرحال تمہارا اب یہاں رکنا خطرے سے خالی نہیں ہے' وہ غنڈا موالی شخص کچھ بھی کرسکتا ہے' چلو ابھی میری طرف چلتے ہیں۔" جلدی جلدی کام نبٹاتے ہوئے ایمن کہہ رہی تھی' وہ سر جھکائے خاموش کھڑی رہی یوں جیسے کچھ بھی نہ کہنا چاہتی ہو۔

❁......☆......❁
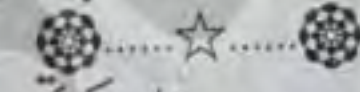
رات آدھی سے زیادہ ڈھل چکی تھی جب اچانک ہانیہ کی آنکھ میکال کے موبائل فون کی تیز بپ پر کھل گئی' وہ شاید جاگ رہا تھا تبھی فوراً سے پیشتر کال پک کرکے بیڈ سے اٹھ گیا۔

"ہیلو عائش!" اس کی بھاری آواز ہانیہ کی سماعتوں میں اتری تھی اور پھر جیسے اس کی آنکھوں سے نیند کی پریاں خود بخود رخصت ہونا شروع ہوگئیں۔ وہ کمرے سے نکل کر ٹیرس کی طرف چلا گیا تھا مگر اس کی آواز ہنوز کمرے میں آرہی تھی۔

"خوش ہوناں میری زندگی برباد کرکے' یہی کرنا تھا تو کیوں آئیں میری زندگی میں' کیوں محبت کے خواب دکھائے مجھے' میں تمہیں نہیں بھول پارہا عائش! نہیں جی سکتا میں تمہارے بغیر۔" اس کی آواز رندھی ہوئی تھی۔ ہانیہ عجیب سی جلن محسوس کرتے ہوئے بیڈ پر اٹھ بیٹھی۔ اب وہ کہہ رہا تھا۔

"میں کچھ نہیں جانتا' مجھے میری عائشہ چاہیے' وہ عائشہ جو میری محبت ہے' جو بن کہے میرے اندر کے اضطراب کو بھانپ لیتی ہے۔ جس کے پاس میرے سکون اور خوشیوں کی چابی ہے' وہ شخص تمہارے قابل نہیں ہے عائش! وہ تمہیں مار دے گا۔" ہانیہ اس کی کہانی سے زیادہ واقف نہیں تھی تبھی چپ چاپ سنتی رہی تقریباً بیس منٹ گزر گئے اور اب وہ کہہ رہا تھا۔

"میرا دل چاہتا ہے میں خودکشی کرلوں مگر دونوں جہان کی بربادی کا خیال ہر بار ارادے کو کمزور کردیتا ہے' میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا عائش! کبھی بھی نہیں۔"

کسی چھوٹے سے بچے کی طرح ہرٹ اس شخص کے لیے جانے کیوں اس کا دل دکھا تھا۔ مگر وہ چاہنے کے باوجود اس شخص کے لیے کچھ بھی نہیں کرپارہی تھی۔

تقریباً تیس منٹ کے بعد وہ دوبارہ کمرے میں آیا تو وہ زلفیں بکھرائے بیڈ پر بیٹھی تھی۔ میکال صرف ایک لمحے کے لیے اس کے قریب رکا تھا پھر سر جھٹکتے ہوئے واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

اگلے پندرہ منٹ کے بعد وہ فریش ہوکر دوبارہ کمرے میں واپس آیا تو ہانیہ اسی پوزیشن میں بیٹھی تھی۔ وہ بنا اس پر نگاہ کیے بیڈ کے کونے پر ٹک گیا۔

"ایکسکیوز می! اگر آپ کو ناگوار نہ گزرے تو کیا ہم چند منٹ کے لیے بات کرسکتے ہیں؟" میکال نے اس کی صدا پر خاموشی سے گردن پھیر کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

"پلیز......" اسے اپنی طرف دیکھتے پاکر اس نے التجا کی۔

"بولو۔" وہ رخ پھیر کر بھاری لہجے میں بولا تھا۔ ہانیہ نے اپنی نظریں اس کے چہرے پر جمادیں۔

"مجھے نہال نے بتایا تھا کہ آپ عائشہ جی سے بہت پیار کرتے ہیں اور شاید وہ بھی' پھر آپ نے ان سے شادی کیوں نہیں کی؟ آپ مرد تھے' بااختیار تھے' چاہتے تو ان کے لیے اسٹینڈ لے سکتے تھے مگر پھر بھی آپ نے انہیں اکیلا چھوڑ دیا' کیوں......؟"

"میں نے اکیلا نہیں چھوڑا اسے وہ خود مجھے اکیلا چھوڑ گئی ہے۔" وہ رنجیدہ تھا' ہانیہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"کیوں؟ جو پیار کرتے ہیں وہ اکیلا تو نہیں چھوڑتے۔"

"مجھے نہیں پتا' میرا سر درد سے پھٹ رہا ہے' پلیز سوجاؤ۔" بےزاری سے کہتے ہوئے وہ بیڈ سے اٹھا تھا' جب ہانیہ نے سرعت سے اس کی کلائی تھام لی۔

"میں آپ کی ہم سفر ہوں میکال! آپ کے دکھ اور سکھ کی ساتھی ہوں' مجھ سے آپ کا یہ درد اور اضطراب برداشت نہیں ہورہا' مجھے بتائیں میں آپ کے لیے ایسا کیا کروں کہ آپ کو سکون مل جائے۔"

"مجھے نہیں پتا۔" اجنبیت سے بازو چھڑا کر کہتے ہوئے وہ کیبنٹ کی طرف بڑھ گیا تھا تاکہ سگریٹ اور ماچس تلاش کرسکے' تبھی وہ پھر اس کے قریب آئی تھی۔

"میں پوری کوشش کروں گی کہ عائشہ جی کو آپ کی زندگی میں واپس لے آؤں مگر اس کے لیے آپ کو میری ایک بات ماننی ہوگی۔" کتنی رسانیت سے وہ کہہ رہی تھی' میکال چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"مانیں گے ناں پلیز......" میکال رخصتی کے وقت اپنی ذات کے لیے ناپسندیدگی نہ جان گیا ہوتا تو شاید اس کے انداز اور خلوص پر ہرگز حیران نہ ہوتا۔

"کیسی بات؟"

"یہی کہ اپنا خیال رکھیں گے خود کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے اور مجھے اپنی بیوی نہیں دوست سمجھیں گے ٹھیک ہے۔" وہ اسے بالکل کسی چھوٹے بچے کی طرح ہی ٹریٹ کررہی تھی' وہ سر جھٹک کر بیڈ پر آ گیا۔

"یہ دھواں کبھی کسی درد کو اپنے اندر تحلیل نہیں کرتا میکال! اس لیے اپنا جگر جلانا فضول ہے' آئیں میں آپ کو سلاتی ہوں کیونکہ اس وقت آپ کے لیے نیند بہت ضروری ہے۔" اس کے سر جھٹکنے پر وہ تبھی واپس پلٹی تھی اور پھر آگے بڑھ کر اس نے میکال کے لبوں سے سگریٹ نکالتے ہوئے مسل کر پھینک دی۔ وہ اسے کھری کھری سنانا ہی چاہتا تھا کہ ہانیہ نے اس کے مقابل بیٹھتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر ٹکادیا۔

"سوجایئے پلیز' سارے دکھ' ساری محرومیاں بھلا کر۔" عجیب جادوئی انداز میں اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے وہ اب سرگوشی کررہی تھی۔ میکال

کی سانسیں اس کے وجود سے اٹھتی خوشبو کے نشے میں گم ہونے لگیں۔
وہ خود کو اس کے حصار سے نکالنا چاہتا تھا' اسے یہ باور کرانا چاہتا تھا کہ وہ کمزور نہیں ہے جو اس کے حسن کے جادو کے سامنے ہتھیار پھینک دے مگر وہ کمزور پڑ گیا تھا۔
اگلی صبح ہانیہ کی آنکھ کھلی تو وہ آفس کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ وہ فوراً سے پیشتر بیڈ سے اتر آئی۔
"میں تیاری میں آپ کی مدد کروں؟"
"نہیں۔" کتنے خلوص سے وہ پوچھ رہی تھی مگر وہ اس کی طرف دیکھنے کا روادار بھی نہیں تھا۔
"ٹھیک ہے مگر ناشتہ تو کریں گے ناں آپ؟" مگر اس بار وہ پھر اس کا سوال نظر انداز کرتے ہوئے پرفیوم کا چھڑکاؤ کرنے لگا۔ عین اسی پل اس کے سیل پر عائشہ برہان کی کال آئی تھی۔
"السلام علیکم!"
"وعلیکم السلام! تم ٹھیک ہو ناں میکال؟" وہ اس کے لیے متفکر تھی۔ میکال شکستہ سا بیڈ پر ٹک گیا۔
"ہوں' تم کیسی ہو؟"
"میں ٹھیک ہوں رات میری ساس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ اریج انہیں اسپتال لے کر گیا تھا' میں بھی ساتھ تھی۔ اس لیے تمہارے ایس ایم ایس کا جواب نہ دے سکی' تین بجے گھر واپس آئی تو فوری تمہیں کال کی' خدا کا واسطہ ہے میکال! ماضی کو ذہن سے جھٹک دو' اگر تم خوش نہیں رہو گے تو میرے لیے اس قربانی کو نبھانا بہت مشکل ہو جائے گا' مجھے مزید کمزور مت کرو میکال پلیز۔"
"اوکے' اگین سوری! ابھی میں آفس جا رہا ہوں' واپسی پر تم سے بات کرتا ہوں۔" ہانیہ کی موجودگی کے باعث اس نے بنا بحث کیے کال ڈراپ کر دی تھی' اگلے ہی پل وہ کمرے سے نکل کر سیڑھیوں سے نیچے آیا تو مسز حسن اسے تیار دیکھ کر ٹھٹک گئیں۔
"میکال! اتنی صبح تیار ہو کر کہاں جا رہے ہو؟"
"اتنی صبح نہیں ہے مما! دن کے دس بج چکے ہیں اور میں آفس جا رہا ہوں۔"
"آفس...... تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا' آج تمہاری شادی کو تیسرا دن ہے' ابھی گھر مہمانوں سے بھرا پڑا ہے' تمہارے سسرال والے دوپہر میں پہنچ رہے ہیں اور تم آفس جا رہے ہو۔" وہ حیران ہی تو رہ گئی تھیں۔
تبھی وہ ماتھے پر بل ڈالتے ہوئے انتہائی بدتمیزی سے بولا۔
"مما پلیز میں نے ساری دنیا کے دل رکھنے کا ٹھیکا نہیں اٹھایا ہوا ہے جو کچھ آپ لوگ میری زندگی کے ساتھ کر چکے ہیں' کافی ہے۔ اس سے زیادہ کا حق نہیں رکھتے آپ مجھ پر۔" اس کا لہجہ محض تلخ ہی نہیں حتمی بھی تھا۔
ہانیہ سن سی سیڑھیوں پر کھڑی رہی جبکہ مسز حسن از حد حیرانی کے ساتھ اسے ٹکر ٹکر دیکھتی رہ گئی تھیں۔
"خدا حافظ۔" ٹائی کی ناٹ ٹھیک کرتا اگلے ہی پل وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا گھر سے نکل گیا تھا۔ مسز حسن پلٹ کر شرمندہ نگاہوں سے ہانیہ کو دیکھ رہی تھیں مگر وہ لبوں پر نرم سی مسکراہٹ پھیلا کر انہیں مطمئن کرتی نہال کے کمرے کی طرف چلی آئی۔

❁......☆......❁

"نہال۔" تکیہ بانہوں میں دبائے بیڈ پر آڑھا ترچھا لیٹا تھا' جب ہانیہ کی پکار پر اس کی آنکھ کھل گئی۔
"ہوں؟" تکیے کو اور بھی شدت سے بانہوں میں دباتے ہوئے اس نے ہانیہ کی طرف دیکھا تھا۔
"اٹھ جاؤ' صبح ہو گئی ہے۔"
"پتا ہے مجھے' تمہاری شادی کو تیسرا دن ہے' تمہیں تو اپنے کمرے میں ہونا چاہیے تھا میرے سر پر کیوں سوار ہو گئی ہو صبح صبح۔"
"حال پوچھنے آئی تھی تمہارا' اسٹوپڈ۔"
"کیوں؟" ہانیہ کے کشن مارنے پر وہ کہنیوں کے بل اٹھ بیٹھا تھا۔
"میرے حال کو کیا ہوا؟"
"سنا ہے خراب ہے' مجھے لگا شاید میری شادی کے صدمے نے تمہارے حواس سلب کر دیئے ہیں اور تم رات رات بھر روتے رہتے ہو۔"
"اچھا' اتنی بڑی خوش فہمی؟" وہ مسکرایا تھا مگر ہانیہ اس مسکراہٹ میں چھپی اذیت کو دیکھ سکتی تھی تبھی منہ چڑاتے ہوئے اس کے پہلو میں ٹک گئی۔
"خوش فہمی نہیں ہے یہ' چلو اب فریش ہو جاؤ۔ نہیں تو تمہیں پتا ہے میں تمہارے ساتھ کیا کرنے والی ہوں۔"
"ہوں پتا ہے مجھے' پوری جنگلی بلی ہو اور ہمیشہ پنجے جھاڑ کر میرے پیچھے پڑی رہتی ہو۔" شرارت سے اس کے بال کھینچتا' وہ بیڈ کی پٹی سے ٹیک لگا گیا تھا۔
"کہو' کیسے نزول ہوا صبح صبح؟"
"کچھ نہیں' مجھے تم سے عائشہ جی کے بارے میں بات کرنی تھی۔"
"عائشہ جی کے بارے میں؟ خیریت......؟" وہ حیران ہوا تھا' ہانیہ نے رخ پھیر لیا۔
"ہوں' خیریت ہی ہے۔"
"کیا جاننا چاہتی ہو عائشہ جی کے بارے میں؟"
"یہی کہ وہ کون ہیں' میکال کے ساتھ ان کی فرینڈ شپ کیسے ہوئی اور سب سے بڑی بات کہ انہوں نے محبت کے باوجود میکال کے ساتھ شادی کیوں نہیں کی؟"
"کیا میکال بھیا نے اس ٹاپک پر تم سے کوئی بات کی ہے؟" وہ اب پریشان ہو رہا تھا' ہانیہ نے نفی میں سر ہلا دیا۔
"نہیں مگر وہ ان کو لے کر بہت پریشان ہیں۔"
"ہوں' عائشہ جی اصل میں میکال بھیا کی یونیورسٹی فیلو ہیں۔ یونیورسٹی پریڈ سے ہی بھیا انہیں پسند کرتے تھے مگر وہ ان میں انٹرسٹڈ نہیں تھیں کیونکہ وہ کسی ارمغان نامی شخص سے محبت کرتی تھیں اور انہی کے ساتھ شادی کرنا چاہتی تھیں مگر انہی دنوں ان کی بڑی بہن نے گھر سے بھاگ کر پسند کی شادی کر لی شاید اسی لیے عائشہ جی یونیورسٹی چھوڑ گئیں اور ہماری ہی کمپنی میں جاب کرنے لگیں تاکہ اپنی فیملی کو سپورٹ کر سکیں' بھیا کے ساتھ ان کی محبت یہیں پروان چڑھی مگر اس سے پہلے کہ بھیا انہیں باقاعدہ پرپوز کرتے ان کی ماں نے ان کا رشتہ طے کر دیا۔ گھر کے ابتر حالات کی وجہ سے ان کی ماں نے اپنی بڑی بیٹی کی نسبت خاندان کے ایک نیم پاگل شخص کے ساتھ طے کر رکھی تھی تاکہ اس شخص کا بھائی عائشہ جی کے بھائی کو باہر سیٹ کروا دے مگر ان کی بہن یہ قربانی دینے پر تیار نہ ہوئیں تو ان کی ماں نے یہ ہڈی عائشہ جی کے گلے میں فٹ کر دی' بس یہی کہانی ہے عائشہ جی کی۔"
"اس کا مطلب ہے کہ عائشہ جی اپنی ازدواجی زندگی سے خوش نہیں ہیں۔"
"کیسے ہو سکتی ہیں ایک نیم پاگل شخص کے ساتھ کوئی کیسے خوش رہ سکتا ہے۔" نہال اب اسے دیکھ رہا تھا' ہانیہ اثبات میں سر ہلاتی آنے والے دنوں میں اپنے کردار اور قربانی کے بارے میں سوچنے لگی۔

❁......☆......❁

وہ کچن میں برتن دھو رہی تھی جب اریج آفس سے گھر واپس آیا۔
لاؤنج میں ٹی وی فل والیم کے ساتھ چل رہا تھا اور اس کی ساس' اپنی بیٹی کے ساتھ ٹی وی کے سامنے براجمان بڑے انہماک سے کوئی ڈرامہ دیکھ رہی تھیں۔
اریج سب کو سلام کرتا وہیں بیٹھ گیا۔
"ایک کپ چائے مل سکتی ہے اس وقت؟" اپنی ماں اور بہن کا انہماک دیکھ کر اس نے کچن کی طرف منہ کرتے ہوئے صدا لگائی تھی۔ جواب میں عائشہ دو تین منٹ کے بعد ہی چائے کا کپ لے کر حاضر ہو گئی۔
"شکریہ۔" وہ اس کا ممنون ہوا تھا مگر جیسے ہی نظر اس کے ہاتھوں پر پڑی' ٹھٹک گیا۔
"یہ...... آپ کے ہاتھ پر چوٹ......؟"
"ہاں آج کھیت میں کام کرتے ہوئے اپنی کم عقلی سے ہاتھ کٹوا بیٹھی ہے اپنا' میں نے تو بہتیرا کہا ہے کہ دھیان سے کام کیا کرو مگر میری کوئی بات یہ

سنتی کہاں ہے۔"

"کیا مطلب؟ کھیتوں میں کام کرنے کے لیے اتنے ملازم ہیں پھر یہ کیوں گئیں کھیت پر؟" عائشہ کی بجائے اپنی ماں کے جواب پر وہ شاکڈ ہی تو رہ گیا تھا۔ تبھی وہ چمکتے ہوئے بولی تھیں۔

"تو کیا کریں اسے تاج بنا کر سر پر سجالیں' پورے چار لاکھ روپے لگے ہیں اس کے بھائی کے ویزے پر' مفت میں بیاہ کر نہیں لائے کہ شہزادی بنا کر رکھیں۔"

وہ سر جھکائے مجرم بنی کھڑی تھی۔ ارتج نے چائے کا کپ سائیڈ ٹیبل پر پٹخ دیا۔

"ساڑھے چار لاکھ اس کے بھائی کو دیئے تھے اسے نہیں پھر یہ کیوں یہاں غلاموں جیسی زندگی بسر کریں؟"

"تم حد سے بڑھ رہے ہو ارتج! میں دیکھ رہی ہوں اس لڑکی کے لیے تمہاری ہمدردیاں کچھ زیادہ ہی بڑھنے لگی ہیں۔"

"یہی سوچ سکتی ہیں آپ' اس کے علاوہ میں آپ سے کوئی امید رکھ بھی نہیں سکتا۔" انتہائی تلخی سے کہتا وہ صوفے سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا' پیچھے عائشہ کتنی ہی دیر تک مجرموں کی طرح سر جھکائے اپنی ساس کی صلواتیں سنتی رہی تھی۔

اسی رات جب وہ اپنے بیڈ پر پہلو کے بل لیٹی سسکیاں بھر رہی تھیں' اسے اپنے کندھے پر مردانہ ہاتھ کی گرماہٹ محسوس ہوئی تھی۔ روتے روتے وہ چونک کر پلٹی تو اس کا نیم پاگل شوہر آنکھیں فل کھولے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"تم رو رہی ہو؟"

"نہیں۔" اسے دیکھ کر اس کے آنسو اور شدت سے بہنے لگے تھے۔

"جھوٹ' مجھے پتا ہے تمہیں امی نے مارا ہے' میں جب صبح اٹھوں گا ناں تو بہت سارا جھگڑا کروں گا ان کے ساتھ' پھر تم نہیں روؤ گی ناں؟"

"نہیں۔"

"تم بہت اچھی ہو' میں امی کو کہوں گا تو وہ تمہیں نہیں ماریں گی' ٹھیک ہے؟"

کسی چھوٹے سے بچے کی طرح معصوم انداز میں وہ اسے بہلا رہا تھا۔ عائشہ نے اپنے آنسو پونچھ کر سر اثبات میں ہلا دیا۔

"گڈ گرل۔" وہ اس کی فرماں برداری پر خوش ہوا تھا پھر عائشہ کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ اس پر جھکا اور اس کی پیشانی کو چوم لیا۔

"اب سوئیں' آج میں تمہیں ناں اپنے بازو پر سلاؤں گا۔"

جانے وہ آج اس پر اتنا نثار کیوں ہو رہا تھا۔ عائشہ قدرے حیرانی سے اس کی طرف دیکھتی وہیں تکیے پر سر رکھے چپ چاپ پلکیں موند گئی تھی۔

❁......☆......❁
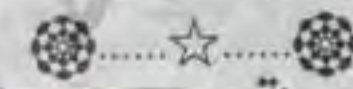
شام گہری ہو رہی تھی اور وہ سڑک کے کنارے سر جھکائے متفکر بیٹھا تھا۔

اس نے ثانیہ عباس کی دوست ایمن سے وعدہ کیا تھا کہ وہ شام میں نکاح نامے کے ساتھ آئے گا مگر...... وہ نہیں جاسکا تھا۔

اس کا نکاح نامہ اس کے دوست عاطف کے پاس تھا اور وہ ملک سے باہر تھا۔ دو ہفتوں کے طویل انتظار کے بعد عاطف کے وطن واپس پلٹنے پر وہ اس کی طرف گیا تھا مگر اسے یہ سن کر شدید جھٹکا لگا جب عاطف نے اس سے کہا۔

"ایک شرط پر نکاح نامہ مل سکتا ہے تمہیں۔"

"کیسی شرط؟" بنا چائے کے کپ کو ہاتھ لگائے اس نے الجھن بھری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ جب وہ مسکرا دیا۔

"بہت معمولی سی ہے۔ دیکھو ہم نے تمہیں ثانیہ عباس کے گھر ڈکیتی کے لیے بھیجا' اتنی محنت کی' اس کی شب و روز سرگرمیوں پر نظر رکھی مگر ہوا کیا' تم نے مال بھی نہیں ہتھیایا اور ہوشیاری دکھاتے ہوئے لڑکی بھی بیاہ لی' اب سیدھی سی بات ہے جو لڑکی ہاتھ لگی ہے اس میں ہمارا حصہ بھی ہونا چاہیے ناں؟"

"بکواس بند کرو' وہ لڑکی میری عزت ہے اور میں تم میں سے کسی کو بھی اپنی عزت کے ساتھ کھیلنے کی اجازت نہیں دوں گا۔"

"اجازت مانگ کون رہا ہے تم سے' ہم تو اپنا حصہ مانگ رہے ہیں۔" عاطف کے ساتھ ساتھ اس بار وہاں موجود عاقب نے ہنس کر اس کا مذاق اڑایا تھا تبھی کاشف بول اٹھا۔

"ویسے آپس کی بات ہے تم یہ کیسے ثابت کرو گے کہ وہ لڑکی تمہاری عزت ہے؟"

"کاشف پلیز' میں یہاں اس وقت تم سے الجھنے کے لیے نہیں آیا لہٰذا بہتر ہوگا کہ تم لوگ مجھے پریشان نہ کرو۔" وہ دہاڑا تھا' جب عاطف بولا۔

"پریشان تو تم ہمیں کر رہے ہو دیکھو ناں' تم صرف اپنی بچپن کی منگیتر سے پیار کرتے ہو' اسی کو پانے کے لیے تم نے ثانیہ عباس کے گھر ڈکیتی کا پروگرام بنایا بعد میں نیت خراب ہونے پر محض گناہ سے بچنے کے لیے تم نے اس سے نکاح کیا' ہم بھی انسان ہیں یار! ہماری بھی نیت خراب ہو سکتی ہے اب ہم تینوں اس سے نکاح تو نہیں کر سکتے مگر حصہ تو ہمارا بھی بنتا ہے ناں۔" آنکھ مار کر لب دباتے ہوئے وہ زائر کو زہر لگا تھا۔ تبھی شدید غصے میں لپک کر اس کا گریبان پکڑتے ہوئے وہ جل کر بولا تھا۔

"ایسی کی تیسی تمہارے حصے کی' وہ لڑکی میرے نام کا حصہ ہے۔ میں اسے طلاق دے کر چھوڑ سکتا ہوں مگر عزت بنا کر' اپنا نام دے کر لوٹ نہیں سکتا' سمجھے تم۔"

کاشف اس کے جلال پر فوراً اٹھ کر قریب آیا تھا۔

"چل چھوڑ یار' ٹھیک ہے دے اسے نکاح نامہ' اپنے لیے کوئی اور سہی۔"

وہ زائر کے غصے سے اچھی طرح واقف تھا' تبھی مصالحت کی کوشش کی تھی' زائر دو ہفتوں کے بعد نکاح نامہ لے کر [illegible] ثانیہ عباس [illegible] کی طرف آیا تو وہاں لگا تالا اس کا منہ چڑا رہا تھا۔

سائرہ افضل کے ساتھ ثانیہ عباس بھی جیسے اس کی دسترس سے دور چلی گئی تھی۔ انہی دنوں اس نے اپنی ماں کی التجا پر حویلی میں ایک ڈرائیور کی حیثیت سے ملازمت اختیار کی تھی بعد ازاں وہ چوہدرانی صاحبہ کا لاڈلا بنتا گیا اور انہوں نے زمینوں اور باغات کے سارے معاملات بھی اس کے سپرد کر دیئے۔

سائرہ کے والد ماسٹر افضل کی وفات ہو گئی تھی اور تبھی بہت عرصے کے بعد اس نے اسے دیکھا تھا۔ وہ بری طرح رو رہی تھی مگر اس کا حسن گم گشتہ ہو گیا تھا' وہ جو فخر سے کہتی تھی کہ گاؤں میں اس جیسا حسین دوسرا کوئی نہیں' اب وہ حسن جیسے کہیں چھپ کر رہ گیا تھا۔ بڑھتے ہوئے وزن کے ساتھ چہرے پر پڑی چھائیوں اور سانولے پن نے اسے کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔

زائر اگلے روز اپنے اندر کے اضطراب سے تنگ آ کر پھر شہر چلا آیا تھا' بارش ہو رہی تھی اور وہ مارکیٹ میں تھا جب اچانک اس کی نگاہ شاپنگ کرتی ثانیہ عباس پر پڑی اور پھر جیسے اس کا دماغ گھوم گیا۔

گاڑی کا فرنٹ ڈور زور زور سے بند کرتے ہوئے وہ تیزی سے اس کی طرف لپکا تھا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ ٹیکسی یا رکشہ کو ہاتھ دے کر روکتی' زائر نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ثانیہ جیسے کرنٹ کھا کر پلٹی تھی' اسے ایک فیصد بھی امید نہیں تھی کہ وہ دوبارہ اس کی زندگی میں آئے گا مگر وہ آ گیا تھا۔

ازحد سنجیدہ چہرے پر غصے کی ہلکی سی سرخی لیے وہ اسے بنا کچھ کہے خاموشی سے کھینچتے ہوئے گاڑی کی طرف لے آیا تھا۔

❁......☆......❁
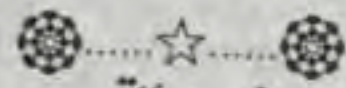
اس روز وہ قبرستان نہیں آئی تھی۔

عذیر شہر خاموشاں کی خاموش دنیا میں کافی دیر تک اپنی والدہ کی قبر کے پاس بیٹھا' فاتحہ خوانی کرنے کے بعد اس کا انتظار کرتا رہا تھا مگر وہ نہیں آئی تھی۔

اگلے روز اس کی بے چینی دیکھنے لائق تھی۔
اس روز بہت بارش ہوئی تھی' سڑکوں پر ٹریفک کا نظام درہم برہم ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ ابھی جاگا تھا کہ اس کی فیانسی سلمٰی کی کال آ گئی۔
"ہیلو...... عذیر......!"
"بول رہا ہوں' کبھی دعا سلام بھی کر لیا کرو اٹھ کر۔"
"تم پر سلامتی بھیجنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ تم ہر وقت ویسے ہی میری دعاؤں کے حصار میں رہتے ہو خیر میں انڈیا جا رہی ہوں' تم نے اپنی دادو سے ہماری شادی کی بات کی؟"
"نہیں یار ابھی دادو سے میری بات نہیں ہو سکی ہے' سمیر اور نمیر وغیرہ کو بتا دیا ہے' میرا خیال ہے وہ دادو سے بات کر لیں گے' تم ٹینشن مت لو میرے گھر میں سب میرے فیصلے کا احترام کرتے ہیں۔"
"چلو اچھی بات ہے' ویسے میں اگلے کچھ روز میں پاکستان کا چکر لگا رہی ہوں بہت شوق ہے مجھے پاکستان دیکھنے کا۔"
"گڈ' میں بھی یو کے آ رہا ہوں۔"
"خیریت؟"
"ہوں' خیریت ہی ہے بزنس کے سلسلے میں ایک ضروری میٹنگ اٹینڈ کرنی ہے۔"
"کب تک آؤ گے؟"
"پندرہ بیس دن تو لگ جائیں گے' چلو اب مجھے آفس جانا ہے شام میں بات کرتے ہیں۔"
"ٹھیک ہے اپنا خیال رکھنا' خدا حافظ۔"
دادو اس کے کمرے میں آ گئی تھیں تبھی اس نے گھبرا کر فوری لائن کاٹ دی' سلمٰی اس کی یونیورسٹی فیلو تھی اور اسے پسند کرتی تھی چھ ماہ قبل وہ لوگ یو کے شفٹ ہو گئے تھے مگر ان کا رابطہ برقرار رہا تھا۔ عذیر کی لائف میں چونکہ کوئی لڑکی نہیں تھی للٰہذا اس نے اپنے طور پر اسے ایجنمنٹ رنگ پہنا دی تھی۔ اس روز بہت دنوں کے بعد وہ آفس سے اٹھ کر شہر خاموشاں کی طرف آیا تھا' شاید اس امید پر کہ وہ آئے گی مگر اس روز پھر وہ نہیں آئی تھی۔

شاید اس نے اس کے کہے کا مان رکھ لیا تھا مگر عذیر کا دل اس فرماں برداری کو قبول نہیں کر پا رہا تھا۔ وہ اس سے صرف ایک بار ملنا چاہتا تھا اس کے بارے میں کھل کر جاننا چاہتا تھا مگر شاید یہ ابھی اس کی تقدیر کو منظور نہیں تھا۔
اگلے چند روز میں اس کی مصروفیات مزید بڑھ گئی تھیں۔ اس کے قبرستان جانے کا معمول بھی مستقل نہیں رہا تھا۔ مگر پھر بھی وہ لڑکی اس کے حافظے میں محفوظ تھی' ایک ہفتے بعد اس روز وہ پھر آفس سے اٹھ کر سیدھا قبرستان کی طرف آیا تھا اور...... تبھی وہ اسے دکھائی دے گئی تھی۔
مکمل سیاہ چادر میں خود کو چھپائے' عادت کے عین مطابق وہ مطلوبہ قبر کے پاس بیٹھی اس پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔
عجیب یاسیت کا ماحول تھا
عذیر اپنی جگہ پر ٹھٹک کر کھڑا اسے دیکھتا رہا۔
اس نے سنا تھا رشتے صرف سانس کی ڈوری سے بندھے ہوتے ہیں' جیسے ہی یہ ڈوری ٹوٹتی ہے' رشتوں کا احساس اور زندگی میں ان کی اہمیت بھی دم توڑنے لگتی ہے۔ خود وہ بھی اس کا تجربہ کر چکا تھا' اس کی زندگی میں اس کی ماں اتنی اہمیت کی حامل تھی کہ اسے لگتا تھا وہ ان کے بغیر سانس بھی نہیں لے سکتا مگر ان کی رحلت کے چار سال بعد بھی وہ نہ صرف سانس لے رہا تھا بلکہ زندگی نے اسے اتنا مصروف کر دیا تھا کہ اب اکثر اسے ان کی روح کے ایصال ثواب کے لیے درود پاک پڑھنے کے لیے بھی ٹائم نہیں ملتا تھا حالانکہ ان کی رحلت کے شروع کے دنوں میں ہر روز ان کے لیے بے شمار نوافل اور درود پاک پڑھنا اس نے اپنا معمول بنا لیا تھا مگر......
اس لڑکی کو دیکھ کر یہ نہیں لگتا تھا کہ رشتے سانس سے بندھے ہوتے ہیں' اُدھر چہرہ منوں مٹی کے ڈھیر تلے دفن ہوا اور اِدھر اس شخص کی ذات سے جڑے سارے ناتے بند...

مگر وہاں شیشم کے اس پیڑ تلے منوں مٹی کے ڈھیر تلے دفن اس رشتے سے شاید اس کی زندگی کا تعلق ذرا سا بھی کمزور نہیں ہوا تھا کیونکہ وہ اب بھی آندھی طوفان کی پروا کیے بغیر ہر روز وہاں آ رہی تھی بس اس نے اپنا وقت تبدیل کر لیا تھا۔
عذیر کے پاس اس روز زیادہ ٹائم نہیں تھا مگر اس نے لڑکی کا چہرہ ضرور دیکھ لیا تھا بے شک وہ بے تحاشا خوب صورت لڑکی تھی۔

❁......☆......❁

دروازے پر دستک کی آواز ابھری تھی
عذیر جو ابھی قبرستان سے واپس لوٹا تھا' اپنا سفری بیگ تیار کرتے ہوئے چونک کر پلٹا۔
"السلام علیکم!" اس سے چھوٹا سمیر اس کے پلٹ کر دیکھنے پر دونوں بازو سینے پر باندھے' کچھ ہی فاصلے پر کھڑا دکھائی دیا۔
"وعلیکم السلام' خیریت؟ آج اتنی جلدی گھر کیسے پلٹ آئے آپ؟"
ہنوز اپنے کام میں مصروف وہ اس سے پوچھ رہا تھا' سمیر دو قدم چل کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔
"عمیر کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی صبح' اسی لیے سو رہا تھا میں نے سوچا اس کے حصے کی صفائی آج میں کر لوں' کھانا باہر سے منگوا لیں گے' اصل میں اس نے بھی پرسوں میرے حصے کے برتن دھوئے تھے جب میں گھر واپسی پر بہت تھکا ہوا تھا۔"
"گڈ! اس کا مطلب ہے آج کل نمیر کے ساتھ اچھے تعلقات چل رہے ہیں تمہارے۔" بیگ میں شیونگ کا سامان اور موزے رکھتے ہوئے عذیر مسکرایا تھا۔ جواب میں سمیر کے لبوں پر بھی مسکراہٹ بکھر گئی۔
"ہوں' کہہ سکتے ہیں اصل میں جب تک کوئی خاتونِ خانہ اس گھر میں نہیں آ جاتی' تب تک سب سے بنا کر رکھنا مجبوری ہے۔ ویسے سلمٰی بھابی کب تک آ رہی ہیں پاکستان؟"
"پتا نہیں' کافی دنوں سے میرا اس سے رابطہ نہیں ہوا شاید انڈیا چلی گئی ہے وہ' ویسے اگلے کچھ روز میں آنے کا امکان ہے اس کا کیونکہ اسے بھی تم لوگوں سے ملنے اور پاکستان دیکھنے کا بہت شوق ہے۔"
"آہم...... رابطہ بھی نہیں ہے اور پل پل کی خبر بھی ہے' ویسے آج قبرستان نہیں گئے آپ؟"
"گیا تھا بلکہ وہیں سے آ رہا ہوں' ایک گھنٹے بعد فلائٹ ہے میری' تم ذرا عمیر کو کال کرو مجھے ائرپورٹ تک چھوڑ آئے۔"
"ٹھیک ہے' واپسی کب تک ہو گی؟"
"اس بار تاخیر ہو سکتی ہے کیونکہ کام کا لوڈ زیادہ ہے پھر بھی جلدی واپس آنے کی کوشش کروں گا۔ تم دادو' زبیر اور عمیر کا خصوصی خیال رکھنا۔"
"جو حکم جناب! فکر ہی نہ کریں آپ۔"
عذیر اپنی تیاری کو فائنل ٹچ دے رہا تھا اسے بزنس کے سلسلے میں یو کے جانا تھا' سمیر امسکراتے ہوئے کمرے سے نکل گیا۔

❁......☆......❁

شام کے سرمئی اندھیروں میں
یوں تیری یاد ساتھ چلتی ہے
جیسے پربت کے سبز پیڑوں پر
برف کے بعد دھوپ پڑتی ہے
جیسے صحرا کی ریت اڑ اڑ کر' اجنبی کا طواف کرتی ہے
آہ بھرتا ہوں اشک پیتا ہوں
روز مرتا ہوں روز جیتا ہوں
کتنی معصوم آرزوؤں کو' کس طرح لوگ توڑ جاتے ہیں
جیسے دم توڑتے مسافر کو' قافلے چھوڑ جاتے ہیں
شام کے سرمئی اندھیروں میں یوں تیری یاد ساتھ چلتی ہے

کلاس میں گہرا سناٹا چھایا تھا۔ ڈائس کے اس پار صرف سر جاوید ہمدانی کے بولنے کی آواز وہاں بیٹھے ہر

طالب علم کی ساعتوں میں اتر رہی تھی۔

”دہشت گرد کیا ہوتا ہے اسٹوڈنٹس؟“ لیکچر کے دوران اچانک انہوں نے اپنے سامنے بیٹھے طلباء و طالبات پر ایک گہری نظر ڈالتے ہوئے پوچھ لیا تھا‘ ساری کلاس کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔

”آپ کے ذہنوں میں کیا ہے‘ ایک شخص جو باہر سے بم لے کر آتا ہے اور کسی بھی گھر میں گھس جاتا ہے‘ کیا وہ دہشت گرد ہے یا اس گھر میں موجود افراد جو اس بم پکڑے ہوئے شخص کو روکنے یا قابو کرنے کی کوشش کرتے ہیں‘ وہ دہشت گرد ہیں؟“

فاطمہ نہیں جانتی تھی کہ سر ہمدانی اس ٹاپک پر گفتگو کیوں کر رہے ہیں مگر وہ انہیں بہت توجہ سے دیکھ رہی تھی‘ ان کے سرخ و سفید چہرے پر دبا دبا سا جوش تھا۔

”جو شخص بم لے کر آئے گا‘ وہی دہشت گرد ہوگا سر!“

”رائٹ! لیکن اگر وہ شخص آپ کے گھر کے سربراہ کو خرید لے‘ اس کا منہ پیسوں سے بھر کر آپ کی زندگی کا سودا کرے تو دہشت گرد کون ہوگا؟“ حورعین فاطمہ کے جواب پر انہوں نے پھر سوال داغ دیا تھا‘ وہ سر جھکا گئی۔

”دونوں سر۔“

”رائٹ! اور اگر اسی گھر کے زندہ بچ جانے والے لوگ صرف اس لیے کہ وہ زندہ بچ گئے اپنے سربراہ کا ساتھ دیں‘ تو دہشت گرد کون ہوگا؟“

”سب گھر والے سر! کیونکہ ظالم کا ساتھ دینے والا بھی ظالم ہوتا ہے۔“

”جی ہاں اور یہی بات آج میں آپ کو سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں‘ ہم مسلم تو شاید صحیح معنوں میں کبھی بھی نہیں تھے مگر حب الوطن پاکستانی بھی نہ بن سکے۔ ہم نے ہمیشہ ان لوگوں کا ساتھ دیا‘ جو ظلم کرتے ہیں۔ کس لیے؟ صرف اور صرف اپنے ذاتی مفاد کے لیے‘ ذرا سی زمین‘ چند پُرکشش جابز‘ ذرا سی سہل زندگی کے لیے وہ زندگی جو پانی کے بلبلے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی‘ ہمیں نہیں فرق پڑتا کوئی ہمیں کیا کہہ رہا ہے‘ ہماری خودداری اور قربانیوں کے باوجود ہمیں ذلیل کر رہا ہے۔ ہمیں اس بات سے بھی فرق نہیں پڑتا کہ اسلام دشمن عناصر ان لوگوں کے ساتھ کیا کر رہے ہیں جن کے سینوں میں وہ قرآن پاک‘ وہ مقدس کتاب محفوظ ہے کہ جس کی حفاظت کا ذمہ خود اس عرش بریں کے مالک نے لیا ہے‘ ہمیں نہیں فرق پڑتا کہ ہمارے ملک کے ساتھ کیا ہو رہا ہے‘ وہ کیسی سازشیں‘ وہ کیسا دیمک ہے جو اندر ہی اندر اسے چاٹ رہا ہے‘ رات کے اندھیروں میں کتنے چہرے ہیں جو پیسوں کے عوض اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں ایک اسلام ہے جو ساری دنیا میں پھیلا ہے اور جس کے خلاف ساری شیطانی قوتیں مل کر بھی اپنے گندے اور گھٹیا مقاصد حاصل نہیں کر پا رہیں‘ ہمیں نہیں فرق پڑتا اس بات سے کہ یہاں حق کا کلمہ بلند کرنے والے ہر حق پرست کو‘ ہمارے حکمران جب چاہیں جس وقت چاہیں سمندر پار کالے پانیوں کی نذر کر دیتے ہیں مگر...... ہمیں فرق پڑتا ہے‘ جب کوئی ہماری پارٹی پر انگلی اٹھائے اگر کوئی پیپلز پارٹی میں ہیں تو کوئی مسلم لیگ کا بندہ اٹھ کر پیپلز پارٹی کو غلط کہے۔ اپنا مذہب‘ اپنی وطنیت‘ اپنی آزادی ہم سب پر شب خون گوارا کر سکتے ہیں مگر پارٹی پر نہیں...... کیوں......؟ کیونکہ ہم ظلم کا ساتھ دینے والے ظالم ہیں۔ ہماری آنکھوں کے سامنے اگر ہمارے جسم کا کوئی حصہ کٹ رہا ہے تو ہم اس پر احتجاج کرنے کی بجائے‘ جو حصہ سلامت ہے اس پر مطمئن رہیں گے‘ پھر کیوں نہ دنیا ہمیں کہے کہ ہم دہشت گرد ہیں‘ وہ مسلمان جو سیسہ پلائی دیوار کی مثال ہیں‘ وہ مسلمان جنہیں ایک جسم کی مانند قرار دیا گیا ہے‘ وہی ظلم پر آواز اٹھانے کی بجائے ذرا سے مفاد کے لیے ظلم کا ساتھ دیں تو کون کہتا ہے کہ وہ ظالم نہیں ہیں‘ دہشت گرد نہیں ہیں۔“ بھرپور جوش میں بولتے ہوئے سر ہمدانی کا لہجہ اک دم بھرا گیا تھا۔

”کیا انجام ہوگا اس مفاد پرستی کا‘ اس ظلم اور بے حسی

کا؟ کس قیامت پر اپنے اعمال اٹھا کر رکھ دیئے ہیں ہم نے؟ قیامتیں تو یہاں ہر روز بپا ہوتی ہیں، روز ایک نیا ظلم، ایک نیا بم دھماکہ، ایک نیا ڈرون حملہ، قیامت ہی تو بپا کرتا ہے دلوں پر۔ پھر کیوں شعور نہیں آ رہا ہے ہمیں، کیسی نیند ہے یہ غفلت کی، جو ہمارے جسموں کو کچلنے مسلنے پر بھی ٹوٹنے نہیں دے رہی، ہمیں کیوں محمود احمدی نژاد نصیب نہیں ہو رہا، کیوں ہم اپنے دفاع کے لیے بھی بندوق اٹھاتے ہیں تو ساری دنیا میں ذلیل و رسوا کر کے رکھ دیئے جاتے ہیں، صرف اسی لیے کہ ہم نے اپنے نفس، جس کے لیے ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ کسی طور جنت سے کم قیمت پر نہ بیچیں، ہم نے مادی دنیا کی ذرا سی آسائشات کے لیے گروی رکھ چھوڑے ہیں، قصور کس کا ہے؟ تباہی کس کی ہے؟ اپنی دنیا و آخرت کی بربادی کا ذمہ دار کون ہے؟ نفس کا گھوڑا تو بے لگام ہے، جس راہ پر ڈالو گے سرپٹ بھاگتا چلا جائے گا مگر راہ کا انتخاب کس نے کرنا ہے؟"

پریڈ کا ٹائم پورا ہو گیا تھا۔ سر ہمدانی بنا کلاس پر الوداعی نظر ڈالے اپنا رجسٹر اٹھا کر بوجھل قدموں سے کلاس چھوڑ گئے تھے۔ حور عین فاطمہ اس روز ایک پل کے لیے بھی ان کے لیکچر کے حصار سے باہر نہیں نکل سکی تھی۔

وہ سوچتی تھی بھلا حالات کے شکنجے میں پھنسے چند غریب ممالک کے مسلمان اپنے سے تین گنا بڑے مکار دشمن کا کیا بگاڑ سکتے ہیں مگر یہ اسے آج یاد آیا تھا کہ طارق بن زیاد نے جب اندلس کو فتح کیا تھا تو اس کی دسترس میں بھی مٹھی بھر مسلمان سپاہی ہی تھے۔ محمود غزنوی نے فتوحات کی جو ناقابل فراموش تاریخ رقم کی، ان کا سامنا بھی اپنے سے تین گنا بڑے دشمن کے ساتھ ہی ہوا تھا۔

بھلا جنگیں کبھی ہتھیاروں سے بھی لڑی جاتی ہیں؟

وہ مذہب جو امن و سلامتی اور سکون کا مذہب ہے۔ عالمگیر مذہب ہے، جس کے پیروکار دنیا کے کونے کونے میں موجود ہیں، اس مذہب کو اگر بدنام کر رہے تھے تو وہ لوگ کون تھے؟ مسلمانوں کے روپ میں، چہروں پر داڑھیاں سجا کر، اسلامی نام اپنا کر، حقیقی اسلام کے متوالوں کی رسوائی کرنے والے وہ بناوٹی چہرے کس کے تھے؟

کس مذہب کے پیروکار تھے وہ؟ کیا تعلیمات تھیں اس مذہب کی، کیا مقاصد تھے؟ وہ سوچتی جاتی تھی اور کڑھتی جاتی تھی۔

پھر ایک روز اس نے سنا کہ پاکستانی حکومت نے سر جاوید ہمدانی کو لاپتا افراد کی لسٹ میں ڈال کر امریکہ کے حوالے کر دیا۔ اس روز وہ دیر تک اپنے اندر اٹھتے دھماکوں کا شور سنتی رہی تھی۔

کون تھے یہ "لاپتا افراد؟"

کیسے اور کہاں کھپا دیئے جاتے تھے کہ سال گزرنے کے باوجود کبھی ان کا نام و نشان ہی نہیں ملتا تھا۔ کیا کہانی تھی ان لاپتا افراد کے پیچھے؟

بے بس مکینوں کے گھروں میں بجھتے چولہوں اور بااختیار محلوں میں لگتے دولت کے انباروں کے پیچھے تاریخ کی کیسی سسکیاں گھٹی ہوئی پڑی تھیں۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ سر جاوید ہمدانی کی طرح ایک روز اسے بھی کالے پانیوں کا سفر طے کرنا پڑے گا۔ پانچ منٹ کی مختصر سی نیند کے بعد اچانک اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ قبرستان میں اس وقت اس سے کچھ ہی فاصلے پر ایک نشئی بیٹھا اسے گھور رہا تھا۔ تبھی وہ گھبرا کر اٹھی تھی اور سرپٹ بھاگتے ہوئے قبرستان سے نکل گئی، شام ڈھل رہی تھی وہ شکستہ قدموں کو گھسیٹتی ایک بار پھر یزداں کی طرف چلی آئی تھی جہاں آج کل زندگی اپنا کٹھن ترین سفر مکمل کر رہی تھی۔

❁......☆......❁

سردی کی شدت میں ایک دم سے اضافہ ہو گیا تھا۔ اس نے فٹ پاتھ سے اٹھنے کی کوشش کی مگر ہمت جواب دے گئی، پاس ہی کسی مسجد کے اسپیکر سے اذان کی آواز بلند ہو رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے۔

"حَیّ علی الصلوٰۃ، حَیّ علی الصلوٰۃ...... (آؤ نماز کی طرف)۔"

"حَیّ علی الفلاح...... حَیّ علی الفلاح...... (آؤ کامیابی کی طرف)۔"

"اللہ اکبر اللہ اکبر...... (اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے)"

"لا الہ الا اللہ...... (نہیں کوئی عبادت کے لائق سوائے اللہ کے)"

اللہ کے گھر سے بلاوا آ گیا تھا، مگر آج وہ اس پاک و بے نیاز ذات کے سامنے حاضر ہونے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ زندگی نے بہت بے رحمی سے اس پر اپنے دروازے بند کر دیئے تھے۔ شدید سرد موسم میں بھوک اور نقاہت کے سبب اسے چکر آ رہے تھے۔ اس وقت اس کے لیے اپنی آنکھوں کو کھلے رکھنا بھی بے حد دشوار ہو رہا تھا۔

سونے کے محل میں مخملی بستر پر سونے والی وہ شہزادی، بھیانک حالات کی بھینٹ چڑھ گئی تھی۔

پچھلے ایک ہفتے سے وہ قبرستان بھی نہیں جا سکی تھی اور اسی بات کا اسے قلق تھا۔ رات جیسے جیسے آگے سرکتی جا رہی تھی اس کی پریشانی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا تبھی اس نے آنسوؤں سے بھری آنکھیں اٹھا کر اوپر آسمان کی طرف دیکھا اور پھر جیسے ہمت پکڑتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اسے کہاں جانا ہے، اس کی منزل کیا ہے مگر اسے یقین تھا اس کا رحمن اور رحیم رب اسے کبھی بے آسرا نہیں چھوڑے گا۔ وہ اس کے لیے رزق اور محفوظ پناہ گاہ کا انتظام ضرور کرے گا۔

چند قدم چلنے کے بعد کسی سوچ کے تحت وہ اس شان دار عمارت کے بڑے سے آہنی گیٹ کے سامنے رک گئی تھی، اردگرد ایک سہمی نظر ڈالنے کے بعد اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے دروازے پر زوردار دستک دے ڈالی تھی، چند لمحوں کی کوشش کے بعد گیٹ وا ہو گیا تھا۔

"جی فرمائیے۔" گیٹ کے اس پار سترہ اٹھارہ سالہ لڑکا کھڑا اس کا منہ تک رہا تھا، وہ خاموش کھڑی رہی۔

"ارے آپ کچھ بول کیوں نہیں رہیں، میں سمجھ گیا آپ ضرور سلمیٰ بھابی ہوں گی۔ یو کے سے آئی ہیں ناں؟"

بنا اس کے حال پر غور کیے، اپنے ہی مفروضے کے تحت اس نے گویا "تُکا" لگایا تھا۔ فاطمہ اس کے قیاس پر چونک کر خالی خالی سی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ جانے وہ کس غلط فہمی کا شکار تھا۔

"آپ کچھ بول کیوں نہیں رہیں، مانا کہ بھیا نے ہماری بڑی خطرناک مثالیں پیش کی ہوں گی مگر اب ہم ایسے بھی ہٹلر نہیں ہیں کہ اتنی دور سے آئی اپنی پیاری بھابی کو دروازے سے ہی باہر لوٹا دیں، آئیں پلیز۔"

حور عین فاطمہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسے اپنی دستک کا کیا جواز پیش کرے اگر اس نے اسے ایسی ویسی لڑکی سمجھ کر چلتا کر دیا تو وہ کہاں جائے گی مگر اس کی نوبت ہی نہیں آئی تھی۔

وہ جو کوئی بھی تھا اسے تو اس وقت رحمت کا فرشتہ ہی لگا تھا تبھی دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کرتی وہ بنا وضاحت کیے اس کے پیچھے چل پڑی تھی۔

پُرشکوہ عمارت باہر سے جتنی شان دار دکھائی دے رہی تھی اندر سے اس کا حسن اور بھی دیدہ زیب تھا۔ رنگا رنگ پھولوں سے سجا لان، اندر طویل راہداری عبور کر کے، کشادہ حال میں اس وقت اس خوب صورت بنگلے کے مکین اکٹھے بیٹھے چائے پی رہے تھے، نظر کے سامنے ہی فل والیم میں ٹی وی چل رہا تھا۔

وہ دھڑ دھڑ کرتے دل کے ساتھ یونہی سر جھکائے کھڑی رہی، جب وہ لڑکا بولا۔

"بڑی اماں! دیکھیے تو کون آیا ہے؟" اس کی اطلاع پر وہاں بیٹھے تمام افراد نے اسے چونک کر دیکھا تھا۔

"کون ہے یہ......؟" آنکھوں پر بڑا سا چشمہ سیٹ کیے خاصی ضعیف عورت نے توجہ سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ فاطمہ کو اپنی سانسیں خشک ہوتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

"بوجھیں تو جانیں۔" اسے ساتھ لانے والا لڑکا شرارت پر آمادہ ہو رہا تھا۔

حورعین فاطمہ کے لیے اپنی ٹانگوں پر مزید کھڑا رہنا دشوار ہوگیا۔ اسے اس وقت اپنے اعصاب چٹختے محسوس ہورہے تھے۔

''پہیلیاں مت ڈالو عمیر! صاف صاف بتاؤ کسے پوچھے بنا گھر میں گھسا لائے ہو؟'' بڑی ماں کے لہجے میں سختی تھی۔ وہ جی جان سے کانپ گئی' جانے اب اس کی تقدیر کا کیا فیصلہ ہونے والا تھا۔

''توبہ کریں بڑی اماں! آپ مجھے ایسا سمجھتی ہیں یہ تو سلمٰی بھابی ہیں' عذیر بھیا کی ہونے والی بیوی' یو کے سے آئی ہیں' باقی معلومات آپ خود لے لیجیے۔'' وہ ایسا ہی تھا ازحد کھلنڈرا اور بے پروا' گھر میں سب کو اس سے شکایتیں رہتی تھیں۔ اب بھی بڑی ماں اسے خاصی مشکوک نگاہوں سے دیکھنے کے بعد فاطمہ کی طرف متوجہ ہوئی تھیں۔

''بیٹھو بیٹا۔'' اس کے حلیے کو قدرے مشکوک نگاہوں سے دیکھنے کے بعد انہوں نے خاصی حلاوت سے کہا تھا۔ فاطمہ دل ہی دل میں انجانے سے خوف کی شکار ہونے کے باوجود ان کی ہدایت پر چپ چاپ بیٹھ گئی۔

''کیسا ہے عذیر! اور تمہارا سامان کہاں ہے؟'' اس کے بیٹھتے ہی ان کے پہلے سوال نے حورعین فاطمہ کی گھبراہٹ میں اضافہ کردیا تھا۔ عزت اور جان کا خوف نہ ہوتا تو وہ کبھی جھوٹ بول کر ان کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچاتی۔

''جی ٹھیک ہے' سامان ٹیکسی میں ہی رہ گیا' مجھے یاد ہی نہیں رہا؟''

''ارے تم اکیلی آئی ہو پاکستان؟''

ایک اور مشکل سوال؟

وہ اتنے سارے لوگوں کے سامنے خود میں سر اٹھا کر بات کرنے کا حوصلہ بھی نہیں کر پارہی تھی۔

''جی......''

''دیکھا' بہت لاپروا لڑکا ہے یہ عذیر! ڈر رہا ہوگا کہ کہیں ہم اس کی پسند کو ریجیکٹ نہ کردیں' سچ پوچھو تو میرا ارادہ بھی یہی تھا اسے چیزوں کی پہچان نہیں ہے' انسانوں کی کہاں سے ہوگی مگر تمہیں دیکھنے کے بعد تو یقین ہی نہیں آرہا کہ وہ اتنی اچھی لڑکی بھی پسند کرسکتا ہے' زندگی میں پہلی بار کوئی ڈھنگ کا کام کیا ہے اس نے۔''

ان لوگوں کی کہانی کچھ کچھ اس کی سمجھ میں آرہی تھی' مگر اس کے باوجود اس نے لبوں پر خاموشی کا قفل لگا رکھا تھا۔ کتنا چیپ لگ رہا تھا کسی کے احساسات کے ساتھ کھیلنا مگر تقدیر نے اسے کتنا بے بس کردیا تھا' اس کی آنکھیں کچھ سوچ کر پھر آنسوؤں سے بھر آئیں۔

''میرا خیال ہے بچی تھک گئی ہے' جاؤ عمیر اسے عذیر کے کمرے میں چھوڑ آؤ۔''

دادی اماں اب نماز کے لیے اٹھ رہی تھیں یا شاید اس کے لیے کچھ کھانے پکانے وہ شکر کا کلمہ پڑھتی فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔

''بھابی! ہمارا انٹروڈیکشن تو لے لیں۔'' عمیر سے بڑا نمیر اچانک چلایا تھا' وہ ٹھٹک گئی۔ تبھی عمیر نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''بھابی ابھی تھکی ہوئی ہیں' ان کے روم میں آکے کراؤ انٹروڈیکشن جس نے کروانا ہے۔'' وہ اس کی سائیڈ لے رہا تھا حورعین فاطمہ نے گھبرا کر آہستہ سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نکال لیا۔

وہ ابھی عذیر نامی شخص کے شان دار کمرے میں بیٹھی تھی جب نمیر کھانے کی ٹرے ہاتھ میں لیے اس کے پیچھے ہی کمرے میں چلا آیا۔

''یہ لیں بھابی! پہلے ہمارے پاکستانی کھانے کو ٹیسٹ کریں پھر ہم آپ کو اپنا انٹروڈیکشن کرواتے ہیں۔'' عمیر کی طرح نمیر کے لہجے میں بھی شگفتگی تھی۔

حورعین کھانے کی ٹرے دیکھ کر اپنا خوف بھول گئی۔

وہ کھانا کھا رہی تھی' جب عمیر نے اسے بتایا۔

''عذیر بھائی نے آپ کو ہم سب کے نام تو بتائے ہوں گے' کام میں بتا دیتا ہوں' یہ جو نمیر ہے ناں بھابی! پورے دو سال بڑا ہے مجھ سے مگر ایک نمبر کا جھوٹا' فلرٹ اور بے ایمان شخص ہے۔ کاہل اور ہڈحرام تو رج کے ہے اکثر اس کے حصے کے کام بھی میں ہی کرتا ہوں اور جو عمیر بھائی ہیں انہیں تو ہر پندرہ منٹ کے بعد کسی بھی لڑکی سے عشق ہوجاتا ہے' گھر کے کام کاج میں سوائے کوکنگ اور صفائی کے دوسرے کسی کام کو ہاتھ نہیں لگاتے' ابھی آئیں گے ناں کلب سے تو ان کے نخرے دیکھیے گا آپ' بس دو ہی کام کے بندے ہیں اس گھر میں' ایک محترم عمیر صاحب یعنی کہ میں اور دوسرا چھٹکو نام تو اس کا زبیر ہے مگر پیار سے سب چھٹکو کہتے ہیں۔ چار سال پہلے جب ممی کی ڈیتھ ہوئی تو وہ صرف تین سال کا تھا' شاید اسی لیے اس کے اندر ایک خلاء ہے۔ جس نے اتنی چھوٹی سی عمر میں اس کے لبوں پر چپ کا قفل لگا دیا ہے' ابھی وہ ہوم ورک کررہا ہے صبح آپ اس سے ضرور ملیے گا۔'' عمیر کی زبان کے آگے خندق نہیں تھی' نان اسٹاپ بولتا وہ اسے بے حد اچھا لگا تھا۔ کیا وہ ان لوگوں کو دھوکا دے کر خوش اور مطمئن رہ پائے گی؟

کیا ہوگا اگر عذیر نامی وہ شخص گھر واپس لوٹ آیا تو......؟

سوالات نہیں اژدھے تھے جو تصورات میں اسے نگلنے کو بے چین ہورہے تھے۔ بھوک کے باوجود اس نے کھانے سے ہاتھ روک دیا۔ اگلے تیس منٹ عمیر اور نمیر اسے آرام کرنے کی تلقین کرتے کمرے سے نکل گئے۔

اس نے اٹھ کر اٹیچ باتھ سے وضو کیا اور عشاء کی نماز کے لیے کھڑی ہوگئی۔ ابھی تک اس نے کمرے کو سرسری نظر سے دیکھا تھا' نماز سے فارغ ہوکر جس وقت اس نے دعا میں ہاتھ اٹھائے آپ ہی آپ آنسو اس کے گالوں پر بہہ نکلے۔

بے شک اس کے مہربان اور رحیم رب نے اس کے رزق اور محفوظ پناہ گاہ کا انتظام کردیا تھا۔ جائے نماز سے اٹھ کر جس وقت وہ بیڈ کی طرف آئی اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہاں سائیڈ ٹیبل پر اس شخص کی تصویر دھری تھی جسے اس کے روز قبرستان آنے پر اعتراض تھا۔

پتا نہیں یہ محض اتفاق تھا یا کوئی آزمائش مگر وہ پریشان ضرور ہوگئی تھی۔

اسے اس شخص کے گھر میں نہیں آنا چاہیے تھا۔ بے چینی سی بے چینی تھی۔ جانے وہ کب واپس لوٹ آئے' کیا سمجھے گا وہ اسے' چور یا پھر کسی گینگ میں ملوث عورت......

وہ کیسے اسے اپنی صفائی دے پائے گی' اگر اس نے بے عزت کر کے گھر سے نکال دیا تو وہ کہاں جائے گی؟ اس کے لیے تو اللہ رب العزت کی اتنی بڑی کائنات میں کہیں کوئی جائے پناہ ہی نہیں رہی تھی۔

کتنے چبھتے ہوئے سوال تھے اور دھیرے دھیرے سرکتی رات...... اس نے تھک کر سر بیڈ کی پٹی سے ٹکا دیا تھا۔

❁......☆......❁

دو پتر چناراں دے
ساڈا دکھ سن کے روندے پتھر پہاڑاں دے

چاندنی رات تھی۔

سردی کی شدت کے باعث اس وقت سارے گاؤں پر جیسے ''ہو'' کا عالم تھا۔ لوگ سرِ شام اپنے اپنے گھروں میں دبک کر سو جاتے تھے مگر اس کی قسمت میں نیند نہیں تھی۔

گاؤں کے بابا جوگی کی آواز رات کے گمبھیر سناٹے میں گونجتی' کسی لوری کی طرح ہی محسوس ہورہی تھی' وہ مضمحل سا فصلوں کو پانی لگا تا رہا۔

بابا جوگی کی زندگی کی کہانی بھی عجب تھی۔ جوانی میں انہیں کسی لڑکی سے عشق ہوا تھا اور پھر وہ لڑکی کسی اور کے ساتھ بیاہ کر چلی گئی۔ اس کی شادی کے بعد بابا جوگی جو نمبرداروں کا بڑا ہونہار لائق فائق بیٹا تھا' جیسے ساری دنیا سے کنارہ کش ہوگیا۔ عشق کے روگ نے ایسا اس کے دل کو جکڑا کہ پھر بربادی ہی بربادی نصیب کا حصہ بنتی گئی مگر اس نے جوگ نہیں چھوڑا' اس کی آواز میں اب بھی اتنا کرب تھا کہ سننے والے کو اپنا دل کٹتا محسوس ہوتا تھا۔

گزرے وقت کے ساتھ ساتھ جہاں نمبرداری گئی وہیں جوانی کے ایام بھی رخصت ہوگئے۔ تھوڑی بہت زمین جو بچ رہی تھی اس پر بابا جوگی نے کاشت کاری شروع کردی تھی اب اس کا بیٹا جوان تھا مگر بیوی جوانی میں ہی داغ مفارقت دے گئی تھی۔ پچھلے دنوں اس نے بیٹے کی شادی کردی تھی گھر میں بہو آ گئی اس کے علاوہ اس کے مرحوم بھائی کے تین بیٹے بھی اپنی اپنی فیملیز کے ساتھ اسی کے گھر میں رہتے تھے۔ ایک ہفتہ قبل بابا جوگی اپنی فصلوں میں بیجائی کررہا تھا جب اچانک ایک کتے نے پیچھے سے آ کر اسے کاٹ لیا۔ بابا نے اسے مار کر بھگا دیا تھا مگر تب تک کتا اپنا کام کرچکا تھا۔ وہ گھر آیا تو گھر والوں نے دیسی گڑ اس کے زخم پر باندھ دیا۔ اس سے افاقہ نہ ہوا تو اگلے دن نمک اور سرخ مرچ کا نسخہ بنا کر زخم کو لپیٹ دیا جس سے زخم کی حالت بگڑنا شروع ہوگئی پورا ہفتہ وہ لوگ اسپتال جانے کی بجائے گاؤں کے ستر فیصد کم فہم لوگوں کی مثال اتنے سیریس مسئلے پر اپنے دیسی نسخے آزماتے رہے۔

زائر شہر سے گاؤں واپس آیا اور اسے پتا چلا تو وہ فوراً بھاگ کر ان تک پہنچا اور زبردستی لڑ کر اسپتال لے آیا مگر تاخیر ہوچکی تھی۔ زہر کا اثر جوگی بابا کے جسم میں پھیلنا شروع ہوگیا تھا۔ ڈاکٹر نے اچھی طرح معائنے کے بعد اسے کسی بڑے شہر کے اسپتال لے جانے کی ہدایت کی تھی مگر اس کے گھر والوں نے پھر بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔

زائر ابھی تھوڑی دیر پہلے جب بابا جوگی سے ملنے گیا تو گھر والوں نے اسے زنجیروں میں جکڑ کر ایک علیحدہ کمرے میں قید کر رکھا تھا۔ کسی کو اس کے پاس جانے اور بات کرنے کی اجازت نہیں تھی گھر والوں کے بقول بابا کو دورے پڑنے لگے تھے اور وہ ہر قریب آنے والے کو کاٹنے کی کوشش کرتے۔

زائر کا دل بابا جوگی کے حال پر کٹ کر رہ گیا تھا۔ ان کے گھر والوں کی بے پروائی اور جہالت نے اس ملنگ صفت انسان کو کس مشکل سے دوچار کردیا تھا۔ وہ بہت دیر تک بابا کے پاس بیٹھا رہنے کے بعد جب اٹھنے لگا تو بابا نے اسے پکارا تھا۔

''اوئے پترا اوئے۔''

''جی چاچا۔'' وہ فوراً پلٹا تھا۔ بابا کی آنکھیں سرخ ہورہی تھیں اور ان کے گوشوں میں نمی چھلک رہی تھی۔

''اج چھڈ کے نہ جا پترا۔ تُو جائیں گا تے میرے گر والے مینوں زہر دا ٹیکا لگا کے ہمیش دی نیند سوا دیون گے۔'' بابا جوگی کی بات پر وہ شاکڈ ہی تو رہ گیا تھا پھر ان کی حالت کے پیش نظر اس نے سر جھٹک دیا۔

''نہ چاچا! ایسا نہ سوچ تیرے گھر والے تو تجھ سے پیار کرتے ہیں پھر اب تو تیرا علاج بھی چل رہا ہے دیکھنا تُو دنوں میں بھلا چنگا ہوجائے گا۔ تُو فکر نہ کر میں ادھر باہر ہی بیٹھا ہوں۔''

اس نے اپنی طرف سے پوری تسلی دی تھی اور اب گاؤں کی خاموش سرد رات میں پھر بابا کی دردبھری آواز گونج رہی تھی۔ وہ فصلوں کو پانی دینے کے بعد وہیں ڈیرے پر پڑی چارپائی پر دراز ہوگیا۔

اس کے دھیان کے پنچھی اس وقت ثانیہ عباس کے تصور کے گرد منڈلا رہے تھے جو پانچ سال کے بعد اس کی زندگی میں پھر سے لوٹ آئی تھی۔ اسے ہی سوچتے جانے کب اس کی آنکھ لگ گئی اگلی صبح وہ اٹھا تو سب سے پہلی خبر اسے کل رات بابا جوگی کی ہونے والی وفات کی ملی تھی۔ کل رات واقعی ان کے گھر والوں نے انہیں زہر کا ٹیکا لگا کر ان سے ہمیشہ کے لیے اپنی جان چھڑالی تھی۔

زائر جیسے ساکت رہ گیا تھا۔

وہ آواز جو درد بن کر گاؤں کی فضا میں گونجتی تھی جہالت کی بھینٹ چڑھ کر ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگئی کتے کا کاٹا وہ شخص ابدی نیند سوگیا تھا مگر اس کے لواحقین اب اسے کفن پہنانے، غسل دینے اور اس کی چارپائی کو ہاتھ تک لگانے کو تیار نہیں تھے۔ انہیں ڈر تھا کہ کہیں انہیں جراثیم نہ لگ جائیں۔

تب وہ اٹھا تھا اس نے خود بابا کو غسل دیا کفن پہنایا اور پھر اپنے دوستوں کو بلا کر جیسے تیسے نماز جنازہ کروا کر اس بدنصیب شخص کو مٹی کے سپرد کردیا۔

وہاں قبرستان میں مٹی کے اس ڈھیر کے نیچے ایک اور انسان کی زندگی کی کہانی اپنے انجام کو پہنچ گئی تھی۔

❁......☆......❁

کہنے کو محبت ہے لیکن
اب ایسی محبت کیا کرنی
جو نیند چرالے آنکھوں سے
جو خواب دکھا کر پلکوں کو تعبیر میں کانٹے دے جائے
جو غم کی کالی راتوں سے ہر آس کا جگنو لے جائے
جو مشکل کردے جینے کو اور مرنے کو آسان کرے
وہ دل جو پیار کا مندر ہو اس دل کو ہی ویران کرے
اب ایسی محبت کیا کرنی؟
جو عمر کی نقدی لے جائے اور پھر بھی جھولی خالی ہو
وہ صورت دل کا روگ بنے جو صورت دیکھنے والی ہو
جو قیس بنادے انساں کو جو رانجھا اور فرہاد کرے
اب ایسی محبت کیا کرنی جو خوشیوں کو برباد کرے

رات جیسے جیسے سرکتی جارہی تھی اس کی وحشت میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ نیند کی مہربان پری تھی کہ جیسے اس سے روٹھ ہی گئی تھی۔ زندگی کسی پر کیسے تنگ پڑجاتی ہے بھلا اس سے بہتر کون جان سکتا تھا۔

وہ جانتی تھی کہ اس نے ایک قطعی اجنبی گھر کے دروازے پر دستک دے کر بہت بڑا رسک لیا تھا مگر فی الوقت اس کے پاس اس کے علاوہ دوسرا کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔ بہت پہلے ایک بار وہ اس بنگلے میں آئی تھی اپنی کالج فیلو کے ہمراہ مگر یہ قیام پانچ دس منٹ سے زیادہ کا نہیں تھا اپنی کالج فیلو کو وہاں چھوڑنے کے بعد وہ ڈرائیور کے ساتھ اپنے گھر واپس آ گئی تھی مگر اس بنگلے کی مالکن کے پیار اور اپنائیت نے اسے بہت متاثر کیا تھا۔ رات بھی وہ اسی پیار اور اپنائیت کو یاد کرکے اس گھر کی طرف بڑھ آئی تھی مگر اب وہ مکین وہ بے لوث پیار لٹانے والی مالکن نہیں رہی تھی صبح ہوگئی تھی۔

وہ بے قراری سی بیڈ سے اٹھ کر کھڑکی کی طرف آئی تھی جب اس کی سماعتوں میں عمیر کی آواز پڑی۔

''جی عذیر بھیا! میں ابھی خود سے کال کرنے ہی والا تھا آپ کو......''

اور وہ جس کا دل پہلے ہی قرار نہیں پارہا تھا ان الفاظ پر جیسے ٹھٹک ہی تو گئی تھی۔ دوسری طرف عذیر عمیر کے الفاظ پر مسکرایا تھا۔

''کیوں خیریت......؟''

''اب خیریت کہاں ہماری عزیز از جان پیاری بھابی سلمٰی یہاں پہنچ چکی ہیں۔'' کتنی کھنک اور خوشی تھی عمیر کے لہجے میں مگر عذیر کے سوال نے اس کی خوشی پر جیسے اوس ڈال دی۔

''بھابی...... کون سی بھابی...... سلمٰی تو یہاں ہے میرے پاس یہ تو ابھی پاکستان گئی ہی نہیں۔'' اور اس بار شاک لگنے کی باری عمیر کی تھی۔

''کیا مطلب؟ اگر سلمٰی بھابی آپ کے پاس ہیں پھر وہ کون ہیں؟ جنہیں میں سلمٰی بھابی سمجھ کر آپ کے کمرے میں چھوڑ آیا ہوں۔''

''کوئی حال نہیں تمہارا نجانے کب سدھرو گے تم؟ اب پتا نہیں کسے گھسا لیا ہے گھر میں اور جانے میرے کمرے سے کیا کیا کچھ چرالیا ہوگا اس نے عمیر کے بچے میں واپس آرہا ہوں تجھے چھوڑوں گا نہیں۔''

اب وہ خفا ہورہا تھا۔ عمیر سوری کرنے کے بعد کال کاٹ کر سیدھا اس کے کمرے کی طرف چلا آیا جہاں حورعین فاطمہ کھڑکی کے قریب کھڑی رسوائی کے خوف سے کسی خشک پتے کی طرح کانپ رہی تھی۔

(ان شاء اللہ جاری ہے)

عید مبارک

فاخرہ گل

ٹوٹ جائے نہ کہیں ضبط کی خواہش میری
نہ کر میرے ہمسفر اس قدر آزمائشیں میری
گہنا گیا میرے روپ کا جادو غزل بتا مجھے
یا پھر دل سے کم ہونے لگیں چاہتیں میری

رخشی پچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے مسلسل دائیں بائیں کروٹیں بدل رہی تھی۔ ایک تکیہ سر کے نیچے اور کشن اس کے کان پر تھا۔ نیم تاریک کمرے میں کھڑکیوں پر دبیز پردے پڑے تھے۔ جن کی موجودگی میں روشنی کی کوئی ایک کرن دن کے وقت بھی اندر نہ آپاتی۔ ویسے بھی اس وقت رات کے بارہ بج رہے تھے۔ دائیں طرف موجود ٹیبل لیمپ کی روشنی میں اس کی کشادہ پیشانی پر موجود سلوٹیں گنی جاتیں تو یقیناً ان سے ہی وقت کا اندازہ لگانے میں مدد مل جاتی۔

کمپیوٹر کی بورڈ پر دائم کی انگلیوں سے ہوتی ٹک ٹک رخشی کے دماغ پر ہتھوڑے کی ضربیں بن کر لگ رہی تھیں۔ مُندی مُندی آنکھوں پر سے کشن ہٹا کر رخشی نے پہلے تو وال کلاک دیکھا اور پھر کشن ہوا میں زور سے اچھال کر بیڈ پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔

دائم نے ایک نظر اسے چونک کر یوں اٹھتے دیکھا اور پھر ماؤس پیڈ پر انگلی کی مدد سے لیپ ٹاپ کی اسکرین تبدیل کرتے ہوئے متوجہ ہوا۔

"خیر تو ہے۔ یہ ایک دَم کیا ہوا ہے تمہیں؟"

"ایک دَم......؟" رخشی نے اپنے شانوں پر بکھرے گھنگریالے بالوں کو کیچر میں قید کرتے ہوئے حیرت سے کہا۔

"پچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے آخر تم کر کیا رہے ہو اسے گود میں لیے؟" رخشی گھٹنوں کے بل ایک اسٹیپ لے کر اب بالکل اس کے کندھے سے کندھا ملا کر بیٹھی لیپ ٹاپ کی اسکرین کو گھورے جا رہی تھی۔ جہاں دائم کے آفس کی بیلنس شیٹ اپنے مکمل ہونے کے انتظار میں تھی۔

"کرکٹ کھیل رہا ہوں لو تم بھی کھیل لو۔" دائم نے جل کر جواب دیتے ہوئے لیپ ٹاپ اس کی طرف بڑھانا چاہا جسے رخشی نے ہاتھ بڑھا کر روک دیا۔

"نا بابا نا' مجھے تو کرکٹ بس کرکٹرز کی حد تک پسند ہے اور وہ بھی صرف ہینڈسم کرکٹرز۔"

"شرم تو نہیں آ رہی ہوگی نا' شوہر کے سامنے دوسرے مردوں کی تعریف کرتے ہوئے۔" دائم نے اس کی بات کاٹ کر ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی جس میں کافی حد تک کامیاب بھی رہا تھا۔

"میں اکثر سوچتی ہوں دائم کہ میں تمہاری تعریف کروں لیکن یقین کرو' ڈھونڈنے اور سوچنے کے باوجود مجھے تم میں ایسا کچھ نظر نہیں آتا جس کی تعریف کی جائے۔"

دونوں گھٹنوں پر دایاں رخسار رکھے اس کے چہرے کا رخ دائم ہی کی طرف تھا۔

"نہ تو تم کبھی مجھ سے پیار بھری رومینٹک باتیں

کرتے ہو ناں میری تعریف کرتے ہو ناں مجھ سے فرمائشیں کرتے ہو ناں گھمانے لے جاتے ہو اور ناں ہی چند گھڑی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر میرے دل کی باتیں سنتے ہو تو پھر...... سوچتی ہوں تعریف کروں تو تمہاری اس روبوٹ نما روٹین کی؟ نہیں یار میرا دل نہیں مانتا جھوٹ بولنے کو۔''

''تمہیں مجھ میں اتنی ہی برائیاں نظر آتی ہیں تو تم رہتی کیوں ہو میرے ساتھ۔'' بلند آواز میں دائم نے سوال تو داغا مگر رخشی بلند آواز میں بولنے کے ہنر سے قطعی ناواقف تھی جبھی اپنی ازلی نرماہٹ کے ساتھ جان بوجھ کر اسے مزید جلانے کو بولی۔

''صابرین میں شامل ہونا چاہتی ہوں نا' بس اسی لیے۔''

''فی الحال تو خدا کے واسطے سو جاؤ اور مجھے بھی شاکرین میں شامل ہونے کا موقع دو۔'' اسی کے انداز میں جواب دینے کی کوشش تو کی گئی تھی مگر فرق تھا تو اتنا کہ رخشی کے لہجے میں نرماہٹ تھی تو دائم کا لہجہ اکتاہٹ کا شکار تھا۔

''اوہو تو تم کرلو نا کام میں تمہارا ہاتھ تھوڑا ہی پکڑے بیٹھی ہوں۔'' رخشی نے ایک بار پھر اس کے قریب ہو کر بالوں سے کیچر اتارا اور اس کے کندھے پر سر ٹکا کر آنکھیں موندلیں۔

''ایک تو تم تنگ بہت کرتی ہو دیکھ بھی رہی ہو کہ میں آفس کا کام کر رہا ہوں مگر تم ہو کہ ملکہ جذبات بننے پر تلی ہو۔'' ایک جھٹکے سے اس نے رخشی کا سر پیچھے ہٹایا۔

''بڑے ناشکرے ہو تم دائم۔''

''ہاں بس جو کچھ بھی ہوں میں ہی ہوں تم تو حکومتی پارٹی بن کر اپنے سر کوئی غلطی نہ لینا۔''

''غلطی۔'' وہ چونکی۔

''اب میں نے کون سی غلطی کردی پتا نہیں کیا بات ہے میڈیا کی طرح میں تمہیں ہضم نہیں ہوتی۔ سچ بات کرتی ہوں نا اس لیے۔''

''تم چپ ہو جاؤ یا میں لیپ ٹاپ لے کر لیونگ روم میں چلا جاؤں۔''

دائم کی یہ دھمکی کارگر ثابت ہوئی اور رخشی شکایتی نظروں سے اسے دیکھتی اس کی طرف پشت کیے لیٹ گئی۔ کشنز کا ہجوم اس کے سر پر ایک بار پھر اسی طرح موجود تھا۔ دائیں ہتھیلی رخسار کے نیچے رکھ کر لیٹی رخشی کے لیے یہ لیپ ٹاپ کسی سوکن سے کم نہیں تھا۔

❁......❁......❁

زندگی کی گہما گہمی میں رخشی کے لیے جتنی جگمگاہٹیں نظر آ رہی تھیں جبر کی صورتیں بھی اسی توازن کے ساتھ موجود تھیں اور یہ بھی سچ تھا کہ رخشی اور دائم کے درمیان روشنی اور سائے کا کھیل بڑی شدومد کے ساتھ جاری تھا۔ ذہن اور دل کے درمیان نامعلوم مقاصد اور وقت کا تعین کیے بغیر لڑی جانے والی یہ جنگ صبح بیڈ سے قدم نیچے رکھنے سے لے کر دوبارہ رات کو بیڈ پر لیٹنے تک جاری رہتی۔ اکثر اوقات اسے محسوس ہوتا جیسے احساس شکستگی نے اس کے تمام تر جذبات کے لیے خستگی جیسے مقدر کردی ہے۔

مگر وہ ہار مان کر زندگی کو محض گزرتے وقت کے حوالے کردینے والوں میں سے ہرگز نہیں تھی۔ سو ایک نئے عزم کے ساتھ پھر سے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو آزماتے ہوئے جیتنے کا جوش لے کر میدان میں اترتی۔ اس امید کے ساتھ کہ فتح اب اس سے صرف ایک ہاتھ کے فاصلے پر کھڑی اس کی ہمت کو سراہتی ہوئی مسکرا رہی ہے۔

''دائم...... چائے......!'' ایپرن کی ناٹ کھول کر چیئر کے پیچھے ڈالتے ہوئے اس نے دائم کو چائے سرو کی۔

''تھینکس رخشی۔''

دائم نے مسکراتے ہوئے چائے کا کپ وصول کیا اور گرما گرم چائے کا گھونٹ حلق میں اتارتے ہوئے جھوم سا گیا۔

''بھئی واہ چائے کا تو آج مزا آ گیا۔'' اس سے پہلے

کہ وہ خوش ہوتی چھری کانٹے کی مدد سے فرنچ ٹوسٹ کا ٹکڑا منہ میں ڈالتے ہوئے اس نے بات مکمل کی۔

''لیکن جو چائے ہمارا آفس بوائے بناتا ہے اس کی تو بات ہی الگ ہے۔''

کیتلی سے کپ میں چائے انڈیلتی رخشی نے لمحہ بھر کے لیے رک کر اسے دیکھا اور پھر مزید چائے کپ میں منتقل کرنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے آدھے کپ پر ہی اکتفا کرتے ہوئے کرسی سے ٹیک لگا کر وہیں بیٹھ گئی۔

بے دلی سے کچھ دیر چائے کی خوشنما رنگت کو دیکھا مگر ہزار خوشنما اور تازہ ہونے کے باوجود چائے کا وہ آدھا کپ اس کی توجہ اپنی طرف کھینچنے میں ناکام رہا تو کرسی پیچھے کھسکا کر اٹھی اور کچن میں جا کر باؤل میں کارن فلیکس ڈال کر الیکٹرل کیٹ میں دودھ گرم کیا اور مگ کے ساتھ باؤل اور اسپون لے کر دوبارہ ڈائننگ ٹیبل تک چلی آئی جہاں دائم ناشتا ختم کرنے کو تھا۔ اسے بیٹھتا دیکھا اور چند لمحے بس اسے ہی دیکھتا رہا۔ آخر اس سے رہا نہ گیا تو بول اٹھا۔

''ویسے رخشی تم...... تم ہر وقت اتنی سنجیدہ کیوں رہتی ہو۔'' دائم کی بات پر رخشی نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''یہ تم کہہ رہے ہو۔''

''ہاں' کیونکہ میرا خیال ہے کہ چائے کے خالی برتن تو بالکل نہیں بولتے۔''

''ہونہہ خالی برتن ہی تو بولتے ہیں' کبھی بھرے ہوئے برتن سے بھی آواز سنی ہے۔''

''بس تم ہو جاؤ شروع اپنے فلسفیانہ طنز کرنے۔ لائف کو لائٹ موڈ میں گزارنا تو تمہیں آتا ہی نہیں ہے۔''

کرسی کھسکا کر اٹھتے ہوئے دائم نے بھی طنز کا جواب طنز میں دیتے ہوئے سامنے موجود لفافے دیکھے۔

''یہ کیا ہیں؟''

''بل ہیں' فون' ڈی ایس ایل' بجلی' گیس کے اس کے علاوہ اخبار والے اور دودھ والے کو بھی پیسے دینے ہیں کل بھی مانگ رہے تھے۔''

''اتنے پیسے تو اس ماہ نہیں نکل پائیں گے شاید' دس ہزار تو اس دفعہ رفیع بھائی کو دے دیے ہیں اماں کے لیے۔''

''اماں کے لیے۔'' رخشی حیران ہوئی کیونکہ اس سے

پہلے دائم نے اس بات کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔

"ہاں ان کا خیال تھا کہ روز روز ڈاکٹر سے شوگر چیک کروانے سے بہتر ہے کہ بندہ خود گھر میں ان کی شوگر چیک کرلیا کرے۔ اس لیے میں نے گلوکومیٹر خریدنے کے لیے دس ہزار دے دیے۔"

"تو یہ ڈی ایس ایل ہٹوادو اس کے بھی تو ڈھائی ہزار فضول ہی دیتے ہیں نا ہم۔" اپنے تئیں رخشی نے بچت کا ایک طریقہ بتایا تھا۔

"کیوں اس کی تمہیں کیا پرابلم ہے۔" دائم نے فوری ردعمل ظاہر کیا۔ گویا وہ ابھی کنکشن کٹوا رہی ہے۔

"اوہو میں تو بچت......!" رخشی نے اپنا نقطہ نظر واضح کرنا چاہا۔

"ہاں ہاں بچت کے لیے تمہیں صرف یہی طریقہ نظر آیا ہے۔ یہ بھی تو ہوسکتا ہے نا کہ سارا دن گھر میں تم اسے کم استعمال کرو۔ اخبار ہٹوادو اور اگر ضرور پڑھنا ہی ہے تو اردو اخبار لگوالو۔"

"جو تمہاری مرضی ہو دائم وہ کرو اور بس۔" اس کی فضول خرچیوں کی لسٹ گنوانے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے وہ بے دلی سے خشک کارن فلیکس لے کر چباتے ہوئے خود پر کنٹرول کرتی رہی۔ ساتھ رکھا دودھ ٹھنڈا ہوتا ہوا اپنے نظر انداز کیے جانے پر شکوہ کناں تھا۔

"کہنے کو تو ماسٹرز کیا ہے تم نے لیکن دنیا جہان کے کسی قاعدے سے واقف نہیں ہو۔ حد ہے یار بہت افسوس ہے تم پر۔ صبح صبح لوگوں کی بیویاں انہیں خوشی خوشی الوداع کرتی ہیں اور تم ڈھونڈ ڈھانڈ کر اس وقت کے لیے ٹریجڈی بچا کے رکھتی ہو۔"

"آفرین ہے بھئی تم پر۔" منہ بسورتے ہوئے دائم نے ہاتھ میں پکڑے بلوں کے لفافے ٹیبل پر پٹخے اور ٹائی درست کرتا باہر نکل گیا۔

کچھ مہینوں میں اس کا رویہ بالکل بدل گیا تھا یہ وہی دائم تھا جو یونیورسٹی میں اس کی خوش مزاجی پر مر مٹا تھا۔ مگر اب یہ عالم تھا کہ وہ رخشی کو بے حد سنجیدہ خیال کرتا، وجہ یہ نہیں تھی کہ رخشی کی عادات بدل گئی تھیں بلکہ اصل بات یہ تھی کہ وہ خود کو ابھی تک ایک شادی شدہ مرد کے سانچے میں ڈھال ہی نہیں پایا تھا۔ شادی کے فوراً بعد والدین نے الگ تو کردیا مگر الگ گھر میں ایک ایک چیز کا خرچہ بذات خود کرنا ہوگا یہ بات اسے بعد میں سمجھ آئی وہ بھی تب جب اخراجات پہلے سے بڑھے مگر آمدن وہی رہی۔ سو رخشی کے لیے تو یہ بات ٹینشن کا باعث بنتی وہ اسے سمجھاتی بھی مگر نتیجتاً وہ ہر وقت اس سے جان چھڑانے کی کوشش میں کم وقت ہی گھر میں گزارتا۔ مبادا کہ پھر سے رخشی کے منہ سے کم اخراجات کے ساتھ بہترین زندگی گزارنے کی حکمت عملی سننا پڑتی۔

اس لیے گھر میں ہوتے ہوئے بھی اس کا لیپ ٹاپ ہی اس کے لیے بہترین پناہ گاہ بھی تھی جس پر کام کرتے ہوئے رخشی ہر ممکن حد تک ڈسٹرب نہ کرتی۔ یہ سوچتے ہوئے کہ وہ آفس کے کام میں مصروف ہے، لیکن اس کی اصل مصروفیت کیا ہے یہ حقیقتاً اس کے علم میں نہیں تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁
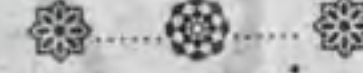
"باجی کام تو سارا ختم ہوگیا ہے اب میں جاؤں؟"

بلقیس نے بد رنگ دوپٹے سے اپنی گردن اور چہرے پر آیا پسینہ صاف کرنے کے بجائے رگڑتے ہوئے رخشی سے پوچھا جو بڑی ملائمت سے اپنے نرم ہاتھوں پر لوشن لگانے کے دوران کچھ سوچتے اس کی بات پر ایک دم چونکی۔

"ہوں آں......وہ......اچھا ایسا کرو فریج سے گوبھی لے جانا۔ کاشف شوق سے کھاتا ہے ناں۔" اس نے بلقیس کے پندرہ سالہ بیٹے کا نام لیا تو وہ اپنے بیٹے کا اس قدر خیال رکھنے پر خوش ہوگئی اور حسب عادت دعائیں دینے لگی تھی کہ اچانک اسے کچھ یاد آیا۔

"باجی وہ پچاس روپے ہوں گے آپ کے پاس۔"

"پچاس، لیکن کیوں ابھی کل ہی تو تم تیس روپے لے کر گئی ہو؟"

"نہیں دراصل آپ کو پتا ہے نا عید آنے والی ہے سو خرچے ہوتے ہیں نا جی لڑکوں کے۔"

"اوہو لیکن عید میں تو ابھی بہت دن باقی ہیں اور تم......اچھا کل والے تیس روپوں کا کیا کیا؟ یہ تو پہلے بتاؤ۔"

رخشی بھی دوپہر کے کھانے کا انتظام کرچکی تھی کہ دائم تو صرف ناشتے اور رات کے کھانے پر ہی ساتھ ہوتا اس لیے دوپہر کو اس نے کبھی بھی کچھ خاص نہیں بنایا تھا اس لیے فراغت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے لوشن بند کر کے سینٹر ٹیبل پر رکھا اور انٹرویو کا ارادہ کرتے ہوئے دونوں پاؤں صوفے پر رکھ کر سکون سے بلقیس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"وہ تیس روپے وہ تو جی کاشف نے مانگے تو میں نے اسے دے دیے۔"

"لیکن کیوں۔"

"او باجی جی اس نے اپنے فون میں ڈلوانے تھے نا، پتا ہے کاشف نے ولایت کی میموں سے بھی دوستی کی ہوئی ہے۔"

بلقیس کے لہجے میں اپنے قابل بیٹے کے لیے فخر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ اس کے ادا کیے گئے اس جملے نے رخشی کے لیے اس انٹرویو میں بڑی دلچسپی پیدا کردی تھی۔

"ولایت کی میموں سے دوستی، واقعی۔" اپنی ہنسی چھپاتے ہوئے رخشی نے کاشف کی قابلیت سے اپنا متاثر ہونا ظاہر کیا تھا۔

"ہاں جی اپنے پاکستان میں بھی کافی لڑکیوں اور لڑکوں کی تصویریں دکھاتا ہے جی مجھے اس کے موبائل میں ہی تو اس کا کمپیوٹر ہے۔ بس جب رات کو بجلی بند ہوتی ہے نا تب وہ مجھے اپنے فون میں بڑی تصویریں دکھاتا ہے جی۔"

"اچھا......!"

"بس جی کچھ بوڑھی ماں کا دل بہلاتا ہے ورنہ اسے ان سب سے جی بھلا کیا لگاؤ۔"

"ہاں دل ہی تو بہلاتا ہے، واہ بھئی کتنا خیال رکھتا ہے نا تمہارا۔"

"جی بالکل جی یہ تو پھر ہے نا۔"

رخشی کا طنز وہ بالکل سمجھ نہیں پائی تھی۔

"باجی پھر کچھ پیسے اگر ہوں تو......!"

"اگر ہوں تو نا بلقیس لیکن ابھی ہیں نہیں اور ہاں یہ روز روز پیسے مت مانگا کرو۔"

بلقیس جواب تک چمکتے چہرے کے ساتھ اپنے بیٹے کی تعریف میں گم تھی۔ رخشی کے اس جواب پر اس کے چہرے کی چمک غائب ہوکر ایک بار پھر اس کی سیاہی مائل رنگت کو نمایاں کررہی تھی۔ بے دلی سے اٹھ کر کچن سے گوبھی کے تازہ پھول شاپر میں ڈالے اور باہر آ کر چپل پاؤں میں اڑسی اور سلام کر کے چلی گئی۔

رخشی اٹھ کر ان ڈور پلانٹس کو پانی دینے کے دوران بھی بلقیس کی باتوں پر مسکراتی رہی۔ جس کا بیٹا اس کی محنت کی کمائی کو انٹرنیٹ میں پھونک رہا تھا اور وہ اس بات پر پریشان ہونے کے بجائے خوش تھی بلکہ کسی حد تک اس میں شریک بھی تھی۔

"توبہ ہے یہ انٹرنیٹ، ایس ایم ایس کے پیکجز آج کل کی یوتھ کو کس قدر رڈی ٹریک کررہی ہے اور کسی کو اس بات کی فکر ہی نہیں۔"

اس نے بیڈ روم کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے سوچا۔

ایسا نہیں تھا کہ وہ کمپیوٹر سے نابلد تھی یونیورسٹی سے فارغ التحصیل رخشی کمپیوٹر کے رموز سے بخوبی واقف تھی لیکن تب تک جب تک وہ یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھی اکثر ٹاپکس اور نوٹس کی تیاری کے لیے وہ پروفیسرز کے لیکچرز پر انحصار کرنے کے بجائے گوگل سے بھی مدد لیا کرتی تھی لیکن تب بھی اس کی حالت ان معصوم بچوں کی سی تھی جو مما کے کہنے کے عین مطابق اسکول سے سیدھا گھر آنے کو ترجیح دیتے ہیں خواہ رستے میں کوئی بندر والا ڈگڈگی بجا کر اپنے گرد بچوں کا ہجوم اکٹھا کیے ہو۔ مما نے اگر کہا تھا کہ اسکول سے سیدھا گھر آنا ہے پھر یہاں وہاں رکنے کا کوئی

سوال نہیں تھا۔
بالکل اسی طرح اسے بھی ایجوکیشنل سائنس کے علاوہ کسی سے غرض نہیں تھی۔ چاہے کلاس فیلوز اس کے پاس بیٹھ کر کچھ بھی ڈسکس کریں۔
اپنا طالب علمی کا زمانہ قریب دہراتے ہوئے ایک دم اسے اپنی ایک دوست کا خیال آیا جوان کی کلاس میں مس کمپیوٹر کے نام سے مشہور تھی۔ والدین اس کے تھے نہیں بوڑھی دادی کے ساتھ بھلا وہ کب تک اور کیا باتیں کرتی۔ سو اس کا یونیورسٹی کے بعد کا تقریباً سارا وقت کمپیوٹر کی ہمراہی میں ہی گزرتا۔ یونہی رخشی کا دل چاہا کہ اس سے بات کرکے باقی کلاس فیلوز کے بارے میں پوچھے کہ آج کل سب کیا کیا کر رہے ہیں۔ اسی نسبت سے الماری میں موجود اپنی سیاہ ڈائری تو نکالی لیکن نمبر پھر بھی نہ ڈھونڈ سکی کیوں کہ جن کلاس فیلوز کے نمبرز لکھے تھے وہ سب یا تو تبدیل ہو چکے یا ان سے رابطہ ممکن نہ تھا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ ڈائری بند کرتی آخری صفحے پر مس کمپیوٹر کے نام سے بنایا گیا ماریہ کا ای میل ایڈریس اچانک اس کی نظروں سے گزرا۔ رخشی کو اچھی طرح یاد تھا کہ منگنی کے روز اس کے چھٹی کرنے کے پیشگی اطلاع پر ماریہ نے اپنی آئی ڈی لکھ کر اسے دی تھی اور اسے نوٹس ای میل کے ذریعے بھجوانے کی یقین دہانی کرواتے ہوئے اس کی آئی ڈی بھی مانگی تھی۔
یونیورسٹی دور کی کتنی ہی یادیں اس کی آنکھوں کے سامنے رنگ برنگے آنچلوں کی طرح لہرانے لگی تھیں۔ مسکراتے ہوئے اس نے سر جھٹکا اور اس ای میل ایڈریس کے رواں ہونے کی تصدیق کرنے کی خاطر بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھے لیپ ٹاپ کو گود میں لے کر بیٹھ گئی۔
اتفاق سے یونیورسٹی چھوڑنے کے بعد اور یہاں تک کہ شادی ہونے کے بعد سے لے کر اب تک یہ پہلا موقع تھا جب وہ دائم کا لیپ ٹاپ کھول رہی تھی۔
لیکن یہ کیا وہ تو پاس ورڈ کے بغیر ایک اسٹیپ بھی آگے جانے کو تیار نہ تھا۔
پہلے سوچا کہ دائم سے فون کرکے معلوم کرلے مگر اس کے صبح کے موڈ کو مدنظر رکھتے ہوئے اس نے دائم کے موبائل کا پاس ورڈ استعمال کیا تو نہ صرف یہ کہ اس کا سسٹم کھل گیا بلکہ رخشی کی آنکھیں بھی آخری ممکنہ حد تک کھل گئیں۔
سامنے ہی ایک سوشل ویب سائٹ پر موجود دائم کا اکاؤنٹ کھلا ہوا تھا۔ جہاں دائم کی خوش گوار موڈ میں آفس میں لی گئی تصویر اس کی شناخت ظاہر کر رہی تھی۔ سامنے موجود اسکرین دائم کے لاتعداد خواتین و حضرات دوستوں کی تعداد کو تو ظاہر کر ہی رہی تھی۔ وہیں نوٹیفکیشن بھی رخشی کے ذہن میں موجود الجھنوں کی طرح لمحہ بہ لمحہ بڑھتے جا رہے تھے۔
اس سے پہلے چونکہ وہ اس سائٹ سے مکمل طور پرنا واقف تھی اس لیے آہستہ آہستہ ہر چیز پر غور کرنے کے دوران اسے احساس ہوا کہ پیغامات کی تعداد میں ایک پیغام کا اضافہ ہوا ہے۔ ازلی تجسس کے ہاتھوں ماؤس پیڈ پر ناخن کی جنبش سے پیغامات پڑھنے چاہے تو وہاں تو جیسے ایک جہاں آباد تھا۔ پیغامات کے جواب میں دائم کا خوشگوار انداز اور بے تکلفانہ لہجہ جہاں اس کے لیے حیرت کا باعث تھا وہیں صبح دس بجے موصول ہونے والا پیغام اس کی نیندیں اڑانے کو کافی تھا۔
کیونکہ جتنی بے تکلفی کا مظاہرہ ان پیغامات کے تبادلے میں تھا دوسروں میں اتنا نہیں تھا۔ شام کو دائم کے آنے تک وہ فارغ تو تھی ہی سو آج اس نے اخبار و جرائد پڑھنے کا ارادہ ملتوی کرکے سائٹ کے طریقہ استعمال کو اچھی طرح کنگھالا اور جب شام ساڑھے پانچ بجے اس نے لیپ ٹاپ واپس رکھ کر کھڑکیوں کے پردے سرکائے تو وہ اپنی زندگی کے اس نئے اور انوکھے محاذ کے لیے ہر طرح سے تیار تھی۔ سو وسیع و عریض آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی کامیابی کے لیے دعا کی اور شام کے کھانے کی تیاری کے لیے کچن کا رخ کیا۔ جہاں آج اسے ذرا پھرتی دکھاتے ہوئے باقی رہ جانے والے کم

وقت میں پورا کام کرنا تھا۔

❁……❁……❁

"دائم پلیز بند کردو نا یہ ٹک ٹک، سچی سر درد کرنے لگتا ہے میرا۔"
حسب معمول آج پھر وہ اٹھ بیٹھی تھی۔ لیکن آج فرق یہ تھا کہ سارا دن اسکرین کے آگے بیٹھ بیٹھ کر اس کی آنکھیں درد کر رہی تھیں اور وہ واقعی ایک پرسکون نیند لینا چاہتی تھی۔
بالوں کو انگلیوں میں کچھ لمحے جکڑ کر اس نے گویا اپنا سر دبایا تھا۔
"تمہارا سر کب درد نہیں کرتا۔" رخشی نے اس کے آفس کے کام میں دخل اندازی کی تھی جبھی دائم نے اکتا کر کہا۔
"ہاں، جب تم مجھ سے باتیں کرتے ہو نا پھر درد نہیں ہوتا۔"
"بس، بس زیادہ ڈائیلاگز نہیں۔" انداز بلا شبہ استہزائیہ تھا۔
"تم بہت تھک جاتے ہو نا دائم کتنا کام ہوتا ہے آفس کا کہ گھر آکر بھی آرام کرنے کے بجائے کام کرتے رہتے ہو۔"
"ہاں جی، کام کروں گا تو خرچ پورے ہوں گے نا، تمہاری طرح صرف باتوں سے یہ سب ممکن نہیں ہوتا۔"
"او…… ہاؤ سویٹ دائم…… تم واقعی بہت اچھے ہو۔"
بڑے لاڈ سے وہ اس کے قریب آئی مگر اس سے پہلے کن اکھیوں سے اسکرین پر نظر ڈالی۔ دائم کا دایاں ہاتھ حرکت میں آیا اور ماؤس کے ایک کلک سے سارا منظر بدل گیا۔
ایک بار پھر سامنے وہی بیلنس شیٹ موجود تھی۔ رخشی نے بغور دیکھا تو محسوس ہوا کہ ہمیشہ سے وہ بیلنس شیٹ انہی نمبروں اور یہاں تک کہ اسی ڈیٹ پر موجود ہے دائم جانتا تھا کہ رخشی کو ان چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اسی لیے وہ اسے بہت ایزی لیتا تھا۔
جب کافی دیر کے بعد بھی رخشی کے سونے کا کوئی ارادہ نظر نہ آیا تو دائم پر بالآخر جھنجلاہٹ سوار ہوگئی۔ پہلے تو بار بار پہلو بدل کر اکتاہٹ کا اظہار کرنا چاہا مگر جان بوجھ کر انجان بنی رخشی پر کوئی اثر ہوتا نہ دیکھ کر ایک جھٹکے سے بیڈ سے اٹھ گیا۔
"تم سو جاؤ خوامخواہ میں تمہیں ڈسٹرب کر رہا ہوں میں ذرا کام کرکے تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔"
بغل میں لیپ ٹاپ دبائے جھک کر اس نے دراز سے چارجر نکالا اور لیونگ روم کو محفوظ جائے پناہ خیال کرتے ہوئے وہاں آ گیا۔ رخشی نے کچھ سوچتے ہوئے آنکھیں سکیڑیں اور پھر انگشت شہادت اور انگوٹھے کی مدد سے چند لمحے آنکھیں دبانے کے بعد آخر کار لیٹتے ہی سو گئی۔
بیڈ پر اس کے اطراف جا بجا کشنز بکھرے تھے تو آنکھوں میں کچھ خواب جنہیں بہرحال اسے سمیٹنا تھا۔

❁……❁……❁

"رات شاید تم بہت دیر سے سوئے۔"
اس کے کہنے کے عین مطابق آج رخشی نے اس کے لیے بریڈ کے ساتھ ہری مرچوں اور ٹماٹر والا آملیٹ بنایا تھا۔
"ہاں بس کام بہت زیادہ تھا کیا کروں کرنا پڑتا ہے کل کو تم ہی کہو گی کہ ہمارا بکرا سب سے بڑا بلکہ بچھڑے جتنا ہونا چاہیے۔"
دائم نے بڑی ڈھٹائی سے جھوٹ بولا تھا۔ اسی لیے آج اسے دائم سے کوئی ہمدردی محسوس نہیں ہوئی تھی۔
"کتنا خیال رہتا ہے نا تمہیں میرا۔"
"بس جی عورتوں کی حکومت ہے۔ بندہ جائے تو کہاں جائے؟" آج اس کا موڈ بے حد خوشگوار تھا رخشی بس اسے دیکھے گئی۔
"مجھے پتا ہے دائم کہ آئی ایم ویری ویری لکی۔"
"یہ تو ہے۔ تمہارا شوہر تمہاری خاطر دن رات کام کرتا ہے تو خوش قسمت تو تم ہوئیں نا۔"

''اس میں کوئی شک نہیں۔''

جواباً رخشی نے محض مسکرا کر دیکھنے پر اکتفا کیا۔

ذہن میں آئندہ کی حکمت عملی ترتیب دیتے ہوئے وہ بڑی خاموشی سے ناشتا کرنے میں مصروف تھی مگر حقیقتاً دونوں کے ذہن میں ایک ہی نام سے منسوب سوچیں گردش کررہی تھیں اور وہ نام تھا شیزانہ علی۔

بہت سوچ بچار کے بعد رخشی کے ذہن نے جس نام کو قبولیت کی سند دی وہ یہی تھا۔ شیزانہ علی۔

اسی نام سے رخشی نے تصویر کے ذریعے اپنی شناخت ظاہر نہ کرواتے ہوئے دائم کو دوستی کی درخواست بھیجی تھی۔ نہ صرف یہ بلکہ سائٹ پر موجود اس کی تصویر کی بھی دل کھول کر مناسب انداز میں تعریف کرتے ہوئے اس کے مسکرانے کے انداز کو بے حد سراہا تھا۔ جواباً دائم نے اس کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے ایک بھرپور دوستانہ پیغام لکھ بھیجا تھا اور پیغام لکھنے کا ٹائم وہی تھا جب بقول اس کے وہ آفس کا کام نبٹا رہا تھا۔

آج پھر چونکہ اس کا اکاؤنٹ سابقہ روز کی طرح اس کے سامنے تھا تو پہلے بغور اس کا جائزہ لینے کے بعد اس نے شیزانہ علی کی طرف سے اسے پیغام بھیجا اور یوں ایک چھت تلے میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزارنے والے دو اجنبیوں میں نئے سرے سے دوستی کا آغاز ہوا۔

❁ .... ❁ .... ❁

روزانہ بلا ناغہ دن میں کئی کئی مرتبہ پیغامات کے تبادلے یوں ہونے لگے کہ دائم سوشل سائٹ پر موجود باقی سب دوستوں کو فراموش کرنے لگا اور یوں جب رخشی کو اپنا پہلا ہدف حاصل ہوتا نظر آیا تو اس نے محسوس کیا کہ دائم اب اس کا عادی ہونے لگا ہے تو ذرا یونہی اپنی اہمیت کا اندازہ لگانے کی خاطر پورا ایک دن لیپ ٹاپ کو اگنور کیے رکھا۔

مگر اس روز دائم کی بے چینی دیدنی تھی۔ سارا دن شیزانہ علی نے کوئی میسج نہیں کیا تھا۔ اسی صدمے سے اور اسی پریشانی میں سوچ سوچ کر آج دائم کا سر تن بھر کا ہو چلا تھا۔ حسب معمول وہ بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگا کر گود میں لیپ ٹاپ رکھے بیٹھا تھا مگر آج نہ تو چہرے پر مسکراہٹ تھی اور نہ ہی انگلیوں میں وہ برق رفتاری کہ جس کی مدد سے وہ شیزانہ علی کے طویل مگر دلچسپ میسج کے جوابات دیتا۔

رخشی نے آنکھوں پر سے کشن ہٹا کر اس کی اوٹ سے دائم کے تاثرات کا جائزہ لیا۔

بار بار بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ گہری سانس لیتا اور پھر کچھ لکھنے لگتا آخر تنگ آ کر اس نے زور دار طریقے سے لیپ ٹاپ بند کر کے سائیڈ ٹیبل پر پٹخا اور رخشی کو جھنجوڑ ڈالا جو اس کے سامنے گہری نیند میں ہونے کی کامیاب اداکاری کررہی تھی۔

''اوہ! کیا ہے دائم' یہ کوئی طریقہ ہے جگانے کا۔'' آنکھوں پر زبردستی نیند طاری کرتے ہوئے اس نے ایک بھرپور جماہی لی۔

''جب آرام سے کام کررہا ہوتا ہوں تو تم سر کھا جاتی ہو آج پریشان ہوں تو تم گھوڑے بیچ کر سو رہی ہو۔ مجھے تو یہ سمجھ نہیں آتی کہ اتنی نیند آخر تم لاتی کہاں سے ہو۔'' وہ مکمل طور پر جھنجلاہٹ کا شکار تھا۔

''کیا بیلنس شیٹ کمپلیٹ نہیں ہورہی ہے؟'' رخشی نے بڑی سادگی سے سوال پوچھا اور اس کی توقع کے عین مطابق وہ بھڑک اٹھا۔

''گولی مارو بیلنس شیٹ کو اور مجھے چائے بنا دو۔ بیڈ سے اٹھ کر کچھ دیر ٹہلنے کے بعد وہ صوفے پر آ بیٹھا۔

شانوں پر بکھرے بالوں کو سمیٹتے ہوئے رخشی نے کیچر میں جکڑا اور بیڈ سے اتر کر انگڑائی لینے کے بعد چائے بنانے کچن کی طرف جانے کے لیے دروازے کی طرف بڑھی۔

''اور ہاں چائے کے ساتھ نیند کی گولی بھی لے آنا۔'' پیچھے سے دائم نے آواز دی تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

❁ .... ❁ .... ❁

''ہیلو شیزی کہاں تھیں کل سارا دن' بہت مس کیا میں نے تمہیں، بھلا کوئی ایسے بھی کرتا ہے دوستوں کے ساتھ......؟''

دوپہر کے کھانے سے فارغ ہو کر رخشی جیسے ہی شیزانہ علی کے بطور آن لائن ہوئی چند سیکنڈز میں دائم نے میسجز کے ڈھیر لگا دیے۔

ہر میسج میں وہ یہ باور کرانے کی کوشش میں تھا کہ کل کا دن اس کی زندگی کا بدترین دن تھا۔ اپنی بے تابیوں کے قصے اس نے بڑی تفصیل سے لکھ بھیجے تھے یہ الگ بات تھی کہ اپنا شادی شدہ ہونا وہ مکمل طور پر چھپا گیا تھا۔

''ویسے ایک بات تو بتائیں دائم' اس وقت آپ ہیں کہاں آئی مین گھر میں یا آفس میں؟''

''گھر ہو یا آفس میرے لیے دونوں برابر ہی ہیں کیونکہ گھر میں بھی میں اکیلا ہوتا ہوں اور یہاں آفس روم میں بھی سب سے الگ بیٹھتا ہوں۔''

کی بورڈ پر دائم کی انگلیوں کی برق رفتاری قابل دید تھی۔

''اور آپ کی باقی فیملی۔''

شیزانہ کے پوچھنے پر دائم نے اسے اپنی زندگی کے بارے میں حرف بہ حرف سچ بتا دیا تھا نہیں بتایا تھا تو صرف اپنا اور رخشی کا تعلق۔''

''اور یہ بھی پہلی بار ہوا تھا کہ وہ شیزانہ کے پوچھے گئے ہر سوال کا جواب پوری ایمانداری سے دیتا۔ ورنہ ہر خاتون دوست کے لیے اس کے جوابات مختلف ہوتے۔ کیونکہ وہ سب اس کے لیے محض وقت گزاری کا مشغلہ تھا۔ جس کی باتیں بور کرنے لگتیں اسے اپنے دوستوں کی فہرست سے خارج کرنے میں وہ لمحہ بھر بھی نہ لگاتا۔ لیکن عجب اتفاق تھا کہ اب بات شیزانہ علی کی تھی جو بغیر کسی رکاوٹ کے چند ہی دنوں میں اس کے دل میں گھر کر گئی تھی۔

وجہ صرف اس کا معصومانہ انداز اور خوش مزاجی ہی نہیں تھا بلکہ جس انداز میں وہ اس کے لیے فکرمند ہوتی تھی اس انداز پر تو جیسے اس کا دل فدا ہی ہو جاتا۔

میں نے پریاں دیکھی ہیں
پربت کی اونچی چوٹیوں سے
وہ اڑ کر نیچے آتی ہیں
جھیل کے ساکن پانی میں
غوطہ خوری کرتی ہیں
پھیلا کر چودہویں رات کو پَر
وائلن پر ناچا کرتی ہیں
دن دھاڑے گلیوں میں
بے مقصد گھوما کرتی ہیں
پھر دریا کے نیلے پانیوں میں
وہ پاؤں دھونے آتی ہیں
دریا کنارے جب دیکھ لو ان کو
اور ہاتھ بڑھاؤ چھونے کو
وہ جادو کی چھڑی لہراتی ہیں
اور چُھو منتر ہو جاتی ہیں

نازسلوش ذشے......میر پور آزاد کشمیر

یہی سب وہ باتیں تھیں جو شادی سے پہلے اور پھر بعد کے اوائل وقت میں رخشی کا خاصہ ہوا کرتیں مگر پھر آہستہ آہستہ اسے دائم سے زیادہ زمانے کی فکر رہنے لگی اور یوں دائم اس سے کب کس چیز اور کس رویے کا خواہاں ہے یہ سب نظر انداز ہوتا گیا۔

ایک تو الگ گھر کے اخراجات اور پھر رخشی کا ہر وقت اسے اس بات کی یاد دہانی کروانا کہ فلاں بل کی تاریخ منسوخی یہ ہے فلاں تہوار پر اتنا خرچہ ہونے والا ہے گھر کا سودا سلف ختم ہونے کو ہے اور پھر اب وہ جانتا تھا کہ آج کل میں وہ اسے یہ بھی بتانے والی ہے کہ عید قرباں آن پہنچی ہے اور بکرا خریدنے پر اندازاً کتنا خرچہ ہوگا۔

رخشی اپنے تئیں بے شک درست ہوتی مگر دائم اس کی ان باتوں سے بے حد چڑ گیا تھا۔ اس سے محبت اب دائم کے دل میں ایسی طرح تھی جیسے گھر میں کوئی شوپیس لا کر

رکھا جائے مگر روز اس پر سے دھول مٹی صاف نہ کیے جانے پر گرد کی تہوں تلے وہ اپنی اصل خوب صورتی کھونے لگے۔

اور جب وہی سب باتیں جو وہ رخشی میں مستقل دیکھنا چاہتا تھا شیزانہ علی کی صورت میں نظر آئیں تو اس طرف جھکاؤ ایک فطری عمل تھا۔ جبھی آج اسے ایک فیصلہ کن میسج بھیجا۔ دائم نے آج تک شیزانہ سے اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں پوچھا تھا اور اس کے خیال میں اب اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔

❁……❁……❁

آج کا دن شروع تو یقیناً اپنے پرانے انداز میں ہی ہوا تھا۔ لیکن شاید اختتام کسی منفرد انداز میں ہونے کو تھا۔

شام میں آفس سے آنے کے بعد فریش ہو کر دائم آج لیونگ روم میں بڑے سکون سے بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا جہاں نیوز ریڈر مویشی منڈی میں جانوروں کے آسمان سے باتیں کرتے دام کی دہائی دے رہا تھا۔

دائیں اور بائیں دونوں اطراف کے پڑوسی قربانی کے جانور خرید کر لا چکے تھے اور اب انہیں نہلا دھلا کر گلی میں ٹہلایا جا رہا تھا۔ گلی میں داخل ہوتے ہوئے دائم نے یہ منظر دیکھا تو حیرت ہوئی کہ اس دفعہ ابھی تک رخشی نے اس آنے والے خرچے کا بگل کیوں نہیں بجایا۔

اس وقت بھی ٹی وی کی آواز سے زیادہ دونوں باہر سے آتی جانوروں کی آوازیں سن رہے تھے دائم منتظر تھا کہ وہ اسے قربانی کا جانور خریدنے کے لیے کہے مگر انتظار انتظار ہی رہا۔

"میرا خیال ہے اس دفعہ ہم قربانی نہ کریں۔"

وہ صرف اس کے جواب میں یہ سننا چاہتا تھا کہ کیوں دائم ہم قربانی کیوں نا کریں جبکہ ہماری استطاعت بھی ہے اور یہ جملہ تو اسے پتا تھا کہ وہ دو تین مرتبہ دہرائے گی کہ "اور پھر یہ بھی سوچو نا لوگ کیا کہیں گے سب کو تو ہماری مالی حیثیت کا اندازہ ہے ہی۔" لیکن ایسا نا ہونا تھا نا ہوا۔

"چلو ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی اس دفعہ نہیں تو اگلی دفعہ قربانی کرلیں گے۔" حیرت کا ایک پہاڑ گویا دائم پر آ پڑا تھا۔

"تم بتاؤ آج اتنے تھکے ہوئے کیوں لگ رہے ہو چائے بنا لاؤں؟" اس کے قریب بیٹھتے ہوئے رخشی نے ہاتھوں کو کنگھا بناتے ہوئے اس کے بال سنوارے۔

"وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن سب لوگوں کو ہماری مالی حیثیت کا بخوبی اندازہ ہے قربانی نا کی تو لوگ باتیں کریں گے۔"

"کرتے ہیں تو کرتے رہیں۔ ہماری مالی حیثیت کا تو ہمیں علم ہے نا کہ کئی بار تو ہم بل جمع کروانے کی ٹینشن میں لڑنے لگتے ہیں۔"

"نہیں وہ تو بس میں چڑ جاتا ہوں نا اس لیے ورنہ اللہ کا دیا بہت کچھ ہے رخشی ہمارے پاس۔"

"جانتی ہوں اور سب سے بڑھ کر تم جو ہو میرے پاس۔"

دائم بے یقینی کے عالم میں اسے دیکھ رہا تھا جب وہ اٹھی۔

"چائے لاتی ہوں اکٹھے پئیں گے اور ساتھ سارے دن کی باتیں بھی' ٹھیک ہے نا۔"

"او! شیور وائے ناٹ۔"

یہ سب آج کیا ہو رہا تھا یہ تو رخشی کا وہ رویہ تھا جو شادی کے اوائل دنوں کی یاد بن کر رہ گیا تھا۔ اب ایک بار پھر ایسے وقت میں اس پودے میں پھول نکلنا شروع ہوئے تھے جب وہ مایوس ہو کر بس اسے اکھاڑنے کو تھا کہ نیا پودا بھی زمین میں اب بس لگا ہی چاہتا تھا۔

اس شام رخشی نے دائم سے ڈھیروں باتیں کیں اپنے اور اس کے گھر والوں' دوستوں' یونیورسٹی کے دنوں اور پھر شادی تک کی۔ چائے کے دوران باتیں ہوتی رہیں تو دائم سے اس کے کچن میں جانے تک کا وقفہ برداشت نہ ہوا جبھی اس کے ساتھ باتوں میں مگن کچن سے برتن وغیرہ لا کر ٹیبل پر رکھے اور کھانے کے بعد رخشی اس کے ساتھ فوراً بیڈ روم میں چلی آئی۔ برتنوں کو محض سمیٹ کر دھونے کا

ارادہ اس نے صبح تک کے لیے ملتوی کر دیا تھا کیونکہ ہمیشہ یہی وہ وقت ہوتا جب وہ کچن صاف کرنے میں مگن ہوتی اور وہ کمپیوٹر آن کر کے اِدھر اُدھر چیٹنگ کرنے لگتا۔

"ویسے دائم لوگ سوشل ویب سائٹس پر اتنی دوستیاں کیوں کرتے ہیں۔ جنہیں نہ کبھی دیکھا نہ ملے ان کے ساتھ عشق و محبت کی تمام منزلیں طے کر کے شادیوں تک کیسے پہنچ جاتے ہیں اور…… اور کیا یہ شادیاں کامیاب ہوتی ہیں یا صرف ٹائم پاس؟" ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے فیس کریم لگاتے ہوئے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ دائم سے یہ سب پوچھ بیٹھی تھی۔

جواباً چور کی داڑھی میں تنکا کے مصداق دائم چوکنا ہو کر بیٹھ گیا تھا۔

"لڑکی بائی نیچر کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو لیکن اگر وہ ہر ایک کے ساتھ بے تکلفی سے ہنسی مذاق کرتی ہے تو چاہے اس کی شکل ظاہر نہ ہو مگر مثال تو اس کی ایک ٹشو پیپر جیسی ہی ہو گی نا کہ ضرورت کے وقت لوگ استعمال ضرور کریں گے مگر یوز کر کے پھینک دیں گے چاہے کتنا ہی مہنگا ہو اس ٹشو پیپر کو سنبھال کر رکھنے کی زحمت کوئی نہیں کرتا۔"

دائم کے ذہن میں شیزانہ کی ان دیکھی شبیہ ہیولا بن کر ابھری مگر سامنے موجود رخشی کے آگے آہستہ آہستہ اپنا وجود کھونے لگی۔

وہ جو کوئی بھی تھی اس کے لیے غیر تھی جس کے ساتھ کسی بھی قسم کا تعلق جوڑنے کی صورت میں وہ بہرحال رخشی کے سامنے مجرم قرار پاتا۔

وہ رخشی جس نے اس کے لیے لڑکی ہو کر اپنے گھر والوں سے ٹکر لی تھی اور پھر وہ آج تک جو کچھ بھی کرتی تھی اس میں انداز دلبرانہ نا سہی مگر تھی تو حقیقت۔ وہ اس کو ہر آنے والے اخراجات کے لیے پہلے سے مطلع کرتی تاکہ اچانک کسی کے سامنے ہاتھ نا پھیلانا پڑے۔ چیونٹیوں کی طرح وہ بھی موسم برسات کے لیے پہلے سے کچھ جمع کر لینے پر یقین رکھتی تھی۔

دائم نے ایک نظر رخشی کو دیکھا جو لیپ ٹاپ کے ساتھ چارجر کنکیٹ کر رہی تھی۔ رخشی جیسی بیویوں کی مثال تو رومال سی ہوتی ہے جنہیں لوگ ہمیشہ صاف ستھرا کر کے پاس رکھتے ہیں۔" نفس کے ہزار سر پٹخنے اور روزانہ رنگین ٹشو پیپر کی بہار دکھانے کے باوجود رخشی کے حق میں بڑی پرزور اپیل ہوئی تھی۔

"رہنے دو رخشی اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"کیوں بیلنس شیٹ……!"

"نہیں اب وہ بیلنس ہو گئی ہے۔" دائم اس کی بات کاٹتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

"اور جلدی کرو سو جائیں صبح بچھڑے نما بکرا بھی لانا ہے۔"

"لیکن ہم تو اس دفعہ قربانی نہیں کر رہے نا۔" رخشی حیران ہوئی۔

"جی نہیں' قربانی بھی کریں گے' شاپنگ بھی اور دل بھر کے تفریح بھی۔" دائم رخشی کے چہرے پر پھوٹتی خوشیوں کو لمحہ بہ لمحہ بڑھتے دیکھ کر بے حد خوش تھا۔

یوں بھی اس دفعہ دائم کے حصے میں دو قربانیاں کرنے کا شرف آیا تھا۔ جانور تو سنت ابراہیمی کی تقلید میں قربان کرنا ہی تھا۔ مگر دوسری قربانی اس نے اپنے نفس کی دی تھی۔ شیزانہ علی سے جس طرح ایک دم اس کی محبت پروان چڑھی تھی رخشی میں وہی کچھ پا کر اس نے ڈگمگا کر سنبھلنے میں لمحہ بھر سے زیادہ نہیں لگایا تھا۔

اور اب یقیناً دونوں مل کر زندگی میں آنے والی اس عید کو نہایت یادگار بنانے والے تھے تاکہ کہنے والے باآسانی کہہ سکیں عید مبارک……!

"اللہ آپ کو ایسی ہزاروں عیدیں دیکھنا نصیب فرمائے۔"

نادیہ فاطمہ رضوی

"پاگل ہوگیا ہوں میں تمہاری چاہت میں۔ پلیز سومل حیات مجھ پر رحم کرو میری بے بسی پر ترس کھاؤ' مجھے یوں مت ستاؤ میرے پاس آجاؤ اپنے دیوانے کو اتنا مت تڑپاؤ۔" آفاق خاور بناپیے ہی بہکتے ہوئے مدہوشی سے بولتا چلا گیا' جبکہ سومل حیات کا دل چاہا کہ ابھی اور اسی وقت پستول کوئی اس کے ہاتھوں میں تھمادے اور وہ چھ کی چھ گولیاں آفاق خاور کے کشادہ سینے میں پیوست کرکے ہمیشہ کے لیے پرسکون ہوجائے مگر آہ وہ ایسا نہیں کرسکتی تھی۔

سومل حیات نے ایک غصیلی نگاہ اس پر ڈالی جس نے اس کی زندگی کا چین واطمینان رخصت کردیا تھا۔ وہ اپنے اشتعال پر بمشکل قابو پاکر دانت پیستے ہوئے بولی۔

"مسٹر آفاق آپ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ آپ میرے ایم ڈی ہیں اور میں آپ کے آفس میں کام کرنے والی ورکر! آپ کی ان فضول باتوں نے میرے صبر کا پیمانہ لبریز کردیا ہے آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟ مجھے رسوا کرنا میرا تماشا بنانا یا پھر کچھ اور۔"

"میں سومل! میں......" آفاق خاور سومل کی بات پر انگشت شہادت اپنے سینے پر رکھ کر انتہائی بے یقینی کے عالم میں بولا۔

"میں تمہیں رسوا کروں گا! میں تمہارا تماشا بناؤں گا نہیں سومل حیات' تمہاری عزت پر کوئی حرف آئے اس سے پہلے میں اپنی جان دے دوں گا۔" آفاق خاور کے اس جذباتی انداز کو دیکھ کر سومل حیات نے حقیقی معنوں میں اپنا سر پیٹ ڈالا۔

"آپ مجھ سے عشق بگھارتے ہوئے شاید یہ بات بالکل فراموش کرجاتے ہیں کہ تین مہینے پہلے ایک انتہائی خوب صورت ویل ایجوکیٹڈ لڑکی سے آپ کی شادی ہوئی ہے اور میں نے سنا ہے کہ وہ آپ سے بہت محبت کرتی ہے اور شادی بھی غالباً آپ دونوں کی باہمی خوشی اور رضامندی سے ہوئی ہے۔" سومل حیات لفظوں کو چبا چبا کر بولی کہ شاید یہ سب کچھ سن کر ہی آفاق خاور کو کچھ شرم آجائے اپنے رویے پر شرمندہ ہوجائے' مگر نہیں! وہ تو چکنا گھڑا ثابت ہوا۔

"ہوں یاد ہے مجھے! سب جانتا ہوں میں اور جب بھی یہ بات سوچتا ہوں تو بے ساختہ خود کو ملامت کرنے لگتا ہوں کہ کاش! سومل حیات میری حیات مجھے ہادیہ سے شادی کرنے سے پہلے مل گئی ہوتی' مگر اب بھی اتنا مسئلہ نہیں ہے جانِ من! میں تمہیں کبھی بھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا' کوئی تکلیف نہیں دوں گا۔"
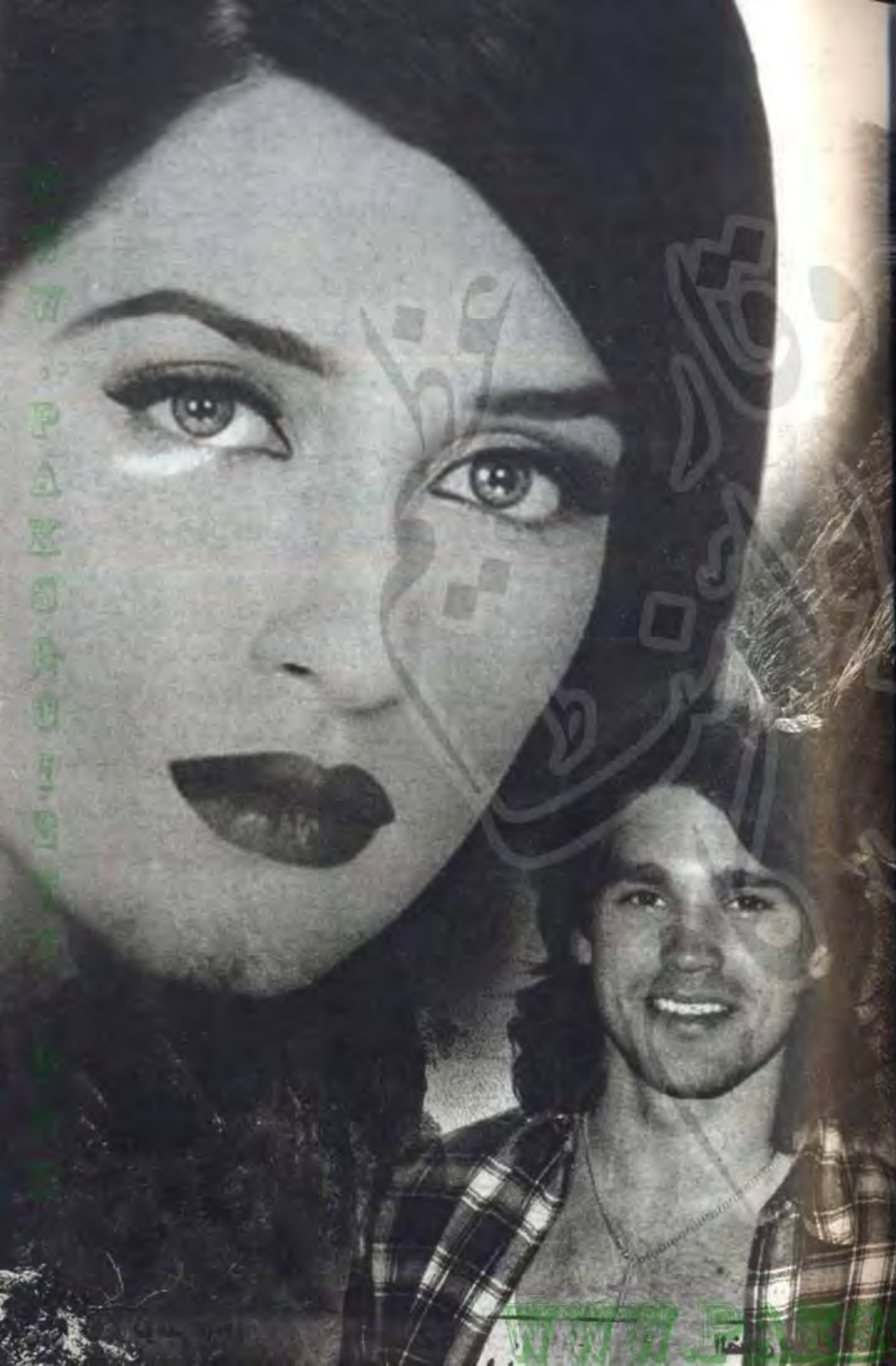
آخر آفاق خاور انتہائی ڈھٹائی سے بولا تو سویل حیات کا بری طرح خون کھول اٹھا۔

''آپ مجھے کیا سمجھ رہے ہیں آفاق صاحب! میں اس ٹائپ کی لڑکی ہرگز نہیں ہوں۔''

''جب ہی تو تمہیں میں شادی کی آفر کررہا ہوں۔'' سویل کے جملے پر وہ فوراً بولا۔

''اوہ مائی فٹ شادی! میں آپ سے شادی ہرگز نہیں کروں گی یہ بات آپ اچھی طرح سے اپنے دل و دماغ میں بٹھالیں اور اگر اب آپ نے مجھے مزید پریشان کرنے کی کوشش کی تو پھر مجھے مجبوراً خاور سر کو تمام بات بتانی پڑے گی کیونکہ آپ کی کمپنی سے کیے گئے کانٹریکٹ کے مطابق میں ایک سال سے پہلے یہ جاب نہیں چھوڑ سکتی، وگرنہ میں ایک لمحہ بھی نہ لگاتی۔'' سویل سپاٹ لہجے میں بولی۔

''اوکے! اگر تم بتانا چاہو تو بتا سکتی ہو مگر ڈیڈی تو آج کل سنگاپور میں ہیں ان کے آنے کا انتظار کرو یا پھر انہیں کال کرلو۔'' آفاق شانے اچکاتے ہوئے اتنے بے پروا انداز میں بولا کہ سویل کا منہ مارے حیرت و شاکڈ سے بے ساختہ کھل گیا مگر اگلے ہی پل اس نے جلدی سے اپنا منہ بند کیا اور بنا کچھ کہے میز پر رکھی فائل اٹھا کر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔

○✧○✧○

''ہائے سویل! تم کتنی خوش نصیب ہو ایک امیر کبیر ہینڈسم اتنا ڈیشنگ بندہ تم پر فدا ہے ارے یہ تو صرف افسانوں یا پھر فلموں میں ہوتا ہے۔ کاش ہم پر بھی کوئی مرتا۔'' نمرہ آخر میں ایک سرد آہ بھر کر بولی۔

''تم پاگل تو نہیں ہوگئیں نمرہ! وہ امیر کبیر انسان جس کی صرف تین مہینے پہلے مجھ سے بھی کہیں زیادہ خوب صورت لڑکی سے شادی ہوئی ہے، وہ بھلا مجھ سے کیوں محبت کرنے لگا۔ ارے وہ صرف اپنے کچھ لمحات کو رنگین بنانا چاہ رہا ہے اور بس......! سویل، نمرہ کو لتاڑتے ہوئے چڑ کر بولی

''تو تمہارا مطلب ہے وہ تم سے فلرٹ کررہا ہے۔'' نمرہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

''اس میں اس قدر علامہ بن کے سوچنے اور بولنے کی کیا بات ہے۔'' سویل نے نمرہ کو سوچ میں ڈوبا دیکھ کر تپ کر کہا۔

''ہاں میرے خیال میں تم ٹھیک ہی کہہ رہی ہو وہ امیر کبیر بندہ یقیناً تم سے فلرٹ ہی کررہا ہے اور پھر تم کون سی مس ورلڈ ہو جو وہ تم پر لٹو ہو کر اپنی حسین و جمیل بیوی کو بھلا بیٹھے۔'' نمرہ کی بات پر سویل کو بے ساختہ ہنسی آگئی۔

''ہوں مس ورلڈ تو نہیں مگر تجھ سے تو کہیں زیادہ خوب صورت ہوں۔'' سویل اتراتے ہوئے محض اسے جلانے کی غرض سے بولی تو نمرہ واقعی تلملا گئی۔

''آئینے میں غور سے اپنی شکل دیکھی ہے، بھوری بلی، پھیکا شلجم ہونہہ۔''

''مگر شلجم پھیکا کہاں ہوتا ہے، نمکین ہوتا ہے۔ مجھے تو بہت پسند ہے خاص طور پر شلجم گوشت۔'' سویل بات کہیں سے کہیں لے گئی تو نمرہ ہنسنے لگی پھر اچانک ذہن میں کچھ آیا تو فوراً بولی۔

''اچھا مجھے ایک بار اپنے نئے باس کا دیدار تو کرادو! دیکھوں تو وہ کتنا کمینہ دل پھینک انسان ہے کہ شادی کے فوراً بعد ہی فلرٹ کرنا شروع کردیا۔''

''کیوں کیا وہ کوئی سرکس کا جانور ہے جسے دکھانے میں تمہیں اپنے آفس لے کر چلوں۔ واقعی نمرہ کبھی کبھی تمہاری عقل پر مجھے شبہ ہونے لگتا ہے۔'' سویل آخر میں افسوس سے بولی۔

''میری عقل پر افسوس بعد میں کرلینا پہلے کچن میں چلو اچھی سی چائے بنا کر پیتے ہیں۔'' نمرہ برا مانے بغیر بستر سے اٹھتے ہوئے بولی تو سویل بھی اس کے ہمراہ کمرے سے نکل کر کچن کی جانب چل دی۔

○✧○✧○

سویل حیات کا تعلق ایک مڈل کلاس گھرانے سے تھا۔ چھ سال پہلے اس کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا تھا۔ آمدنی کا واحد ذریعہ گھر کا کرایہ تھا جو اس دور میں انتہائی ناکافی تھا۔ سویل کے والد ایک پرائیویٹ اسکول میں پرنسپل تھے انہوں نے اچھے وقتوں میں ایک متوسط علاقے میں یہ گھر بنوالیا تھا اور اوپر کا پورشن کرائے پر دے دیا تھا۔ جب تک وہ زندہ تھے گزر بسر معقول طریقے سے ہورہی تھی مگر اب زندگی کی گاڑی کھینچنا دشوار تھا۔ روز بہ روز بڑھتی مہنگائی اور وسائل کی کمی کی وجہ سے اسے اپنی اور ماں کی کفالت کے لیے گھر سے نکلنا پڑا۔ نمرہ سویل کے گھر کے اوپری پورشن میں بطور کرائے دار تقریباً دس سال سے رہ رہی تھی۔ نمرہ اور سویل دونوں بہت اچھی اور گہری سہیلیاں بھی تھیں۔ نمرہ سے چھوٹی بہن ثمرہ تھی، دونوں گھرانوں میں بہت میل جول تھا۔ سویل اور نمرہ دونوں ہر بات ایک دوسرے سے شیئر کیا کرتی تھیں۔ نمرہ کل رات ہی فیصل آباد سے اپنے چچا زاد بھائی کی شادی اٹینڈ کرکے تقریباً ایک ماہ بعد گھر آئی تھی اور ایک مہینے پہلے ہی آفاق خاور نام کی مصیبت سویل حیات پر نازل ہوئی تھی۔ اسے ایک اچھی کمپنی میں معقول جاب مل گئی تھی۔ اس کے باس خاور اسحاق ادھیڑ عمر کے بارعب و سنجیدہ انسان تھے، وہ ان دنوں بزنس ٹور پر گئے ہوئے تھے اور اپنی جگہ اپنے بیٹے آفاق کو بٹھا گئے تھے، جس کی کچھ ہی عرصہ پہلے شادی ہوئی تھی جب کہ ویسے پر انہوں نے اسٹاف کے لوگوں کو بھی مدعو کیا تھا، جس میں سویل بھی شامل تھی، اس نے ہادیہ اور آفاق کی جوڑی کو دیکھ کر چاند سورج کی جوڑی سے تشبیہ دی تھی، مگر اسے معلوم نہیں تھا کہ یہ سورج ہی اس کے پیچھے پڑ کر اسے جلانے اور پگھلانے کی کوشش کرے گا۔

○✧○✧○

آج ہادیہ اچانک آفس آدھمکی تھی اور سویل دل ہی دل میں بے حد مسرور تھی اور شکر ادا کررہی تھی کہ اس کی جان چھوٹ گئی۔ ورنہ آفاق خاور تمام وقت اسے بہانے بہانے سے اپنے روم میں بلاتا تھا۔ وہ آج پہلی بار آفس آئی تھی لہٰذا وہاج صاحب ہادیہ کو پورے آفس کا وزٹ کروا رہے تھے۔ ''میڈم یہ ہماری بہت محنتی ورکر ہیں مس سویل حیات۔'' وہاج صاحب ہادیہ کو لیے جب اس کے کیبن میں آئے تو سویل یکدم ہادیہ کو دیکھ کر مسکرا کر اپنی سیٹ سے اٹھی، بلیک جینز پر میرون شارٹ شرٹ پہنے گلے میں بلیک اسکارف لیے لائٹ سے میک اپ میں دلکش مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے وہ اسے پہلی ہی نگاہ میں بہت اچھی لگی۔ ''پلیز تشریف رکھیے نا مسز آفاق۔'' سویل انتہائی اخلاق سے بولی تو ہادیہ سہولت سے سیٹ پر براجمان ہوگئی۔

''ایکچولی میرا دل چاہ رہا تھا آفاق کا آفس دیکھنے اور آپ سب سے ملنے کا۔'' ہادیہ اپنی میٹھی آواز میں بولی تو سویل اس کی آواز کی دلکشی میں کھوسی گئی۔

''بہت اچھا کیا میڈم، آپ یہاں آئیں ہمیں واقعی آپ سے مل کر بہت خوشی ہورہی ہے آپ بہت سوئیٹ ہیں۔'' سویل اپنی عادت کے مطابق کھلے دل سے بولی تو ہادیہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''آپ سب بھی بہت اچھے ہیں مجھے بھی آپ لوگوں سے مل کر بہت اچھا لگا۔'' اسی دم آفاق غالباً ہادیہ کی تلاش میں وہاں آدھمکا، سویل نے یونہی آفاق کی جانب دیکھا جو اس پل بہت خاص و معنی خیز نگاہوں سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ اس نے تیزی سے نگاہوں کا زاویہ بدلا اور ہادیہ کی جانب متوجہ ہوگئی۔

''اوہ سوئیٹ ہارٹ تم یہاں بیٹھی ہو! چلو میرے روم میں، ہمارا کھانا ٹھنڈا ہورہا ہے۔'' آفاق خاور انتہائی لگاوٹ بھرے لہجے میں بولا تو ہادیہ اسے بائے کہہ کر آفاق کے ہمراہ کیبن سے نکل گئی۔ ان کے پیچھے وہاج صاحب بھی لنچ کی غرض سے چل دیئے جب کہ سویل وہیں بیٹھی بہت دیر تک ہادیہ اور آفاق کے بارے میں سوچے گئی۔

○✧○✧○

''ہوں تو پھر کیا سوچا ہے تم نے یہ آفاق خاور کی ہمتیں تو دن بہ دن بڑھتی جارہی ہیں۔ مجھے تو لگتا ہے کہ

اس نے تمہیں اپنی انا کا مسئلہ بنالیا ہے۔" آج کی تمام رو داد سونل کی زبانی سن کر نمرہ پرسوچ انداز میں بولی۔

"ہونہہ مائی فٹ......! وہ سمجھتا ہے کہ اس طرح کی گھٹیا حرکتیں کر کے وہ مجھے زیر کرلے گا‘ مگر ایسا تو قیامت تک نہیں ہوگا۔" سونل انتہائی چڑ کر بولی پھر نمرہ کا لایا ہوا شربت کا گلاس ٹرے سے اٹھا کر ایک ہی سانس میں چڑھا گئی۔

"ریلیکس سونل شربت کہیں بھاگا نہیں جارہا تھا۔" نمرہ اس کا موڈ درست کرنے کی غرض سے شرارت سے بولی تو سونل بے ساختہ مسکرادی اسی اثناء میں ثمرہ کمرے میں داخل ہوئی۔

"باجی آپ کا فون آیا ہے فیصل آباد سے۔" یہ سنتے ہی نمرہ جلدی سے بستر سے اٹھ کر باہر لپکی تو سونل ثمرہ سے باتوں میں لگ گئی۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد نمرہ صاحبہ انتہائی سرشاری سے دوبارہ کمرے میں آئی تو سونل نے اسے بڑی خاص نگاہوں سے دیکھا۔ ثمرہ کے جاتے ہی اس نے نمرہ کو جالیا۔

"ہوں کیا بات ہے بھئی آج کل فیصل آباد سے بڑے فون آرہے ہیں اور وہ بھی صرف آپ کے لیے۔" اس نے لفظ "آپ" کو کھینچ کر کہا تو نمرہ جھینپ گئی۔

"وہ......وہ دراصل چچانا......" نمرہ ہڑبڑا کر بولی۔

"ہاں ہاں بولو بیٹا چچا کے بیٹے نا......"

"افوہ میں نے فواد کا نام کب لیا۔" نمرہ بے ساختہ بولی پھر یکدم زبان کو بریک لگایا تھا مگر اصل بات تو بڑی روانی سے نکل کر سونل کے کانوں تک پہنچ گئی تھی۔

"شاباش یعنی فواد میاں کے فون آنے لگے ہیں اور تم نے مجھے ابھی تک کچھ نہیں بتایا۔" سونل دانت پیس کر بولی تو نمرہ کھسیانی ہوگئی۔

"ارے پاگل! ایسی ویسی کوئی بات نہیں صرف تیسری بار ہی تو فون آیا ہے۔"

"اچھا مگر میں نے یہ تو نہیں پوچھا کہ کوئی ایسی ویسی بات ہے۔" سونل آنکھیں مٹکا کر بولی تو نمرہ نے بستر پر دھرا تکیہ اس کے سر پر دے مارا جب کہ سونل ہنستی چلی گئی۔

"اچھا اب مجھے پوری بات بتاؤ یہ فواد کا فون تین بار تمہارے لیے کیوں آرہا ہے۔"

"یہ تو مجھے خود نہیں معلوم! بس خیر خیریت پوچھتے ہیں‘ مجھے خود عجیب لگ رہا ہے کہ وہ صرف مجھ ہی سے کیوں بات کرتے ہیں۔" سونل کے استفسار پر نمرہ گلنار چہرے کے ساتھ بولی۔

"تمہارے موبائل پر کال کیوں نہیں کرتے؟ تم سے نمبر مانگا؟" سونل نے کچھ سوچ کر دوسرا سوال داغا۔

"ہاں یہاں آتے وقت ان کے مانگنے پر میں نے اپنا موبائل نمبر دیا تھا......مگر تمہیں تو معلوم ہے نا کہ موبائل کا جھنجٹ‘ اسے سنبھالنا میرے بس کی بات نہیں ہر بار بیٹری ڈاؤن ہونے کی وجہ سے انہوں نے گھر کے نمبر پر فون کیا۔" نمرہ تفصیلاً بولی۔

"ہوں......! اب تم ذرا اپنے موبائل کا خیال رکھو اسے آن بھی کرو تاکہ معلوم ہوسکے کہ فواد صاحب کس مقصد سے اپنی کزن کو فون کررہے ہیں۔" سونل آج کل کے لڑکوں کی حرکتوں سے کافی حد تک واقف ہوچکی تھی‘ کم عمری میں باپ کا سایہ سر پر سے اٹھ جانا اور رشتے داروں کی بے اعتنائیوں نے اسے زندگی کے ان چہروں سے روشناس کرادیا تھا جس سے نمرہ جیسی معصوم و نازک لڑکی بالکل ناواقف تھی اور وہ یہ ہرگز نہیں چاہتی تھی کہ کوئی بھونرا اس نازک سی کلی پر بیٹھ کر اپنا مقصد پورا کر کے اسے ریزہ ریزہ ہونے پر مجبور کردے۔

"ٹھیک ہے باس آپ جیسے کہیں گی میں ویسا ہی کروں گی۔" نمرہ مؤدبانہ انداز میں ہلکا سا سر جھکا کر بولی تو سونل نے اسے بغور دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"وعدہ کرو......میں جیسا کہوں گی تم ویسا ہی کروگی۔"

"ہاں میری جان تم میری سہیلی ہی نہیں میری بہن بھی ہو۔" نمرہ خلوص سے بولی تو سونل کا دل جیسے ہلکا پھلکا ہوگیا۔

وہ ابھی آفس میں آدھا گھنٹہ پہلے ہی آئی تھی اور آتے ہی کام میں جت گئی تھی کہ معاً اس کی کولیگ علینہ اس کے پاس چلی آئی۔ سونل نے فائل سے سر اٹھا کر اسے دیکھا تو وہ کافی بجھی بجھی سی نظر آئی۔

"کیا ہوا علینہ؟ کوئی کام ہے کیا؟ آج صبح ہی صبح میری یاد کیونکر آگئی۔"

"ہوں......نہیں کوئی کام نہیں۔" علینہ سونل کی بات پر سنجیدگی سے بولی تو سونل نے فائل بند کر کے اسے بغور دیکھا۔

"یہاں بیٹھو! اور وہ مسئلہ بتاؤ جس کی وجہ سے تم پریشان ہو۔" سونل کا اتنا کہنا تھا کہ علینہ کی آنکھوں سے موٹے موٹے آنسو گرنے لگے۔

"ارے ارے یہ اداس فلموں کی ہیروئن بننے کو تمہیں کس نے کہہ دیا آؤ یہاں بیٹھو۔" سونل جلدی سے اپنی سیٹ سے اٹھ کر اس کی طرف لپکی اور بازوؤں سے پکڑ کر کرسی پر ٹکادیا۔

"سونل مجھے محمد علی بہت اچھا لگتا ہے‘ میں......میں اس کے بنا جی نہیں سکتی سونل۔"

"آئیں محمد علی......ہاں وہ تو مجھے بھی بہت پسند ہے۔" اچانک علینہ کے بولنے پر سونل بھی جھٹ سے بولی تو علینہ کو ہزار واٹ کا کرنٹ لگا۔ وہ بل کھا کر کرسی سے اٹھی اور آنکھوں میں حیرت‘ حسد اور ناگواری کے تاثرات سمیت اچنبھے سے بولی۔

"تمہیں بھی محمد علی پسند ہے؟ سونل مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی‘ ارے اپنی ہی دوست کے حق پر ڈاکہ ڈالا‘ کیا پوری دنیا میں تمہیں صرف محمد علی ہی دکھائی دیا۔"

سونل نے انتہائی غائب دماغی کے عالم میں اسے دیکھا۔ "تو اس میں برائی کیا ہے صرف میں ہی نہیں بلکہ ہزاروں لڑکیاں محمد علی کو پسند کرتی ہیں۔" سونل کے انکشاف پر علینہ نے تکلیف دہ انداز میں اپنے کانوں پر ہاتھ رکھا۔

"خدا کے واسطے خاموش ہوجاؤ سونل! مگر ایک بات میری کان کھول کر سن لو اگر محمد علی مجھے نہ ملا تو میں زندہ نہیں رہ پاؤں گی‘ مرجاؤں گی۔"

"مگر محمد علی تو مرچکا ہے‘ میرا مطلب ہے کہ انہیں دنیا سے گئے ہوئے کئی برس گزر چکے ہیں۔" سونل علینہ کے اس قدر جذباتی انداز کو حیرت سے دیکھتے ہوئے بمشکل بولی۔

"سونل آئی کل یو......! خبردار جو کوئی الٹی سیدھی بات تم نے میری محبت کے لیے نکالی‘ میں ابھی ابھی اسے اکاؤنٹ سیکشن میں دیکھ کر آرہی ہوں۔" وہ تلملا کر بولی تھی اور جب بات سونل کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سمجھ میں آئی تو حقیقی معنوں میں اس نے اپنا سر پیٹ ڈالا۔

"اوہ میں تو اداکار محمد علی کو سمجھی۔ علینہ تم مجھے کھل کر بتا نہیں سکتی تھیں۔" وہ الٹا اس پر ہی الٹ پڑی۔

"مجھے کیا معلوم تھا کہ تم فلم اسٹار محمد علی کے پاس جا پہنچی ہو۔" علینہ چڑ کر بولی البتہ غلط فہمی دور ہونے پر اس کی جان میں جان آگئی۔

"یار دراصل کل رات میں امی کے ساتھ محمد علی اور شمیم آرا کی فلم دیکھ رہی تھی۔ شاید اسی وجہ سے دماغ......" سونل کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے بولی پھر کچھ یاد آنے پر استفسار کیا۔

"اصل معاملہ بتاؤ۔"

"سونل کل میرے گھر میرا رشتہ آیا ہے‘ اور میرے گھر والوں کو وہ رشتہ پسند بھی آگیا ہے مگر میں محمد علی کے سوا کسی اور کو اپنا جیون ساتھی بنانے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔" علینہ روہانسی ہوکر بولی‘ علینہ اور محمد علی میں کافی دوستی تھی‘ دونوں اکثر ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارا کرتے تھے۔ علینہ نے تو سونل کے سامنے اپنے دل کی حکایت بیان کردی تھی مگر محمد علی کے دل میں کیا ہے......اس سے دونوں ہی انجان تھیں۔

"ٹھیک ہے میں آج ہی لنچ بریک پر محمد علی سے بات کرتی ہوں۔"

"اوہ سونل تم کتنی اچھی ہو۔" سونل کے حوصلہ افزا جواب پر علینہ خوشی سے اس کے گلے لگ کر بولی تھی۔

○❖○❖○

''ہوں تو آج کل تم Match making کررہی ہو۔ مگر پلیز اپنے اس دیوانے کا بھی تو کچھ خیال کرو' نا' تمہاری ایک نگاہ التفات کے انتظار میں میں کہیں شہید ہی نہ ہوجاؤں۔'' آج محمد علی نے علینہ کے ساتھ اپنا رشتہ پکا ہوجانے کی خوشی میں پورے اسٹاف کو مٹھائی کھلائی تھی اور اس کا سارا کریڈٹ سومل کو دیا تھا۔ وہ بھی علینہ کو دل وجان سے پسند کرتا تھا' مگر علینہ کی حیثیت کے مقابلے میں کم تر ہونے کی بدولت آگے بڑھنے میں ہچکچاتا تھا۔ سومل نے محمد علی کا مقدمہ علینہ کے والدین سے دو پیشیوں میں لڑ کر جیت لیا تھا۔ علینہ اور محمد علی دونوں بہت خوش تھے اور سومل کے احسان مند بھی' آفاق خاور کی بات پر سومل حیات کا دماغ بری طرح جھنجنا اٹھا تھا۔

''آفاق صاحب یہ آپ کی شخصیت کو زیب نہیں دیتا کہ آپ سڑک چھاپ لڑکے کی طرح سطحی لفظوں کا استعمال کریں۔

''شٹ اپ سومل حیات اپنی اوقات میں رہو۔'' سومل کے شعلہ جملے اور برف جیسے لہجے کو سن کر آفاق تلملا ہی گیا۔

''میں اپنی اوقات میں ہی ہوں سر! مگر شاید آپ اپنے منصب سے نیچے آرہے ہیں۔'' ایک بار پھر سومل نے اسے بری طرح سلگا دیا۔

''سومل حیات تم جانتی ہو کہ اس وقت تم کس سے بات کررہی ہو بزنس ٹائیکون آفاق خاور سے! جس کے قدموں میں تم جیسی معمولی لڑکیاں روز آتی ہیں مگر......! آفاق خاور ان کی جانب ایک نگاہ بھی ڈالنا گوارا نہیں کرتا' کیونکہ...... میں صرف تمہیں چاہتا ہوں' سنا تم نے' سومل حیات صرف تمہاری خواہش ہے مجھے۔'' بولتے بولتے آخر میں آفاق رومانوی انداز میں بولا تو مارے گھبراہٹ کے کمرا یخ بستہ ہونے کے باوجود سومل کی ہتھیلیوں اور ماتھے سے پسینہ پھوٹ پڑا۔

''مم...... میں چلتی ہوں۔'' سومل جلدی سے بول کر تقریباً لپک کر دروازے کی جانب بڑھی اور پھر تقریباً آدھا گھنٹہ اپنے حواس بحال کرنے میں لگے' مگر ایک بھاری بوجھ اس کے دل ودماغ میں چھایا رہا۔

○❖○❖○

وہ آفس سے تھکی ہاری گھر آئی تو امی کو بہت خوش پایا' اس سے پہلے کہ وہ ان سے اس کا سبب جانتی' انہوں نے خود بتادیا۔

''آج تمہارے بڑے ماموں آئے تھے انوشہ کی شادی کا کارڈ لے کر۔'' انہوں نے بڑی محبت سے اپنی بھتیجی کا نام لیا' مگر سومل اس وقت امی کے سامنے بناوٹ بھی نہیں کرسکی۔

''امی میرے سر میں بہت درد ہورہا ہے۔ میں تھوڑا سا آرام کرنا چاہتی ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھی تو عقب سے امی کی تشویش زدہ آواز ابھری۔

''بیٹا! درد زیادہ تو نہیں ہے۔ میں تمہارے سر کی مالش کردوں؟'' ماں کی شفقت وحلاوت محسوس کرکے سومل کے اندر چاندی جیسی ٹھنڈک اترتی چلی گئی۔

''نہیں امی اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے معمولی سا درد ہے' تھوڑا سا سوجاؤں گی تو ٹھیک ہوجائے گا۔'' وہ نرمی سے بولی تھی۔

○❖○❖○

نمرہ چہرے پر تفکر والجھن کے رنگ سجائے سومل کے سامنے بیٹھی تھی۔ جب کہ سومل سوچ کے ساگر میں ڈبکیاں لگارہی تھی۔

''ابھی تک کچھ سوچا یا نہیں...... پچھلے دو گھنٹے سے تم آئن اسٹائن بنی نجانے کیا کیا سوچے جارہی ہو۔'' نمرہ سے مزید خاموشی برداشت نہیں ہوئی تو کوفت زدہ انداز میں سومل سے بولی' سومل اپنے دھیان سے چونکی۔

''ہوں تو فواد تمہیں تقریباً روز فون کررہا ہے اور کچھ دنوں میں وہ یہاں کراچی بھی آنے والا ہے' کیونکہ اس کی کمپنی نے اس کا ٹرانسفر یہاں کردیا ہے...... مگر ابھی تک اس نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ وہ تمہیں روز فون کیوں کرتا ہے۔''

''سومل یہ جملہ تم چوتھی بار اس وقت دہرا رہی ہو' اب اس سے آگے بھی کچھ پھوٹو۔'' نمرہ دانت پیس کر بولی۔

''اس کا صرف ایک ہی حل ہے کہ سیدھے سبھاؤ فواد سے بات کی جائے۔ بھئی میاں......! آخر کیا بیماری ہے تمہیں کہ تم روز نمرہ کو فون کرتے ہو' کمپنی کی طرف سے خوشی خوشی کراچی بھی آرہے ہو! مگر یہاں نہیں ٹھہرو گے بلکہ دوست کے ساتھ ایک فلیٹ شیئر کروگے۔'' سومل آستینیں چڑھا کر اتنے جارحانہ انداز میں بولی کہ نمرہ ڈر سی گئی۔

''پاگل ہوگئی ہو کیا تمہیں سلطان راہی بننے کو کوئی نہیں کہہ رہا سمجھیں۔''

''نمرہ یہ معاملہ بہت حساس ہے! اور یہ بات کسی طور درست نہیں کہ فواد تمہیں آئے دن فون کرتا رہے تم نے بتایا نا کہ چچی نے اپنے بچوں کے رشتے اپنی پسند سے کیے ہیں۔ یار میں نہیں چاہتی مفت میں تم کوئی غم پال لو۔'' سومل سنجیدگی سے بولی تو نمرہ مضمحل سی ہوگئی۔

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو سومل' یہ حقیقت ہے کہ مجھے فواد سے باتیں کرنا اچھا لگتا ہے۔ جانے انجانے کوئی سپنے کا جگنو تنہا رات میں میری آنکھوں میں جگمگانے لگتا ہے مگر...... سومل میں جانتی ہوں کہ محبت کتنی ظالم ہوتی ہے' جیتے جی مار ڈالتی ہے۔ قطرہ قطرہ انسان کو پگھلا دیتی ہے۔ پلیز مجھے اس محبت کے زہر سے بچالو۔'' نمرہ گہری سنجیدگی سے بولی تو سومل نے اسے بغور دیکھا۔

''تم نے تو محبت کو ڈینگی وائرس سمجھ لیا ہے۔ اب اتنی خطرناک بھی نہیں ہوتی محبت۔'' سومل پُرمزاح انداز میں بولی پھر اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

''تم فکر مت کرو فواد کو بس کراچی آنے دو۔ میں خود آفس جاکر اس سے ڈائریکٹ بات کروں گی۔''

''مگر سومل کیا یہ ٹھیک ہوگا...... میں ایک لڑکی ہوکر خود سے پیش قدمی کروں۔''

''ارے پاگل یہ پیش قدمی تھوڑی ہوئی' بس تمہارے ان قدموں کو فی الفور روکنا ہے' جو فواد کی محبت کی جانب اٹھ چکے ہیں۔'' سومل ہلکے پھلکے انداز میں بولی تو نمرہ نے اسے محبت پاش نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''سومل تم بہت اچھی ہو میں بہت خوش نصیب ہوں کہ اللہ نے اتنی اچھی بہن اتنی قیمتی سہیلی مجھے عنایت کی۔''

''اچھا بس زیادہ مکھن لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' سومل ہنس کر بولی۔

○❖○❖○

شاندار سے آفس کے ایک روم کے دروازے کے باہر فواد احمد کے نام کی پلیٹ دیکھ کر اس نے دھیرے سے دروازے پر دستک دی۔

''یس'' کی آواز پر وہ پورے اعتماد کے ساتھ اندر داخل ہوئی بالکل نگاہوں کے سامنے کرسی پر غالباً فواد احمد براجمان تھا۔ بلیک پینٹ اور گرے شرٹ پر گرے ٹائی اور بلیک واسکٹ پہنے وہ سومل حیات کو پہلی ہی نگاہ میں متاثر کرگیا۔ ذہین چمکدار آنکھوں پر نظر کا فریم لیس گلاس لگائے وہ کافی ڈیشنگ اور سوبر لگا۔ اس نے جیسے ہی اپنی سحر انگیز سوالیہ نگاہیں سومل کے صبیح چہرے پر ڈالیں تو وہ خواہ مخواہ میں پزل سی ہوگئی۔ اور خود ہی سامنے دھری کرسی پر بیٹھ کر جلدی سے بولی۔

''جی میرا نام سومل حیات ہے۔''

''یہاں آنے کی وجہ......؟'' وہ دوٹوک انداز میں بولا تو سومل مزید گڑبڑا گئی۔

''وہ...... وہ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔''

''جی......'' آپ غالباً دو منٹ پہلے ہی میرے سامنے بیٹھی ہیں اور آپ کو اتنی جلدی خوشی بھی ہوگئی۔'' اتنا روکھا اور بدمزا جواب سن کر سومل حیات کا حلق پوری طرح کڑوا ہوگیا۔

''پلیز اپنے آنے کی وجہ بتائیے میرا وقت بہت قیمتی ہے۔'' اس جملے پر سومل کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

''اف اتنا بدمزاج اور بداخلاق ہے نمرہ کا کزن۔'' سومل بے ساختہ دل میں بولی پھر جلدی سے خود کو سنبھال

کراس نے کہا۔

"میں سول ہوں، نمرہ کی سہیلی! نمرہ میری صرف سہیلی ہی نہیں بلکہ بہن ہے، نمرہ ہمارے گھر کے اوپر کے پورشن میں رہتی ہے اور......!"

"نمرہ سے آپ آگے بڑھیں گی بھی یا نہیں اور اس سلسلے میں، میں کیا کرسکتا ہوں کہ نمرہ آپ کی سہیلی ہے! آپ پلیز پوائنٹ پر آیئے۔" وہ شخص انتہائی ناگواری سے سول کی بات درمیان میں قطع کرکے بولا تو سول کا دل چاہا کہ اس بداخلاقی پر اس انسان کا گلا ہی دبا ڈالے مگر فی الفور اس نے اپنے جذبات پر کنٹرول کیا۔

"دیکھیے میں آپ سے صرف یہ جاننے آئی ہوں کہ آپ نمرہ کو روز فون کیوں کرتے ہیں؟ اسے اکثر میسج بھی کرتے ہیں آپ پلیز......"

"آپ نمرہ کی وکیل بن کر آئی ہیں......؟" اس نے ایک بار پھر اس کی بات کاٹی، سول کی زبان گویا تالو سے جا لگی۔

"فواد صاحب اگر آپ نمرہ میں دلچسپی رکھتے ہیں تو سیدھے طریقے سے اپنے گھر والوں کو بھیجئے یہ طریقہ درست نہیں ہے کہ......"

اچانک دروازے پر دستک دے کر ایک معقول سا نوجوان اندر آیا۔

"سر آپ کے کمرے کا اسپلٹ الیکٹریشن نے ٹھیک کردیا ہے اب آپ وہاں جاسکتے ہیں۔" نووارد کی بات سن کر وہ تیزی سے اٹھا۔

"اوکے...... مسٹر فواد! یہ شاید آپ کی گیسٹ ہیں۔ مگر لگتا ہے انہیں ذرا علاج کی ضرورت ہے۔" یہ جملہ سن کر سول کرسی سے یوں اچھلی جیسے کوئی جانور دیکھ لیا ہو، جبکہ فواد نا سمجھی والے انداز میں سول کو دیکھنے لگا چند ثانیے کے لیے سول گم سم سی رہ گئی۔

"جی میڈم ایم سوری میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔" وہ شخص جا چکا تھا۔ اب فواد اپنی کرسی پر بیٹھا بڑے مہذب انداز میں سول سے استفسار کررہا تھا۔ سول نے بمشکل خود کو سنبھال کر تیزی سے کہا۔

"میں سول ہوں نمرہ کی سہیلی۔"

"اوہ آپ نمرہ کی سہیلی ہیں! پلیز یہ بتایئے کیا لیں گی آپ! میں کولڈ ڈرنک منگواتا ہوں۔" یہ سنتے ہی فواد نے اس کا جواب سنے بغیر ہی انٹرکام پر دو کولڈ ڈرنک لانے کو کہا پھر بڑی خوش دلی سے اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"جی سول صاحبہ! یہاں کیسے آنا ہوا؟"

"فواد صاحب میں دراصل آپ سے نمرہ کے متعلق بات کرنے آئی تھی۔ پھر وہ سہولت سے تمام بات فواد کے گوش گزار کرگئی۔ فواد بڑی سنجیدگی اور خاموشی سے سب سنتا رہا۔

"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں سول! مگر میرا یقین کیجیے میں نمرہ کے لیے اپنے دل میں بہت پرخلوص جذبات رکھتا ہوں اور اسے اپنی زندگی میں شامل بھی کرنا چاہتا ہوں لیکن میری والدہ فی الحال اس بات پر راضی نہیں ہورہی ہیں اور ابو انہیں منانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ میں چاہتا تھا کہ جب امی راضی ہوجائیں تب ہی میں نمرہ کو اپنے جذبوں سے آشنا کروں۔" فواد کی بات پر سول خوش ہونے کے ساتھ ساتھ مطمئن بھی ہوگئی کہ یہ شخص اس کی سہیلی کے دل سے کھیل نہیں رہا...... مگر ابھی ان کے ملن کے درمیان ظالم سماج موجود تھا۔ اسی اثناء میں چپراسی کولڈ ڈرنک کی ٹرے لیے کمرے میں داخل ہوا اور جونہی ٹرے میز پر دھری سول نے بلاتامل گلاس اٹھالیا کیونکہ اس سمے اس کے حلق میں پیاس کے مارے کانٹے اگ آئے تھے۔

"آپ دونوں پلیز مجھ پر بھروسہ رکھیے میں جلد ہی اپنی امی کو منالوں گا۔" فواد عزم سے بھرپور مضبوط لہجے میں بولا تو سول نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلا دیا۔

○❖○❖○

وہ گرجنے کے ساتھ ساتھ سول پر پوری طرح برس بھی رہا تھا۔ جبکہ پورا اسٹاف دم بخود یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ آج تک کسی نے آفاق خاور کو اس قدر غصے اور اشتعال میں نہیں دیکھا تھا اس پل کسی کو بھی آفاق خاور کو روکنے کی ہمت نہ ہوئی، آخر وہ ان کا باس تھا، جب کہ سول ہونٹوں کو سختی سے بھینچے نگاہیں پوری طرح میز پر گاڑے اپنے ضبط کو آزما رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ آخر اس کے کمپیوٹر سے وہ ڈیٹا کیسے Delet ہوگیا تھا۔ جسے تیار کرنے میں اس نے دو دن صرف کیے تھے۔

"مس سول اب اسٹیچو کی طرح کیوں کھڑی ہیں ابھی اور اسی وقت دوبارہ ڈیٹا تیار کرنا شروع کیجیے اور شام تک مجھے ہر حالت میں پورا کام چاہیے! آپ کو معلوم ہے نا کہ کل صبح کی میٹنگ اس کمپنی کے لیے کتنی امپورٹنٹ ہے۔" ایک بار پھر مشتعل و کرخت آواز سول کی سماعتوں سے ٹکرائی تو اس کا سر مزید جھک گیا۔ جبکہ آفاق کے عقب میں کھڑے شخص نے پستہ رنگ کے لان کے سوٹ میں ملبوس لڑکی کو بہت غور سے دیکھا۔

"ارے تیمور تم......! تم کب آئے۔" اچانک ہی آفاق کی آواز میں تعجب پھر خوشی اتر آئی تھی۔

"سر آپ کے گیسٹ کچھ دیر پہلے ہی آئے تھے، میں آپ کو انفارم کرنا ہی چاہ رہی تھی مگر آپ......!" علینہ اتنا کہہ کر خود ہی خاموش ہوگئی۔

"آؤ میرے روم میں چلتے ہیں۔ آفاق جلدی سے بول کر اپنے مہمان کو کمرے کی جانب لے گیا تو آہستہ آہستہ پورا اسٹاف بھی اپنے کام کی جانب متوجہ ہوگیا صرف علینہ سول کے پاس کھڑی رہی جو ابھی تک اسی پوزیشن میں کھڑی تھی۔

"سول پلیز ریلیکس ہوجاؤ نجانے آج سر اینگری مین کیسے بن گئے۔ تم پلیز بیٹھو میں تمہارے لیے جوس لے کر آتی ہوں۔" علینہ نے محبت و ہمدردی سے اس کے کندھوں کو تھام کر کرسی پر دھکیلا تو سول جیسے ہوش میں آگئی۔

"اب سر کی ڈانٹ کھا کر مجھ پر اس قدر کمزوری بھی طاری نہیں ہوگئی کہ جوس کی ضرورت پیش آئے، بس پلیز ٹھنڈا گلاس پانی کا پلادو۔" سول نارمل انداز میں کمپیوٹر کی جانب متوجہ ہوتے ہوئے بولی تو علینہ فوراً اس کے لیے پانی لینے دوڑ گئی۔

○❖○❖○

"اب بتاؤ اچانک پاکستان کیسے آگئے۔ اور پھر میرے آفس میں! مجھے ایک فون بھی نہیں کیا یار۔" آفاق کا موڈ یکدم بدل چکا تھا۔ وہ جوش و انبساط سے اسے سائیڈ پر دھرے صوفے کی جانب لاتے ہوئے بولا۔ آفاق آج سول پر بہت فرسٹریٹڈ ہوگیا تھا۔ کیونکہ وہ اس کے ضبط کو آزما رہی تھی۔

"بس یار لندن کا پروجیکٹ جونہی ختم ہوا میں اگلی فلائٹ سے پاکستان آگیا، ویسے...... آج دیکھا کہ تم اپنے ماتحتوں کے ساتھ کافی سخت گیر باس ہو۔" کچھ دیر پہلے والا منظر ابھی بھی اس کی یادداشت میں تازہ تھا۔

"اوہ کم آن یار! ایسا ہرگز نہیں ہے میں بہت فرینڈلی اور کوآپریٹو ہوں مگر......! بے پروائی اور غیر ذمہ داری مجھے سخت ناپسند ہے اور ان موصوفہ نے کل صبح کی انتہائی اہم میٹنگ کی تمام Detailes کمپیوٹر سے Delet کردیں۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو...... ویسے میں تم سے ناراض ہوں۔ تم میری شادی میں بھی نہیں آئے۔" آفاق، تیمور کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف ہوگیا۔

اہانت اور توہین کے شدید احساس سے سول کی آنکھیں بری طرح جل رہی تھیں۔ آج آفاق خاور نے جس طرح اسے پورے اسٹاف کے سامنے ڈانٹا تھا، اس سے اس کے نازک دل کو سخت ٹھیس پہنچی تھی۔ اگر کمپنی کے اصول کے مطابق اس نے یہاں ایک سال سے پہلے جاب نہ چھوڑنے کے کانٹریکٹ سائن نہ کیا ہوتا تو وہ کب کی اس نوکری پر تین حرف بھیج چکی ہوتی۔ وہ جلدی جلدی دوبارہ ڈیٹا تیار کرنے لگی تاکہ آج وہ تمام کام مکمل کرلے۔

○❖○❖○

"سول......! سول میری جان اٹھ جا دیکھ تیری سہیلی کا نصیب جاگ گیا۔ جلدی سے اٹھ نا۔" چھٹی کا دن

ہونے کی بدولت سوہل اس پل کافی گہری نیند میں تھی کہ نمرہ نے اسے بے دردی سے جھنجوڑ کر اٹھایا تھا۔

"یا اللہ کیا وحشت ہے نمرہ تمہیں، تم تو مجھے ایسے جھنجوڑ رہی ہو جیسے گدھ اپنے مردہ شکار کو......" سوہل نیند میں جھنجلا کر بولی۔

"ارے میری بہنا آنکھیں کھولو اور مجھے مبارک باد دو۔" نمرہ سوہل کے کان کے قریب آ کر جھک کر بولی تو مبارک باد کا نام سن کر سوہل کی آنکھیں پوری طرح کھل گئیں پھر نمرہ کے انار کی مانند سرخ چہرے پر نگاہ پڑی تو بے ساختہ مسکرا دی۔

"ہوں تو فواد کی امی مان گئیں اور اب تم بہت جلد مسز نمرہ فواد بننے والی ہو۔" سوہل کے الفاظ سن کر نمرہ حیران رہ گئی۔

"ہائیں...... تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہی بات تھی۔" وہ جلدی سے اس کے پاس کھسک کر بولی۔

"تمہارے چہرے پر یہ جلی حروف میں لکھا ہوا ہے ڈیئر! بہت بہت مبارک ہو میری جان۔" سوہل ہنس کر اسے گلے لگاتے ہوئے بولی تو نمرہ بھی قہقہہ لگا کر ہنس دی۔

"یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے میری اچھی سہیلی! فواد بھی تمہاری بہت تعریف کر رہے تھے۔"

"ڈیئر یہ میری وجہ سے نہیں بلکہ یہ سب تمہاری تقدیر میں تھا اور واقعی تم بہت خوش نصیب ہو، فواد بھائی بہت اچھے ہیں۔ میں تم دونوں کے لیے بہت خوش ہوں۔" سوہل خلوص سے بولی پھر اچانک کچھ یاد آنے پر استفسار کیا۔

"فواد بھائی رشتہ لے کر کب آ رہے ہیں۔"

"اگلے ہفتے۔" نمرہ شرمگیں مسکراہٹ سے بولی تو سوہل اسے مزید چھیڑنے لگی۔

○❖○❖○
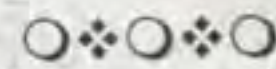
آج ماموں کی بیٹی انوشہ کی مہندی تھی، امی جانے کو تیار تھیں مگر اس کا بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا۔ ایک تو صبح ہی آفس جانا تھا، دوسرا ننھیال والوں کا رویہ اسے بےزار کرتا تھا۔ سوہل کے ساتھ بھی وہی روایتی معاملہ تھا امیر رشتے دار ان کی حیثیت کو دیکھ کر انتہائی سرد مہری سے ملتے تھے اور یہ بات سوہل کے پندار کو بہت ٹھیس پہنچاتی تھی۔

"امی کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ آج مہندی میں چلی جائیں، کل تو شادی ہے، میں شادی اٹینڈ کر لوں گی۔"

"بالکل نہیں ہو سکتا۔" امی قطعیت سے بولیں۔

"بیٹا وہاں سب تمہارا پوچھیں گے، تم انوشہ کی قریبی کزن ہو سب کو بہت برا لگے گا۔"

"اُفوہ امی کسی کو برا نہیں لگے گا۔ بلکہ کوئی محسوس بھی نہیں کرے گا کہ محترمہ سوہل حیات صاحبہ تقریب میں موجود نہیں ہیں۔" سوہل منہ بنا کر بولی تو امی نے اسے تادیبی نگاہوں سے دیکھا۔

"امی پلیز مان جایئے نا مجھے کل سویرے آفس جانا ہے اور یہ فنکشن یقیناً لیٹ نائٹ ختم ہوگا۔" وہ امی کو تذبذب کا شکار دیکھ کر ان کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے بولی تو امی مجبوری ہو گئیں۔

"ٹھیک ہے تم نمرہ کے پاس چلی جانا۔ تقریب ختم ہوتے ہی میں بھائی صاحب کے ڈرائیور کے ساتھ واپس آ جاؤں گی۔"

"آپ بالکل فکر مت کریں امی، میں نمرہ کو ہی نیچے بلا لوں گی، اب آپ تیاری کیجیے، ماموں کا ڈرائیور آپ کو لینے آنے ہی والا ہوگا۔"

سوہل نرمی سے بولی تو امی تیار ہونے کی غرض سے کمرے میں چل دیں۔

○❖○❖○
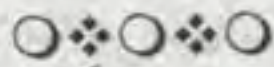
علینہ حواس باختہ سی سوہل کے کیبن میں داخل ہوئی تھی۔ "سوہل یار پلیز یہ کام تم بعد میں کر لینا ابھی تم سر کے مہمان کو اٹینڈ کر لو نا، وہ ان کے روم میں بیٹھے ہیں اور آج آفاق سر لیٹ آئیں گے۔" علینہ جلدی جلدی گھبرا کر بولی تو سوہل نے اسے گردن موڑ کر دیکھا۔

"تمہیں ایک میں ہی کیوں نظر آتی ہوں وہاج صاحب یا کسی اور سے کہہ دو نا مجھے بہت کام ہے۔" وہ کہ

ساجواب دے کر بولی تو علینہ اچھل کر رہ گئی۔
"میری جان پلیز ضد مت کرو، اس وقت وہاج صاحب سائٹ ایریا گئے ہوئے ہیں نا۔"
"سر کی سیکریٹری تم ہو یا میں......!" سوہل دانت پیس کر بولی تو علینہ نے اسے زبردستی کرسی سے اٹھایا اور اسے آفاق خاور کے روم کی جانب دھکیلا۔ علینہ اکثر و بیشتر ایسا کرتی تھی۔ آفاق خاور کے خاص مہمانوں کو ان کی غیر موجودگی میں سوہل سے ہی اٹینڈ کرواتی تھی۔
"ہونہہ! اتنی شرمیلی اور گھبرائی ہوئی لڑکی کو سر نے اپنی سیکریٹری کیوں رکھ لیا جو اپنا آدھا کام مجھ سے کرواتی ہے۔" سوہل منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے ہوئے دروازے پر ہلکی سی دستک دے کر اندر داخل ہوگئی اور جونہی سلام کے ساتھ اس نے نگاہیں اٹھائیں وہ اسپرنگ کی طرح اچھل کر رہ گئی۔
"آ......آپ یہاں......!" سوہل اپنی خوب صورت آنکھیں پوری طرح کھول کر بولی۔
"اف یہ لڑکی اتنی ہونق کیوں ہے۔" سید تیمور جہانگیر نے بے ساختہ سوچا۔
"آپ کے باس کب تک آئیں گے ان فیکٹ میں زیادہ دیر ویٹ نہیں کرسکتا۔" وہ رکھائی سے بولا تو سوہل کو یکدم علینہ کی بات یاد آئی کہ یہ موصوف سر کے خاص مہمان ہیں۔
"آئی نو سر، کہ آپ کا وقت بہت قیمتی ہے، مگر پلیز آئی ریکوئیسٹ آپ تھوڑا سا ویٹ کیجیے میں سر کے سیل فون پر ٹرائی کرتی ہوں۔" نیلے اور آف وائٹ رنگ کے اسٹائلش سے سوٹ میں پروفیشنل خوش اخلاقی بکھیرے سوہل جونہی ٹیلی فون سیٹ کی جانب بڑھی تو سید تیمور جہانگیر نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔
"میں آفاق کے سیل فون پر ٹرائی کرچکا ہوں وہ بند جارہا ہے۔" ڈارک میرون شرٹ پر بلیک کوٹ پینٹ پہنے وہ آج بھی اپنی تمام تر وجاہتوں کے ساتھ اسے متاثر کررہا تھا اور کچھ نروس بھی۔

"اوہ میں آپ کے لیے ٹھنڈا منگواتی ہوں۔" یہ کہہ کر وہ انٹر کام کی جانب بڑھی تو ایک بار پھر تیمور کی آواز نے سوہل کے قدموں کو روک دیا۔
"نو تھینکس مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ آپ آفاق کی سیکریٹری ہیں؟" سوال اچانک تھا وہ جواب بھی بے ساختہ دے گئی۔
"نہیں! علینہ...... میرا مطلب ہے مس علینہ رضا سر آفاق کی سیکریٹری ہیں۔"
"وہ جو آپ سے پہلے یہاں آئی تھیں۔" دوسرا سوال داغا گیا، اس نے اثبات میں سر ہلایا۔
"تو آپ یہاں کیوں آئی ہیں اپنا کام چھوڑ چھاڑ کر۔"
"جی۔" ایک بار پھر سوہل ہونق ہوگئی۔
"اف کتنا عجیب ہے یہ شخص!"
"وہ ایکچولی میں......" وہ گلا کھنکھار کر اتنا ہی بولی تھی کہ دوسرے جملے نے اس پر گھڑوں پانی ڈال دیا۔
"یا پھر آپ کو آفاق کی ڈانٹ کھانے کا شوق ہو رہا ہے۔"
"آپ اس دن یہاں موجود تھے۔" وہ بے ساختہ بول اٹھی مگر پھر اپنی زبان دانتوں تلے دبا ڈالی، موصوف سوہل کو بری طرح شرمندہ کرنے کے بعد اب میگزین اٹھا کر اس کی ورق گردانی کرنے لگے۔ یکدم سوہل کی شرمندگی جھنجلاہٹ میں بدل گئی۔
"آپ ہر وقت طنز کے تیر کیوں برساتے رہتے ہیں سر، تھوڑا میٹھا بول لینے سے شوگر نہیں ہوجاتی، بلکہ انسان بہت سی بیماریوں سے دور رہتا ہے۔"
"اچھا! کیا آپ چاہتی ہیں کہ میں آپ سے میٹھا بولوں؟" وہ اچانک ڈائریکٹ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا تو سوہل بری طرح گڑبڑا گئی۔
"مم...... میرا مطلب ہے کہ اچھا بولنے اچھا سوچنے اور اچھا دیکھنے سے ہماری طبیعت رومانوی ہوجاتی ہے اور......" یا اللہ میں یہ کیا بولتی جارہی ہوں۔" اچانک سوہل کو

احساس ہوا کہ وہ اپنے لفظوں کو کہاں سے کہاں لے گئی۔
"کافی رومان پرور ہیں آپ۔" وہ ہنوز اسی انداز میں بولا تو سوہل خواہ مخواہ ہنسنے لگی۔
"نہیں سر، میں یہ کہنا چاہتی تھی کہ ہماری طبیعت ہشاش بشاش ہوجاتی ہے۔"
"حیرت ہے آفاق جیسے پریکٹیکل بندے نے اتنا ہونق اور غائب دماغ اسٹاف کیوں رکھا ہوا ہے۔" وہ سوہل کو گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا تو سوہل کے تلوے پر لگی اور سر پر بجھی۔
"دیکھیے مسٹر...... ! کیا نام ہے آپ کا......" وہ یکدم دماغ پر زور دے کر بولی۔
"میری باتوں کا ثبوت خود آپ ہی دے رہی ہیں۔"
"کیا آپ میرے پھوپی کے بیٹے ہیں یا نانی کے نواسے جو میں آپ کا نام یاد رکھوں گی۔ آپ پہلے دن سے ہی میری انسلٹ کررہے ہیں۔ آپ مجھے جانتے نہیں میں اس کمپنی کی سب سے زیادہ ذہین اور باصلاحیت ورکر ہوں۔" سوہل سے اب اس شخص کی لن ترانیاں برداشت نہیں ہوئیں وہ لڑاکا انداز میں لفظوں کو چبا چبا کر بولی۔
"جی ہاں، بالکل وہ تو میں اس دن خود ہی ملاحظہ کرچکا ہوں، اگر میں آفاق کی جگہ ہوتا تو ایک منٹ میں آپ جیسے عقل سے پیدل ورکر کو فارغ کردیتا۔" اب کی بار وہ کافی پرسکون انداز میں بولا تو سوہل اس پل زور سے چونکی۔
"کیا یہ شخص مجھے آفاق خاور کے اس جال سے نکالنے میں میری مدد کرسکتا ہے؟" وہ دل میں بولی مگر کیا معلوم کہ یہ بھی آفاق کی طرح کمینہ نکلے! ایسا لگ تو نہیں رہا۔ اس وقت مجھے صرف آفاق سے جان چھڑانے کی ترکیب سوچنی چاہیے۔" وہ خود ہی سوال جواب کرنے لگی پھر نگاہیں اٹھا کر سید تیمور جہانگیر کی جانب دیکھا جو ایک بار پھر میگزین کی طرف متوجہ ہوچکا تھا۔
"ایم سوری سر پلیز میں معذرت چاہتی ہوں اپنے

رویے کی۔" اچانک سوہل خوشامدی انداز میں کہتی تیمور جہانگیر کے قریب آئی تو تیمور نے اسے کافی چونک کر دیکھا۔
"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے تھے، سر میں واقعی عقل سے پیدل، ہونق اور بھی بہت کچھ ہوں۔" وہ تیز تیز اثبات میں سر ہلا کر یوں بول رہی تھی جیسے اپنی تعریف کررہی ہو۔ "مگر سر آپ مجھے بہت ویل ایجوکیٹڈ ذہین ٹیلنٹڈ اور اچھے انسان لگ رہے ہیں۔"
"یہ سب مجھے معلوم ہے اور میں ہوں بھی۔" وہ منہ بنا کر بولا تو سوہل نے تیزی سے کہا۔ "بے شک" پھر قدرے ہچکچا کر کہنے لگی۔
"سر میرا ایک کام ہے پلیز منع مت کیجیے گا، آپ یہ کام چٹکی بجا کر کرلیں گے سچی۔" سوہل اپنے ہاتھ سے باقاعدہ چٹکی بجا کر بولی تھی۔
"مجھے آپ کی طرح خدمت خلق کا کوئی شوق نہیں ہے۔" وہ ٹکا سا جواب دے کر بولا کہ اسی دم تیزی سے دروازہ کھلا اور خوشبوئیں بکھیرتا آفاق خاور اندر داخل ہوا۔
"اوہ تیمور یار ویری ویری سوری ابھی ابھی میری سیکریٹری نے مجھے بتایا کہ تم کافی دیر سے میرا ویٹ کررہے ہو وہ ایکچولی میرا سیل فون ایک دم ہی آف" بولتے بولتے اچانک آفاق کی نظر سوہل پر پڑی تھی۔
"مس سوہل آپ یہاں کیا کررہی ہیں۔"
"سر میں آپ کے گیسٹ کو یہ بتانے آئی تھی کہ آپ تھوڑا سا ویٹ کرلیجیے۔" وہ جلدی جلدی بولی۔
"اٹس او کے آفاق دراصل میں یہاں سے گزر رہا تھا کہ سوچا تم سے ملتا جاؤں ورنہ میں تم سے کانٹیکٹ کیے بنا نہیں آتا۔" تیمور جہانگیر نے سہولت سے بول کر گویا سوہل کی گلوخلاصی کرائی۔ وہ موقع دیکھ کر فوراً دروازے سے جھپاک سے نکل گئی۔
"تم نے بہت اچھا کیا کہ یہاں آگئے، دراصل مجھے بینک میں ذرا دیر ہوگئی ورنہ روز میں جلدی آجاتا ہوں۔"

آفاق خاور نے اپنے لیٹ آنے کی وجہ بتائی تو تیمور جہانگیر محض سر ہلا کر رہ گیا۔ البتہ اس کا ذہن سوہل کے لفظ ''کام'' پر جیسے اٹک کر رہ گیا۔

○❖○❖○
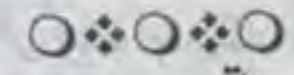
''میرے خیال میں تمہیں میں نے ضرورت سے زیادہ وقت دے دیا ہے۔ یقیناً تم نے میرے بارے میں سوچ لیا ہوگا اور فیصلہ بھی میرے حق میں کیا ہوگا۔ وگرنہ میں اپنی جان کو جان سے تمہیں مار دوں گا۔'' آخر میں آفاق گمبھیر سرگوشی میں بولا تو حقیقی معنوں میں سوہل کو اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔ تیمور جہانگیر کے جانے کے بعد آفاق نے اسے فوراً اپنے روم میں بلایا تھا اور وہ مرتی کیا نہ کرتی اس وقت آفاق کے سامنے بیٹھی تھی۔

''یقین کرو جانِ آفاق تم اس وقت اتنی قاتل لگ رہی ہو کہ کسی کا قتل بھی کر دو تو وہ خوشی خوشی اس جہان سے گزر جائے۔''

''آفاق صاحب آپ کیوں میرے اعصاب کا امتحان لے رہے ہیں۔ کیوں میری زندگی کو برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ میں آپ کو بارہا دفعہ بتا چکی ہوں کہ آپ جیسا چاہتے ہیں ایسا ناممکن ہے۔'' سوہل انتہائی مضبوط لہجے میں کہتے ہوئے کرسی دھکیل کر اٹھی کہ اچانک ہی آفاق اس کے قریب آیا تھا۔

''اور یہ بھی ناممکن ہے کہ میں تمہارا پیچھا چھوڑ دوں گا۔ اپنی زلفوں کا اسیر کر کے میرے پر کاٹ کر مجھے اڑنے کا کہہ رہی ہو۔ بہت ظالم ہو تم......''

''میں یہ نوکری ابھی اور اسی وقت چھوڑ دوں گی۔'' سوہل تلملا کر بولی۔

''اوکے چھوڑ دو' مگر کانٹریکٹ میں موجود شرائط وضوابط یاد ہیں نا جو اس کی خلاف ورزی کرنے پر تم پر لاگو ہوں گے۔'' وہ بڑی سہولت سے بولتا اپنی کرسی پر جا بیٹھا تو سوہل نے اس پل خود کو انتہائی بے بس ولاچار محسوس کیا۔

''آپ یہ ٹھیک نہیں کر رہے میرے ساتھ میں آپ سے ریکوئسٹ کرتی ہوں پلیز میرا پیچھا چھوڑ دیجیے۔''

''مس سوہل حیات آپ کمرے سے جا سکتی ہیں۔'' آفاق لیپ ٹاپ کی جانب متوجہ ہوتے ہوئے رکھائی سے بولا تو سوہل خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی اور خاموشی سے باہر نکل آئی۔

○❖○❖○
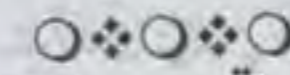
آج انوشہ کی شادی تھی۔ شادی کی مخصوص گہما گہمی اور رونق میں بھی سوہل کا دل آج آفاق کی باتوں کی بدولت مضمحل اور بوجھل سا تھا۔ فائیو اسٹار ہوٹل کے پول سائیڈ پر کی گئی زبردست ارینجمنٹ اور دلکش گیدرنگ کے باوجود اس کا دماغ بوجھل تھا۔ آفاق خاور خوفناک عفریت کی مانند اس کے پیچھے لگ گیا تھا۔

''ارے سوہل ہر جگہ تم کو تلاش کرتی پھر رہی ہوں تمہاری بڑی خالہ تمہیں یاد کر رہی تھیں آخر اتنے کونے کھدرے میں آ کر کیوں بیٹھ گئی ہو۔'' امی اسے ڈھونڈتے ہوئے یہاں آئیں تو سوہل پر برس ہی پڑیں۔

''ہاں...... جی امی......'' وہ غائب دماغی سے بولی پھر اچانک ہی اس کی نگاہ پول کے دوسری جانب کھڑے ایک گروپ پر پڑی تو بے ساختہ اس کے لبوں پر خوشی رقصاں ہوگئی مکس گیدرنگ ہونے کی بدولت وہ شخص باآسانی اس کی نگاہوں کی گرفت میں آ گیا۔

''امی آپ چلیے میں بس دو منٹ میں آتی ہوں۔'' اچانک اس کا موڈ یوں تبدیل ہوا جیسے کسی نے روتا دھوتا چینل ریموٹ کنٹرول سے چینج کر کے کوئی شوخ سا چینل لگا دیا ہو۔

''ٹھیک ہے مگر جلدی آ جانا۔'' یہ کہہ کر امی وہاں سے پلٹیں تو سوہل نے تیزی سے اپنے قدم اس گروپ کی جانب بڑھا دیے وہ اپنے دوست نہال سے خوش گپیوں میں مصروف تھا کہ جب ہی ایک مانوس ودلکش نسوانی آواز اس کے عقب سے ابھری۔

''ایکسکیوز می سر۔'' تیمور جہانگیر نے کچھ چونک کر پلٹ کر دیکھا تو آتشی گلابی رنگ پر نفیس وخوب صورت سفید کڑھائی والے سوٹ میں ہلکا سا میک اپ کیے بالوں کو کسی بھی کلپ سے آزاد کیے وہ اس کے سامنے کھڑی بہت خوب صورت اور مختلف لگ رہی تھی۔

''اوہ ناٹ اگین۔'' تیمور جہانگیر بڑبڑا کر بولا مگر سوہل نے بخوبی سن لیا وہ بے ساختہ ہنس دی۔

''ہنسی کے ساتھ ساتھ محترمہ کافی خوب صورت بھی ہیں۔'' تیمور جہانگیر کے دل میں بے ساختہ یہ خیال آیا' پھر جلدی سے سر جھٹک کر تیمور نے اس کی جانب دیکھا جو اسے دیکھ کر نجانے کیوں اتنی خوش اور ایکسائیٹڈ دکھائی دے رہی تھی۔

''سر آپ یہاں کیسے؟ اکلوتی دلہن یعنی انوشہ میری ماموں زاد ہے۔'' وہ خوش مزاجی سے بولی اور سوالیہ نگاہوں سے تیمور کی جانب دیکھا۔

''دانش میرے فادر کے فاسٹ فرینڈ کا بیٹا ہے اور میرا دوست بھی۔'' وہ اس کے سوال کا مفہوم پڑھ کر دھیرے سے بولا تو سوہل بے ساختہ بول اٹھی۔

''کون دانش۔'' اس بات پر تیمور نے اسے بری طرح گھورا۔

''آپ کی کزن انوشہ کا شوہر دانش جس کی شادی میں آپ یہاں کھڑی ہیں۔''

''اوہ اچھا۔'' وہ بری طرح کھسیا گئی۔ اب اس کا انوشہ کے ساتھ کون سا اپنائیت بھرا تعلق تھا جو اس کے دلہا کا نام اسے معلوم ہوتا۔

''سر مجھے آپ کے صرف پانچ منٹ چاہیے میں آپ سے ایک ضروری بات کرنا چاہتی ہوں۔'' بلیک تھری پیس سوٹ میں ملبوس اس سحر انگیز انسان کو ایک نگاہ دیکھ کر سوہل سنجیدگی سے بولی تو تیمور کچھ سوچ کر نسبتاً ایک سنسان گوشے کی جانب آ گیا۔

''آپ یقیناً مجھے جانتے نہیں ہیں' میرے بارے میں نجانے آپ کیا سوچتے ہوں گے کہ کتنی عجیب اور بے وقوف لڑکی ہے کہ......!''

''مس سوہل پلیز پوائنٹ پر آئیے۔'' تیمور نے بے زاری سے اس کا جملہ کاٹ کر کہا۔

''سر نجانے آپ کے سامنے آ کر مجھے کیا ہو جاتا ہے کہ میں الٹی سیدھی باتیں کرنے لگتی ہوں' اکچوئلی آپ کی پرسنلٹی اتنی بارعب ہے کہ......!''

تیمور کو منہ بنا کر پلٹتا دیکھ کر سوہل جلدی سے اس کے راستے پر آ گئی۔

''سر سر! مجھے آپ کی ہیلپ چاہیے پلیز انکار مت کیجیے گا۔ آپ ہی میری مدد کر سکتے ہیں۔'' سوہل جلدی جلدی بولی تو تیمور نے کافی الجھ کر اسے دیکھا۔

''سوہل تمہاری امی تمہیں بلا رہی ہیں۔ فرصت مل جائے تو ان سے مل لینا۔'' انوشہ کی چھوٹی بہن عاتکہ وہاں اچانک آ دھمکی تھی اور دونوں کو بڑی خاص نگاہوں سے دیکھ کر رکھائی سے بولی تھی تیمور جہانگیر اسی دم سوہل کے پہلو سے نکل کر وہاں سے چلا گیا جبکہ سوہل مایوس سی ہو کر امی کو ڈھونڈنے چل پڑی۔

○❖○❖○
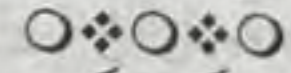
پروجیکٹ کی فائل دیکھتے دیکھتے اچانک جھما کے سے سوہل حیات کا سراپا تیمور جہانگیر کے دماغ میں جھلملایا تو تیمور پین فائل پر رکھ کر سوہل کے بارے میں سوچنے لگا۔ پہلی ملاقات سے لے کر آخری ملاقات تک تمام مناظر اس کے تصور میں آتے چلے گئے۔ سوہل جیسی عجیب مگر منفرد لڑکی سے تیمور جہانگیر کا پہلی بار واسطہ پڑا تھا کچھ سوچ کر اس نے انٹرکام کے ذریعے فواد کو اندر آنے کا کہا۔

''سر وہ میری کزن نمرہ کی بہت اچھی سہیلی ہے والد کا انتقال ہو چکا ہے اور کوئی بھائی بہن بھی نہیں ہے اپنی امی کے ساتھ رہتی ہے۔ اور اوپر والے پورشن میں میری تائی امی بطور کرائے دار رہتی ہیں' مگر سوہل اور ان کی امی نے انہیں کبھی کرائے دار نہیں سمجھا۔ اپنوں سے بڑھ کر سمجھتی ہیں وہ انہیں۔'' تیمور کے استفسار پر فواد نے سوہل سے متعلق تمام معلومات اس کے گوش گزار کر دیں۔

''نمرہ بتاتی ہے کہ سوہل انتہائی محبت کرنے والی ایک

پرخلوص لڑکی ہے۔ ہر کسی کی مدد کرنے کو فوراً تیار رہتی ہے سر واقعی سوہل بہت گریٹ ہے۔" فواد خلوص سے بولا۔

"مگر خبطی بھی ہے۔" تیمور دل میں بولا پھر فواد کے کمرے سے جانے کے بعد وہ کافی دیر سوچتا رہا کہ آخر سوہل حیات کو اس سے کس قسم کی مدد چاہیے۔

○❖○❖○

نمرہ کی چچی چچا فواد کا رشتہ لے کر آ گئے تھے اور بات بھی پکی کر گئے تھے۔ سوہل نے خوب مٹھائی کھائی تھی اور نمرہ کے ساتھ ساتھ فواد کو بھی جی بھر کر چھیڑا تھا۔ جبکہ امی کی فکر مزید بڑھ گئی تھی وہ چاہتی تھیں کہ سوہل بھی جلد از جلد اپنے گھر کی ہو جائے۔ مگر یہ سب ان کے ہاتھ میں تھوڑی تھا البتہ ان کی پوری رات سوہل کے نصیب کھل جانے کی دعا مانگنے میں گزر جاتی تھی۔

آفاق کی بے باکیاں دن بدن بڑھ رہی تھیں اور اب سوہل کے اعصاب بھی دھیرے دھیرے جواب دینا شروع ہو گئے تھے۔ آج کل نمرہ فواد کے سنگ خوابوں کی دنیا کی سیر اور سنہرے مستقبل کی پلاننگ میں بے انتہا مصروف تھی اور پھر سوہل بھی اپنی مصیبت بیان کر کے نمرہ کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی مگر اب اسے جلد از جلد کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ انوشہ کے ولیمے میں سوہل کی متلاشی نگاہوں نے تیمور جہانگیر کو کھوجنے کے لیے چہار سو دیکھا مگر ہر بار اسے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے پاس صرف واحد راستہ یہ تھا کہ وہ خود تیمور جہانگیر کے آفس جائے اور اس سے ریکوئسٹ کرے کہ اپنے دوست سے اس کی جان چھڑا دے۔ مگر اس طرح تیمور جہانگیر کے آفس جانا اسے کافی آکورڈ لگ رہا تھا۔ اب تو آفاق خاور سے سوہل کا ہر وقت ہی واسطہ پڑنے لگا تھا کیونکہ علینہ اور محمد علی کی شادی کی تاریخ طے ہو گئی تھی اور وہ موصوفہ آفس چھوڑ چھاڑ اپنی شادی کی تیاریوں میں مصروف تھیں۔ آفاق نے علینہ کے حصے کا کام بھی سوہل حیات پر ڈال دیا تھا اور زندگی کا گھیرا اس کے گرد مزید تنگ کرتا گیا تھا۔

"سوہل آج بہت اہم بزنس ڈنر ہے تمہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا۔" آفاق نے آج آتے ہی اسے روم میں بلا کر شاہی حکم سنایا تو اس کے ہاتھ پاؤں جیسے بے جان ہو گئے۔ گہرے جامنی رنگ کے سادے سے سوٹ میں اس کی گوری رنگت اور زیادہ نمایاں ہو رہی تھی۔ آنکھوں میں بے چینی و الجھن کے رنگ لیے وہ محض خاموش نگاہوں سے آفاق کو دیکھے گئی آفاق اس کی کیفیت محسوس کر کے قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"گھبراؤ نہیں جانِ من صرف ہم دونوں نہیں ہوں گے تقریباً بارہ افراد کا یہ ڈنر ہے۔ تم ذرا اچھی طرح ڈریس اپ ہو کر آنا میں چاہتا ہوں کہ ہمارا امپریشن کلائنٹ پر تیمور جہانگیر کی کمپنی سے زیادہ اچھا پڑے، کیونکہ یہ پارٹی ہم دونوں کے ساتھ ڈیل کرنا چاہ رہی ہے۔"

"تیمور جہانگیر بھی آئیں گے۔" آفاق کی زبانی تمام تفصیل جان کر اس کا دل تیمور جہانگیر کی آمد پر یکدم مسرور ہو گیا۔ وہ خود سے بولی پھر آفاق کی جانب دیکھ کر گویا ہوئی۔

"اوکے سر، میں تیار رہوں گی۔"

"گڈ ٹھیک آٹھ بجے میرا ڈرائیور تمہیں گھر سے پک کر لے گا۔" آفاق مصروف انداز میں بولا مگر سوہل باہر جانے کے بجائے اپنی پوزیشن میں کھڑی رہی، آفاق نے اس کی موجودگی محسوس ہونے پر سر اٹھا کر استفہامیہ نگاہوں سے سوہل حیات کو دیکھا۔

"سر میں یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ علینہ کی سیٹ آئی مین آپ کی سیکریٹری کی سیٹ خالی ہے تو آپ کسی کو اپائنٹ کر لیجیے۔"

"کیوں! تم ہو نا میری سیکریٹری۔" آفاق مزے سے بولا۔ سوہل ایک گہری سانس بھر کر رہ گئی۔

"دیکھیے سر میرا اپائنٹ منٹ آپ کی سیکریٹری کے طور پر نہیں ہوا لہٰذا مجھے اسی پوسٹ پر کام کرنے دیں جس پر خاور اسحاق صاحب نے مجھے اپائنٹ کیا تھا۔" سوہل سنجیدگی سے بولی۔

"ہوں تم ٹینس مت ہو۔ میں جلد ہی کوئی سیکریٹری رکھ لوں گا۔ مگر فی الحال تم میری ہیلپ کرو گی۔" آفاق مصلحتاً بولا کیونکہ سوہل کی بات بالکل اصولی تھی۔

"میں جانتی ہوں آفاق خاور کہ تم کتنے شاطر کھلاڑی ہو۔" سوہل جل کر دل میں بولی پھر محض سر ہلا کر وہاں سے چلی آئی۔

○❖○❖○

جدید انداز کے بلیک لباس میں ہلکی پھلکی بلیک اسٹون کی جیولری میں میک اپ کے نام پر صرف ہلکے شیڈ کی لپ اسٹک لگائے بالوں کو بنا کلپ میں قید کیے نازک سی بلیک سینڈل پہنے وہ بے تحاشا حسین لگ رہی تھی جبکہ امی اسے دیکھ کر خوش ہونے کے بجائے کافی متفکر دکھائی دے رہی تھیں۔

"سوہل اتنا تیار ہو کر جانے کی ضرورت کیا ہے اور ویسے بھی مجھے تمہارا جانا بالکل اچھا نہیں لگ رہا۔" ان کی بیٹی جوان تھی اس پر مستزاد خوب صورت و حسین اور پھر بے سہارا وہ کبھی بھی بن سنور کر آفس نہیں جاتی تھی۔ لہٰذا امی کو بھی کچھ اطمینان رہتا تھا۔ مگر لعل اگر گدڑی میں بھی ہو تو دیکھنے والے کی نگاہ کی زد میں آ ہی جاتا ہے۔

"افوہ امی آپ پریشان کیوں ہو رہی ہیں میں نے آج سر سے کہہ دیا ہے کہ وہ جلد اپنی نئی سیکریٹری کا انتظام کر لیں اور آج کے ڈنر میں بہت لوگ ہوں گے آپ فکر مت کریں۔" سوہل امی کو پریشان دیکھ کر ان کے دونوں ہاتھ تھامتے ہوئے نرمی سے بولی مگر امی اسے مطمئن دکھائی نہیں دیں۔

"اچھا میں یہ جیولری اتار دیتی ہوں ٹھیک ہے نا۔" اس نے جیولری اتار کر میز پر رکھ دی مگر اب بھی اس کی خوب صورتی میں کمی نہیں آئی۔ امی اسے دیکھ کر مسکرا دیں۔

"میری چاند جیسی پری کو ان چیزوں کی ضرورت تھوڑی ہے تم انہیں پہنو یا نہ پہنو کوئی فرق تھوڑی پڑتا ہے۔" امی اسے پیار کرتے ہوئے بولیں اسی دم گاڑی کا ہارن بجا تو سوہل انہیں جلدی جلدی تسلیاں دے کر باہر چلی آئی۔

○❖○❖○

فائیو اسٹار ہوٹل کے بزنس روم میں ان کی میٹنگ جاری تھی۔ تیمور جہانگیر کے ہمراہ اس کی سیکریٹری بھی موجود تھی جو اپنے آپ کو انتہائی مستعد اور چست ثابت کر رہی تھی جبکہ سوہل حیات اس خشک اور سنجیدہ ماحول میں بے پناہ بور ہو رہی تھی۔ میٹنگ کے اہم پوائنٹس اور ڈیٹیلز وہاج صاحب نوٹ کر رہے تھے لہٰذا سوہل بالکل فارغ بیٹھی اپنی آنکھیں اِدھر اُدھر گھما کر وقت گزار رہی تھی۔ غیر ارادی طور پر کئی بار اس کی نگاہ تیمور جہانگیر کے چہرے پر بھی ٹکی۔ جس نے آج ڈارک گرین شرٹ پر بلیک پینٹ اور بلیک ہی واسکٹ زیب تن کی ہوئی تھی۔

"تیمور جہانگیر کی ڈریسنگ ہمیشہ ہی لاجواب ہوتی ہے۔" سوہل اسے دیکھ کر دل ہی دل میں بولی کہ اسی دم تیمور نے اچانک ہی اس کی نگاہوں میں دیکھا سوہل یکدم گڑبڑا گئی تیمور کی نظروں میں ناگواری وہ ایک لمحہ میں دیکھ چکی تھی۔

"کیا تیمور جہانگیر جیسے لوگ بھی اس دنیا میں رہتے ہیں جن کی نگاہوں میں آج تک میں نے کبھی کوئی شیطانی خواہش کی چمک محسوس نہیں کی اور ایک یہ ہیں آفاق خاور......" وہ سوچتے سوچتے نجانے کہاں نکل گئی جب ہی آفاق کی آواز پر وہ حال میں لوٹی۔

"میرے خیال میں ڈنر شروع کر دیا جائے۔" وہ انتہائی خوش اخلاقی سے بولا تو بوفے سسٹم ہونے کی بدولت سب ہی ہال میں آ کر اپنی اپنی پسند کی ڈشز کی جانب بڑھ گئے۔ سوہل موقع دیکھ کر فوراً تیمور جہانگیر کے پاس آئی۔

"کیسے ہیں سر آپ؟" وہ اپنے پورے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے بولی۔

"میرے خیال میں یہ بات تو آپ مجھ سے زیادہ اچھی طرح جان چکی ہوں گی پوری میٹنگ کے دوران

آپ صرف مجھے ہی دیکھ رہی تھیں۔'' وہ اپنے سابقہ انداز میں بولا تو سوہل ہمیشہ کی طرح کھسیا گئی۔

''یہ شخص مجھے یونہی شرمندہ کر کے بری طرح پزل کردیتا ہے۔'' وہ خود سے بولی۔

''آپ غلط سمجھ رہے ہیں سر میں تو وہاں کی سجاوٹ دیکھ رہی تھی۔''

''اچھا تو پھر شاید آپ کی آنکھوں میں فالٹ ہے نظریں میری جانب تھیں اور دیکھ آپ کہیں اور رہی تھیں۔'' وہ وہاں سے پلٹتے ہوئے بولا تو وہ بھی جلدی سے اپنی پلیٹ تھام کر اس کے پیچھے لپکی۔

''نو سر میں بالکل بھی بھینگی نہیں ہوں' بلکہ میری امی کہتی ہیں کہ میری آنکھیں تو بہت خوب صورت ہیں۔''

''سر آپ کو کچھ چاہیے تو پلیز مجھ سے کہیے۔'' پتلی سی آواز میں تیمور کی سیکریٹری بہت اٹھلا کر بولی۔

''نو تھینکس مس نور میں خود لے چکا ہوں۔'' یہ کہہ کر تیمور وہاں سے چلتا بنا ڈنر ختم ہونے کے بعد جب سوہل نے آفاق سے گھر جانے کی بابت پوچھا تو آفاق بڑے اطمینان سے بولا۔

''ڈرائیور وہاج صاحب کو چھوڑنے گیا ہے تم میرے ساتھ چلنا میں ڈراپ کردوں گا۔'' سوہل کو یہ سن کر ہزار واٹ کا کرنٹ لگا۔

''اوہ میرے اللہ اب کیا کروں؟ نہیں میں ہرگز آفاق خاور کے ہمراہ نہیں جاؤں گی۔ اس شخص پر میں رائی کے دانے کے برابر بھی بھروسہ نہیں کرسکتی۔'' وہ دل ہی دل میں انتہائی پریشانی سے بولی اور پھر بنا سوچے سمجھے چپکے سے ہوٹل کی عمارت سے باہر نکل آئی۔ چودھویں کے چاند کی ٹھنڈی میٹھی روشنی اور ہوا میں ہلکی ہلکی ٹھنڈک کے ساتھ باہر کا منظر کافی دلکش تھا مگر اس پل اسے کسی رکشا کی تلاش تھی کیونکہ ٹیکسی میں بیٹھنے کا رسک وہ ہرگز نہیں لے سکتی تھی جبکہ آفاق سوہل کے یوں چپ چاپ ہوٹل سے نکل جانے پر اندر ہی اندر شدید طیش میں مبتلا ہوگیا تھا۔

''سوہل حیات تم مجھ سے جتنا دور بھاگ رہی ہو اتنا ہی مجھے پاگل کر رہی ہو۔ اب تمہارا کچھ کرنا پڑے گا کیونکہ شرافت کی زبان تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔'' وہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا کر بولا تھا۔ تیمور جہانگیر نے اپنی سیکریٹری کو ڈرائیور کے ہمراہ روانہ کر کے خود بھی آفاق سے اجازت لی اور گاڑی ہوٹل کی عمارت سے باہر نکال لایا۔

اس پل سوہل کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ زور و شور سے رونا شروع کردے۔ سڑک پر اکا دکا لوگ تھے جب کہ عورت ذات کا دور دور تک نام و نشان تک نہیں تھا' اس نے اپنا چوڑا دوپٹہ پوری طرح کھول کر اپنے گرد لپیٹ لیا تھا اور ہونٹوں سے لپ اسٹک کو اچھی طرح صاف کرلیا تھا۔ وہ اپنے اندازے سے بس اسٹاپ کی جانب تیز تیز چل رہی تھی کہ اچانک ہی اس کی سینڈل اسے دغا دے گئی۔

''او مائی گاڈ اسے بھی ابھی ہی ٹوٹنا تھا۔'' ہاتھوں میں سینڈل لیے اس کا اسٹیپ ٹوٹا دیکھ کر وہ پریشانی سے بولی۔

''اف کیا کروں نمرہ کو فون کروں؟ مگر وہ کیا کرسکتی ہے ہاں فواد بھائی کو فون کرتی ہوں' وہ ضرور اس وقت میری مدد کریں گے۔'' یہ سوچ کر اس نے جونہی اپنا موبائل آن کیا گاڑی کی تیز ہیڈ لائٹس نے اسے پوری طرح روشنی سے نہلا دیا۔ سوہل نے بے ساختہ روشنی کی چبھن محسوس کر کے اپنا ہاتھ آنکھوں پر رکھ لیا گاڑی یکدم اس کے پہلو پر آ کر رکی تھی۔ سوہل گاڑی رکنے کی آواز محسوس کر کے چونکی۔

''اوہ نو آفاق خاور یہاں پہنچ گیا۔'' یہ خیال ذہن میں در آتے ہی خوف کی پھریری اس کے جسم میں دوڑ گئی۔

''مجھے پہلے دن سے ہی تمہاری ذہنی حالت پر شبہ تھا مگر آج پوری طرح یقین ہوچلا ہے کہ تم بالکل عقل سے فارغ لڑکی ہو۔''

''یہ کیا۔'' آواز سن کر سوہل نے انتہائی خوشی سے اپنے ہاتھ آنکھوں سے ہٹائے تھے۔ سامنے ہی اس کا محافظ کھڑا تھا۔

''آپ'' وہ مسرت سے بے حال ہو کر فقط اتنا ہی بول پائی۔

''محترمہ اتنی رات گئے سینڈل ہاتھ میں لیے کیا آپ کسی سینڈریلا کو تلاش کر رہی ہیں۔'' وہ بے انتہا سلگ کر بولا مگر سوہل نے جیسے کچھ سنا ہی نہیں جلدی سے گھوم کر انتہائی سرعت سے اس نے گاڑی کا فرنٹ ڈور کھولا اور اندر براجمان ہوگئی۔

''تھینک یو سو مچ تیمور جہانگیر صاحب مجھے لفٹ دینے کا۔''

''مگر میں نے آپ کو تو لفٹ دی ہی نہیں۔ آپ خود ہی زبردستی اندر بیٹھ گئیں۔'' وہ حیرت سے اسے دیکھ کر بولا۔

''میں آپ کی کسی بات کا بھی برا نہیں مناؤں گی۔ اب چلیے نا گاڑی اسٹارٹ کیجیے۔ رات بہت ہوچکی ہے۔'' وہ اتنے مزے سے بولی جیسے تیمور جہانگیر سے اس کی بہت پرانی شناسائی ہو تیمور نے نا سمجھنے والے انداز میں گاڑی اسٹارٹ کی اور مین روڈ پر بھگا دی۔

''تیمور صاحب میں آپ سے بہت ضروری بات کرنا چاہتی ہوں! کیا یہ ممکن ہے کہ آپ کل مجھے اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ لمحات دے دیں۔'' کچھ سوچنے کے بعد سوہل سنجیدگی سے بولی اس وقت چونکہ کافی رات ہوچکی تھی اور امی کی پریشانی کا بھی خیال تھا لہٰذا اس نے کل سکون کے ساتھ اس سے بات کرنے کا ارادہ کیا۔

''او کے! میں کل شام کو آپ کے آفس کے باہر سے آپ کو پک کرلوں گا۔'' تیمور بھی یہ جاننا چاہتا تھا کہ آخر اس خبطی لڑکی کو اس سے کیا کام تھا۔ سو فوراً بول پڑا۔

''نہیں نہیں آفس کے باہر سے نہیں۔'' وہ گھبرا کر بولی۔

''ایسا کریں ہمارے آفس سے تھوڑا آگے جو شاپنگ سینٹر ہے آپ وہاں سے مجھے پک کرلیجیے گا۔'' سوہل نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تو تیمور نے اثبات میں

سر ہلا دیا اور پھر اسے اس کے گھر کے گیٹ پر چھوڑ کر زن سے گاڑی اڑا لے گیا۔ سوہل مطمئن سی ہو کر گھر کے اندر داخل ہو گئی۔

آج صبح سے ہی انتہائی درجے کا حبس اور گرمی تھی۔ ہر کوئی گرمی گرمی کا رونا رو رہا تھا۔ آج آفس میں ہادیہ بھی آئی تھی اور اچھا خاصا وقت سوہل کے ساتھ گزارا تھا۔ سوہل نے جلدی جلدی اپنے کاموں کو سمیٹا تاکہ مقررہ وقت پر وہ شاپنگ سینٹر پہنچ سکے۔ آف ٹائم پر وہ آفس سے جونہی نکلی نجانے اچانک بادل کہاں سے گھر گھر کر آ گئے اور دن بھر کے حبس کا خاتمہ کر گئے۔ سارا ماحول پل بھر میں ہی جل تھل ہو گیا۔ سوہل بھی خود کو بچاتے بچاتے بھی پوری طرح سے بھیگ گئی تھی۔ آسمانی رنگ کے شلوار سوٹ میں اس کا بھیگا وجود کافی نمایاں ہو گیا تھا۔

''اب کیا کروں اس حلیے میں شاپنگ سینٹر تک کیسے جاؤں۔'' وہ ابھی یہ سوچ ہی رہی تھی کہ اچانک تیمور کی بلیک سوک اس کے قریب آ کر رکی۔

''ارے یہ یہاں آ گئے۔'' وہ چہک کر بولی اور پھر جلدی سے گاڑی کی جانب بڑھ گئی۔

''اوہ تھینک گاڈ آپ یہاں آ گئے وگرنہ میں تو یہ سوچ رہی تھی کہ شاپنگ سینٹر تک کیسے جاؤں اچانک بارش جو ہو گئی نا۔'' وہ حسب عادت نان اسٹاپ بولنا شروع ہو گئی۔

''اسی لیے میں یہاں آپ کو لینے آ گیا۔'' تیمور گمبھیر آواز میں بولا تو سوہل نے اس کی جانب رخ کیا۔ آج ڈارک بلو جینز پر چاکلیٹ براؤن رنگ کی ہاف سلیوس ٹی شرٹ میں وہ بہت مختلف اور ہینڈسم لگ رہا تھا۔

''آپ واقعی بہت ذہین ہیں۔'' وہ خوش ہو کر بولی کہیں آفاق خاور تیمور کی گاڑی اپنے آفس کے باہر نہ دیکھ لے چنانچہ اسی خدشے کے پیش نظر اس نے تیمور کو یہاں آنے سے منع کیا تھا مگر آج دوپہر ہی آفاق ہادیہ کے ہمراہ آفس سے چلا گیا تھا۔ لہٰذا اب اسے کوئی ڈر وخوف نہ تھا۔

''میں یہ بات جانتا ہوں۔'' وہ ہنوز اپنے مخصوص لہجے میں بولا۔ روڈ پر پانی کھڑا ہونے کے سبب وہ بڑی سہولت سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ سوہل نے ایک نظر اس کی جانب دیکھا اور پھر اپنے الفاظ کو جمع کرنا شروع کیا۔

''تیمور صاحب میں اس کمپنی میں چھ ماہ سے ملازمت کر رہی ہوں۔ آفاق صاحب کے والد خاور اسحاق سر نے مجھے اپائنٹ کیا تھا۔ شادی کے بعد آفاق سر یہاں ایم ڈی کے طور پر فائز ہو گئے اور خاور صاحب بزنس ٹور پر......!''

''میں یہ سب جانتا ہوں مس سوہل پوائنٹ پر آئیے۔ وقت ضائع مت کیجیے۔'' وہ حسب معمول اس کی بات کاٹ کر اپنے مخصوص انداز میں بولا۔

''اوکے مسٹر تیمور! بات یہ ہے کہ آپ کے دوست آفاق خاور نے میرا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ مجھے ان باتوں کے لیے آمادہ کرنے پر زور دیتے ہیں جو میرے لیے ناممکن ہے۔ سر میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھے آفاق سر سے بچالیں! میرا مطلب ہے میرا پیچھا چھڑا دیں۔'' سوہل نے مختصر اور دوٹوک انداز میں کہا اور بغور تیمور کو دیکھنے لگی۔ جس کا چہرہ اس پل بالکل سپاٹ اور نارمل تھا۔

''آپ کو ایسا کیوں لگتا ہے کہ میں آپ کا پیچھا آفاق سے چھڑاؤں گا۔ جبکہ وہ میرا دوست ہے میں کیوں اس کے معاملات میں مداخلت کروں گا۔'' تیمور موڑ کاٹتے ہوئے سنجیدگی سے گویا ہوا۔

''اس لیے کہ مسٹر تیمور آپ آفاق خاور سے بہت مختلف ہیں اور ایک اچھے انسان ہیں لہٰذا انسانیت کے ناتے آپ میری مدد ضرور کریں گے۔ پلیز تیمور صاحب انکار مت کیجیے گا۔'' آخر میں سوہل لجاجت سے بولی تو یکدم تیمور نے کار کو بریک لگائے گاڑی اب ایک سنسان سڑک پر کھڑی تھی۔ تیمور گاڑی بند کر کے سوہل کی جانب پوری طرح مڑ کر بیٹھ گیا۔

''تمہیں کیا لگتا ہے کہ اگر میں تمہارا پیچھا آفاق سے چھڑاؤں گا تو محض انسانیت کے ناتے۔'' یکدم تیمور کا انداز و لہجہ بدلنے کے ساتھ ساتھ نگاہوں کے تاثرات بھی اتنی تیزی سے بدلے تھے کہ وہ تحیر زدہ سی اسے دیکھتی رہ گئی۔

''تم یا تو بہت بھولی ہو یا پھر بہت چالاک۔'' وہ اپنا چہرہ اس کے قریب لا کر بولا تو بے ساختہ سوہل گاڑی کے دروازے سے چپک گئی۔

''تت...... تیمور صاحب آپ......! یہ کیا کہہ رہے ہیں۔'' وہ ہکلا کر بمشکل بولی۔

''بہت سیدھی سی بات کر رہا ہوں مائی ڈیئر! میں تمہیں آفاق سے زیادہ فائدے پہنچا سکتا ہوں۔'' وہ تھوڑا اور کھسک آیا تھا۔ سوہل کے ماتھے پر چپکی گیلی لٹ کو اپنی انگشت شہادت پر لپیٹتے ہوئے بولا تھا سوہل جیسے جلتے تنور میں جا گری تھی۔ اس نے انتہائی نفرت سے تیمور جہانگیر کو پوری قوت سے دھکا دیا اور جونہی دروازے کا لاک کھولنا چاہا تو تیمور کی آواز ابھری۔

''دروازہ آٹو میٹک لاکڈ ہے۔'' یہ کہہ کر اس نے گاڑی اسٹارٹ کی تھی۔

''مسٹر تیمور جہانگیر مجھے ابھی اور اسی وقت یہاں اتار دیجیے آپ تو آفاق سے کہیں زیادہ گھٹیا نکلے کم از کم انہوں نے اپنے چہرے پر میرے سامنے شرافت کا نقاب تو نہیں ڈالا ہوا تھا۔'' سوہل نفرت و حقارت سے بھرپور لہجے میں بولی مگر تیمور نے جیسے کچھ سنا ہی نہیں بڑے مگن انداز میں اپنے سابقہ انداز میں ڈرائیو کرتا رہا۔

''تیمور صاحب آپ نے سنا نہیں گاڑی روکیے۔'' وہ تقریباً چلا کر بولی۔

''آپ بے فکر رہیے میں بحفاظت آپ کو آپ کے گھر پر ہی ڈراپ کروں گا۔'' تیمور سہولت سے بولا۔

''مگر مجھے آپ پر اب بھروسہ نہیں ہے۔''

''مگر آپ کو مجھ پر ہی بھروسہ کرنا پڑے گا۔''

''ہونہہ بھروسہ کرنا چاہا تھا۔'' وہ گلوگیر لہجے میں بولی اس پل اس کے دل کو شدید ٹھیس پہنچی تھی۔

''میں آپ کا بھروسہ نہیں توڑوں گا۔'' تیمور کی اس بات پر سوہل نے اسے عجیب سی نظروں سے دیکھا۔

''اچھا ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ نے میرے اعتماد کی دھجیاں بکھیریں اس کا کیا؟''

''کیوں؟ میں نے ایسا کیا کیا؟''

''ہائیں۔'' تیمور کی اس قدر ڈھٹائی دیکھ کر اس کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔

''مجھے آپ سے کسی بھی طرح کی مدد نہیں چاہیے! میں ہادیہ میڈم سے بات کروں گی۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولی۔

''ہادیہ آفاق کی آنکھوں سے دیکھتی اور اسی کے کانوں سے سنتی ہے وہ کبھی تمہارا یقین نہیں کرے گی۔''

''میں خاور صاحب سے فون پر ان کے بیٹے کے کرتوت بتا دوں گی۔''

''یہ تمہاری بھول ہے کہ ایک معمولی ورکر کے لیے وہ اپنا بزنس ٹرپ کینسل کر کے تمہاری مدد اور اپنے بیٹے کو سرزنش کرنے بھاگے چلے آئیں گے۔''

لڑکیاں

نوخیز کلیاں ہیں
پھولوں کی پتیاں ہیں
سب لڑکیاں......
جگنوؤں کی روشنی جیسی
تتلیوں کے رنگوں جیسی
سب لڑکیاں......
کبھی کوئل کی طرح کوکو کرتی ہیں
کبھی سمندر سا سکون لیے پھرتی ہیں
سب لڑکیاں
جوانی کی دہلیز پہ قدم دھرتے ہی
سرخ سا آنچل اوڑھتے ہی
سب لڑکیاں......
آنسوؤں دعاؤں کے ہمراہ
کسی اور کے آنگن میں جا اترتی ہیں
سب لڑکیاں......

زائمہ خٹک...... میانوالی

"نہیں...... میں امی کے ساتھ یہ شہر ہی چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔" وہ چیخ کر بولی۔

"آفاق تمہیں ہر کونے میں تلاش کر لے گا۔"

"تو پھر میں کیا کروں۔" وہ زور سے چلا پڑی۔ تیمور نے اس کی ہر بات بڑی سہولت اور اطمینان سے رد کر دی تھی۔ اچانک سوہل کے ذہن میں اسپارک ہوا۔

"کہیں آپ آفاق کے ساتھ تو ملے ہوئے نہیں ہیں؟" وہ مشکوک انداز میں اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"اگر ملا ہوا ہوتا تو اس وقت تمہارے ساتھ سڑکوں پر مٹر گشت کرنے کے بجائے تمہیں اس کے حوالے کر دیتا۔" وہ غصے میں آئے بنا بڑے اطمینان سے نارمل لہجے میں بولا تو سوہل ایک گہری سانس بھر کر رہ گئی۔ اپنے علاقے کے آثار نظر آتے دیکھ کر وہ جلدی جلدی اپنے آپ کو کمپوز کرنے کی کوشش میں لگ گئی۔

"گھر جا کر آرام کرو! اور کل آفس جانے کی ضرورت نہیں ہے اپنا ریزائن لکھ کر اسے پوسٹ کر دو۔"

تیمور کے اس قدر غیر متوقع جملے پر سوہل نے اسے بری طرح چونک کر دیکھا۔

"کیا مطلب! یہ یہ کیسے ممکن ہے؟ میرا تو ایک سال کا کانٹریکٹ ہوا ہے اس کمپنی سے۔" وہ الجھ کر بولی۔

"اس بات کی تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تمہارا دردسر نہیں ہے۔" وہ اپنے سابقہ انداز میں بولا تو سوہل جیسے اس پر لڑنے مرنے کو تیار ہو گئی۔

"اچھا میری تو وہی مثال ہو جائے گی نا کہ آسمان سے گرا اور کھجور میں اٹکا۔ آپ خود تھوڑی دیر پہلے مجھے بتا چکے ہیں کہ یہ مہربانی آپ مجھ پر کیوں کرنا چاہتے ہیں۔" وہ دانت پیس کر بولی تو بے ساختہ تیمور کے لبوں پر مسکراہٹ امڈ آئی۔ مگر اس نے چہرہ موڑ کر اسے چھپالیا۔ گاڑی سوہل کے گیٹ کے آگے رکی تو دروازہ کھولتے وقت وہ کچھ سوچ کر تیمور کی جانب رخ موڑ کر بولی۔

"آپ تو آفاق سے میرا پیچھا چھڑا دیں گے مگر پھر آپ سے پیچھا کیسے چھوٹے گا۔"

"مجھ سے پیچھا تو اب تمہارا زندگی بھر نہیں چھوٹے گا۔" تیمور کے الفاظ نے سوہل کی آنکھوں میں یکدم پانی بھر دیا وہ تیزی سے باہر نکلی اور زور سے دروازہ بند کر کے چھپاک سے گیٹ کے اندر داخل ہو گئی جبکہ تیمور جہانگیر کی جاندار ہنسی کی آواز پوری گاڑی میں پھیل گئی۔

○❖○❖○

"تیمور جہانگیر نے جیسا کہا سوہل نے بالکل ویسا ہی کیا مگر دل میں مستقل یہ خوف رہا کہ نجانے ردعمل کے طور پر آفاق خاور کا کیا اقدام ہوگا۔ آج پورے پندرہ دن ہو گئے تھے آفاق خاور کی جانب سے بالکل خاموشی تھی۔ اب سوہل بھی تھوڑی تھوڑی مطمئن ہونے لگی تھی مگر تیمور جہانگیر کی طرف سے ایک پھانس اس کے دل میں اٹکی ہوئی تھی اب نجانے تیمور جہانگیر اپنی اس مہربانی کا تاوان اس سے کس طرح وصول کرے گا مگر فی الوقت وہ اس بات پر شکر گزار تھی کہ کم از کم آفاق جیسے عفریت سے اس کی جان تیمور جہانگیر نے کتنی آسانی سے چھڑا دی تھی۔

نمرہ نے اس کے آفس نہ جانے پر استفسار کیا تو اس نے تمام حقیقت چھپالی تھی اور یہ بتایا تھا کہ آفاق خاور بزنس ٹور پر ملک سے باہر چلا گیا ہے۔ امی کو یہ کہہ کر مطمئن کر دیا تھا کہ آفس میں کام بہت زیادہ تھا لہٰذا اس نے جاب چھوڑ دی تھی۔

علینہ ابھی ابھی اپنی شادی کا کارڈ دے کر گئی تھی اور اس کا جھوٹ واقعی سچ ثابت ہو گیا تھا کہ آفاق خاور ہادیہ کو لے کر پچھلے ہفتے آسٹریلیا چلا گیا تھا۔ یہ سن کر اس کے دل و دماغ کو یک گونہ اطمینان محسوس ہوا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ آج وہ پوری طرح سے آزاد ہو گئی ہے۔

رات کو نمرہ کے ساتھ چھت پر ٹہلنے اور خوب باتیں کرنے کے بعد وہ سونے کی غرض سے نیچے آئی تو یکدم اس کا موبائل فون گنگنا اٹھا امی ذرا جلدی سو جاتی تھیں وہ موبائل دوسرے کمرے میں لے آئی۔ نمبر غیر مانوس تھا کچھ سوچ کر اس نے یس کا بٹن دبایا۔ دوسری جانب تیمور جہانگیر کی دلکش آواز سن کر اس کے ہاتھ سے موبائل

چھوٹتے چھوٹتے بچا تھا۔

"آ...... آپ آپ نے کیسے مجھے فون کیا؟"

"ہمیشہ کی طرح احمقانہ سوال! ظاہر ہے اپنے سیل فون سے کیا ہے۔" اس بار تیمور کے لہجے اور آواز میں شوخی و شرارت عیاں تھی۔

"میرا مطلب ہے میرا نمبر آپ کو کیسے معلوم ہوا؟"

"کیوں آپ کا نمبر کسی Confidental فائل کا کوڈ نمبر ہے جو آسانی سے مل نہیں سکتا۔" تیمور گنگناتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"دیکھیے میں احمقانہ سوال نہیں کرتی ہمیشہ آپ ہی بے تکے جواب دیتے ہیں۔" وہ چڑ کر بولی۔

"ہاں...... ہاں اب تو میں آپ کو برا ہی لگوں گا آخر اب کام جو نکل گیا' نو شکریہ' نو تھینکس۔" تیمور شکوہ کناں انداز میں بولا تو سوہل بری طرح الجھ کر رہ گئی۔ تیمور جہانگیر کی شخصیت اس کی سمجھ سے بالاتر تھی۔

"میں فون بند کرتی ہوں۔ بہت رات ہو چکی ہے۔" سوہل کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تو جھٹ سے کہہ گئی۔

"ہوں کسی سے پیچھا چھڑانے کا یہ انداز کافی پرانا ہے مس سوہل حیات۔" وہ دلکشی سے بولا تو سوہل محض سانس بھر کر رہ گئی پھر تھکی تھکی آواز سے گویا ہوئی۔

"آپ چاہتے کیا ہیں تیمور جہانگیر صاحب......! میں واقعی آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے میری آفاق خاور سے گلو خلاصی کروائی مگر اس کے عوض آپ جو مجھ سے چاہتے ہیں وہ میرے لیے ممکن نہیں ہے پلیز مجھے پریشان مت کیجیے۔"

"اوکے نہیں کرتا آپ کو پریشان! مگر تم بھی مجھے ستانا چھوڑ دو۔" وہ سہولت سے بولا تو سوہل چونک اٹھی۔ نجانے کب یہ شخص اس کے دل کی آرزو اس کی چاہت بن گیا تھا مگر اب اس کا یہ انداز اسے اداس کر رہا تھا۔

"میں...... !میں آپ کو کیوں کر ستانے لگی؟"

"کل صبح اپنے گھر کے اسٹاپ پر آ جانا میں ٹھیک گیارہ بجے وہاں تمہارا انتظار کروں گا۔"

''جی۔'' تیمور کی بات سن کر اس کے حقیقی معنوں میں چھکے چھوٹ گئے۔

''کیوں! میں کیوں آؤں؟ سوری تیمور صاحب میں بالکل نہیں آؤں گی اور آپ مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔'' سومل نڈر انداز میں بولی۔

''میں تمہیں بالکل مجبور کر سکتا ہوں' مگر میں چاہتا ہوں کہ تم اپنی مرضی سے آؤ۔'' وہ مضبوط لہجے میں گویا ہوا تو سومل روہانسی ہوگئی۔

''اُفوہ احمق لڑکی میرا بھروسہ کرو میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا وعدہ تمہاری اجازت کے بنا کبھی تمہیں ہاتھ تک نہیں لگاؤں گا۔'' تیمور کے ادا کیے گئے آخری جملے پر نجانے کیوں اس کے دل کی دھڑکنیں اتھل پتھل ہوگئیں چہرہ یکدم تمتما اٹھا۔

''آپ کیوں فضول بول رہے ہیں۔'' وہ فقط اتنا ہی کہہ پائی۔

''دیکھو اگر تم میری اس دن والی حرکت سے خوف زدہ ہو تو ایم سوری یار......! وہ حرکت میں نے جان بوجھ کر تمہیں چیک کرنے کے لیے کی تھی۔'' وہ جلدی سے بولا تو سومل حیرت زدہ رہ گئی۔

''مجھے چیک کرنے کے لیے مگر کیوں......!'' اس نے الجھ کر استفسار کیا۔

''میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ تمہاری باتوں میں کہاں تک صداقت ہے' کیوں کہ آج کل کی لڑکیاں اس طرح کے بہت ڈرامے کرتی ہیں۔'' تیمور نے اسے سنجیدگی سے بتایا تو سومل چپ سی ہوگئی تیمور کا لہجہ اس سے سچائی کا غماز تھا۔

''اوکے صبح ٹھیک گیارہ بجے میں وہاں موجود ہوں گا۔'' یہ کہہ کر اس نے بنا سومل کا جواب سنے موبائل آف کردیا جبکہ سومل کافی دیر موبائل ہاتھ میں تھامے تیمور جہانگیر کے بارے میں سوچے گئی۔

○❖○❖○
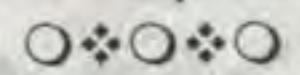
ریسٹورنٹ کے مخصوص ماحول میں سومل انتہائی کوفت کا شکار تھی۔ امی سے کسی جگہ انٹرویو دینے کا بہانہ بنا کر وہ اس وقت تیمور جہانگیر کے سامنے بیٹھی تھی چونکہ لنچ ٹائم ابھی شروع نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا ریسٹورنٹ میں لوگ بھی اکادکا تھے۔ ویٹر کو دو کولڈ ڈرنکس اور سینڈوچ کا آرڈر دے کر وہ پوری طرح اس کی جانب متوجہ ہوگیا جبکہ سومل نے اسے اپنی جانب دیکھتا پا کر اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کردیا۔

''بڑی بے مروّت لڑکی ہو تم! میں نے تمہاری آفاق سے جان چھڑائی اور تم میرے سامنے یوں منہ بنا کے بیٹھی ہو۔'' تیمور جہانگیر قدرے خفگی سے بولا تو سومل نے اسے دوٹوک انداز میں دیکھا۔

''اس کے لیے میں آپ کی تہہ دل سے احسان مند ہوں مگر......! اس کے بدلے آپ نے جو بات میرے سامنے رکھی تھی وہ میرے لیے بے انتہا پریشانی کا باعث ہے' آپ پلیز بتایئے نا وہ بات آپ نے مجھ سے کیوں کہی تھی آپ......!'' وہ لمحے بھر کو خاموش ہوئی پھر آس بھری نگاہوں سے دیکھ کر بولی۔

''آپ مجھ سے مذاق کر رہے تھے نا۔'' فیروزی رنگ کے سادے سے سوٹ میں متغیر چہرہ لیے وہ بڑی امید سے اس سے استفسار کر رہی تھی۔

''ہاں......! میں تم سے مذاق کر رہا تھا۔'' وہ ایک گہری نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے بولا جب کہ سومل کو لگا جیسے وہ تیز دھوپ میں برہنہ پاؤں چلتے چلتے اچانک ٹھنڈے چھاؤں دار درخت کے سائے میں آگئی ہو۔

''واقعی......! یہ سچ ہے مسٹر تیمور جہانگیر۔'' وہ خوشی وانبساط کی کیفیت میں گھر کر انتہائی بے یقینی کے عالم میں بولی تھی۔

''مجھے معلوم تھا کہ آپ بہت اچھے انسان ہیں۔ سب سے مختلف۔'' تیمور جہانگیر بڑے والہانہ انداز میں اس کی خوشی دیکھ رہا تھا جبکہ سومل اس پل پوری طرح اپنے آپ میں مگن تھی۔

''اچھا یہ بتایئے آپ نے آفاق خاور سے ایسا کیا کہا کہ اس نے اتنی آسانی سے میرا پیچھا چھوڑ دیا۔'' سومل نے چہک کر استفسار کیا۔

''یہ جاننا بہت ضروری ہے کیا؟'' تیمور مسکرا کر بولا تو سومل نے زور و شور سے اثبات میں سر ہلایا۔

''بالکل ضروری ہے تیمور صاحب! آخر آفاق خاور اتنی جلدی کیسے راہ راست پر آگئے۔'' ویٹر کے لائے کولڈ ڈرنکس کے گلاس میں سے ایک اٹھاتے ہوئے وہ بڑے جوش سے بولی۔

''ایک فارن پروجیکٹ جو ہم دونوں کو ملا تھا اس پروجیکٹ پر میں نے بیک اپ کرلیا۔'' وہ بڑے اطمینان سے بولا جبکہ کولڈ ڈرنکس پیتے سومل کو جیسے اچھو لگ گیا۔

''کیا......؟ مگر وہ پروجیکٹ تو بہت بڑا تھا غالباً کروڑوں کا......'' وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

''ہوں تمہارا پیچھا چھوڑنے کی قیمت اس نے یہی لگائی تھی۔'' وہ بے پروائی سے بولا۔

''اور اتنی بڑی قیمت آپ نے ایک لمحے میں ادا کردی۔'' سومل گم صم سی ہو کر بولی۔

''آفاق کی نظر میں تمہاری قیمت صرف اس پروجیکٹ کے برابر تھی۔ جبکہ میری نگاہ میں تمہاری کوئی قیمت نہیں کیونکہ تم انمول ہو ساری دنیا میں تمہارا کوئی مول نہیں......! کیونکہ محبت اور محبوب کائنات میں اتنا انمول ہوتا ہے کہ دنیا کی کوئی شے اسے خرید نہیں سکتی۔'' تیمور انتہائی جذب سے بولا جبکہ سومل ششدر سی خاموش بیٹھی اسے دیکھتی رہ گئی۔

''آفاق جیسے لوگوں کے لیے جذبے کوئی اہمیت نہیں رکھتے' ان کے لیے پیسہ ہی سب کچھ ہوتا ہے اور تم صرف اس کی ضد تھیں ایک تھرل۔''

''تیمور صاحب آپ نے میری خاطر کروڑوں روپے کے پروجیکٹ کو ٹھکرادیا۔ مجھے سمجھ میں نہیں آرہا کہ آپ کے اس احسان کا بدلہ میں کیسے چکاؤں گی۔'' وہ اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست کرتے ہوئے بڑی لاچاری سے بولی تو تیمور نے اسے مسکراتی نگاہوں سے دیکھا۔

''اپنی محبت اپنا دل میرے حوالے کر کے۔'' تیمور کی سرگوشی اس کے کانوں میں پڑی تو اس پل سومل کے دل کی دھڑکنیں بری طرح بے قابو ہوگئیں۔ نگاہیں بے تحاشا جھک گئیں۔ تیمور نے اسے محبت پاش نظروں سے دیکھ کر گویا اس کا یہ روپ اپنی آنکھوں میں سمونا چاہا۔

''یہ لڑکی تو مجھے اسی دن بھا گئی تھی جب اسی طرح نگاہیں جھکائے آفاق کی ڈانٹ سن رہی تھی۔ پھر اس دن جب آفاق آفس لیٹ آیا اور تم نے مجھے اٹینڈ کیا اسی دن میں نے فیصلہ کرلیا کہ اب ساری زندگی صرف تم ہی مجھے یونہی کمپنی دوگی مگر......! جب آفاق سے میں نے تمہاری بابت جاننا چاہا تو اس نے مجھے یہ تاثر دیا کہ تم دونوں کے آپس میں کافی گہرے مراسم ہیں مجھے تم پر بے پناہ غصہ بھی آیا اور افسوس بھی ہوا اور تم سے بدگمان ہوگیا۔''

سومل تیمور کے منہ سے یہ انکشاف سن کر حیرت کے سمندر میں ڈبکیاں کھانے لگی۔

''پھر بارش والے دن صرف یہ دیکھنے کے لیے تم سچی ہو یا آفاق' لہٰذا تھوڑا سا تمہارے ساتھ ڈرامہ کیا۔''

''تھوڑا سا ڈرامہ میری تو جان ہی نکل گئی تھی۔ آپ کو معلوم ہے میں کتنی پریشان وخوف زدہ ہوگئی تھی۔'' سومل برا مانتے ہوئے بولی تو تیمور نے ہنستے ہوئے اپنے دونوں کان پکڑے تھے۔

''سوری ڈیئر آئندہ ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔'' سومل بھی تیمور کو کان پکڑے دیکھ کر کھل کر مسکرادی۔ اب کوئی خوف کوئی پریشانی اس کے تعاقب میں نہیں تھی۔

''تمہارے دل کی آرزو میں ہی ہوں نا۔'' تیمور چہرہ اس کے قریب لا کر گھمبیر سرگوشی میں بولا۔

''ہوں سوچ کر بتاؤں گی۔'' سومل اترا کر بولی تو تیمور سومل کی اس ادا پر زور سے ہنس دیا۔

قسط نمبر 17

بھیگی پلکوں پر

اقرا صغیر احمد

ہم جیسے تنہا لوگوں کا' رونا کیا' مسکانا کیا
جب چاہنے والا کوئی نہیں' پھر جینا کیا' مرنا کیا
سو رنگ میں جس کو سوچا تھا' سو روپ میں جس کو چاہا تھا
وہ جانِ غزل تو روٹھ گئی' اب اس کا حال سنانا کیا

گزشتہ قسط کا خلاصہ

پری طیش میں اٹھ کر کیمرا چھیننا چاہتی ہے تو وہ اجنبی شخص اس کو فوری طور پر دوسرے ہاتھ میں منتقل کر کے اس سے مخاطب ہوتا ہے۔ تو پری کو مزید غصہ آ جاتا ہے جس پر وہ اس کو بے بھاؤ کی سناتی ہے اتنی میں وہاں فیاض کے پارٹنر کی بیگم آ جاتی ہے اور پری کو غصہ میں دیکھ کر وہ اپنے بیٹے کی طرف دیکھ کو پری سے اس کے غصے کی وجہ جانتی ہیں۔ ساری صوتحال جان کر وہ پری سے اس کی تمام تصاویر واپس کرنے کا وعدہ کر لیتی ہیں۔ ادھر عائزہ اور راحیل مل کر طغرل کو مارنے کا پروگرام بنا رہے ہوتے ہے جسے سن کر عادلہ عائزہ کو بار بار گھر چلنے کا کہتی ہے تو عائزہ اور راحیل کا منہ بن جاتا ہے۔ صباحت عابدی کے فارن ریٹرن بیٹے کو پری کے گرد منڈلاتے دیکھ کر بگڑ جاتی ہے اور پری کو پارٹی میں بے نقط سناتی ہیں اور ان کو فوری گھر جانے کا کہہ دیتی ہیں۔ ماہ رخ اپنے کورٹ میرج کو لے کر بے حد مطمئن تھی اور مستقبل کے سہانے سپنے دیکھنے لگتی ہے اور گھر میں اس کی اور گلفام کی شادی زور شور سے جاری ہوتی ہیں۔ دادی جان مذنہ سے طغرل اور پری کے رشتے کی بات کرتی ہے تو مذنہ سہولت سے دادی جان کو انکار کر دیتی ہیں جس سے دادی جان دکھی ہو جاتی ہیں۔ آج کئی سالوں کے بعد فیاض اور ثنیٰ کا سامنا اچانک ہی شاپنگ مال میں ہو جاتا ہے تو دونوں ایک دوسرے کو مبہوت سے دیکھتے رہ جاتے ہیں پھر فیاض ثنیٰ کو کافی کی پرزور آفر کرتے ہیں اور پھر وہ وہیں کافی پیتے ہوئے ماضی کو یاد کرتے ہوئے اور بھی دکھی ہو جاتے ہیں۔ طغرل جب گھر آتا ہے تو دادی جان کو تنہا پا کر حیران و پریشان ہو جاتا ہے اور ان سے سب گھر والے کے بارے میں استفسار کرتا ہے تو عائزہ اور عادلہ سن کر پریشان ہو جاتا ہے۔

اب آگے پڑھیے

❀......☆......❀

دادی جان کی بات پر طغرل کے چہرے پر سرخی چھا گئی تھی۔

"پری یہی تو بتا رہی تھی اس موئے کی اس حرکت سے وہ بہت پریشان ہو رہی تھی' میں نے سمجھایا ہے اگر اس نے چند دنوں میں تصویریں واپس نہ کیں تو اس کے باپ کے سامنے اس کے جوتے لگا کر تصویریں لے کر آؤں گی' لو بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی ہے۔" وہ اس کے دل کی کیفیت سے بے خبر کہہ رہی تھیں اور طغرل کو گویا محسوس ہو رہا تھا اس کے اندر باہر آگ ہی آگ ہے' بہت عجیب تھی اس آگ کی تپش۔

"کب ملاقات ہوئی ہے آپ کی اس سے؟"

"میں کہاں ملی ہوں اس سے' پھر وہ یہاں رہتا ہی کب ہے تعلیم کے سلسلے میں باہر گیا ہوا تھا اس ہفتے ہی واپس لوٹا ہے' اسی خوشی میں عابدی نے گھر میں پارٹی دی تھی۔" وہ پورے انہماک سے ان کی گفتگو سن رہا تھا۔

"ارے تو کیوں کھڑا ہے؟ یہاں بیٹھ آ کر۔"

"ابھی کچھ دیر بعد آتا ہوں' ایک کام یاد آ گیا ہے۔" وہ کہہ کر سیدھا وہاں سے کچن میں چلا آیا' جہاں پری چائے بنا رہی تھی وہ سیدھا اس کے قریب پہنچا۔

"اس نے تمہاری تصویریں کیوں لی ہیں؟" وہ اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا ہو کر پوچھ رہا تھا' سنجیدہ لہجے میں۔

"مجھے نہیں پتا؟" اس نے مگ ریک سے نکال کر کاؤنٹر پر رکھتے ہوئے سادگی بھرے انداز میں کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے' اس نے تمہاری تصویریں لی ہیں اور کیوں لی ہیں یہ تم کو معلوم نہیں ہے؟" آہستہ آہستہ اس کے لہجے میں اشتعال ابھرنے لگا تھا۔

"میں نے جو سچ تھا وہ آپ کو بتا دیا ہے۔"

"کیا سچ تھا؟ کیا بتا دیا تم نے؟"

"یہی کہ مجھے نہیں معلوم اس نے میری تصویریں کیوں لی ہیں؟ آپ کو یقین آتا ہے یا نہیں' یہ مجھے نہیں معلوم؟" اس نے برنر آف کرتے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔ طغرل کی نظریں گرے اینڈ ریڈ کلر کے دوپٹے کے ہالے میں لپٹے چہرے پر تھیں' بلا کی سادگی و سنجیدگی تھی اس کے دلکش چہرے پر۔

ایک بار اٹھنے والی نظر بے ساختہ اور بار بار اٹھ رہی تھی اور ایسا پہلی بار ہوا تھا وہ اپنے بدلتے احساسات پر متحیر تھا۔

"میرے راستے سے ہٹیے پلیز۔" وہ چائے کا بھاپ اڑاتا ہوا مگ چھوٹی ٹرے میں رکھ کر اٹھائے ہوئے گویا ہوئی تو وہ گہرا سانس لیتا ہوا گویا ہوا۔

"اٹس اوکے' اس نے یہ حرکت تمہاری اجازت کے بنا کی ہے' اب میں اس کو بتاتا ہوں' اس کی اس حرکت کا اینڈ کیا ہوتا ہے؟ میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔"

"اوہ! کیا آپ اس کو ماریں گے؟" اس کے لہجے کی وحشت پر وہ کانپ اٹھی تھی۔

"آف کورس! وہ اس طرح کیسے کسی کی عزت کی دھجیاں بکھیر سکتا ہے؟ کم از کم میں کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دوں گا' کوئی میرے خاندان کی طرف میلی نگاہ سے بھی دیکھے تو میں اس نگاہ کو خاک کرنے کی ہمت رکھتا ہوں۔" وہ از حد جذباتی ہو رہا تھا اس وقت اس کی آنکھیں لہو رنگ تھیں۔

"آپ کو اتنا جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے طغرل بھائی! میں دادی جان کو بتا چکی ہوں' وہ آسانی سے اس معاملے کو ہینڈل کر سکتی ہیں۔" وہ نرمی سے گویا ہوئی تھی۔

"میں اس کو اس حرکت پر ایسا سبق دینا چاہتا ہوں کہ وہ کبھی خواب میں بھی ایسی حرکت کا سوچ نہ سکے۔"

"پلیز! آپ میرا تماشا بنانے کی سعی نہ کیجیے۔" وہ اس کا جارحانہ انداز کئی بار دیکھ چکی تھی اور جانتی تھی عزت و غیرت

کے لیے وہ کسی سے بھی کمپرومائز کرنے والا نہیں ہے۔

"تماشا......؟" اس نے ایک دہکتی نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے کہا پھر دھپ دھپ کرتا ہوا وہاں سے نکل گیا۔

❀......☆......❀
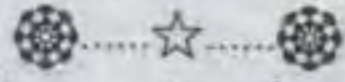
گہری نیند سے وہ ہڑبڑا کر بیدار ہوا اور سیدھا اٹھ کر بیٹھ گیا اس کا سانس اتنی تیزی سے چل رہا تھا گویا وہ میلوں دور سے دوڑتا ہوا آیا ہو' آنکھوں میں عجیب سی وحشت تھی چند لمحے اس کو سانس کی بے ہنگم رفتار کو قابو کرنے میں لگے تھے مگر چہرے اور آنکھوں میں چھائی وحشت و بے چینی کسی طور کم نہ ہوئی تھی وہ اٹھا تھا کھڑکی کے پٹ وا کر کے کتنی دیر تک گہرے گہرے سانس لیتا رہا۔

لیکن دل کی وحشت تھی کہ کسی طور کم ہونے کا نام نہ لے رہی تھی' بے قراری نے زیادہ ہی بے چین کیا تو وہ کسی گھائل پروانے کی مانند باہر ٹیرس پر آ گیا۔

سخت سردی تھی اس کے دل جیسی ویرانی ہر سو چھا رہی تھی' آنگن کے وسط میں لگا نیم کا درخت گم صم و خاموش کھڑا تھا۔ آسمان دھواں دھواں تھا' دسمبر کی آخری راتیں تھیں چاند' ستارے سب نظروں سے اوجھل تھے' اس کی نظریں بے ساختہ سامنے ماہ رخ کے کمرے کی طرف اٹھ گئیں' جہاں کھڑکیوں کے شیشوں سے جھانکتی نائٹ بلب کی دھیمی روشنی اس بات کا ثبوت تھی کہ وہ گہری نیند میں محو استراحت ہے۔

"بہت خوب رخ! میری نیندیں چرا کر مزے سے سو رہی ہو؟" گلفام نے مسکراتے ہوئے زیر لب کہا۔ ماہ رخ کے کمرے پر نظر ڈالتے ہی اس کے بے تاب دل کو قرار آنے لگا' باقی کی رات اس نے سوتے جاگتے اور اس کے کمرے کو تکتے ہوئے گزاری تھی پھر یہ پورے ہفتے اس کا معمول بن گیا تھا۔

"سیاہ فام! مجھے لگتا ہے تم پاگل ہو گئے ہو' سچ مچ پاگل۔" ایک دن موقع پا کر جب اس نے یہ سب رخ کو بتایا تو وہ اس کی طرف دیکھ کر کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔

"خدا کی قسم! مجھے بھی ایسا لگتا ہے میں پاگل ہو گیا ہوں۔"

"میں تو پھر کسی پاگل سے شادی کرنے والی نہیں ہوں' جاؤ جا کر اپنے لیے کسی پاگل لڑکی کو دیکھو۔" اس کی بات مکمل بھی نہ ہوئی تھی اور وہ بے حد گھبرائے ہوئے انداز میں اس سے ہاتھ جوڑ کر گویا ہوا تھا۔

"خدا کے لیے' ایسی بات کبھی خواب میں بھی مت کہنا' تمہارے بغیر تو زندگی موت جیسی ہو گی۔" وہ بے ساختہ رو پڑا تھا' ماہ رخ کی مسکراہٹ تحیر میں بدل گئی' ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ اس نے گلفام کو روتے دیکھا ہو۔ اس کے لبوں پر ہمیشہ دھیمی سی مسکراہٹ ہوتی تھی جس میں موجود پیار و خلوص کی روشنی اس کے چہرے کو منور کر دیتی تھی۔ آج اس کی آنکھوں سے بہہ نکلنے والے آنسو ماہ رخ کو ششدر کر گئے تھے۔

"سیاہ فام! کیا ہو گیا ہے تم کو؟ تم مرد ہو کر رو رہے ہو؟" گلفام کے بہتے آنسوؤں نے اس کو سہما دیا تھا۔

"مرد کیا انسان نہیں ہوتا؟ غم تو پتھروں کو بھی موم بنا دیتا ہے اور مرد کو بھی رلا دیتا ہے۔"

"غم؟ کس غم کی بات کر رہے ہو تم۔"

"تم سے جدائی کا غم' تمہیں پانے سے پہلے کھونے کا غم۔ میں روز خواب میں تمہیں گم ہوتے دیکھتا ہوں' میری راتیں خوابوں میں تمہیں تلاش کرتے ہوئے گزرتی ہیں' روز ایک نئے جزیرے میں' میں تمہیں تلاشنے میں سرگرداں رہتا ہوں اور تم......؟" وہ ایک بار پھر شدتوں سے رو پڑا تھا۔

"ارے امی وغیرہ آ گئیں تو کیا سوچیں گی وہ؟ پلیز خاموش ہو جاؤ' نا معلوم کیا ہوا ہے تمہیں' خوابوں پر بھی کوئی اعتبار

کیا جاتا ہے جو تم یقین کر کے بیٹھ گئے ہو۔"

"وہ خواب نہیں ہے رخ! وہ خواب نہیں ہے اس میں کہیں نہ کہیں حقیقت پوشیدہ ہے یہ میرے دل کا گمان ہے۔" اوپر کوئی آ رہا تھا جس کے قدموں کی آواز سن کر گلفام اٹھ کر تیزی سے چلا گیا اور وہ گم صم بیٹھی رہ گئی وہ سوچ رہی تھی۔

یہ کیسی محبت تھی؟ یہ کیسا احساس تھا؟ یہ کیسی تڑپ تھی؟

کیا گلفام مجھ سے اتنی محبت کرتا ہے؟ اتنی شدید محبت جس نے اسے آنے والے کل سے آگہی بخش دی ہے۔

تمام تر بے خبری کے باوجود وہ جان گیا ہے میں اسے چھوڑ کر چلی جاؤں گی کسی ایسے ملک جہاں اس کی پرچھائیں بھی مجھے دیکھ نہ سکے گی کیا ہوا ہے یہ؟ کیا محبت اسی کو کہتے ہیں؟ کیا سچی محبت انسان کو روشن ضمیر بنا دیتی ہے؟ کیا اسی احساس کا نام محبت ہے؟

دل میں ایک عجیب سی سوزش جاگی تھی اور وہ بے کل سی ہو کر کمرے میں آئی وارڈ روب کے لاکر سے ساحر کی دی گئی ڈائمنڈ رنگ نکال کر دیکھنے لگی۔

❁.....☆.....❁

کہاں کہاں پہ لٹے ہو شمار مت کرنا
مگر کسی پہ بھی اب اعتبار مت کرنا
میں لوٹنے کے ارادے سے جا رہا ہوں مگر
سفر سفر ہے میرا انتظار مت کرنا

عشرت جہاں کمرے میں آئیں تو تمنی گہری سوچوں میں گم تھیں ایک نظر ان پر ڈال کر وہ قریب بیٹھتے ہوئے گویا ہوئی تھیں۔

"کیا سوچ رہی ہو تمنی!" وہ ان کے انداز پر پلٹی نہیں تھیں بلکہ ان کی نگاہیں ہنوز خلاؤں میں مرکوز رہی تھیں۔

"سوچوں کا لامتناہی سلسلہ ہے ممی! کہاں تک پوچھیں گی اور میں کہاں تک آپ کو بتا پاؤں گی؟"

"تم بتاؤ بیٹا! میں تھکنے والی نہیں ہوں تمہاری ہر بات میں پوری توجہ وانہماک سے سنوں گی۔" اس گریہ وزاری سے سوجی ہوئی آنکھیں اور پژمردہ چہرہ بتا رہا تھا وہ سخت اضطراب و تکلیف میں ہے۔

تمنی نے شدت گریہ سے سرخ نگاہیں اٹھا کر ان کو دیکھا تھا۔ ان کے چہرے پر نرمی شفقت اور محبت تھی وہ سراپا ایثار و قربانی اور مہرباں تھیں۔ ایک ماں جس کی ہر ادا سے مہربانی و پیار چھلکتا ہے۔ آن واحد میں ان کی نگاہوں میں ماضی کے کچھ مناظر ابھرنے لگے تھے۔

"اب کیا بیٹھ کر آنسو بہا رہی ہو؟ کتنا سمجھایا تھا تمہیں شادی مت کرو اس ٹٹ پونجیے سے وہ کسی طور پر تمہارے قابل نہیں ہے۔" پیشانی پر بے شمار شکنیں لیے بگڑے تیوروں سے عشرت جہاں کے سخت لہجے میں معمولی سی بھی لچک نہ تھی۔

"ممی پلیز! فیاض کی محبت میں کوئی کمی نہیں ہے وہ مجھ سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں ان کی محبت ہی چاہیے مجھے بس۔"

"اس کی ماں بہنیں جو تم کو جوتی کی نوک پر رکھتی ہیں؟"

"فیاض کی محبت کے آگے وہ کچھ نہیں ہے۔"

"پھر اس طرح رونے کا مقصد کیا ہے تمہارا؟"

"فیاض مجھے یہاں ڈراپ کر گئے ہیں تو آپ اپنے روم سے باہر ہی نہیں آئیں اور تو اور کسی ملازم نے ان کو کولڈ ڈرنک تک کا بھی نہیں پوچھا وہ اتنے فراخ دل ہیں کہ ان باتوں کا خیال بھی نہیں کریں گے مگر ممی! میں جانتی ہوں اس گھر کی روایت ہے کسی مہمان کو بھی بنا خاطر و تواضع کے جانے نہیں دیا جاتا ہے اور اس گھر کے اکلوتے داماد کے ساتھ فقیروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا ہے اور یہ سب آپ کی وجہ سے ہے ممی! آپ نے ہی ملازموں کو منع کیا ہے جو وہ فیاض کو ایک گلاس پانی بھی پوچھنا گوارا نہیں کرتے۔ میں اس بے عزتی پر رووں بھی نہیں؟" وہ تنے ہوئے ابرو اور اکڑی ہوئی گردن والی ماں کی طرف دیکھ کر بے حد خفگی سے گویا ہوئی تھیں۔

"میں نے اس کم حیثیت شخص کو نہ کبھی داماد سمجھا ہے اور نہ ہی سمجھوں گی تم خواہ کچھ بھی کہو میرے دل میں صرف اور صرف صفدر جمال کی محبت ہے اور وہ اب بھی تمہارے انتظار میں ہے۔"

"صفدر جمال! کیا ہے ممی اس کے پاس؟" وہ طنزیہ لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

"دولت ہے اسٹیٹس ہے بزنس مین ہے وہ کروڑوں میں کھیلتا ہے تمہیں وہ تمام خوشیاں دے سکتا ہے جو فیاض سپنے میں بھی نہیں دے سکتا۔ ابھی بھی وقت ہے سوچ لو کل وقت بدلنے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے پھر میں تمہاری ماں ہوں کوئی دشمن تو نہیں۔" ان کے سخت لہجے میں معمولی سی لچک بیدار ہوئی تھی۔

"آپ ماں ہیں مگر کام دشمنوں والا کر رہی ہیں یہ بھی آپ کی خوش فہمی ہے کہ میں فیاض کے سوا کسی اور کے ساتھ خوش رہ سکتی ہوں فیاض جو خوشیاں مجھے دیتا ہے صفدر نہیں دے سکتا پھر صفدر کے پاس صرف دولت ہے نہ کردار ہے نہ اخلاق سوسائٹی میں کسی نہ کسی کے ساتھ وہ اسکینڈ لائز رہتا ہے۔"

"یہی تو مردانگی ہے لڑکیاں خود مرتی ہیں اس پر۔" وہ فخریہ لہجے میں گویا ہوئیں۔

"مجھے ایسی مردانگی نہیں چاہیے ممی! جہاں بیوی یہی سوچ سوچ کر کروٹیں بدلتی جلتی رہے کہ نا معلوم میرا مرد کس عورت کے ساتھ ہوگا ایسی دولت سے کسمپرسی بہتر ہے۔"

"ہونہہ! مڈل کلاس فیملی کی بہو بن کر تم اپنا اسٹیٹس ہی بھول بیٹھی ہو میں ماسوائے تم پر ترس کھانے کے اور کروں کیا۔" وہ غصیلی نگاہ اس پر ڈال کر وہاں سے چلی گئی تھیں۔

"کیا دیکھ رہی ہو اس طرح بیٹا! کیا سوچ رہی ہو؟" وقت نے ان کے اعصاب کمزور کر دیئے تھے بڑھاپے نے کمزوری عطا کی تھی وہ اپنے کانپتے ہاتھ اس کے شانے پر رکھتے ہوئے گویا ہوئیں تو وہ بھی ماضی کے جھروکوں کو بند کر کے ان کی طرف پلٹی تھی۔

"کبھی ہم جن خواہشوں کو حاصل کرنے کی دعائیں کرتے ہیں جن کے پورے ہونے کی منتیں مانگتے ہیں اور جب وہ پوری ہوتی ہیں تو وقت گزر گیا ہوتا ہے خواہشیں مدفن ہو جاتی ہیں اور جب دل خواہشوں سے خالی ہو جاتا ہے تو وہ دل نہیں رہتا گوشت کا صرف ایک بے ہنگم سا لوتھڑا ہوتا ہے جس میں رواں دواں دھڑکنیں زندگی کا پتا دیتی ہیں صرف زندہ ہونے کا پتا۔" وہ ان کے ہاتھ تھامے جذب کے عالم میں کہہ رہی تھیں۔

"ممی! اگر آپ کی ممتا پہلے ہی جاگ جاتی اور آپ میرے اور فیاض کے رشتے سے کمپرومائز کر لیتیں تو آج ہم سب کی زندگی بہت پُرسکون اور خوشیوں سے بھرپور ہوتی۔"

"آہ...... ہا! یہ دکھ تو مجھے مرتے دم تک رہے گا غنی! مگر اللہ گواہ ہے میں نے جو کچھ بھی کیا تمہارے بہترین مستقبل کے لیے کیا ہے۔"

"لیکن آج بھی مجھے صفدر کے ہزار گز کے بنگلے میں وہ سکون وہ خوشی نہیں ملی جو فیاض کے چند گز کے بنے اس گھر

میں ملتی تھی۔ معلوم ہے آپ کو کل مجھے شاپنگ سینٹر سے نکلتے ہوئے فیاض ملا تھا۔" وہ آنسو صاف کرتے ہوئے بھرائے لہجے میں گویا ہوئی تھیں۔

"اوہ...... کیسا ہے وہ؟ تم سے بات کی اس نے؟"

"ہاں بڑے منت بھرے انداز میں مجھے کیفے لے گیا کافی کے لیے۔ وہ بہت بدل گیا ہے ممی! اس کی شخصیت چینج ہوگئی ہے۔ وہ ہنسنے ہنسانے والا بندہ بالکل ہی سنجیدہ و خاموش ہو گیا ہے ایسا محسوس ہوتا ہے گویا مسکراہٹ اس سے روٹھ گئی ہے۔"

✿......☆......✿
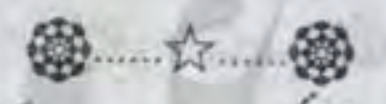
نہ نیند آئی نہ خواب آئے
ہم رات یونہی گزار آئے
نہ بات بنی نہ جواب آئے
ہم سوال سارے سن آئے
عجیب نگاہیں تھیں اجنبی کی
جیسے صحرا گھوم آئے
ہنسنے کا انداز تھا ایسا
جیسے کہیں پھول مسکائے
پل دو پل کے ساتھ میں دیکھو
ہم اپنا آپ ہی بھول آئے

"شیری...... شیری......!" مسز عابدی پکارتی ہوئی اس کے روم میں آئی تھیں۔

"یس مما! کم ان دیکھیں کس قدر اچھی تصویریں ہیں۔" اس کے آگے پری کی تصویریں بکھری تھیں کچھ تصویروں میں وہ ماحول سے بے نیاز خلاؤں میں گم تھی اور کچھ میں وہ چیئر سے اٹھ کر بڑے اشتعال بھرے انداز میں آگے بڑھ رہی تھی اس کے ہر انداز میں ایک رعنائی و کشش تھی۔ شیری دلچسپی سے ایک ایک تصویر کو دیکھ رہا تھا مسز عابدی بھی قریب آ کر تصویریں دیکھنے لگیں۔

"سویریٹ!" وہ تمام تصویریں ہاتھ میں لیتی ہوئی گویا ہوئیں۔

"فیاض بھائی کی یہ بیٹی تو چاند کا ٹکڑا ہے چاند کا ٹکڑا۔"

"مما! ٹکڑا نہیں ہے فل چاند ہے وہ۔" وہ ایک تصویر ہاتھ میں لے کر ستائشی لہجے میں گویا ہوا۔

"ٹھیک ہے اب یہ ساری تصویریں آپ مجھے دے دیجیے میں فیاض بھائی کے ہاں جا کر پری کو دے آتی ہوں۔"

"لے جائیں آپ یہ تصویریں لیکن ایک کاپی میرے پاس رہے گی یہ میں نے ایکسٹرا بنوائی ہیں۔" وہ تیزی سے تصویروں کی ایک سیریل علیحدہ کرتے ہوئے گویا ہوا۔

"یہ اچھی بات نہیں ہے بیٹا! آپ کو یہ تمام ہی واپس کرنی ہوں گی آپ بغیر اجازت یہ تصویریں نہیں رکھ سکتے۔"

"کیوں مما؟ آپ جانتی ہیں یہ تصویریں میں آپ کو نہیں دوں گا یہ میرے پاس البم میں سیوڈ ہوں گی۔" اس کے انداز میں قطعیت وضد تھی۔

"میری جان! سمجھنے کی کوشش کرو یہاں کی سوشل ویلیوز ہیں کچھ ہر فیملی کا بیک گراؤنڈ ایک دوسرے سے جدا ہوتا

ہے۔ دیکھیں ہمارے ہاں یہ سب معیوب نہیں سمجھا جاتا' ہماری فیملی ماڈ اینڈ لبرل ہے جب کہ فیاض بھائی کی فیملی کنزرویٹو ہے' آپ نے دیکھا تھا خود پری کاری ایکشن جب آپ نے اس کی بغیر اجازت تصویریں لی تھیں' کبھی کسی لڑکی نے آپ کو اس طرح کا بیڈ رسپونس دیا ہے؟'' وہ مسکراتے ہوئے استفسار کررہی تھیں۔

''اس پرسوٹ بھی کرتا ہے یہ اسٹائل' خوب صورت لوگ اگر مغرور نہ ہوں تو اچھے نہیں لگتے ہیں۔'' اس کے انداز میں شوخی تھی۔

''پلیز بی سیریس! مجھے یہ تمام تصویریں چاہئیں اور اس معاملے میں میں کوئی ایکسکیوز نہیں سنوں گی' سمجھ گئے؟''

❀......☆......❀
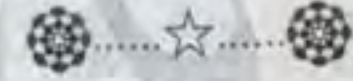
''عادلہ! راحیل کا فون آیا ہے وہ ملنا چاہتا ہے ہم سے۔'' عائزہ اس کے قریب بیٹھ کر سرگوشی کرتے ہوئے گویا ہوئی۔

''ہم سے......؟'' وہ بالوں میں برش کرتے ہوئے چونک کر بولی۔

''اوہو! ایک تو تم کوڑھ مغز بہت ہو' ہم سے مراد ہے تم میرے ساتھ ہوگی تو مجھے یہاں سے نکلنے میں آسانی ہوگی نا۔''

''نابابانا! اس بھوت بنگلے میں' میں دوبارہ کبھی نہیں جاؤں گی' عجیب ڈراؤنی جگہ ہے میں نہیں جاؤں گی بھئی۔'' اس نے ہیئر برش رکھ کر کانوں کو ہاتھ لگالیے تھے۔

''نخرے مت دکھاؤ' بلاوجہ کے' یہ بھی کوئی بات ہے بھلا؟ کسی کی غربت کا اس طرح مذاق اڑانا محض چھچھورا پن ہے اور کچھ نہیں۔''

''پھر کیوں مررہی ہو اس غریب پر دفع کرواسے۔''

''تم طغرل کو دفع کردو نا' کیوں پیچھے پڑی ہو اس کے؟''

''تمہیں طغرل کا نام لینے کی ضرورت نہیں۔''

''اور تمہیں بھی راحیل کا نام بدتمیزی سے لینے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ دونوں بلیوں کی مانند ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے غرّا رہی تھیں تیور بُری طرح بگڑے ہوئے تھے کچھ دیر تک وہ اسی طرح ایک دوسرے کی طرف گھورتی رہیں پھر عائزہ سنبھل کر بولی۔

''میں تم سے لڑنا نہیں چاہتی' تم میری سسٹر ہو ہمیں اس طرح آپس میں اختلاف رکھنا زیب نہیں دیتا ہے۔''

''لڑائی کی ابتداء تم ہی کرتی ہو میں نہیں' مجھے شوق نہیں ہے لڑنے کا۔'' عادلہ شانے اچکاتے ہوئے گویا ہوئی تھی۔

''اچھا چلو میں اپنی غلطی مانتی ہوں' مجھے ہی شوق ہے لڑنے کا تم بے چاری تو بہت ہی سیدھی و معصوم ہو۔''

''ہاں وہ تو ہوں' اس میں کوئی شک نہیں ہے۔''

''اچھا اب زیادہ اترانے کی ضرورت نہیں ہے' شرافت سے تم اپنی کسی فرینڈ کی برتھ ڈے کا بہانہ بنالو پھر ہم چلیں گے۔''

''ہر بار برتھ ڈے کا بہانہ نہیں چلے گا کچھ اور سوچتی ہوں۔''

''جلدی سوچنا تم تو ویسے بھی جھوٹ بولنے میں ماہر ہو۔''

❀......☆......❀
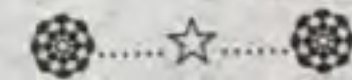
''کیا بات ہے' بہت اداس لگ رہی ہو؟'' وہ ریسٹورنٹ میں بیٹھے ہوئے چائے پی رہے تھے معاً ساحر خان نے ماہ

رخ کی طرف دیکھتے ہوئے اپنائیت سے پوچھا۔

''جی! بہت اداس ہوں میں۔''

''کیا پریشانی ہے؟''

''گھر میں میرا دم گھٹنے لگا ہے مما اور آنٹی شادی کی تیاریوں میں مصروف ہیں شاید آج کل میں وہ لوگ شادی کی تاریخ بھی طے کردیں' وہ کلینڈر لے کر حساب کرتے رہتے ہیں۔'' اس کے انداز میں بے چینی و اضطراب تھا۔

''تم ٹینشن کیوں لے رہی ہو؟ ہم شادی شدہ ہوچکے ہیں۔''

''ہم شادی شدہ ہوچکے ہیں' یہ بات آپ اور میں جانتے ہیں گھر والوں کو کیا معلوم اس کا بھلا۔''

''کیوں نہیں' تم راضی ہوجاؤ میں تمہارے گھر والوں کو اپنے اس حسین بندھن کے بارے میں بتانے کو تیار ہوں۔''

''نہیں نہیں' مجھے معلوم ہے وہ کبھی بھی اس رشتے کو قبول نہیں کریں گے اور ان سے کوئی بعید نہیں کہ وہ میرے اس فعل کو اپنی غیرت کا مسئلہ بنا کر مجھے قتل کرڈالیں۔'' وہ سراسیمگی کی حالت میں گھبرا کر بولی۔

''اوہ ریلی! اوکے تم پریشان مت ہو۔'' اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اس نے تسلی دی تھی۔

''پلیز ساحر...... پلیز مجھے کہیں بھی لے جاؤ' میں جانے کو تیار ہوں مگر میں اب کسی بھی قیمت پر گھر جانے کو تیار نہیں ہوں۔'' وہ آہستگی سے رونے لگی تھی۔

''روؤ مت پلیز چند دن...... محض چند دن لگیں گے ڈاکومینٹس تیار ہونے میں جانم! یہ تھوڑا سا وقت میری خاطر برداشت کرلو۔'' اس نے ہاتھ بڑھا کر ٹشو سے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بڑی لگاوٹ سے کہا تھا۔

''یہ چند دن کس طرح گزریں گے میں جانتی ہوں۔'' وہ بھیگی آنکھوں سے مسکرا کر گویا ہوئی تھی۔

''وقت کا کام گزرنا ہے یہ گزر جائے گا' ہمارے درمیان حائل رکاوٹوں کو عبور کرتا ہوا' تمہیں قربتیں بخشتا ہوا۔'' ساحر کی آنکھوں میں آنے والے لمحوں کی چمک در آئی۔

''آپ سے زیادہ میں منتظر ہوں اس وقت کی ساحر! مجھے لگتا ہے وہ وقت کبھی نہیں آئے گا۔'' جہاں ساحر کی آنکھوں میں امیدوں کے دیئے روشن تھے وہیں اس کی نگاہوں میں خوف و اندیشوں کی نمی تھی۔

''وہ وقت آگیا ہے کیا تم مسز ساحر خان نہیں ہو؟''

''یہ آپ اور میں جانتے ہیں اور میں چاہتی ہوں ساری دنیا والوں کو بتاؤں کہ آپ میرے ہیں۔'' ماہ رخ کے انداز میں جذباتیت تھی۔

''اچھا ایسا ہے تو پہلے اپنے گھر والوں کو تو بتاؤ۔'' اس کے شوخ انداز نے رخ کو شرمندہ کردیا تھا۔

❀......☆......❀
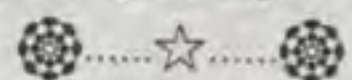
عجیب سی کیفیت دل و دماغ پر طاری تھی ہر شے سے اکتاہٹ و بے زاری محسوس ہونے لگی تھی' کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا اب بھی وہ آفس سے آکر اپنے روم میں لیٹ گیا تھا جب ہی مدنہ مسکراتی ہوئی اس کے قریب آکر بیٹھ گئی تھیں۔

''بہت تھکن ہوگئی ہے بیٹا!''

''کچھ خاص نہیں مما!'' وہ ان کے احترام میں اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

''کوئی بات ہے ضرور بہت چپ چپ رہنے لگے ہیں' فراز کی یاد آرہی ہے؟'' وہ اس کے وجیہہ چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھیں جہاں بے حد سنجیدگی تھی۔

''ہوں' ڈیڈی کی غیر موجودگی فیل کررہا ہوں۔ میں نے کال کی تھی وہ بزنس کی وجہ سے رک گئے ہیں کچھ عرصے بعد

یہاں آئیں گے۔"
"وہ تو نا معلوم کب آئیں گے' ہم واپس چلتے ہیں بیٹا۔"
"خیریت ہے ممی! آپ بور ہوگئی ہیں؟"
"جی ہاں' یہاں سب لوگ بدل گئے ہیں مغربی نفسانفسی اور خود غرضی ہمارے یہاں کے لوگوں میں بھی پیدا ہوچکی ہے۔"
"یہ کیا کہہ رہی ہیں ممی آپ؟ ایسا کیا ہوا ہے؟" ماں کو مضطرب دیکھ کر وہ بھی پریشان ہوگیا تھا۔
"کسی اور کی تو میں پروا نہیں کرتی مگر اماں جان نے میرے انکار کے بعد ایک سرد مہر رویہ اپنا لیا ہے بظاہر تو ایسا کچھ محسوس نہیں ہوتا ہے لیکن ان کے تیور بدل گئے ہیں یہ میں دیکھ رہی ہوں۔"
"یہ نہیں ہوسکتا ممی! دادی جان کبھی نہیں بدل سکتیں' مجھے امید ہے آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔" وہ کسی طور ماننے کو تیار نہیں تھا۔
"میں بچی نہیں ہوں طغرل! لہجوں میں چھپے تیروں کو میں پہچانتی ہوں' میرے انکار کو وہ برداشت نہیں کرسکی ہیں۔"
"کیسا انکار ممی! کیا بات ہوئی ہے آپ کی دادی سے؟"
"آپ کی اور پری کی شادی کرنے کی خواہش ہے ان کی' یہی کہہ رہی تھیں مجھ سے اور میں نے انکار کردیا ہے۔"
"کیوں مما! ایسا کیوں کیا آپ نے؟" وہ جوان کی بات سن کر پہلے چونک اٹھا تھا پھر سنجیدگی سے گویا ہوا' اس کے انداز پر مذنہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور حیرانی سے گویا ہوئی تھیں۔
"اس لڑکی سے آپ کی بنتی کب ہے بیٹا! شادی عمر بھر کا بندھن ہوتا ہے آپ کی اور پری کی تمام زندگی کیسے گزرے گی؟"
"یہاں ذکر میری انڈر سٹینڈنگ کا نہیں ہے' یہاں ضروری یہ ہے کہ خواہش دادی جان کی ہے۔"
"کسی کی خواہش کی خاطر اپنی زندگی کو داؤ پر نہیں لگایا جاتا ہے طغرل! زندگی ایک بار ملتی ہے بار بار نہیں۔"
"اگر بار بار مل بھی جاتی تو میں ہر بار خود کو دادی جان کی خواہش پر قربان کرنا قابل فخر سمجھتا ممی!" وہ ان سے احترام آمیز لہجے میں کہہ رہا تھا مگر دادی کے لیے محبت بے حد زور آوری لیے ہوئے تھی۔
"میں جانتی ہوں' آپ اماں جان سے بے حد محبت کرتے ہیں لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ میں ان سے محبت نہیں کرتی ہوں۔"
"یہ محبت تو نہیں ہے مما! اگر آپ دادو سے سچی محبت کرتیں تو ان کو منع کرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا' آپ نے انکار کیوں کردیا ہے؟"
"یہاں صرف ایک اماں جان کی خواہش کا سوال نہیں ہے طغرل! عامرہ' آصفہ ادھر صباحت ان سب کی خواہش ہے اپنی اپنی بیٹیوں کو میری بہو' آپ کی بیوی بنانے کی۔" اس کی خفگی بھری سنجیدگی دیکھ کر وہ حقیقت بیان کرگئی تھیں۔
"یہاں تو بھڑوں کا چھتہ ہے' جس سے دور رہنا ہی عقل مندی ہے اور اسپیشلی پری کا معاملہ تو بہت ہی گمبھیر ہے۔ اس کو بہو بنانے کا مطلب ہے سب سے دشمنی مول لی جائے۔" وہ اکتائے ہوئے لہجے میں گویا ہوئیں۔
"کل تک تو آپ بہت ہمدرد تھیں پری کی' بہت ترس آتا تھا آپ کو اس پر؟ بہت دکھ ہوتا تھا اس کی تقدیر پر' آج آپ کو اسے سہارا دینے کا موقع ملا تو پیچھے ہٹ گئیں؟ سرینڈر کردیا ہے آپ نے؟" وہ ایک ایک لفظ جما کر کہہ رہا تھا۔
"ہمدردی فطری جذبہ ہے جو از خود ہم میں بیدار ہوتا ہے مگر ہمدردی سے ہم دل جوئی کرسکتے ہیں کسی کا مستقبل نہیں

ساجدہ زید

السلام علیکم! آنچل کی پوری ٹیم اور تمام قارئین کو پیار بھرا اسلام قبول ہو۔ امید ہے سب خیریت سے ہوں گے۔ اپنا تعارف کرانا میرے خیال میں سب سے مشکل کام ہے۔ کیونکہ ہماری خوبیاں اور خامیاں جتنی دوسرے لوگ بیان کرسکتے ہیں۔ اتنا ہم خود نہیں (ٹھیک ہے نا) کوشش کرتی ہوں کہ آپ لوگ اپنا تعارف کراؤں۔ جی تو میرا نام ساجدہ زید ہے۔ یکم اپریل کو گجرات کے قصبہ جلال پور جٹاں کو رونق بخشی ارے آپ یہ نا سمجھیں کہ اپریل فول ہوں۔ ویسے راز کی بات ہے جب میں کہتی ہوں نا کہ آج میرا برتھ ڈے ہے تو یقین کوئی نہیں کرتا اور نا ہی کسی نے وش کیا ہے۔ ایم اے اردو' ایم ایڈ تعلیم ہے اور ایک مقامی ہائی اسکول میں تدریسی فرائض انجام دے رہی ہوں۔ جی ما بدولت ٹیچر ہیں۔ میرڈ لائف چل رہی ہے اور چار خوب صورت اور پیاری سی بیٹیوں کی والدہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اللہ کی بہت رحمت ہے میرے گھر میں۔ شادی کے بعد گجرات سے سیالکوٹ یعنی وریووالہ چیمہ میں منتقلی ہوئی۔ شادی سے پہلے والدین کے گھر میں پسند ناپسند ہوتی ہے لیکن سسرال میں آکر جوائنٹ فیملی میں سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ سسرال والوں کی مرضی ہے لہٰذا الحمدللہ۔ اللہ کی بنائی ہوئی ہر حلال چیز شوق کھا لیتی ہوں۔ اس کے ساتھ پھر بھی مجھے شوق ہے گوشت کی بنی ہوئی ڈشز کا اور جس کا میرے میاں بھی خیال رکھتے ہیں اور میری بیٹیاں بھی۔ لباس شلوار قمیص سب سے بہتر ہے البتہ چوڑی دار پاجاما' ساڑھی' فراک پسند ہیں۔ آنچل کے ساتھ رشتہ اتنا پرانا نہیں ہے لیکن پھر بھی سب سے زیادہ پسند ہے اور اس کے علاوہ شاعری جہاں کہیں بھی دیکھوں نوٹ کرلیتی ہوں۔ ناولز بہت زیادہ پڑھے ہیں۔ ان میں نسیم مجازی' ڈپٹی نذیر احمد' قراۃ العین حیدر' عمیرہ احمد' فرحت اشتیاق کے ناولز شامل ہیں۔ خوبیاں تو کیا گنواؤں پتا نہیں کوئی ہے بھی کہ نہیں بہر حال بہت حساس ہوں۔ ہر بات کو بڑی جلدی محسوس کرتی ہوں۔ دوسروں پر بہت جلدی بھروسا کرلیتی ہوں۔ جس کی وجہ سے اکثر نقصان ہوتا ہے۔ رونا بہت کم آتا ہے۔ جس کی وجہ سے اکثر شرمندگی اٹھانا پڑتی ہے کہ بعض ایسے مواقع ہوتے ہیں فوتگی وغیرہ پر جہاں لوگ زار و قطار روتے ہیں مجھے بالکل نہیں آتا۔ لیکن اپنے اللہ کے سامنے بہت زیادہ آتا ہے۔ اکیلے میں جب بھی اللہ سے باتیں کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس کے علاوہ وقت کی پابندی' نظم و ضبط' باقاعدگی جیسی چیزیں زندگی میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ آپ بور ہوگئے ہوں گے اس لیے ختم کرتی ہوں۔ اس کے ساتھ کہ زندگی میں ترجیحات بدلتی رہتی ہیں اور وقت سب سے بڑا استاد ہے۔ زندگی بہت مختصر ہے اس میں کوئی ایسا کام کر جائیں کہ لوگ آپ کو آپ کے جانے کے بعد بھی یاد کریں۔

سنوار سکتے ہیں۔"
"یہ بہت برا ہوا ہے مما! آپ کو دادی جان کی خواہش کا احترام کرنا چاہیے تھا' آپ نے دادی کو دکھی کردیا ہے ان کا مان توڑ دیا ہے اور آپ کو شکایت ہے دادی جان سے؟" وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا اس کے چہرے پر ملال و شرمندگی پھیل گئی تھی۔
"خیر جو ہوا سو ہوا' اب اس کی خبر فراز کو نہ ہو تو بہتر ہے میں نے آپ کی بھلائی و بہتری کے لیے یہ سب کیا ہے۔" وہ کھڑی ہوتی ہوئیں آہستگی سے گویا ہوئی تھیں۔

☆
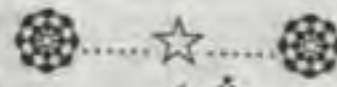
فیاض بیڈ پر آنکھیں بند کیے نیم دراز تھے جب سے مثنیٰ کی ان سے اتفاقیہ ملاقات ہوئی تھی وہ تب سے کچھ زیادہ ہی تنہائی پسند ہوگئے تھے' ان کی نگاہوں میں مثنیٰ کا چہرہ اس کا دھیما و باوقار رکھ رکھاؤ گھومتا رہتا تھا شوخ و چنچل' اونچی آواز میں باتیں کرنے والی' بلند قہقہے لگانے والی مثنیٰ کم گو اور سنجیدہ ہوگئی تھی۔
"وہ خوش تھی یا مجھے جتانے کی کوشش کررہی تھی؟ اگر وہ مجھے چھوڑ کر خوش ہے تو پھر اس کی آنکھوں میں بار بار امڈ آنے

والی نمی کیوں تھی؟ جس کو وہ بہت نرمی سے ٹشو میں جذب کرتی تھی' وہ خوش تھی تو اس کے وجود سے ایک اداسی کیوں لپٹی ہوئی تھی؟ وہ مانوس اداسی جو میرے وجود سے بھی لپٹ گئی ہے میرے دل کو بھی اس نے اپنی گرفت میں جکڑ لیا ہے اور جس سے میں شاید آخری سانس تک پیچھا نہ چھڑا پاؤں گا۔" ان کی آنکھوں کے گوشوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

"جب تم مجھ سے جدا ہوئی تھیں تو میں نے شدت سے یہ خواہش کی تھی کہ اب میں کبھی بھی تمہارا چہرہ نہ دیکھ پاؤں کہ مجھے معلوم تھا میں تمہیں دیکھوں گا اور پھر بھول نہ پاؤں گا' ہوا نا ایسا ہی میرے ساتھ' تمہیں دیکھا اور پھر کچھ مجھے اچھا نہیں لگ رہا ہے اور یہ بے اختیاری عمل ہے میں دہرے درد میں مبتلا ہو گیا ہوں' تمہیں کھونے کا دکھ حد سے سوا ہو گیا ہے تو دوسری طرف ضمیر کے کوڑوں کا بھی شکار ہو رہا ہوں' تمہیں یاد کر کے گناہ کا مرتکب ہو رہا ہوں۔ آہ! یہ کیسا مقام ہے میرے لیے تم جو کل تک میرے دل میں دھڑکن کی طرح بستی تھیں' آج میرے لیے شجر ممنوعہ ہو' غیر عورت ہو' بیوی کے ہوتے ہوئے میں غیر عورت کے بارے میں سوچ کر اس کے بھی حق سلب کر رہا ہوں۔"

"فیاض! آپ سو رہے ہیں؟ مگر یہ آنسو بہہ رہے ہیں؟" صباحت اندر آئیں تو ان کی بند آنکھوں سے بہتے آنسو انہیں چونکا گئے۔

"سر میں درد ہو رہا ہے اس وجہ سے۔" وہ آہستگی سے گویا ہوئے۔

"میں چائے اور ٹیبلٹ لاتی ہوں آپ کے لیے......"

"بات سنو' ادھر آؤ۔" وہ آنکھیں کھول کر گویا ہوئے۔

"جی!" وہ قریب آئیں تو انہوں نے ہاتھ بڑھا کر ان کو قریب بٹھاتے ہوئے آزردگی سے کہا۔

"مجھے ٹیبلٹ کی ضرورت نہیں ہے اپنے ہاتھوں سے سر دباؤ آرام آ جائے گا' مجھے ضروری تو نہیں ہر درد کے لیے پین کلر ہی کھائی جائے۔"

"آپ بھی عجیب باتیں کرتے ہیں' اب وہ دور نہیں رہے جب بغیر ٹیبلٹ کھائے درد بھاگ جایا کرتا تھا' اب تو کھانا کھائیں یا نہیں کھائیں' میڈیسن تو کھانی پڑتی ہے۔"

"اگر تم سر دبا دو گی تو کیا ہو جائے گا؟"

"مجھ سے سر' پاؤں وغیرہ نہیں دبائے جاتے فیاض۔" وہ کہہ کر آرام سے وہاں سے چلی گئی تھیں انہوں نے بڑے کرب سے آنکھیں بند کر لی تھیں' ماضی کا ایک دریچہ وا ہو گیا۔

"یار! درد میں آرام آ گیا ہے' بس اب ہٹ جاؤ۔"

"خاموش ہو جاؤ پلیز! مجھے معلوم ہے ابھی آپ کے درد ہے جب یہ ختم ہو گا مجھے معلوم ہو جائے گا' آپ خاموشی سے لیٹے رہیں۔" تفتی نے بہت نرمی سے ان کے سر کو دباتے ہوئے کہا۔

"تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ کس طرح معلوم ہو گا؟" اس نے اٹھ کر اس کے دونوں ہاتھوں کو تھامتے ہوئے شوخی سے کہا۔

"میرے دل کو معلوم ہو جاتا ہے۔" وہ مسکرائی۔

"ہوں' یہ بات ہے اور کیا کیا معلوم ہوتا ہے تمہارے دل کو؟"

"آپ زیادہ باتیں مت بنائیں' لیٹ جائیں میں تیل لے کر آ رہی ہوں' آپ کے مساج کرتی ہوں۔" وہ بیڈ سے اترتے ہوئے گویا ہوئی تھیں۔

"ایک گھنٹے سے سر دبا رہی تھیں' اب ایک گھنٹہ مساج میں لگاؤ گی' اتنی محنت کرنے سے بہتر ہے ایک پین کلر دے دیا

کرو۔" وہ اس کا آنچل تھام کر محبت سے گویا ہوئے۔

"جو محبت اور شفاء ہاتھوں میں ہوتی ہے وہ پین کلر میں کہاں۔" ماضی کی بازگشت ان کی آنکھوں میں پھر نمی بھرنے لگی تھی۔

❁......☆......❁
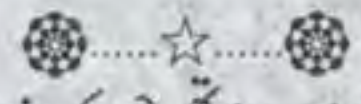
ساحر نے فون پر اس کو وہ حیات بخش خوش خبری سنا دی تھی' جس کو سننے کے لیے وہ رات و دن دعائیں مانگ رہی تھی' آج وہ بے حد خوش تھی۔ رات گئے یہ گھر اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ دینا تھا مارے خوشی کے اس کے پاؤں زمین پر ہی نہیں ٹک رہے تھے' وہ تتلی کی مانند پورے گھر میں منڈلاتی پھر رہی تھی' اس کے مزاج میں موجود وہ چڑچڑاپن و بے زاری غائب تھی اس کی اس خوشی کو گھر میں سب نے ہی محسوس کیا تھا۔ وہ چچی کے ساتھ کچن میں کھانا بنانے میں مدد کر رہی تھی' آنگن میں کھانا کھاتے ہوئے فیض محمد نے قریب بیٹھی ہوئی فاطمہ سے جتانے والے لہجے میں مسکرا کر کہا۔

"دیکھو نیک بخت! کتنی خوشی خوشی کام میں لگی ہوئی ہے' تم تو ہر وقت شکایت کرتی رہتی ہو میری بچی کی' دیکھ لو اب کس طرح کام میں مصروف ہے۔"

"میں دشمن نہیں ہوں رخ کے ابا اس کی' بلکہ کوئی ماں اپنی اولاد کے لیے بُرا نہیں چاہے گی اور جہاں بات بیٹی کی آ جاتی ہے وہاں تو ہر ماں کا دل بے حد گداز ہو جاتا ہے۔"

"پھر کیا بات ہے فاطمہ! تم مجھے اداس و غمگین نظر آ رہی ہو۔"

"چند دن میں وہ ہم سے رخصت ہو جائے گی' وداع کر دیں گے ہم اسے اور اسی جدائی نے مجھے دکھی و مضطرب کر رکھا ہے۔" فاطمہ کے آنسو رخساروں پر بہہ رہے تھے۔

"جھلی ہو گئی ہے فاطمہ! ہم اپنی لاڈو کو کون سا میلوں دور وداع کریں گے' رخ ہمارے گھر میں ہماری آنکھوں کے سامنے ہی رہے گی۔ بہت خوش رکھے گا گلفام اس کو' شادی کو ابھی دو ہفتے پڑے ہیں جو کام باقی رہ گیا ہے وہ کر لو' وقت پر یاد آیا تو پریشانی ہو گی' میں صبح مال کے سلسلے میں سندھ جاؤں گا۔"

"تیاری تو ساری ہی مکمل ہے' چھ ماہ سے ہم تیاریوں میں لگے ہوئے ہیں' وقت پر کچھ رہ بھی گیا تو آ جائے گا۔"

ادھر وہ لوگ ماہ رخ کے بہترین مستقبل کی باتیں کر رہے تھے اور اس طرف ماہ رخ کچن میں چچی کا ہاتھ بٹانے کے ارادے سے نہیں گئی تھی بلکہ وہ ایک پلاننگ کے تحت وہاں موجود تھی' آج رات اس نے اس گھر کو چھوڑ دینے کا ارادہ کر لیا تھا' اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس نے موقع پاتے ہی ایک دن میڈیکل اسٹور سے نشہ آور میڈیسن خرید کر رکھ لی تھی جو اس نے چچی سے نگاہ بچا کر دودھ میں انڈیل دی تھی کیونکہ گھر میں سب کی عادت تھی رات کو دودھ پینے کی اور گھر والوں کی یہ عادت اس کے لیے نجات دہندہ بن گئی تھی۔ بہت فرماں بردارانہ انداز میں اس نے گلاسوں میں دودھ بھر کر پہلے چچا چچی کے کمرے میں پہنچائے تھے جواباً بہت ساری دعاؤں سے اس کو نوازا گیا تھا پھر وہ ٹرے اٹھائے امی ابو کے کمرے میں آئی تھی' بہت محبت سے ان کو گلاس پیش کیے تھے۔

"سدا خوش رہو میری بیٹی! اللہ تم جیسی سعادت مند بیٹی ہر والدین کو عطا کرے۔" ابو نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا دی۔

لمحے بھر کو اس کا دل کانپ اٹھا تھا' آنکھوں میں اندھیرا سا چھا گیا تھا قبل اس کے کہ وہ لڑکھڑا کر گرتی فاطمہ نے تیزی سے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا تھا۔

"سنبھل کر میری بچی! یہاں بیٹھو آ کر میرے پاس۔" انہوں نے بڑی محبت سے اسے اپنے قریب بٹھاتے

ہوئے کہا۔
''یہ دودھ تم پیو' میں اپنے لیے اور لے آؤں گی۔'' انہوں نے شفقت بھرے انداز میں گلاس اس کے منہ کے قریب کیا۔
''نہ...... نہیں امی! میں یہ دودھ نہیں پیوں گی۔'' وہ بُری طرح گھبرا اٹھی تھی۔
''تم کمزور ہوگئی ہو اب تمہارا خاص خیال رکھنا پڑے گا مجھے۔'' وہ اس کی گھبراہٹ وگریز کو کیونکر جانتی بھلا؟
''نہیں امی! یہ آپ پئیں' میں نہیں پی رہی۔''
''تم کیوں نہیں پی رہی ہو؟''
''ارے نیک بخت! کیوں بچی سے بحث کررہی ہو؟ وہ اتنی محبت سے لائی ہے تو پی لو۔ رخ کی جب مرضی ہوگی تو پی لے گی۔'' فیض محمد کی مداخلت پر اس کی جان میں جان آئی اور وہ اس وقت تک وہاں کھڑی بے قراری سے ان کو دیکھتی رہی جب تک انہوں نے گلاس خالی کرکے اس کے ہاتھ میں تھما دیئے وہ تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی کچن میں آئی' گلاس اور ٹرے سنک میں رکھ کر وہ دبے دبے قدموں سے چچا اور چچی کے کمرے کی طرف بڑھنے لگی' اس کا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا' ٹھنڈے موسم میں بھی وہ پسینے میں شرابور ہورہی تھی۔
اسے ایک خوف تھا
اسے ایک فکر تھی
اگر دوا نے اپنا کام نہیں دکھایا یا انہیں بے ہوش ہونے میں ٹائم لگا تو وہ پھر کبھی بھی اپنی خواہشوں کو نہ پاسکے گی' اس دنیا میں سب سے بڑا دکھ خواہشوں کا پورا نہ ہونا ہے اور وہ اس دکھ سے مرنا نہیں چاہتی تھی۔
بلی کی چال چلتی ہوئی وہ چچی کے کمرے کی کھڑکی کے قریب پہنچی تھی بے حد آہستگی سے پردہ ہٹا کر اندر جھانکا تھا اور دوسرے لمحے اس کا چہرہ خوشی سے گلنار ہوگیا' اندر کی صورت حال عین اس کی توقع کے مطابق تھی۔
وہ دونوں بے سدھ پڑے ہوئے تھے اس نے اندر جا کر احتیاطاً ان کو ہلا جلا کر دیکھا زیادہ مقدار میں دی گئی دوا نے انہیں بالکل ہی بے سدھ و مدہوش کرڈالا تھا۔
وہ تیزی سے کمرے سے نکلی' دروازہ بند کرکے باہر سے کنڈی لگا کر وہ امی' ابو کے کمرے میں گئی تھی وہ بھی بے ہوش ہوچکے تھے۔ فاطمہ ڈھے جانے والے انداز میں پلنگ پر پڑی تھی جبکہ فیض محمد کروٹ کے بل لیٹا تھا اور اس کا ایک ہاتھ سرہانے سے لٹک رہا تھا۔ ان کی بے ہوشی سے مطمئن ہوکر وہ آگے بڑھی تھی معاً اس کا آنچل فیض محمد کے لٹکے ہوئے ہاتھ سے پھنس گیا تھا۔
''آہ......'' اس کا گویا دل اچھل کر حلق میں آ گیا' خوف زدہ نگاہوں سے اس نے باپ کے چہرے کی طرف دیکھا مگر وہاں ہوش مندی کے کوئی آثار نہیں تھے اس چہرے پر مدہوشی طاری تھی' اس نے جھک کر ان کے ہاتھ میں لپٹا اپنا دوپٹہ ہٹایا تو اسے لگا گویا وہ التجا کررہے ہوں' اپنی عزت کی بھیک مانگ رہے ہوں' اسے روک رہے ہوں اس کا دل تو گویا اس لمحے پتھر ہوگیا تھا' اس نے ان کے ہاتھ سے دوپٹا ہٹایا اور بنا کسی پچھتاوے اور دکھ کے وہ کمرے سے نکل گئی تھی۔
ایک تھکا دینے والی
اعصاب کو شل کردینے والی
جدوجہد کے بعد سنہرا مستقبل اس کو ملا تھا جس کو وہ گنوا دینے کے لیے کبھی بھی تیار نہ تھی' یہاں بھی اس نے دروازے کے باہر سے کنڈی لگائی تھی اور پُرسکون انداز میں اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی جہاں اسے ایئرپورٹ جانے کی

تیاریاں کرنی تھیں، وقت بھی اس کا ساتھ دے رہا تھا، جو آج گلفام کراچی سے باہر گیا تھا۔

❀......☆......❀
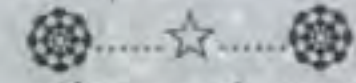
پری نماز عشاء کے بعد وظائف پڑھ رہی تھی، معاً اس کو دادی کے کمرے سے بہت عجیب سی آوازیں آرہی تھیں، جو ان کے کمرے سے ملحق ٹیرس پر موجود تھی۔

اس نے آہستگی سے دروازے کی دوز سے جھانک کر اندر دیکھا اور اندر کا منظر اس کے ہوش اڑانے کے لیے کافی تھا۔

دادی جان بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھیں اور ان کے گھٹنوں پر سر رکھے طغرل زار و قطار رو رہا تھا۔ طغرل جیسے مضبوط اعصاب بندے کو روتا دیکھ کر وہ ششدر رہ گئی۔

"یا اللہ خیر!" اس نے بُری طرح دھڑ دھڑ کرتے دل کے ساتھ دعا کی کیونکہ اس جیسے بندے کا رونا اور وہ بھی اس طرح کوئی معمولی بات تو نہ تھی۔

"میں نے بُرا نہیں مانا طغرل! میں بھلا بُرا کیوں مانوں گی مذنہ کے انکار کا، وہ ماں ہے تمہاری۔ مجھ سے زیادہ تم پر اس کا حق ہے، وہ تمہارے لیے اچھا ہی فیصلہ کرے گی۔" دادی جان اس کے گھنے بالوں میں انگلیاں پھیرتی ہوئی بولیں۔

"مما سے زیادہ حق آپ کا ہے دادو! وہ صرف ہماری ماں ہیں جب کہ آپ پپا کی بھی ماں ہیں، آپ کا ہم پر زیادہ حق ہے۔ کوئی بھی کام کرنے کے لیے آپ کو کسی سے بھی اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے، جو آپ چاہتی ہیں وہ کریں۔" اس کا وجیہہ چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔

"میں تو اپنی من مانی کرتی رہی ہوں بیٹا! لیکن من مانی کرنے کی بھی ایک عمر ہوتی ہے۔ اب عمر نہیں ہے میری پھر میں قسم کھا کر کہتی ہوں میں نے مذنہ کے پری کو بہو بنانے سے انکار پر بُرا نہیں مانا ہے۔ ہاں کچھ دن افسوس ضرور رہا تھا پھر میں سمجھ گئی تمہارا اور پری کا جوڑا ہے ہی نہیں اگر پری تمہاری تقدیر میں ہوتی تو بات بن جاتی۔"

"میں تقدیر کو نہیں مانتا دادو! تدبیر سے تقدیر بدلی بھی جاسکتی ہے، ناممکن کو ممکن بنانا آسان ہے اس دور میں، میں پری کو اپنانے کو تیار ہوں، مجھے مما کی پروا نہیں ہے۔" وہ ان کے ہاتھ چوم کر مضبوط لہجے میں بولا۔

دوسری طرف پری اپنا نام وذکر وہ بھی اس انداز میں سن کر بھربھری مٹی کی مانند بیٹھتی چلی گئی۔

"گستاخ مت بنو طغرل! اپنی ماں کے لیے اس انداز میں بات کرنا تم کو زیب نہیں دیتا۔" وہ سخت لہجے میں گویا ہوئیں۔

"مما نے جو آپ کے ساتھ کیا وہ ان کو زیب دیتا ہے؟"

"تم کیا بات کا بتنگڑ بنا کر بیٹھ گئے ہو ارے بھئی! میرے دل میں ایک بات آئی وہ میں نے مذنہ سے کہہ دی، بہو کو یہ رشتہ قبول نہیں تو میں کسی بھی اختیاری دباؤ کے بجائے اس کو اسی وقت ختم کر چکی ہوں، مذنہ نے نامعلوم تمہیں کیوں بتا دیا ہے؟ میں نے اسے تاکید کی تھی کسی کے آگے بھی یہ بات دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، میں نہیں چاہتی بھائیوں کے آپس میں دل خراب ہوں۔"

"آپ کو مجھ سے کہنا چاہیے تھا آپ نے مما سے کیوں کہا؟"

"ارے باؤلا ہوا ہے کیا لڑکے؟ اب تیری شادی کی بات کیا تجھ سے ہی کروں گی، اتنا بھی مجھے بے مول مت کر۔" اس کو سرزنش کرتے ہوئے وہ آبدیدہ ہوگئیں۔

"میں مانتی ہوں، میری پری کے نصیب سوئے ہوئے ہیں مگر مجھے ربّ کی ذات سے امید ہے جب اس کے نصیب جاگیں گے تو سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔"

"میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں دادو! میں اسے بے حد خوش رکھوں گا، بہت زیادہ خوش۔" وہ ان کے ہاتھ تھام کر عاجزانہ لہجے میں گویا ہوا۔

"معاف کرنا طغرل! میں نے تم سے بہت محبت کی ہے اور مرتے دم تک کرتی رہوں گی مگر...... میرے بچے! میں ایک بار پھر فیاض اور مثنیٰ کی کہانی نہیں دہرانا چاہتی، اللہ تم کو خوش رکھے، تم میری محبت میں یہ فیصلہ کررہے ہو۔ فیاض تو بہت محبت و چاہت سے مثنیٰ کو بیاہ کر لایا تھا اور کیا حال ہوا اس کی محبت کا؟ آج دونوں علیحدہ گھر بسائے بیٹھے ہیں پھر افسوس کا مقام یہ ہے کہ دونوں خوش نہیں ہیں اور پری جیسا ہیرا بھی مٹی میں رُل رہا ہے۔"

"انکل! مثنیٰ آنٹی کو حق نہ دلا سکے مگر میں پری کو حق دلانے کے لیے آخری حد تک جاؤں گا۔" اس کے سنجیدہ لہجے میں ایک عزم تھا۔

"یہ سب کہنے کی باتیں ہوتی ہیں طغرل! محبت تو چڑھتے دریا کی مانند ہوتی ہے جب دریا اتر جاتا ہے تو تمام تلاطم و سرکشی بھول بیٹھتا ہے، شادی وہ رشتہ ہے جسے سب کی رضامندی سے طے ہونا چاہیے اس رشتے میں کسی کی بھی ذرا سی ناپسندیدگی و بے رغبتی اس رشتے کو خراب کردیتی ہے، پھر یہاں تو تمہاری ماں کی رضامندی نہیں میں کسی طرح بھی پری کو ایسے گھرانے کی بہو نہیں بننے دوں گی جہاں کوئی اسے ذرا سا بھی آنکھ میں میل لے کر دیکھے، تم بھول جاؤ اس بات کو اس طرح جیسے یہ بات ہوئی ہی نہیں ہے۔" ان کا لہجہ حتمی تھا۔ اپنے وائٹ دوپٹے سے انہوں نے اس کا بھیگا چہرہ صاف کیا اور اس کی پیشانی کو چوما۔

"یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے دادی جان!" وہ ان کی طرف دیکھتا ہوا امید بھری آواز سے پوچھ رہا تھا۔

"ہاں! آخری فیصلہ ہے۔" ان کا لہجہ کپکپا رہا تھا۔

"تھوڑی سی گنجائش نکال لیں دادی جان!"

''نہیں بالکل نہیں ریت کی دیواروں والا گھروندہ میں تمہیں بنانے کی اجازت نہیں دوں گی۔'' پھر وہ اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے کر سنجیدگی سے گویا ہوئیں۔
''اپنے دل میں ایک گڑھا کھودو اور اس بات کو ہمیشہ کے لیے اس گڑھے میں دفنا دے اور بھول جا کہ ایسی بات کبھی ہوئی تھی ورنہ...... تو میرا...... مرا منہ دیکھے گا۔''

❀......☆......❀
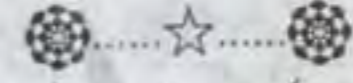
آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک
ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
خاک ہوجائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

''بابا! یہ آپ کہاں جانے کی تیاری کررہے ہیں؟''
مسز عابدی نے حیرانی سے کوٹ سوٹ میں نک سک سے تیار شیری کو اپنے ساتھ چلتے دیکھ کر استفسار کیا تھا۔
''آپ کے ساتھ مام!'' وہ ایک اسٹائل سے مسکرا کر گویا ہوا تھا۔
''میرے ساتھ؟ آپ کو معلوم ہے میں کہاں جارہی ہوں؟''
''یس! میں جانتا ہوں آپ پرستان جارہی ہیں' جہاں بے حد کیوٹ پریوں کی ملکہ رہتی ہے' یو نو کوئین آف فیری۔''
''مائی گاڈ شیری! میں نے کہا تھا نا' وہاں میں آپ کو ساتھ نہیں لے جاسکتی' آپ کیا کریں گے وہاں جا کر؟'' وہ بیٹے کی اس خواہش پر جز بز ہو کر گویا ہوئیں۔
''جو تصویریں آپ لے کر جارہی ہیں' میں وہاں جا کر ان کو اپنے ہاتھوں سے دینا چاہتا ہوں۔''
''کتنے جوتے پڑیں گے آپ کے جو آپ خواب میں بھی نہیں سوچ سکتے' فیاض بھائی کی جو مدر ہیں وہ بہت اسٹرک ہیں۔''
''ویل مما! آپ مجھے لے کر تو جائیں میں ان کے بھی اتنے بیوٹی فل فوٹو گرافس بناؤں گا وہ......''
''شٹ اپ شیری!'' وہ بے ساختہ ہنس پڑی تھیں۔
''وہ بے حد سخت مزاج اور روایت پسند خاتون ہیں وہ ان سب باتوں کو پسند نہیں کرتی ہیں ابھی تو مجھے جا کر ان سے ایکسکیوز کرنا پڑے گی آپ کی اس حرکت کی۔'' وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی تھیں۔
''ڈونٹ وری مام! آپ پریشان نہ ہوں وہ کچھ نہیں کہیں گی' میں راضی کرلوں گا ان کو۔''
''پلیز شیری! بات سمجھنے کی کوشش کریں۔''
''او کے لیکن آپ کو بھی ایک وعدہ کرنا ہوگا؟'' وہ گہرا سانس لیتے ہوئے گویا ہوا۔
''کوئی اوٹ پٹانگ بات نہیں ہوگی۔''
''آپ ان کو ڈنر پر انوائٹ کر کے آئیں اور اس کو اسپیشلی انوائٹ میری طرف سے کیجیے گا۔''
''میں یہ وعدہ نہیں کرسکتی ہوں' سوری!''
''پھر مجھے راستہ اپنے لیے از خود کلیئر کرنا پڑے گا؟'' اس نے ان کی جانب دیکھتے ہوئے ذو معنی لہجے میں کہا۔
''شیری پلیز...... بی سیریس! آپ کو لڑکیوں کی کمی نہیں ہے' ایک عام سی لڑکی کے پیچھے کیوں خوار ہورہے ہو؟''
''عام سی لڑکی؟'' وہ متحیر تھا۔
''اس کو میری نگاہ سے دیکھیں' پورے ورلڈ میں اس جیسی لڑکی نہیں ہے۔'' اس کے انداز میں بے خودی تھی۔

شیری کی بہت کوشش کے باوجود بھی مسز عابدی اس کو اپنے ساتھ لے کر نہیں گئی تھیں اور حسب عادت اپنی بات کو رد کیے جانے پر وہ روم میں بند ہو گیا تھا' موڈ بُری طرح آف تھا اس کا' اس نے لاکر سے پری کی تصویر نکالی تھی۔
اس کے ایک ایک نقش کو وہ غور سے دیکھتا رہا' کچھ بڑبڑاتا بھی رہا' پھر اس نے سگریٹ نکالی ایک کے بعد دیگرے کئی سگریٹیں پھونک ڈالیں۔ دل پھر بھی اس کا بے چین ہی رہا تھا اس نے پری کی تمام تصویریں اٹھا کر کوٹ کی جیب میں رکھیں اور کار کی چابی اٹھا کر روم سے نکل آیا تھا۔
''بابا صاحب آپ کہاں جارہے ہیں!'' ملازم نے اس کی غیر ہوتی حالت کو دیکھ کر خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔
''آپ اس حالت میں کار ڈرائیو مت کریں صاحب!''
''شٹ اپ یو نانسینس!'' وہ اسے ڈانٹ کر آگے بڑھ گیا۔

❀......☆......❀
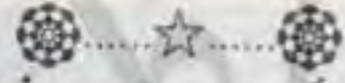
فراز صاحب کا سیریس ایکسیڈنٹ ہوا تھا' بھائی نے اسے فوراً سڈنی پہنچنے کو کہا تھا دل تو پہلے ہی اس کا ملال و تاسف کی زد میں تھا۔
اس کے آنسو بھی دادی کو پگھلا نہ سکے تھے کہ وہ پہلے ایک ایسے ہی فیصلے سے چوٹ کھائے بیٹھی تھیں اس نے بے حد کوشش کی دادی کے فیصلے کو سمجھنے کی مگر نا معلوم ایسا کیا تھا کہ وہ ایک گہری خاموشی کی زد میں آ گیا تھا۔
''یہ میں کیا سن رہی ہوں طغرل! تم سڈنی جارہے ہو؟'' سب سے زیادہ دادی کو ہی فکر ہوئی اس کے جانے کی۔
''جی دادو! کچھ اچانک کام آ گیا ہے میں جلد واپس آؤں گا۔''
''خیریت تو ہے نا؟ تو کہیں ناراض ہو کر تو نہیں جارہا ہے؟'' اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر گویا ہوئیں۔
''آپ سے ناراض ہو کر کیسے جی سکتا ہوں۔''
''اللہ تمہیں خوش رکھے' کہاں جارہے ہو تم اس وقت؟''
''آفس جارہا ہوں' کل کی فلائٹ ہے میری۔''
''اچھا جاؤ' اللہ تمہیں اپنی امان میں رکھے' نا معلوم کیوں تم مجھے پریشان دکھائی دے رہے ہو' کوئی بات ہے کیا بیٹا؟''
وہ جس بات کو سب سے چھپا رہا تھا سب کی پریشانی کے خیال سے وہ اماں اس کے چہرے سے بھانپ رہی تھیں۔
''آپ پریشان مت ہوں' بس اچانک بزنس کے سلسلے میں جانا پڑ گیا ہے اس لیے فکر ہورہی ہے۔'' وہ ان کو تسلی دے کر باہر نکل آیا تھا۔ یہ حقیقت تھی کہ فراز صاحب اس پر بے حد رعب قائم کیے ہوئے تھے اور اس رعب میں وہ محبت و شفقت بھی تھی جو ایک بہترین و ذمہ دار باپ میں موجود ہوتی ہے ان کے سیریس حادثے کی خبر نے اسے سخت بے چین کر ڈالا تھا۔
وہ اسی سوچ میں گم کار ڈرائیو کر رہا تھا معاً دوسرے سائیڈ سے آنے والی کار اس کی کار کی طرف لہراتی ہوئی بڑھی تھی اور دوسرے لمحے وہ کار اس کی کار سے ٹکرا گئی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

جذبہ باقرآن

تحسین انجم انصاری

یہ کامیابیاں‘ یہ عزت‘ یہ نام تم سے ہے
خدا نے جو بھی دیا ہے وہ مقام‘ تم سے ہے
تمہارے دم سے ہیں میرے لہو میں کھلتے گلاب
میرے وجود کا سارا نظام تم سے ہے

عیدالفطر کی چھٹیوں کے بعد میں نے اسکول جوائن کیا تو آفس میں پڑے تبادلے کے کاغذات میرا منہ چڑا رہے تھے۔ میرا دل ایک دم بیٹھ گیا۔ جانے محکمہ تعلیم نے مجھے کہاں بھجوانے کا ارادہ کرلیا ہے یہ چک رفیقاں کا ایک چھوٹا سا پرائمری اسکول تھا حالاں کہ میں ہائی اسکول کے طالب علموں کو تعلیم دیتا تھا۔

''یار! یہ چک رفیقاں کہاں ہے کبھی نام نہیں سنا؟'' میں نے اپنے ساتھ کھڑے کولیگ سے دریافت کیا۔

''زیادہ دور نہیں لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو؟'' وہ حیران ہوا۔

''میرا تبادلہ وہاں کردیا گیا۔''

''اوہ...... تو گویا تمہیں دیس نکالا دیا جارہا ہے یقیناً کسی کے پاس تگڑی سفارش ہے جو تمہاری جگہ لینے کے لیے آئے گا۔''

تھوڑی دیر میں ہی یہ خبر سارے اسکول کی تازہ ترین خبر بن گئی‘ میرا دوست خالد پریشان تھا۔

''یار! میرے سسر کی سیکریٹری داخلہ سے اچھی خاصی دوستی ہے‘ کہو تو ان سے کہہ کر تبادلہ رکوادوں؟''

''نہیں!'' میں فیصلہ کن انداز میں بولا۔ ''میں ہرگز سفارش نہیں کراؤں گا۔'' میں نے اپنے ضروری کاغذات اکٹھے کیے اور ساری چیزیں سنبھالیں گھر آ گیا۔ نمرین مجھے اس وقت دیکھ کر حیران رہ گئی۔

''زین اس وقت...... کیا بات ہے‘ سب ٹھیک تو ہے نا؟'' میری پیاری بیوی میری مزاج شناس تھی فوراً سمجھ گئی کہ معمول سے ہٹ کر کچھ ہوا ہے۔

''نمی! میرا تبادلہ ہوگیا ہے۔'' میں سنجیدگی سے بولا۔

''کہاں؟'' اس نے فکرمندی سے پوچھا۔

''چک رفیقاں۔''

''چک رفیقاں؟ کبھی نام تو نہیں سنا‘ کہاں ہے؟''

''یہاں سے چالیس کلومیٹر دور۔''

''اوہ زین! اب کیا ہوگا‘ آپ اتنی دور چلے جائیں گے‘ ہمارا کیا بنے گا‘ کوئی سفارش نہیں ہے آپ کے پاس جو یہ تبادلہ رکوالیں۔'' میں نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا‘ امی کو بھی اس کی بات پسند نہیں آئی۔

''نمرین! تم تو سمجھ دار ہو اگر سب اس طرح چھوٹے گاؤں جانے سے گھبرانے لگے تو وہاں کے بچوں کی تعلیم کا کیا ہوگا‘ وہ تو اَن پڑھ رہ جائیں گے اور اگر گاؤں کے لوگ اَن پڑھ رہ گئے تو پاکستان کبھی ترقی نہیں کرسکے گا کیونکہ پاکستان کی زیادہ تر آبادی تو گاؤں ہی میں رہتی ہے۔'' نمرین نے شرمندگی سے سر جھکالیا۔

"کب جوائن کرنا ہے؟" وہ دل گرفتہ لگ رہی تھی۔
"ابھی دو تین روز میں، تم میری ساری تیاری کردو۔"
وہ بے دلی سے اٹھ کر کمرے میں چلی آئی۔ میں بھی پیچھے ہی پہنچ گیا، اس کی آنکھوں میں ستارے سے چمک رہے تھے جیسے ابھی رو دینے کو ہو۔
"تم میری ہمت نہیں بندھاؤ گی تو میں کیسے جاؤں گا، تم جانتی ہو ان ستارہ آنکھوں میں آنسو دیکھنا میرے بس میں نہیں پھر بھی؟"
"سوری!" وہ آنسوؤں کے درمیان مسکرائی۔ "کیا کروں آپ کی جدائی برداشت نہیں کرسکتی نا اور پھر احمر اور ثمرہ کا خیال بھی آتا ہے۔ ان کی عمر ابھی کم ہے انہیں باپ کی ضرورت ہے۔"
"تو میں خدانخواستہ ہمیشہ کے لیے تو نہیں جارہا، میں خود بھی سب کو چھوڑ جانے کے خیال سے افسردہ تھا، کبھی ہم دور جو نہیں ہوئے تھے۔"
"تم فکر کیوں کرتی ہو چک رفیقاں دور ہی کتنا ہے، میں ہر ویک اینڈ پر آسکتا ہوں۔" میں نے اسے تسلی دی۔
"چک رفیقاں!" وہ لفظ چبا چبا کر بولی۔ "مجھے تو یہ دشمنوں کا کوئی چک لگ رہا ہے جو آپ کو مجھ سے چھین کر دور لے جارہا ہے۔" میں بے اختیار ہنس دیا۔ ثمرہ احمر اسکول سے آئے تو وہ بھی خبر سن کر اداس ہوگئے۔
"اب میں کرکٹ کس کے ساتھ کھیلوں گا؟"
"اپنے دوست حامد کے ساتھ۔" میں مسکرایا۔
"اور مجھے بازار کون لے کر جائے گا؟" ثمرہ نے منہ بسورا۔
"امی اور دادی لے جائیں گی۔"
بہرحال تیسرے روز اپنا سامان اٹھائے سب کے آنسوؤں کے درمیان میں رخصت ہوا۔ اوپر ٹیرس پر یاسر بھائی بھی وہیل چیئر پر بیٹھے ہاتھ ہلا رہے تھے۔ ساتھ میں ناہید بھابی کھڑی تھیں۔ میں نے جواباً ہاتھ ہلایا اور رخصت ہوگیا۔
بس نے مجھے بیلی پور تک پہنچایا، آگے کا سفر تانگے پر طے کرنا تھا۔ نہر کے کنارے کنارے کچی سڑک تھی، تانگے والے نے تانگہ آگے بڑھایا اور گفتگو کا آغاز کردیا۔
"بابو! یہاں چک رفیقاں کس سے ملنے آئے ہو؟"
"کسی سے نہیں، میں یہاں کے اسکول میں بچوں کو پڑھانے آیا ہوں۔ میری یہاں بدلی ہوگئی ہے۔" تانگے والا حیرت سے پیچھے مڑا چند لمحے مجھے دیکھتا رہا پھر بولا۔
"پھر تو یہیں سے لوٹ جاؤ بابو!"
"کیوں؟ ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟"
"یہاں اسکول نام کی کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اپنے بچے کو پڑھنے دے گا۔"
"اسکول تو ہے یہاں ورنہ میری بدلی یہاں کیوں ہوتی؟"
"اسکول کی عمارت تو ہے بابو! لیکن وہاں تو گاؤں کے چوہدری نے اپنی بھینسیں اور بکریاں باندھ رکھی ہیں اور کمروں میں مرغیاں پالی ہوئی ہیں۔" میں نے حیرت سے اسے دیکھا، چند لمحوں تک ایک لفظ نہ بول سکا۔
"کیوں بند ہوگئی نا بولتی، یہاں کے چوہدری نے گاؤں کے بچوں کو پڑھا کر اپنا نقصان تو نہیں کرنا، میں تو کہتا ہوں اب بھی وقت ہے لوٹ جاؤ، ابھی ہم زیادہ دور نہیں آئے ہیں۔"
"کیا مطلب ہے تمہارا؟" میں ناگواری سے بولا۔
"کیا یہاں کبھی کوئی ماسٹر نہیں آیا؟"
"اوّل تو کوئی آتا نہیں اور اگر آتا ہے تو اگلے ہی دن بھاگ جاتا ہے۔ چوہدری اسے اپنے گھر کھانے پر بلاتا ہے، خوب پیٹ بھر کر کھانا کھلاتا ہے اور پھر اس کے کان میں جانے کیا پھونکتا ہے کہ وہ اگلے ہی دن اپنا سامان لے کر بھاگ جاتا ہے۔"
"اچھا..." وہ طنزیہ انداز میں مسکرایا۔ "اب یہ تو مجھے دیکھنا پڑے گا کہ چوہدری کان میں کیا پھونکتا ہے۔"
"کیوں اپنی جوانی خراب کرتے ہو بابو! دیکھنے میں اتنے سوہنے بابو ہو شادی ہوگئی؟"
"ہاں اور دو بچے بھی ہیں۔"
"تو ان بچوں کے بارے میں ہی سوچ لو۔"
"بچوں کے بارے میں سوچ کر ہی تو واپس نہیں جارہا، تم بتاؤ تمہارے کتنے بچے ہیں؟"
"دو پتر ہیں صاحب جی! ابھی چھوٹے ہیں۔"
"تو تمہارا دل نہیں چاہتا کہ تمہارے بچے پڑھ لکھ کر بڑے آدمی بنیں، ملک کا نام روشن کریں یا پھر انہیں بھی اپنی طرح کوچوان بنانا چاہتے ہو؟"
"دل...؟" وہ تلخی سے مسکرایا۔ "دل تو بہت کچھ چاہتا ہے بابو! دل تو چاہتا ہے گاؤں کے کسی گھر میں بھوک نہ رہے، دن میں چودہ گھنٹے بجلی غائب نہ رہے، فصلوں کو دینے کے لیے پانی موجود ہو، فصلوں کے مناسب دام مل سکیں، گاؤں کی عورتوں کے تن چھپانے کے لیے سستا کپڑا مل جائے، گاؤں کی اکلوتی فیکٹری جو بجلی اور گیس نہ ہونے کی وجہ سے بند پڑی ہے پھر سے چالو ہوجائے، چوہدری کے بیٹے گاؤں کی ہر معصوم لڑکی کو اپنی جاگیر نہ سمجھیں۔ دل کا کیا ہے بابو! لیکن یہ دل تو کب کا مرچکا۔" پھر وہ سارا رستہ چپ رہا اور میرا دل آنسو بہاتا رہا۔
کیسے کیسے دکھ دل میں لیے اس ملک کے مجبور باسی جی رہے ہیں اور زبان پر مہریں لگادی گئی ہیں لیکن ان کمزور اور لاچار لوگوں میں اتنی ہمت کہاں کہ اپنی زبان ہر ایک حلقہ زنجیر میں رکھ دیں۔ خون دل میں انگلیاں ڈبولیں، کیچڑ اور گارے سے گزر کر تانگہ اسکول کی عمارت کے سامنے جا کھڑا ہوا، میں اپنا سامان لے کر اترا تو بدبو کا ایک ناقابل برداشت بھبکا میرے نتھنوں سے ٹکرایا۔ میں نے جانچتی نظروں سے اسکول کی عمارت کی طرف دیکھا۔ لائن میں بنے چار کمرے ان کے سامنے برآمدہ اور پھر بڑا صحن۔ برآمدے میں بندھی بھینسوں، بکریوں اور بچھڑوں نے بڑے بڑے دیدوں سے میرا استقبال کیا۔ گوبر کی ناقابل برداشت بُو کے علاوہ صحن کے کناروں کے ساتھ ساتھ کچرے کا ایک ناقابل بیان وسیع میدان تھا۔ میدان کے ساتھ ہی گندے پانی کا ایک تالاب تھا جو آدھے سے زیادہ کچرے سے بھر چکا تھا، پانی کے ساتھ مل کر کچرے نے ناقابل برداشت بُو پیدا کردی تھی اور میں حیران تھا کہ کیا کبھی یہاں کوئی تعلیمی عہدیدار انسپکشن کے لیے نہیں آیا اور اگر آیا ہے تو اس کی رپورٹ اعلیٰ حکام تک نہیں پہنچی؟ کوچوان جو ابھی تک وہیں کھڑا تھا بولا۔
"بابو! یہ حال صرف اس گاؤں کا نہیں، اردگرد کے سارے گاؤں کے اسکول یہی نظارہ دکھائیں گے آپ کو۔ گاؤں کے سب بڑے آپس میں ملے ہوئے ہیں اور کوئی بھی بچوں کو پڑھنے نہیں دے گا۔" میں نے ابھی کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا۔
"صاحب جی! آپ کو چوہدری صاحب یاد کررہے ہیں، ان کی خواہش ہے آج رات آپ ان کے مہمان بنیں۔"
"ٹھیک ہے چلو۔" میرے چہرے پر جامد خاموشی تھی۔ تانگے والا ہنس پڑا، جیسے مجھ پر ہنس رہا ہو کہ تم بھی وہی نکلے بابو! اس ملک کا کچھ نہیں بنے گا۔
تھوڑی دیر بعد میں چوہدری کمال دین کی آراستہ پیراستہ بیٹھک میں بیٹھا تھا اور میرے سامنے انواع اقسام کے کھانے سجے تھے۔ میں نے بھی پہلے پیٹ بھر کر کھانا ضروری سمجھا، دودھ پتی پی اور پھر چوہدری سے مخاطب ہوا۔
"چوہدری صاحب! آپ تو یاروں کے یار ہیں، بہت رحم دل اور سخی انسان ہیں۔ مجھے آپ کی مہمان نوازی پسند آئی اگر آپ کل اپنی بھینسوں اور مرغیوں وغیرہ کو وہاں سے نکال کر صفائی کروادیں تو آپ کی مہربانی ہوگی۔ میں کل سے ہی اپنا کام شروع کردوں۔" چوہدری نے نیم وا آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہوئے حقہ کا کش لیا۔
"مجھے تو اسکول خالی کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے باؤ! لیکن وہاں کوئی پڑھنے نہیں آئے گا۔"
"کیوں نہیں آئے گا چوہدری جی!" میں نے عرض کیا۔ "کون بے وقوف ہوگا جو اپنے بچوں کو تعلیم کے زیور

سے آراستہ نہ کرنا چاہتا ہو۔"

"زیور یہاں صرف کانٹے' گلوبند اور انگوٹھی چوڑیوں کو سمجھا جاتا ہے اور کسی میں اتنی طاقت نہیں کہ اس زیور سے خود کو آراستہ کر سکے' تم انہیں کتابیں پڑھانا چاہتے ہو وہ کتابیں پڑھنے اسکول چلے گئے تو کمائیں گے کہاں سے۔"

"یہ بچے...... یہ بھلا کیا کمائیں گے' کہاں سے کمائیں گے؟"

"تم ان بچوں کو بے کار نہ سمجھو' یہ سب میرے کھیتوں میں کام کرتے ہیں اور دھیاڑی کماتے ہیں۔"

"آپ ان بچوں سے بیگار لیتے ہیں' یہ تو چائلڈ لیبر ہے اور جرم بھی۔"

"جرم ہے تو کیا تم مجھے گرفتار کرو گے' یہاں جو چھوٹا سا تھانہ ہے اس کا حوالدار میری مٹھی میں ہے۔ وہی مٹھی جو میں ہر وقت گرم رکھتا ہوں۔ وہ میرے خلاف کوئی ایکشن لینے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم واپس چلے جاؤ۔ اپنی جوانی پر رحم کرو' ورنہ میں تمہیں کسی بھی جرم میں لمبی قید دلوا سکتا ہوں۔"

"آپ کا مطلب ہے جھوٹے مقدمے میں؟" میں طنزیہ انداز میں بولا۔

"جو بھی سمجھ لو باؤ!" چوہدری تکبر سے چُور لہجے میں بولا۔ میری انا کو سخت ٹھیس پہنچی۔

"بہر حال آپ صبح اپنی بھینسیں وغیرہ کھلوانے کے لیے لوگ بھیج دیجیے گا اور ان سے یہ بھی کہیے گا کہ اپنا پھیلایا ہوا گند صاف کر کے جائیں۔" میں یہ کہہ کر باہر نکل آیا' چوہدری کی حیرت سے بھرپور آنکھیں مجھے اپنی پشت پر سوراخ کرتی محسوس ہوئیں۔

میں باہر آ کر چند قدم چلا تھا کہ وہی کوچوان نمودار ہوا۔

"بابو! مجھے آپ سب سے الگ لگے تھے اور میرا اندازہ ٹھیک نکلا' آپ نے چوہدری کی پیش کش قبول نہیں کی' اب رات گزارنے کے لیے آپ کے پاس ٹھکانہ نہیں ہوگا' آپ میرے گھر چلیں غریب خانہ ہے لیکن دل بڑا ہے۔"

میرے پاس یہ پیش کش قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا' میں اس کے ساتھ گھر چلا آیا اور لیٹتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ خالد کو فون کیا' سب حالات بتائے اور کہا۔

"اگر تم کچھ سفارش کر سکتے ہو تو اتنا کرو کہ چک رفیقاں کے تھانے میں کسی ایمان دار عملے کو بھیج کر اس سفارشی کو وہاں سے ہٹوا دو۔ وہی چوہدری کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔"

"اسے ڈن سمجھو۔ عملہ صبح ہی پہنچ جائے گا۔"

خالد کے سسر کے ہاتھ بھی بہت لمبے تھے' جیسے کہ ہماری حکومت میں شامل ہر وزیر کے ہوتے ہیں' اگلی صبح ابھی میں اٹھا بھی نہیں تھا کہ کوچوان چائے لے کر آیا اور مجھے خبر دی کہ تھانے کا عملہ بدل گیا ہے۔

"یار نام کیا ہے تمہارا؟ اب میں ہمیشہ تمہیں تانگے والا تو نہیں کہتا رہوں گا۔"

"میرا نام غلام محمد ہے بابو! سب گاما کہتے ہیں۔" میں اس کے بیوی بچوں سے ملا' انتہائی سادہ اور مخلص لوگ تھے۔

"تم اپنے بیٹوں کو پڑھانا چاہتی ہو؟"

"پڑھانا تو چاہتی ہوں صاحب جی! لیکن دونوں چوہدری کے کھیتوں میں کام کرتے ہیں۔"

"یہ آٹھ اور دس سال کے بچے کھیتوں پر جا کر کیا کرتے ہیں؟"

"فالتو بُوٹیاں چن چن کر اکھاڑتے ہیں صاحب جی۔"

"اور اس کے کتنے پیسے ملتے ہیں ان کو؟"

"پانچ پانچ روپے تو مل ہی جاتے ہیں۔"

"سارا دن کے صرف پانچ روپے؟" میں ششدر رہ گیا۔

"کیا کریں صاحب جی! اس عید پر بھی دونوں کے لیے کچھ نہ کر سکا' اب قربانی کی عید بھی سر پر کھڑی ہے۔

سوچ رہا تھا دونوں بچوں کو ایک ایک جوڑا ہی بنا دوں' کچھ کھانے کے لیے ہی آ جائے گا گھر میں۔ میری گھر والی نے کتنے سالوں سے نیا کپڑا نہیں بنوایا۔ پرانے کپڑوں میں سو چھید ہیں' مجھے شرم آتی ہے خود پر کہ اگر میں اپنی عزت کا تن بھی نہیں ڈھانک سکتا تو میری زندگی کس کام کی' مجھے تو شرم سے ڈوب مرنا چاہیے۔" اس کی آواز میں نمی تھی' میرا دل بوجھل ہو گیا۔

آخر ان گنت صدیوں سے وہ تاریک' بہیمانہ طلسم جو بہ قول فیض ریشم واطلس وکمخواب سے بُنے گئے ہیں کب تک غریبوں کا استحصال کرتے رہیں گے' پاکستان کی تین چوتھائی آبادی غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہی ہے۔ جسم و جان کا رشتہ قائم رکھنا جوئے شیر لانے سے زیادہ مشکل ہے لیکن یہاں طاقت کے حصول کی جنگ نے ہر بات کو نظر انداز کر رکھا ہے۔ عید جیسا خوشیوں بھرا پاکیزہ تہوار بھی لوگ سکون اور آرام سے نہیں گزار سکتے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق قربانی کی رسم ادا کرنا روز بروز مشکل ہی نہیں ناممکن ہوتی جا رہی تھی' میں خود ہمیشہ سے اس سعادت سے محروم رہا تھا' پچھلے سال استطاعت رکھتا تھا لیکن یاسر بھائی اور ان کے بیوی بچوں کی ضروریات زیادہ اہم تھیں۔ میرا دل چاہتا تھا کہ میرے پاس عید قربان پر دو تین بکرے ہوں' ان کو ذبح کر کے میں دیگوں میں ڈھیر سارا کھانا پکواؤں اور اس گاؤں کے ہر غریب کو اس دعوت پر مدعو کروں' انہیں کھاتا دیکھ کر میرا دل خوشیوں سے بھر جائے' مجھے یوں لگے کہ میں نے قربانی دے دی اور میرے خدا نے اسے قبول کر لیا۔

❁ ...... ☆ ...... ❁
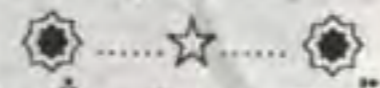
مجھے حیرت تھی اتنی جلدی تو سفارشیں بھی قبول نہیں ہوتیں' ایسا کون سا الٰہ دین کا چراغ تھا خالد کے سسر کے پاس کے راتوں رات سب کام ہو گیا اور صبح صبح عملہ پہنچ بھی گیا۔ ناقابل یقین حد تک ناممکن بات تھی۔ میں نے خالد سے استفسار کیا تو وہ بولا۔

"کیوں نہیں ہو سکتا میرے یار! اپنے چند لوگوں کو بچانے کے لیے راتوں رات قانون بن جاتے ہیں تو یہ کیوں نہیں ہو سکتا۔"

"یہ بھی ٹھیک ہی ہے۔" میں نے مسکرا کر فون بند کر دیا۔ خالد کے سسر اس کے لیے بھی کوئی بہت اچھی پوسٹ پیدا کر سکتے تھے لیکن خالد اس معاملے میں انتہائی خود دار تھا وہ اپنے زورِ بازو پر یقین رکھتا تھا صرف اور صرف اپنی محنت کا پھل کھانے کا عادی تھا۔ اس لیے ہر بار نرمی سے انکار کر دیتا' مجھے اسی لیے خالد سے ایک خاص قسم کی انسیت تھی۔

اگلا دن اسی طرح گزر گیا' چوہدری نے اسکول کی عمارت خالی کروانے کا انتظام تو دور کی بات' دو بھینسیں اور وہاں بھیج دیں اس کا ملازم معنی خیز نظروں سے میری طرف دیکھتا بھینس کو چارہ کھلاتا رہا اور پھر اکڑ کر چلتا ہوا واپس چلا گیا۔

میں نے پُرسوچ نظروں سے غلام محمد کی طرف دیکھا۔

"یار غلام محمد! میرا خیال ہے کہ سب سے پہلے مجھے اپنے رہنے کے لیے کوئی مناسب مکان تلاش کرنا چاہیے۔" میں نے کتنی دیر جواب کا انتظار کیا' لیکن جواب نہ پا کر حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے' میں ایک دم اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"غلام محمد! کیا بات ہے؟ میں نے کوئی ایسی بات تو نہیں کہی جس سے تمہیں تکلیف پہنچی ہو؟" میں نے اچنبھے سے اس کی طرف دیکھا۔

"یہ تو خوشی کے آنسو ہیں بابو! میری ماں نے بڑی محبت اور ارمان سے میرا نام غلام محمد رکھا تھا یعنی محمد صلعم کا غلام لیکن اس گاؤں کے رواج کے مطابق میں غلام سے گاما بن کر رہ گیا اور آخر میں گاما کوچوان کے نام سے مشہور ہو گیا۔ آج پہلی بار مجھے کسی نے میرے اصلی نام سے پکارا۔"

"تم اپنا دل بڑا رکھو اور خاطر جمع رکھو' میں تو اب تمہیں اسی نام سے پکاروں گا اور اگر کوئی خالی مکان ہے اسکول

کے قریب تو مجھے بتاؤ۔ میں جلد از جلد شفٹ ہو جانا چاہتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا میری وجہ سے چوہدری تمہارا بھی دشمن بن جائے۔"

"دل تو میرا یہی چاہتا ہے ساری عمر آپ کو مہمان رکھ لوں لیکن آپ کا خیال بالکل ٹھیک ہے ابھی تو چوہدری نے دشمنی شروع بھی نہیں کی' کیا آپ اس سے جنگ کے لیے تیار ہیں؟"

"جنگ......؟" میں حیران ہوا۔ "بھئی میں تو بہت صلح پسند آدمی ہوں' کسی سے دشمنی مول نہیں لینا چاہتا لیکن اسکول کے معاملے میں تو چوہدری کی نہیں چلنے دوں گا۔ آخر میں اسی کام کے لیے تو آیا ہوں۔ ایک بات کی سمجھ نہیں آتی غلام محمد!"

"وہ کیا صاب جی!"

"عام طور پر چوہدریوں کے پاس اپنے جانوروں کے لیے باڑے ہوتے ہیں' کیا چوہدری نے اپنا باڑہ نہیں بنوایا؟"

"ہے کیوں نہیں بابو! ادھر جہاں درختوں کا جھنڈ ہے وہاں اس کا بڑا شاندار باڑہ ہے لیکن اسے تو وہ عیاشی کے اڈے کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ چوہدری اور اس کے دونوں بے غیرت پتر وہاں اپنے کرتوت آزماتے ہیں۔"

"اوہ......" میں بے اختیار چپ ہو گیا۔ "اچھا تم ایسا کرو میرے لیے کوئی مکان نظر میں رکھو میں ذرا تھانے تک جا رہا ہوں' آتے ہوئے تھانے کی عمارت تو دیکھ ہی لی تھی اس لیے تمہاری ضرورت نہیں۔ میں ذرا چہل قدمی کرتے ہوئے جاؤں گا۔"

جانے سے پہلے میں نے نمی کو فون کیا' ابھی دونوں بچے اسکول نہیں گئے تھے۔ احمر نے تو نمی کے ہاتھ سے فوراً فون لے لیا اور نمی اور ثمرہ کی شکایات شروع کر دیں۔ مجھے سمجھ آ رہی تھی کہ میری غیر موجودگی کی وجہ سے اپ سیٹ ہے' میں نے پیار سے اسے تسلیاں دیں تو وہ ٹھنک کر بولا۔

"ابو! اس بار قربانی کے بکرے کے بارے میں ابھی سے سوچنا شروع کر دیں' ابھی پورے دو مہینے ہیں۔ آپ نے اس بار ضرور انتظام کرنا ہے۔"

"اوکے بیٹا! میں ویک اینڈ پر گھر آؤں گا تو بات کریں گے۔ اب امی کو فون دو۔" میں نے ثمرہ کو تمام صورت حال سے آگاہ کر دیا۔ پہلے تو وہ بہت حیران ہوئی پھر پریشان اور فکر مند ہو گئی۔

"زین! پلیز احتیاط سے کام لیجیے گا۔ یہ چوہدری لوگ بڑے پتھر دل ہوتے ہیں اور اپنی راہ میں کوئی رکاوٹ برداشت نہیں کرتے۔ انہیں گاؤں میں بے چارے غریبوں پر حکومت کرنے کی عادت ہوتی ہے نا' آپ کو ہمارے لیے بھی سوچنا ہوگا' ضبط اور برداشت سے کام لینا ہے۔"

"تم فکر نہ کرو' میں تمہاری خاطر احتیاط کروں گا۔" میں نے شرارت سے کہا اور فون بند کر دیا۔ تھانے میں شہباز خان اپنے عملے کے ساتھ موجود تھا' شکل سے ہی محنتی اور ایمان دار اور کچھ کر دکھانے والا پُرعزم جوان لگ رہا تھا۔ آگے بڑھ کر مسکرا کر میرا استقبال کیا۔

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی' آفتاب خان صاحب (خالد کے سسر) نے مجھے سب کچھ تفصیل سے بتا دیا' آپ فکر نہ کریں میں آپ کی پوری مدد کروں گا۔ نیک کام میں کود پڑنے کے لیے یوں ہی میرا خون جوش مارنے لگتا ہے۔"

"مجھے خوشی ہوئی یہ سن کر' آج سے تم مجھے اپنا دوست سمجھو لیکن چوہدری کو ہمارے کسی قسم کے تعلق کے بارے میں پتا نہیں چلنا چاہیے' ورنہ مشکل ہو جائے گی۔"

"آپ فکر نہ کریں۔"

"سب سے پہلا کام تو اسکول کی عمارت خالی کرواتے اور اس کی صفائی کروانے کا ہے' میں اس کی شکایت ہی درج کروانے آیا ہوں' کل چوہدری سے اسے خالی کروا کر صفائی کروانے کے لیے کہا تھا لیکن اس کا جواب چوہدری نے اس طرح دیا کہ صبح دو اور بھینسیں وہاں باندھ دیں اور مزید چارہ بھی پہنچا دیا۔"

"آپ فکر نہ کریں' میں ابھی اپنی نفری لے کر چوہدری کے گھر جاتا ہوں اور اگر سیدھی انگلی سے گھی نہ نکلا تو ہم خود ہی سارے جانور کھلوا کر اس کے گھر کے سامنے پہنچا دیں گے۔"

چوہدری کو جیسے ہی شہباز خان کی آمد کی اطلاع ملی اس نے رعونت سے اپنے ملازم کرمو سے کہا۔

"اسے بیٹھک میں بٹھا کر کسی سے اس کی خاطر کرو' کم بخت کا پیٹ ہی نہیں بھرتا' پھر پیسے مانگنے آ گیا ہوگا۔"

دس منٹ تک چوہدری نہ آیا تو شہباز خان کھڑا ہو گیا اور ملازم کے ہاتھوں کہلوا بھیجا۔

"اپنے چوہدری سے کہو میرے پاس انتظار کرنے کا وقت نہیں ہے اور بھی ضروری کام ہیں' مجھے اپنے انڈر دوسرے گاؤں کے حال احوال دیکھنے بھی جانا ہے۔"

چوہدری اس کی جرأت پر حیران رہ گیا۔

"چوہدری جی! ایسی کو بھی اس نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔" ملازم کرمو بولا۔

چوہدری کا ماتھا ٹھنکا وہ تیز اور رعونت بھری چال چلتا بیٹھک میں آیا' شہباز خان کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"تو کون ہے؟ اور شیر دین کہاں ہے؟"

"شیر دین کہیں اور شیر آیا' شیر آیا کرنے گیا ہے۔ میں اس گاؤں اور اردگرد کے چھوٹے چھوٹے دو تین دیہات کا نیا افسر ہوں' کل رات ہی بدلی ہوئی ہے ہماری۔"

"بدلی......؟ یہ کس کا جگرا اتنا بڑا ہو گیا کہ مجھ سے پوچھے بغیر یہاں اپنا افسر بھیج دے' میں ابھی ایک فون کروں گا تو یہاں سے سرپٹ بھاگتا نظر آئے گا۔ کس میں اتنی ہمت ہے کہ چوہدری کمال دین کی راجدھانی میں مداخلت کرے' میں ابھی دیکھ لوں گا سب کو۔" وہ فون اٹھا کر نمبر ملانے لگا۔

"چوہدری صاحب! فون بعد میں کر لیجیے گا' پہلے اسکول کی عمارت خالی کروانے اور اس کی صفائی کا بندوبست کروانے کے لیے اپنے ملازم بھیج دیں۔ مجھے شکایت موصول ہوئی ہے کہ آپ نے اسکول کو باڑہ بنا دیا ہے اور بچوں کے پڑھنے کے لیے کوئی جگہ نہیں۔"

"بچوں کے پڑھنے کی بات مت کرو' یہ میرے گاؤں کے بچے ہیں اور ان کے بارے میں فیصلہ بھی میں ہی کروں گا۔" چوہدری تکبر سے بولا۔

"بچے آپ کی جاگیر نہیں ہیں چوہدری صاحب! اور نا ہی وہ اسکول آپ کی ملکیت ہے۔ حکومت نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ایسے تمام اسکولوں کو بحال کیا جائے اور پرائمری تک فری تعلیم لازمی دی جائے' اس لیے اب ہر بچے کو اسکول جانا پڑے گا۔ چاہے آپ کا گاؤں یا کوئی اور' آپ براہِ مہربانی اپنے ملازمین کو جلدی ہدایات دیں' مجھے ابھی دوسرے گاؤں بھی دیکھنے ہیں۔"

"کیا اچانک حکومت کا دماغ خراب ہو گیا ہے یا یہ بھی کوئی نئی چال ہے' ہم چوہدریوں سے پیسے بٹورنے کی' میں ان سب وزیروں مشیروں کو جانتا ہوں' کبھی اپنی پوری مدت میں یہاں آ کر جھانکا نہیں' اب کیا الیکشن قریب آ گئے ہیں؟"

"یہ تو آپ جانیں یا حکومت' مجھے تو بس وہ اسکول خالی اور صاف چاہیے۔"

شہباز خان وہاں سے چلا گیا' چوہدری نے کئی بڑی مرغیوں اور بڑے مگرمچھوں کے فون کھڑکائے لیکن کہیں سے بھی تسلی بخش جواب نہ ملا کہ جس کی سفارش سے شہباز خان یہاں آیا تھا وہ بھی کوئی عام آدمی نہیں تھا۔ اثر و رسوخ اور بڑے اختیارات کا مالک وزیر تھا۔ چوہدری خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ غیظ و غضب کی حالت میں دو چار چکر کاٹنے کے بعد مغلظات بکنے پر اتر آیا۔

"اوئے کم بختو...... نمک حرامو...... کھڑے میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو' یہاں کوئی جلیبیاں تو نہیں بٹ رہیں' جو رال ٹپک رہی ہے' جاؤ ابھی تو سارے جانور کھول کر باڑے میں لے جاؤ' مرغیاں بھی وہیں کمرے میں بند کرو اور ٹیوب ویل کے پانی سے اسکول کو دھو دو' میں بعد میں سب دیکھ لوں گا۔ سارا حساب برابر نہ کر دیا تو میرا نام بھی

چوہدری کمال دین نہیں۔ دیکھ لوں گا کون ایسا جی دار ہے جو میری مرضی کے بغیر اپنا بچہ اسکول بھیجے اس نئے ماسٹر بابو کو بھی وہاں بیٹھ کر مکھیاں ہی مارنی پڑیں گی۔"

اسکول کے اردگرد بے شمار درخت تھے دو گھنٹوں میں چوہدری کے جیالوں نے اسکول بھی خالی کردیا اور خوب اچھی طرح دھو بھی دیا' جانوروں اور مرغیوں کی باس جیسے فضا میں رچ بس گئی تھی۔ میں نے ساری کھڑکیاں کھلوادی تھیں۔ ایک دو روز میں یہ باس ختم ہوجانی تھی' اصل مسئلہ یہ تھا کہ بچوں کو اسکول تک لانے کے لیے ان کے ماں باپ کو کیسے راضی کیا جائے۔ سب برسوں سے چوہدری کے حکم اور ظلم وستم کا شکار رہے تھے' اس کے خلاف جانے کی ہمت نہیں کرسکتے تھے' پرانی عادت ختم کروانا یوں بھی جان جوکھوں کا کام ہوتا ہے۔ میں یہی سوچتا ہوا درختوں کے بیچ سے ہوتا ہوا سرگشت میں مصروف تھا کہ مجھے درختوں میں گھرا وہ چھوٹا سا گھر نظر آیا' جس کا صحن کافی بڑا تھا۔ کسی نے بڑے اچھے طریقے سے بنایا تھا لیکن گھر کی ویرانی اور خالی پن بتاتا تھا کہ یہاں کوئی رہائش پزیر نہیں ہے' میں نے غلام محمد سے پوچھا تو اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"حیرت ہے میں نے اس بارے میں کیوں نہیں سوچا' یہ خیر دین کا گھر ہے جو اپنے پورے خاندان سمیت شہر چلا گیا ہے' وہ اس گھر کو کرائے پر دینا چاہتا ہے لیکن کون لیتا' میں اس کے بھائی سے بات کرتا ہوں۔"

شام تک وہ گھر غلام محمد نے صفائی کروا کر تیار کروادیا اور میں نے ایک نئی چارپائی اور بستر خرید لیا۔ گاؤں میں شہر کی نسبت چیزیں سستے داموں مل جاتی تھیں' فی الحال مجھے یہی چاہیے تھا۔ غلام محمد کا اصرار تھا کہ جب تک میں یہاں اکیلا ہوں' کھانا اس کے گھر سے آئے گا۔ گھر ساتھ ہی تھا میں اس شرط پر مانا کہ کھانے کا خرچہ ادا کروں گا۔ وہ بڑی مشکل سے مانا لیکن میں خوش تھا کہ اس طرح اس کی مدد بھی ہوجائے گی۔

رات نمی کا فون آگیا' اس کی آواز کے بھاری پن سے لگ رہا تھا جیسے روتی رہی ہے۔ شادی کے بعد ہم پہلی بار جدا ہوئے تھے۔ میرا دل بھی اداس ہوگیا' میں نے کافی دیر تک اسے پیار بھری تسلیاں دیں اور پھر امی سے بات کی' یاسر بھائی اور ناہید بھابی کا حال پوچھا اور پھر احمر نے زبردستی فون لے لیا۔

"ابو آپ کب آئیں گے؟"

"بیٹا بتایا تو تھا ویک اینڈ پہ آؤں گا۔"

"اور وہ بکرے والی بات یاد ہے نا؟"

"بالکل یاد ہے لیکن کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ قربانی ہم کیوں دیتے ہیں؟"

"پتا ہے ابو! کتاب میں پڑھا ہے' ٹیچر بھی بتاتے ہیں اور رات کو کبھی امی اور کبھی دادو بھی اس بارے میں قصے سناتی ہیں' مجھے پتا ہے ہم قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یاد تازہ کرنے کے لیے دیتے ہیں۔"

"اور ثمرہ کو پتا ہے؟"

"ثمرہ ابھی چھوٹی ہے نا ابو۔"

"تو اسے آپ روزانہ اس بارے میں بتایا کرو' آہستہ آہستہ اسے بھی سمجھ آجائے گا۔"

"ٹھیک ہے ابو لیکن بکرا ضرور آنا چاہیے' اگر ہم قربانی کریں گے تو ثمرہ کو زیادہ اچھی طرح سمجھ آجائے گی۔" وہ چالاکی سے بولا تو میں بے اختیار ہنس دیا۔

ننھے منے ذہن کچھ اور سوچ رہے تھے اور میں کچھ اور ہی سوچ رہا تھا' بس مسئلہ یہ تھا کہ اس پر عمل کیسے کیا جائے۔

❁ ......☆...... ❁

گاؤں تقریباً پانچ سو گھروں پر مشتمل تھا۔ زیادہ تر گھر پکے تھے جب کہ کچھ کچے تھے۔ سب سے نمایاں چوہدری کمال دین کی حویلی تھی اور اس کے میلوں دور تک پھیلے ہرے بھرے کھیت۔ میں سوچ رہا تھا اگر ان کھیتوں سے ہونے والی آمدن کا پانچ فیصد بھی وہ اپنے گاؤں کے غرباء کی بہبود کے لیے خرچ کرے تو اس کے خزانے میں

معمولی سا فرق بھی نہیں پڑے گا لیکن اس کی بجائے پانچ روپے فی بچہ مفت کی بیگار لے کر وہ ان کا خون چوس رہا تھا۔ کوئی پوچھنے والا نہیں تھا کیونکہ اعلیٰ حکام کا ووٹ بینک چوہدری کا مرہونِ منت تھا۔ وہ جب چاہتا گاؤں کے گھر گھر حکم صادر کردیتا کہ کس بندے کو ووٹ دینا ہے اور اس کے بدلے کروڑوں روپے وصول کرتا' اگر یہاں کے بچے پڑھ لکھ جاتے تو ان کی اپنی ایک سوچ بن جاتی۔ وہ بھی اپنا اور گاؤں کا مفاد سمجھنے لگتے۔ اپنی من مانی کرنے لگتے کیوں کہ وہ جان جاتے کہ آزادی انسان کا بنیادی حق ہے اور یہی چوہدری نہیں چاہتا تھا۔ اسی لیے اسکول کو باڑے کے طور پر استعمال کرتا' ہر آنے والے استاد کو بھگا دیتا اور حکام بھی اپنے مفاد کی خاطر چشم پوشی کرتے۔ ابھی بھی مجھے یہی خدشہ تھا کہ الیکشن کا زمانہ آنے والا ہے' کوئی ٹیم یہاں کے حالات دیکھ کر حکام بالا تک خبر پہنچادیتی ہے تو میری تو چھٹی ہوگئی تھی اور ساتھ ہی شہباز خان کی بھی۔ اسی لیے میں نے خالد کو پکا کیا تھا کہ شہباز کو ہر صورت اس گاؤں میں رہنا چاہیے' اب مجھے گھر گھر جاکر لوگوں سے بات کرنی تھی اور انہیں اس بات پر آمادہ کرنا تھا کہ اپنے بچوں کو اسکول بھیجیں' کتابوں' کاپیوں اور پڑھنے لکھنے کا کافی سارا مواد میں نے منگوالیا تھا۔ دفتری کارروائی کے بعد یہ سامان یہاں پہنچنے میں ہفتے یا مہینے لگ جاتے اور شاید پھر بھی سامان نہ پہنچ پاتا' میں آہستہ آہستہ سرگشت کرتا گاؤں کے ماحول سے لطف اندوز ہوتا آگے بڑھ رہا تھا۔

اسکول اور گاؤں کے رہائشی گھروں کے درمیان تھوڑا فاصلہ تھا' درمیان میں لہلہاتے کھیت' رہٹ اور پنگھٹ تھا۔ جہاں عورتیں اپنے کپڑے دھونے میں مصروف تھیں۔ لڑکیاں بالیاں اپنے کھیل کھیلنے میں مصروف تھیں میں نے سوچا سب عورتیں تو ادھر ہیں' کیوں نا ان سے ادھر ہی بات کرلی جائے۔

"السلام علیکم! میں یہاں کا نیا ماسٹر ہوں۔" میں نے قریب جاکر کہا تو سب ہاتھ روک کر پہلے مجھے اور پھر ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔ نظروں ہی نظروں میں جانے کیا باتیں ہورہی تھیں۔

"ہاں تو بابو واپس کب جارہے ہو؟" ایک لڑکی نے ذرا دلیر بنتے ہوئے پوچھا۔

"واپس کیوں جاؤں گا' پڑھانے آیا ہوں' ہاں جب چھٹیاں ہوا کریں گی تو ضرور جاؤں گا۔"

"اور پڑھاؤ گے کس کو؟" وہ طنزیہ ہنسی ہنسنے لگی۔

"نی چپ کر' زیادہ ہوشیاری نہ دکھا۔"

"اسے بولنے دیں اماں۔" میں نے انکساری سے کہا۔ "ہاں تو تمہارے سوال کا جواب یہ ہے کہ بچوں کو پڑھاؤں گا اور کس کو؟"

وہ پھر ہنسنے لگی۔ اس مرتبہ اس کی ہنسی میں تھوڑی تلخی گھلی تھی۔ میں نے غور سے اسے دیکھا معمولی سی چھینٹ کی شلوار قمیص جو دھل دھل کر اپنا رنگ روپ کھوچکی تھی۔ بالکل اسی طرح اس کے چہرے کا رنگ روپ تھا' جو غذا کی کمی سے پھیکا پھیکا سا ہورہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی دو بچے کھڑے تھے' جنہوں نے قمیص تو پہن رکھی تھی لیکن شلوار یا پاجامہ نام کی کوئی چیز نہیں تھی' ان کے چہروں اور بالوں پر مٹی کی گہری تہیں تھیں' جیسے عرصے سے انہیں دھویا نہ گیا ہو' میرا دل دکھی ہوگیا۔

"اور بابو بچوں کو اسکول تک لے کر کیسے جاؤ گے؟" وہ معنی خیز نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔

"شاید مجھے تمہاری اور تم جیسی لڑکیوں کی مدد درکار ہو' کچھ لوگوں کو میں سمجھاؤں گا کچھ کو تم سمجھانا۔ پڑھنے لکھنے کے فائدے بتانا' انہیں بتانا کہ کس طرح تعلیم سے زندگی بدل جاتی ہے۔ مجھے لگتا ہے تمہیں کچھ سوجھ بوجھ ہے' کیا تم پڑھی لکھی ہو تھوڑی بہت؟" اس نے میرا سوال نظر انداز کردیا' اس کی آنکھوں میں کرب تھا' ٹوٹے خوابوں کی کرچیاں تھیں۔

"لوگوں کو تو شاید میں سمجھا لوں لیکن چوہدری کمال دین کو کون سمجھائے گا' یہ سب باتیں۔"

"چوہدری کمال دین کی تم فکر نہ کرو' اس سے میں خود

نمٹ لوں گا۔"

"اپنی جوانی پر رحم کھاؤ بابو اور لوٹ جاؤ' یہاں تمہاری دال نہیں گلنے والی۔"

"گفتگو سے تو تم پڑھی لکھی لگتی ہو؟"

"ہاں! میں نے آٹھ جماعتیں پاس کر رکھی ہیں' شہر میں اپنی خالہ کے پاس رہ کر۔" میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بے باکی سے بولی۔

"پھر کیا ہوا؟ آگے کیوں نہیں پڑھا' میٹرک کیوں نہیں کی؟"

"پھر کیا ہوا؟" اس کی ہنسی میں آنسوؤں کی نمی تھی۔ "پھر یہ ہوا کہ چوہدری کمال دین کا اوباش بیٹا میرے سارے ارمانوں اور آرزوؤں کے رستے میں آ گیا' ان کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے۔" میں سمجھ کر ششدر اسے دیکھتا رہ گیا' کچھ دیر تک بول نہ سکا۔

"اب تمہیں سمجھ میں آیا کہ یہ سب ان ناانصافی اور زبردستی روکنے کے لیے شعور ہونا کتنا ضروری ہے۔ اگر تم لوگ چوہدری اور اس کے بیٹوں سے ڈر کر گھروں میں دبک کر بیٹھ جاؤ گے تو تمہاری آئندہ آنے والی نسلیں ہمیشہ کے لیے غلامی کا شکار رہیں گی۔ ہمیشہ یہ ظلم سہتی رہیں گی تم لوگ کبھی آزاد نہیں ہوسکو گے۔ ظلم کے خلاف آواز اٹھانا بھی جہاد ہے' تم لوگ یہاں ہار مان کر یا ڈر کر چپ نہیں بیٹھ سکتے۔ تعلیم حاصل کرنا ہر بچے کا بنیادی حق ہے اور اس حق کے لیے آواز اٹھانی ہوگی' گھروں سے نکلنا ہوگا' خاموشی کو توڑنا ہوگا' ورنہ ہمیشہ غلام ہی رہو گے۔ ان بچوں کا کیا قصور ہے' انہیں ہر صورت میں پڑھنا ہوگا' علم کی روشنی سے اپنے دماغوں کو روشن کرنا' اپنا مستقبل سنوارنا ہوگا' تم بتاؤ تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام تو صفیہ ہے۔"

"ہاں تو صفیہ تم بتاؤ کیا تم چاہتی ہو جو حادثہ تمہارے ساتھ ہو چکا ہے اس کا شکار اور بچیاں بھی ہوں اور خاموشی سے اسے اپنی تقدیر سمجھ کر قبول کرلیں۔ چوہدری کے بیٹے کے خلاف آواز نہ اٹھائیں۔ تقدیر لکھنے والا خدا ہے لیکن آج تک کوئی ایسا انسان اپنی تقدیر نہیں بدل سکا جو اس کی خواہش ہی نہ رکھتا ہو۔ کیا تم نے اسے تقدیر کا فیصلہ سمجھ کر قبول کرلیا ہے۔ تم اب ساری عمر اسی طرح افسردہ اور خاموش رہو گی' جو کچھ تمہارے خلاف ہوا کیا تم نہیں چاہو گی کہ اس گاؤں کی معصوم لڑکیاں اس حادثے سے محفوظ رہیں' کیا یہاں کوئی چوہدری کے مظالم کے خلاف آواز نہیں اٹھائے گا؟"

صفیہ چند لمحے آنکھوں میں چنگاریاں لیے میری طرف دیکھتی رہی پھر تیزی سے مڑی اور وہاں سے چلی گئی' میں نے عورتوں کی طرف دیکھا۔

"تم ہی بتاؤ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟" عورتوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اپنی اپنی چیزیں اٹھائیں اور خاموشی سے صفیہ کے پیچھے روانہ ہوگئیں۔ میں حیران پریشان انہیں جاتا دیکھ رہا تھا کہ مجھے اپنے پیچھے زور سے تالی بجانے کی آواز آئی' میں جلدی سے مڑا چوہدری کا بیٹا جمال دین چہرے پر مکروہ مسکراہٹ لیے کھڑا تھا۔

"اوے ماسٹر!" وہ گنوار طریقے سے بولا۔ "تم یہاں کے لوگوں کو نہیں بدل سکتے۔ یہ پوری طرح ہمارے قبضے میں ہیں' ان کے دل اور دماغ بھی۔ انہیں پتا ہے کہ اگر انہوں نے اپنے بچوں کو اسکول بھیجا تو ان کا کیا حشر ہوگا' ان کی بیٹیوں کا کیا حشر ہوگا۔"

"تو تم ہو وہ لعنتی انسان۔" میرا خون کھول اٹھا۔

"اوے ماسٹر! ذرا زبان کو لگام دے' ایسا نہ ہو میرا خون بھی جوش میں آ جائے اور میں تمہاری زبان کھینچ کر تمہاری بولتی ہی بند کردوں پھر نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری۔"

"زبان کو لگام دینے کی ضرورت تو تم جیسے خبیث انسان کو ہے' جس نے ہر انسان کو اپنا زر خرید سمجھ رکھا ہے' تم میں گن کیا ہیں' کس بات پر اتراتے ہو' اپنے باپ کی دولت پر؟"

"اوے...... میں نے کیا کہا تم سے؟" اس نے فوراً بندوق کی نال کا رخ میری طرف کردیا اور خونخوار نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"اپنی بندوق نیچے کرلو جمال دین۔" شہباز خان کی آواز پر ہم دونوں نے ہی چونک کر دیکھا' وہ جانے کب سے ہماری گفتگو سن رہا تھا۔

"تم اپنے کام سے کام رکھو تھانیدار! تمہارے جیسے ہزاروں میرے باپ کی جیب میں پڑے رہتے ہیں۔"

"اگر تم گرفتار ہوکر جیل میں نہیں سڑنا چاہتے تو اپنا راستہ ناپو اور میں ان لوگوں میں سے نہیں جن پر تمہارا باپ رعب جما سکے۔" شہباز خان کا جلال دیکھ کر وہ ہمیں قہر آلود نظروں سے دیکھتا ہوا چلا گیا۔ میں نے ٹھنڈی آہ بھری۔

"کام میری توقع سے زیادہ مشکل ہے شہباز خان۔" اس نے گہری نظروں سے مجھے دیکھا۔

"ابھی تو شروعات ہے یار! اتنی جلدی ہمت ہار گئے۔"

"ہمت تو نہیں ہارا' بس گاؤں والوں کی بے بسی پر دل رو رہا ہے۔" میں نے دھیرے سے کہا اور ہم دونوں اسکول کی طرف چل دیئے۔

❁......☆......❁
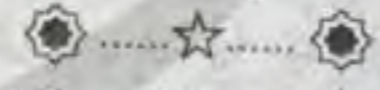
اسکول پوری طرح تیار تھا' ٹاٹ بچھا دیئے تھے' ٹوٹی پھوٹی کرسی اور ایک میز مل گئی تھی' میں نے اپنے لیے وہی رکھ لیا۔ چوہدری ان دنوں گاؤں سے باہر گیا تھا۔ شاید شہر میں اپنا اثر رسوخ استعمال کرنا چاہتا تھا لیکن اس بار قسمت بھی اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ آئے دن حکومت کے لیے نت نئے مسائل پیدا ہورہے تھے' ان سے نمٹنا ہی مشکل تھا ایسے میں چھوٹی مچھلیوں کی طرف کون دھیان دیتا جب بڑے مگرمچھوں کی جان پر بنی ہو' شاید اس بار قسمت میرا ساتھ دے رہی تھی' میں نے ایک اور ٹیچر بھجوانے کے لیے درخواست دے رکھی تھی' اکیلے اتنے بچوں سے نمٹنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ ابھی کسی ماں یا باپ کی ہمت نہیں پڑی تھی اپنے بچوں کو اسکول بھیجنے کی۔ میں نے شہباز خان سے مشورہ کیا اس نے یہی کہا کہ تمہیں گھر گھر جا کر ماں باپ سے ملنا ہوگا انہیں سمجھانا ہی اصل میں تمہارا امتحان ہے۔ شہباز خان مختلف اوقات میں جانے کا ارادہ رکھتا تھا اور لوگوں کو سمجھانا چاہتا تھا کہ یہ اعلیٰ حکام کی طرف سے احکامات آئے ہیں کہ ہر بچہ اسکول جائے گا۔

مجھے دیکھتے ہی اکثر گھر والے دروازہ بند کر لیتے وہ تو میری بات ہی سننا نہیں چاہتے تھے۔ جنہوں نے مجھے گھر آنے کی اجازت دی' وہ میرا مدعا سن کر توبہ توبہ کرنے لگے۔ صاف کہہ دیا کہ وہ چوہدری سے ٹکر لے کر اس کے بیٹوں کے انتقام کا نشانہ نہیں بن سکتے۔ میں اس وقت انتہائی مایوسی کی حالت میں آہستہ آہستہ چلتا واپس آ رہا تھا' راستے میں چوپال دیکھا تو قدم اُدھر بڑھا دیئے وہاں چند بزرگ بوڑھے آدمی اپنا اپنا حقہ لیے بیٹھے تھے' آپس میں باتیں کررہے تھے' کچھ ننھے بچے پاس ہی زمین پر لکیریں کھینچ کر مختلف کھیل کھیل رہے تھے۔

"سلام چاچا!" میں نے قریب پہنچ کر مسکراتے ہوئے کہا تو گڑگڑاتے حقے اور چلتی زبانیں رک گئیں۔ سب ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

"آؤ بیٹا! ادھر ہی بیٹھ جاؤ۔" ایک بوڑھے آدمی نے ایک چارپائی کی طرف اشارہ کیا' میں نے حکم کی تعمیل کی۔ تھوڑی دیر بیٹھا الفاظ کا انتخاب کرتا رہا۔

"چاچا! آپ سب تو جانتے ہیں نا کہ مجھے حکومت نے یہاں بچوں کو پڑھانے کے لیے بھیجا ہے لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ سب لوگ چوہدری سے اتنا ڈرتے کیوں ہیں۔ چوہدری اور اس کے بیٹے صرف تین لوگ ہیں جب کہ سارا گاؤں اکٹھا ہوکر ان پر قابو پاسکتا ہے۔ چاہے تو ان کا بھرکس بھی نکال سکتا ہے تو......؟" میں خاموش ہوگیا۔

"بیٹا! ایک بات تو یہ ہے کہ چوہدری تین لوگ نہیں ہیں' اس نے اپنے ناپاک کاموں کے لیے کئی غنڈے پال رکھے ہیں۔ دوسرے ان کے پاس ہتھیار ہیں۔ ان کے زور پر وہ کسی کو بھی بے بس کرسکتے ہیں۔"

''تو کیا چوہدری اکیلا ہی یہاں کا سردار ہے۔ کوئی اور بڑا زمین دار نہیں ہے جو اس کا مقابلہ کرسکے' اس کے ظلم کرتے ہاتھوں کو روک سکے؟''

''ہیں کیوں نہیں' یہ جو عالم خان بیٹھا ہے۔'' اس نے ایک اور بزرگ کی طرف اشارہ کیا۔ ''اس کے پاس بھی کافی زمینیں ہیں لیکن چوہدری کے مقابلے کی نہیں۔''

''تو عالم چاچا آپ ہی بتائیں کیا آپ اس گاؤں کے مظلوم لوگوں کے لیے کچھ نہیں کرنا چاہتے ہیں' آپ چاہتے ہیں وہ ساری عمر چوہدری کی غلامی میں بیگار کیمپ میں کام کرتے رہیں؟''

عالم خان کے چہرے پر کرب کے آثار نمودار ہوئے' میں نے سوچا لوہا گرم ہے اس وقت ضرب لگاؤں گا تو شاید کوئی کامیابی نصیب ہوجائے۔

''کبھی میرے دل میں بھی بہت ارمان تھے پُتر!'' وہ تقریباً آنسوؤں بھرے لہجے میں بولا۔ ''میں بھی ان بچوں کے لیے بہت درد رکھتا تھا' میں بھی چاہتا تھا کہ یہ اسکول جائیں' پڑھیں ہمارے گاؤں میں بھی اسپتال ہو چاہے چھوٹا سا ہی سہی لیکن علاج کی سہولتیں نہ ہونے کی وجہ سے لوگ جان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں' میں نے چوہدری سے اپنے منصوبوں کا ذکر کیا اور میں مالی تعاون کے لیے بھی تیار تھا لیکن چوہدری نے انکار کردیا۔ مجھے بہت غصہ آیا میں اس سے بھڑ بیٹھا' اسے صاف کہہ دیا تم مدد نہ کرو' میں خود ہی اپنے طور پر اپنی زمینوں پر خود ہی سب تعمیر کروالوں گا اور اگلے دن...... اگلا دن میرے لیے موت کا پیغام لے کر آیا' میرے بیٹے کو گولی ماردی گئی اور چوہدری کا بیٹا میری بیٹی کو اٹھا لے گیا' میری گھر والی صدمے سے اسی وقت چل بسی اور میں صفیہ کی اجڑی صورت دیکھنے کے لیے زندہ رہ گیا۔''

''صفیہ...... صفیہ آپ کی بیٹی ہے؟''

''ہاں وہ نمانی بدقسمت میری ہی بیٹی ہے' اب ساری عمر میرے گھر بیٹھی میرے سینے پر مونگ دلتی رہے گی' اسے کون قبول کرے گا؟'' میں غصے سے پاگل ہوگیا۔

''اتنے قہر ٹوٹنے کے باوجود آپ لوگ ابھی تک اس کے اشارے پر چل رہے ہیں' عالم چاچا! ان واقعات کے بعد تو آپ کو چوہدری کے سامنے ڈٹ جانا چاہیے تھا کیونکہ اب تو آپ کے پاس کھونے کے لیے کچھ نہیں رہا تھا پھر کیوں خاموش رہے؟ کیوں ہار مان کر بیٹھ گئے' کیوں اس پر قہر بن کر نہیں ٹوٹے' اپنا بچہ مرگیا ہے تو آپ گاؤں کے سب بچوں کو بھول گئے' یہ بھی تو آپ کے ہی بچے ہیں۔ بچے تو سب کے سانجھے ہوتے ہیں نا' کیا آپ چاہتے ہیں وہ زندہ لاش بن کر چوہدری کے حکم پر ناچتے رہیں۔''

''مجھے غلط نہ سمجھو پُتر!'' عالم چاچا بے بسی سے بولا۔ ''میں نے یہی سب کچھ سوچا تھا لیکن صفیہ نے منع کردیا' میں اس مظلوم کی بات کیسے ٹالوں؟''

''صفیہ نے منع کردیا لیکن کیوں......؟'' میں حیرانی سے بولا۔

''پتا نہیں بیٹا' وجہ نہیں بتاتی' بس رونے لگتی ہے۔''

میں فوراً وہاں سے اٹھ گیا۔

''آخر چوہدری اتنا طاقت ور کیسے بنا؟''

''کسی سیاسی پارٹی کا چہیتا ہے' ہر ماہ چندے میں لاکھوں وصول کرتا ہے ان ہی کاموں کے لیے' لوگوں کو دبا کر رکھا ہوا ہے۔ کوئی چوں چرا کرے تو اس کے ساتھ وہی سلوک ہوتا ہے جو میرے ساتھ ہوا' تھانیدار بھی اس کی جیب میں ہے۔ وہ تو کسی کا پرچہ تک نہیں کاٹتا۔''

''لیکن اب جو تھانیدار آیا ہے وہ ایسا بندہ نہیں ہے' ایمان دار شخص ہے۔ آپ لوگ اس گاؤں کے بزرگ ہیں اور اپنی اولادوں اور ان کی اولادوں کے لیے بہتر مستقبل کے سوچنا آپ کا فرض ہے اگر آپ عمر بھر اور نسل در نسل غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رہنا پسند کرتے ہیں تو آپ کی مرضی ورنہ آپ کو میرا ساتھ دینا ہوگا۔''

میری بات کے دوران ہی بکروں کا ایک بڑا ریوڑ وہاں سے گزرا' دو تین ملازم انہیں ہانکتے ہوئے چوہدری کے ڈیرے کی طرف لے جارہے تھے۔

''یہ جانور چوہدری کے ہیں؟'' میں نے جانتے بوجھتے جانے کس خیال میں سوال کردیا۔

''ہاں! اسی کے ہیں۔''

''گاؤں میں کسی اور کے پاس ایسے جانور ہیں؟ میرا مطلب ہے کوئی اور پالتا ہے بکرے وغیرہ؟''

''ہاں کیوں نہیں دو تین زمینداروں نے اپنی زمینوں کے کچھ حصوں پر یہ کاروبار شروع کر رکھا ہے۔''

''اچھا۔'' میں ہلکی سی مسکراہٹ سے بولا۔ ''لیکن سب سے سستا مال کس کے پاس ہوگا؟''

''کیوں پُتر! تم کیوں پوچھ رہے ہو' تمہیں بکروں کی ضرورت ہے تو مجھے بتاؤ میں نے بھی یہ کاروبار شروع کیا ہوا ہے۔''

''زیادہ مہنگے تو نہیں......''

''آپ کے لیے رعایت کردیں گے یوں بھی گاؤں میں بکرے شہروں کی نسبت آدھی قیمت میں مل جاتے ہیں۔''

''اچھا!'' میں خوش ہوکر بولا۔ ''ایک اچھا بکرا کتنے کا مل جاتا ہے؟'' اس نے قیمت بتائی تو میں حیران رہ گیا۔

''تو عالم چاچا! میرے لیے تین بکرے علیحدہ کرلینا بقرہ عید کے لیے۔ میں عید پر رقم ادا کرکے لے لوں گا۔''

میں بہت پُرجوش وہاں سے لوٹا۔ بکروں کے آسانی سے حصول نے مجھے بے انتہا خوش کردیا تھا' شاید اب میں اپنی خواہش پوری کرسکوں' اب میرا رخ گھر کی سمت تھا۔

ایک گلی سے گزرتے ہوئے اس سے سامنا ہوگیا۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے نظریں چرا کر ایک طرف سے ہوکر گزرنا چاہا لیکن میں نے موقع نہ دیا۔

''صفیہ! مجھے تم سے بات کرنی ہے؟''

''میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتی بابو!'' وہ سختی سے بولی۔

''ٹھیک ہے' تم مدد نہیں کرسکتیں لیکن اپنے بابا کو کیوں روک دیا' اپنا کام آگے بڑھانے سے؟''

''تمہارا کیا خیال ہے وہ کافی غم نہیں اٹھا چکے' اپنی قیمتی چیزیں نہیں کھو چکے؟''

''یہی تو میں تمہیں کہنا چاہتا ہوں' وہ جو کھونا تھا کھو چکے پھر اس کام سے پیچھے ہٹنے کی کیا ضرورت تھی۔ اب اور تو وہ کچھ کھو نہیں سکتے تھے چوہدری سے انتقام کے طور پر اپنا کام' اپنے خواب جاری رکھتے لیکن تم نے انہیں منع کردیا' کیوں......؟'' اس کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے۔

''تم کچھ نہیں جانتے بابو! کچھ بھی نہیں۔ اس لیے اپنے کام سے کام رکھو اور یہ جو دنیا سنوارنے کے ارمان لے کر یہاں آئے ہو' انہیں بھول کر لوٹ جاؤ۔''

''میں ایسا نہیں کرسکتا۔''

وہ تھوڑی دیر مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

''تم شادی شدہ ہو؟''

''ہاں اور دو بچے بھی ہیں میرے۔''

''تو پھر میری مانو' خود پر اور ان پر رحم کھاؤ اور چلے جاؤ یہاں سے' تمہاری بیوی بچے تمہاری خون آلود لاش برداشت نہیں کرسکیں گے۔ جیسے میرا بابا میرے بھائی کی لاش دیکھ کر سکتے میں آگیا تھا۔''

''یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے صفیہ! تم نے اپنے بابا کو کیوں منع کردیا وہ اس گاؤں کی قسمت بدل سکتے تھے۔ چوہدری سے ٹکر لے سکتے تھے۔''

''یہاں صرف چوہدری نہیں ہے بابو! اس کے دو اوباش لڑکے بھی ہیں' اگر تم چاہتے ہو میں ہر رات ان کے چرنوں میں قربان ہوتی رہوں تو ٹھیک ہے میں بابا کو دی گئی قسم واپس لیتی ہوں' وہ جو چاہیں کرسکتے ہیں' تمہاری مدد کرنا چاہیں تو وہ بھی کرسکتے ہیں۔''

میں ساکت کھڑا اسے دیکھتا رہا' آنسو اس کی آنکھوں سے ابل رہے تھے۔

''تو انہوں نے بابا کو روکنے کے لیے تمہیں یہ دھمکی دی ہے؟''

''ان کی کوئی بات دھمکی نہیں ہوتی بابو! وہ جو کرتے ہیں ڈنکے کی چوٹ پر کرتے ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ رکی نہیں'

تیزی سے مڑ گئی۔

میرا خون کھول رہا تھا' اس وقت چوہدری اور اس کے سپوت میرے سامنے ہوتے تو میں شاید آنکھوں سے ہی انہیں قتل کر دیتا۔

✿ ...... ☆ ...... ✿

رات کو نمرین کا فون آ گیا' آنسوؤں سے بھیگی آواز مجھے بے چین کر گئی۔

"کیا بات ہے نمی! کوئی پریشانی ہے؟"

"یہ پریشانی کیا کم ہے کہ آپ نے اتنے دنوں سے فون نہیں کیا' آپ بھول گئے ہیں ہمیں۔"

"ہوں......" میں سنجیدگی سے بولا۔ "اس کا مطلب ہے میری محبوب بیوی کو خود پر اعتماد نہیں رہا۔ اس کے ہتھیاروں کو زنگ لگتا جا رہا ہے۔"

"کون سے ہتھیار؟" وہ حیران ہوئی۔

"وہی ستارہ آنکھیں' جو میری آنکھیں روشن کرتی ہیں۔ وہ دلکش مسکراہٹ جو مجھے توانائی عطا کرتی ہے۔ وہ سیاہ ریشمی بال جن کا سایہ مجھے سکون دیتا ہے۔"

"اوہ آپ بھی نا بس......" میں تصور میں اسے شرماتے ہوئے دیکھ سکتا تھا۔

"کیا بھول سکتا ہوں میں یہ سب کچھ اور وہ شاداب پھول جو مجھے تمہاری وجہ سے ملے ہیں۔" میں جذباتی ہو گیا' شاید یہاں کے مسائل کی وجہ سے میں اسے بہت یاد کر رہا تھا۔

"پھر فون کیوں نہیں کیا اتنے دنوں سے؟" وہ مصنوعی خفگی سے بولی۔

"جانو! میں بہت مصروف ہوں' مسائل بہت ہیں اور اب تم تو یہاں ہو نہیں کہ دن رات میرا خیال رکھ سکو' میری بکھری ہستی سمیٹ سکو' اس لیے کوتاہی تو ہو جاتی ہے نا...... اب تین وقت تمہارے مزے دار کھانوں کی بجائے غلام محمد کی بیوی کے ہاتھ کے پکے کھانے پڑتے ہیں۔"

"غلام محمد کی بیوی...... یہ کون ہے؟" اس کے لہجے میں عورتوں والا کچھ تھا کہ میں ہنس پڑا۔

"بھئی غلام محمد کی بیوی' غلام محمد کی بیوی ہے۔" میں نے کہا اور پھر عادت کے مطابق اسے تمام حالات بتانے لگا۔ سب سن کر وہ بری طرح خوف زدہ ہو گئی۔ مجھے افسوس ہوا کہ اسے یہ سب بتانے کی بھلا کیا ضرورت تھی۔

"زین! پلیز احتیاط سے کام لیں' اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو میں بھی زندہ نہیں رہوں گی' خودکشی کر لوں گی۔" وہ رو پڑی۔

"نمی! بہت بری بات' ایسا مت کہو' تم کیا چاہتی ہو ہمارے بچے اکیلے رہ جائیں' اس سنگ دل اور ظالم دنیا میں۔"

"میں کچھ نہیں جانتی' آپ بس فوراً واپس آ جائیں۔"

"تم اپنے مجازی خدا کو بزدل سمجھتی ہو۔"

"ایسی کوئی بات نہیں لیکن زیادہ اور بے وجہ بہادری دکھانے کی ضرورت نہیں۔"

"وعدہ کرتا ہوں' احتیاط کروں گا بس تم پریشان مت ہو اور بچوں کو خوش خبری سنا دینا کہ میں نے بکرے لے لیے ہیں۔"

"اچھا واقعی؟ احمر اور ثمرہ تو خوشی سے دیوانے ہو جائیں گے۔" وہ خوشی سے چہکی۔

"تم بھی تھوڑی سی دیوانی ہو جاؤ تو کوئی حرج نہیں۔" میں شرارت سے بولا۔

"وہ تو میں ہوں ہی آپ کی دیوانی۔" اس نے بھی حساب برابر کر دیا۔ میں نے امی اور یاسر بھائی' ناہید بھابی اور بچوں کا حال پوچھ کر فون رکھ دیا۔ اس رات مجھے بہت اچھی نیند آئی' نمرین کہیں آس پاس ہی محسوس ہو رہی تھی۔

✿ ...... ☆ ...... ✿

چوہدری واپس آ چکا تھا۔ اس کا کام نہیں بنا تھا گویا وہ شہباز خان کی چھٹی نہیں کروا سکا۔ وہ زخمی شیر کی طرح بل کھا رہا تھا۔ ایسے میں اس کے پالے ہوئے غنڈوں نے چند گھروں میں وارداتیں بھی کیں' کہیں سے جانور کھول کر لے گئے' کسی کے کھیت کو آگ لگا دی اور کسی کی

بھینسیں گھر میں مردہ پائی گئیں۔ لوگوں نے کوئی مخبری نہیں کی لیکن غلام محمد اس کے تمام غنڈوں کو جانتا تھا' اس نے چپکے سے مجھے بتایا میں نے شہباز خان کے کان میں ڈالا اور اسی روز وہ غنڈے تھانے میں سلاخوں کے پیچھے بند کردیئے گئے۔ چوہدری تلملاتا ہوا تھانے پہنچ گیا اپنے جیالوں کے ہمراہ۔

"تھانے دار تم نے میرے آدمی کیوں گرفتار کیے؟ کوئی ثبوت ہے تمہارے پاس۔"

"بہت سارے ثبوت ہیں چوہدری جی! لیکن مجھے ثبوت تمہیں دکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم ان لوگوں کا نقصان پورا کرواور اپنے غنڈے چھڑوا کرلے جاؤ۔"

"میں نے کچھ کروایا نہیں تو نقصان کیوں بھروں ان کی کمینوں کا لیکن تم یہ نا سمجھنا کہ تم لوگ ایسی حرکتیں کرو گے تو بچے اسکول آجائیں گے۔ یہ اسکول کبھی چالو نہیں ہوگا۔"

"ایک بات میری بھی سن لو چوہدری! بچوں کو اسکول پہنچانے کا آرڈر مجھے اوپر سے آیا ہے وہ تو ہر صورت پورا کروں گا لیکن اگر تمہارے غنڈوں یا تمہارے بیٹوں نے کوئی بے ہودہ حرکت کرنے کی کوشش کی تو انہیں بھی بخشا نہیں جائے گا۔ ایسی چار چوٹ کی ماردوں گا انہیں نانی یاد آجائے گی۔"

"تب تک تم یہاں رہو گے تب یہ بات کرنا' تم جتنے دن ادھر ہو مزا کرلو پھر تمہیں ایسی جگہ پھنکواؤں گا کہ ساری عمر یاد رکھو گے۔"

"اچھا اتنے لمبے ہاتھ ہیں تمہارے؟"

"تمہاری سوچ سے بھی زیادہ لمبے ہیں۔" چوہدری لفظ چبا چبا کر بولا۔

"یاد رکھو چوہدری! اللہ اپنی رسّی کو ایک حد تک ڈھیل دیتا ہے پھر ایک دم کھینچ لیتا ہے اس دن کے عذاب سے ڈرو۔"

"ڈرنا تو تمہیں اس عذاب سے چاہیے جو میں تمہیں دوں گا۔" چوہدری غصے سے کانپتا ہوا چلا گیا' جیالے پیچھے پیچھے دُم ہلاتے چل دیئے۔

۞ ..... ☆ ..... ۞
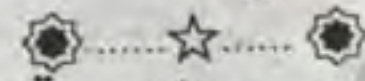
میں نے سوچا تو بات تو ٹھیک ہی تھی' چوہدری کا ڈر ایک الگ قصہ تھا لیکن اگر گاؤں کے آدمی اپنے بچوں کو لے کر چوہدری کے کھیتوں میں کام کرنے نہ جائیں تو کھائیں گے کہاں سے' جسم و جان کا رشتہ کیسے برقرار رکھیں گے۔ بچوں کو اگر روزانہ پانچ روپے دیئے جاتے تھے تو ان کے باپوں کو بھی کچھ زیادہ نہیں ملتا تھا۔ رات کو سبزی یا دال پکانا بھی ممکن نہیں ہوتا تھا' پیٹ بھر کھانا کہاں سے نصیب ہوتا اور اگر چوہدری کی یہ ادنیٰ سی نوکری بھی چھوڑ دیتے تو ایک وقت کا کھانا بھی نصیب نہ ہوتا اور کھانے کے علاوہ بھی ہزاروں ضروریات ہوتی ہیں جو منہ پھاڑے کھڑی ہوتی ہیں۔ میں نے تقریباً ہر گھر دیکھا تھا گھر میں چند برتنوں' چولہے اور ایک دو چارپائیوں اور پھٹے پرانے بستروں کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ تن ڈھانپنے کو پورے کپڑے تک نہیں تھے۔ چھوٹے بچے تو ننگ دھڑنگ بے پروا پھر رہے ہوتے' ابھی وہ اس عمر کو نہیں پہنچے تھے کہ بدن ڈھانپنے کے احساس کو سمجھ سکیں۔ کچھ بچے جو ذرا بڑے تھے وہ صرف کرتا پہننے پر گزارا کرتے۔ جو گھٹنوں سے نیچے تک لمبا ہوتا۔ ہاں ایک بات میں نے ہر گھر میں دیکھی تھی ہر گھر صفائی سے چمک رہا ہوتا تھا۔ جھاڑو دینے اور پونچھا مارنے میں تو زیادہ پیسے نہیں لگتے تھے۔ اس لیے ہر عورت اپنا گھر خوب محنت سے صاف ستھرا کرکے چمکائے رکھتی لیکن کپڑوں کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا' اس کے لیے تو صابن چاہیے ہوتا' زیادہ تر صابن مردوں کے کپڑوں پر خرچ ہوجاتا جنہوں نے کام پر جانا ہوتا تھا۔ گھروں کی نسبت گلیاں خاصی گندی تھیں' تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے لوگ اپنے گھروں کا کچرا اکثر نظر بچا کر نالیوں میں ڈال دیتے' جس سے نالیاں بند ہوجاتیں۔ نالیاں صاف کرنے والے بھی کچرا نکال کر نالی کے سرے پر رکھ دیتے اور کئی دن تک نہ اٹھاتے۔ انہیں بھی کوئی پوچھنے والا نہیں تھا۔ اسی طرح بیماریاں پھیلتی تھیں جن کا تسلی بخش علاج کرنے کے لیے مناسب سہولت نہ ہونے کی وجہ سے بڑی بوڑھیوں کے بتائے ٹوٹکوں کو آزما کر کام چلا لیتے۔ جو کبھی تو کام آجاتے اور کبھی الٹے گلے پڑجاتے۔ بچوں کو اکثر بیماریاں ہوتیں۔ وہ اسکول کے ساتھ بڑے احاطے میں پھیلے کچرے سے کھانے کی چیزیں' کاغذات وغیرہ چننے کی کوشش کرتے۔

اس کچرے کو تو میں نے اٹھوا دیا تھا اور اس کام میں گاؤں والوں نے میرا ساتھ بھی دیا تھا کہ چوہدری کا ڈر نہیں تھا' چوہدری کو احاطے کی صفائی پر کیا اعتراض ہوسکتا تھا' سب سے پہلے تو سب کو ترغیب دے کر ایک بڑا گڑھا گاؤں سے باہر کھدوایا پھر ہاتھ سے چلنے والی چھوٹی گاڑیاں جن سے اکثر تعمیراتی سامان ڈھویا جاتا ہے' اس میں کچرا ڈال ڈال کر وہاں لے جایا جاتا اور گڑھے میں پھینک دیا جاتا۔ اس کام میں ہی کئی دن لگ گئے۔ اب اسکول کے سامنے اس صاف احاطے کو میں نے کھیل کے میدان میں تبدیل کردیا۔ شام ہوتے ہی بچے کیا اور بڑے کیا سب یہاں جمع ہوجاتے اور مختلف کھیل کھیلتے۔ میں نے کالج میں بھرپور کھیل کھیلے تھے' انہیں سکھانے کے بہانے ان کے کان میں تعلیم کی افادیت کے پوائنٹ بھی ڈالتا جاتا۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ سب کو اس بات کی سمجھ آگئی پڑھنا لکھنا اچھی زندگی کے لیے ضروری ہے لیکن بات پھر وہیں پر آکر رک جاتی تھی کہ کھائیں گے کہاں سے' گاؤں میں چوہدری کے لیے کام کرنے کے علاوہ بہت کم کام تھے۔ روئی دھننے کی مشین' آٹا پیسنے کی چکیاں' پرچون کی معمولی دکانیں' آٹا اور دال چاول کی دکانیں' نائی' دوپٹے رنگنے والے اور معمولی سستے کپڑے کی کچھ دکانیں تھیں۔ وہاں آکر کتنے ملازمین کھپ سکتے تھے اگر یہاں کوئی ایسی فیکٹری قائم کردی جائے تو بے شمار مزدوروں کے کام کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ اس طرح لوگوں کو چوہدری کا محتاج نہیں ہونا پڑے گا اور پھر شاید وہ بچوں کو اسکول بھیج دیں۔ مجھے اس بارے میں خالد سے بات کرنی پڑے گی۔ ہوسکتا ہے وہ کسی ایسے آدمی کو جانتا ہو جو گاؤں میں کسی مناسب چیز کی فیکٹری بنوا دے۔

صبح صبح ہی احمر اور ثمرہ کا فون آگیا۔ وہ خوشی سے بے حال ہورہے تھے' نمرین نے بتایا کہ اسکول جانے سے پہلے وہ مجھ سے بات کرنا چاہتے تھے۔

"ابو آپ نے بکرے لیے ہیں؟" اس کی آواز میں بے پناہ خوشی تھی' اسے خوش دیکھ کر میرا سیروں خون بڑھ گیا۔

"ہاں بیٹا! ہم نے بکرے لیے ہیں' اس بار ہم پوری شان سے قربانی کریں گے۔"

"ابو پھر تو بڑا مزا آئے گا۔ آپ بکرے یہاں گھر کب لارہے ہیں' ابو آپ نے وعدہ کیا تھا ویک اینڈ پر آنے کا لیکن تین ہفتے گزر گئے آپ نہیں آئے۔" وہ منہ بسور کر بولا۔

"بیٹا! یہاں کچھ ضروری کام ایسے تھے جن کو میں چھوڑ نہیں سکتا تھا' آپ کو پتا ہے یہاں پر اسکول تو ہے لیکن تمہارے جیسے بچے اسکول نہیں جاسکتے۔"

"کیوں ابو آپ انہیں پڑھاتے نہیں؟"

"بیٹا! وہ اسکول آتے ہی نہیں' انہیں پتا تو ہے کہ پڑھنا بہت ضروری ہے لیکن کسی وجہ سے آنہیں سکتے۔ میں یہی کوشش کررہا ہوں کہ وہ اسکول آسکیں' خوب پڑھیں اور پھر اپنے پاؤں پر کھڑے ہوسکیں' اپنے ملک کا نام روشن کرسکیں' میں اس ہفتے آنے کی کوشش کروں گا۔"

"اور بکرے...... وہ بھی ساتھ لائیں گے نا؟" وہ اشتیاق سے بولا۔

"نہیں بیٹا! بکرے یہیں رہیں گے' عید کے موقع پر آپ سب ادھر آئیں گے اور ہم سب یہاں اس گاؤں کے لوگوں اور بچوں کے ساتھ عید منائیں گے۔"

"لیکن ابو وہاں گاؤں میں تو بہت زیادہ بجلی جاتی ہے بہت گرمی ہوگی۔"

"بیٹا! عید تک تو موسم یوں بھی اچھا ہوجائے گا اور گاؤں کھلی جگہ ہے' بہت درخت ہیں یہاں اور خوب ہوا

چلتی ہے۔ اس لیے آپ کو مشکل نہیں ہوگی اور تھوڑی بہت مشکل تو برداشت کرنی چاہیے نا' جیسے یہاں کے لوگ کرتے ہیں۔"

"جی ابو!" وہ خاموش ہوگیا۔

"اور بیٹا آپ جانتے ہیں قربانی صرف بکرے ذبح کرنے کا نام نہیں ہے' قربانی اور بھی بہت کچھ قربان کرنے کا نام ہے' دوسروں کی خوشیوں کی خاطر اپنی خوشیاں چھوڑ دینے کا نام ہے۔"

"ٹھیک ہے ابو' میں سمجھ گیا ثمرہ بہت دیر سے آپ سے بات کرنا چاہتی ہے۔" ثمرہ کے ہاتھ میں فون آیا تو شکایت کا در کھل گیا۔

"ابو! آپ ہمارے پاس کیوں نہیں آتے' آپ ہمیشہ بھائی اور امی سے زیادہ بات کرتے ہیں' آپ نے کہا تھا میں آپ کی گڑیا ہوں اور مجھ سے زیادہ پیار کرتے ہیں پھر آپ مجھ سے زیادہ بات کیوں نہیں کرتے؟" میں نے بڑی مشکل سے اس کی شکایت دور کی۔ نمی نے فون لیا تو میں سنجیدگی سے بولا۔

"نمی! ہمارا بیٹا بڑا ہوگیا ہے اور سمجھ دار بھی۔ عقل کی باتیں سمجھنے لگا ہے یہی وقت ہے کہ ہم اپنی سنہری اقدار اس کے دل و دماغ میں ڈالتے رہیں' تم سمجھ رہی ہو نا میں کیا کہہ رہا ہوں۔"

"جی جناب! میں سمجھ رہی ہوں۔" وہ شوخی سے بولی تو میں نے تصور میں اس کی چمکتی آنکھوں اور دلکش مسکراہٹ کو دیکھا اور کھو سا گیا۔

"ہم سب اس کی تربیت میں لگے ہوئے ہیں' میں بھی کہانیاں سناتی ہوں' دادو سے بھی سنتا ہے اس کے علاوہ یاسر بھائی بھی روزانہ رات کو اپنے ہیروز کے بارے میں بتاتے ہیں اور آپ کو پتا ہے ثمرہ تو سائے کی طرح اس کے ساتھ رہتی ہے' یاسر بھائی کے ارسلان اور سائرہ کی طرح وہ بھی ٹرینڈ ہو رہی ہے۔"

"ماشاء اللہ! مجھے پتا نہیں تھا کہ میری بیوی اتنی عقل مند ہے۔" میں شوخ ہونے لگا۔

"کبھی غور کیا ہو تو اس کی صفات پر تو پتا چلے نا۔" وہ بھی شرارت سے بولی۔

"اچھا کبھی فرصت ملی تو کسی دلچسپ کتاب کی طرح تمہیں پڑھوں گا۔" میں اسے تنگ کرنے لگا۔

"ابھی پڑھنا باقی ہے کیا؟ میں تو سمجھ رہی تھی میں کھلی کتاب کی مانند ازبر ہو چکی ہوں آپ کو۔"

"واہ بیوی واہ! خوش کر دیا تم نے۔"

"یہ بیوی کسے کہہ رہے ہیں؟"

"تمہیں اور کسے؟"

"اچھا تو میں سمجھتی تھی میں بیوی سے زیادہ محبوبہ ہوں' آپ ہی تو کہا کرتے تھے اب وہاں رہ کر آپ میں فرق آ گیا ہے؟" میں نے زوردار قہقہہ لگایا۔

"تم جیتیں میں ہارا۔ آج سے تم بیوی بھی ہو اور محبوبہ بھی۔"

"اس ہفتے تو آ رہے ہیں نا؟"

"یہ بیوی پوچھ رہی ہے یا محبوبہ؟"

"بیوی پوچھ رہی ہے اپنے مجازی خدا سے' کیا پکاؤں آپ کے لیے؟" وہ دلبرانہ شوخی سے بولی۔

"اور یہ کون پوچھ رہا ہے؟"

"یہ محبوبہ پوچھ رہی ہے۔"

"تو محبوبہ! وہ سبز والا سوٹ پہن کر تیار رہنا' کھانے کی مین ڈش۔" اس نے شرما کر فون بند کر دیا اور میں من ہی من میں مسکرانے لگا۔

⁂ ......☆...... ⁂
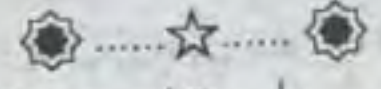
غلام محمد میرے لیے چلتا پھرتا اخبار تھا۔ اسے گاؤں کے بارے میں سب علم تھا' چوہدری کمال دین کے سارے معاملات بھی اس کی نظر میں رہتے تھے۔ بعض اوقات تو مجھے ایسا لگتا اس نے حویلی میں جاسوس چھوڑ رکھے ہیں۔

"پتا ہے بابو! حویلی میں ایک تہہ خانہ بھی ہے' جہاں چوہدری نے اپنے دشمنوں کو قید کر رکھا ہے' زنجیریں پہنا رکھی ہیں' وہاں ایک خفیہ راستہ ہے جو حویلی کے لان میں کھلتا ہے۔"

"کون سے دشمن غلام محمد؟" میں حیران تھا۔

"وہی لوگ جو اس کے خلاف سر اٹھانے کی جرأت کرتے ہیں۔ ایک مزارع کو تو اس لیے قید کیا ہے کہ وہ اپنی زمین چوہدری کو کوڑیوں کے مول نہیں دیتا۔"

"تم یہ کیسے جانتے ہو؟"

"میرے کچھ جاسوس ہیں حویلی میں جو چوہدری کے جیالوں کے ٹولے میں شامل ہیں' وہی سب خبر دیتے ہیں مجھے۔ چند اور لوگ بھی ہیں' جن کی لڑکیوں کو جمال اور جلال نے اٹھا لیا تھا' انہوں نے شور مچایا تو انہیں بھی وہیں پہنچا دیا یہ لوگ ایسے ہی تو چوہدری سے نہیں ڈرتے۔"

میں کتنی دیر سکتے کی کیفیت میں رہا پھر سنجیدگی سے غلام محمد کی طرف دیکھا۔

"تم سب جانتے ہوئے خاموش کیسے رہ سکتے ہو' تھانیدار کو خبر کیوں نہ کی؟"

"پرانا تھانیدار؟" وہ طنزیہ اور دکھی انداز سے بولا۔ "وہ بے غیرت انسان تو چوہدری کی جیب میں ہے' چوہدری سے بھی پیسے وصول کرتا ہے حرام کے اور چوہدری کے جاننے والے اوپر کے لوگوں سے بھی' غلام محمد ایک عام انسان ضرور ہے بابو! لیکن اس کے سینے میں بھی درد بھرا دل دھڑکتا ہے۔ اب جب میں نے اس تھانیدار کو پرکھ لیا ہے' مجھے پتا چل گیا ہے کہ وہ چوہدری کا زرخرید نہیں بلکہ ایمان دار ہے اور اصل میں چوہدری کا نکو بھٹنے پر ہی آیا ہے تو میں یہ سب آپ کو بتا رہا ہوں تاکہ آپ اسے بتا کر کارروائی کروائیں اور ان مظلوم لوگوں کو آزاد کروائیں۔"

"تم اچھی طرح جانتے ہو نا تہہ خانے کا خفیہ راستہ کس جگہ سے اندر جاتا ہے؟"

"میں وہاں جا تو نہیں سکتا لیکن آپ کو اس جگہ کی نشانیاں اس طرح بتاؤں گا کہ تھانیدار صاحب کو وہ جگہ ڈھونڈنے میں مشکل پیش نہیں آئے گی۔"

شہباز نے آدھی رات کے وقت اپنے آدمیوں کے ساتھ چھاپا مارا اور کل سات افراد کو برآمد کر لیا' ان کی حالت اس قدر خراب اور ناگفتہ بہ تھی کہ تھانیدار شہباز خان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ ساری رات ہم ان کی مدد کرنے کھلانے پلانے اور مرہم پٹی کرنے کی وجہ سے جاگتے رہے۔ میں نے خالد کو فون کر کے ایدھی کی گاڑی منگوا کر صبح ہونے سے پہلے ہی انہیں اسپتال روانہ کر دیا۔ ہم چوہدری کو اس کارروائی کے دوران گرفتار بھی کر سکتے تھے لیکن ہم اسے بے خبر رکھنا چاہتے تھے کیونکہ ابھی ہم جاننا چاہتے تھے کہ وہ اور کن گناہوں میں ملوث ہے۔ ہم اس پر پکا ہاتھ ڈال کر گرفتار کرنا چاہتے تھے تاکہ اس مظلوم گاؤں کو اس کے بے رحم چنگل سے آزاد کر سکیں۔ ابھی ہم ان سب کاموں سے فارغ ہو کر آرام کی نیت سے اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے تھے کہ غلام محمد بولا۔

"جاتے کہاں ہیں ابھی کام ختم نہیں ہوا' ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی کہ چوہدری کے بیٹے جمال دین نے صفیہ کو دوبارہ اغواء کر لیا ہے کیونکہ اس نے اسے بابو سے باتیں کرتے دیکھ لیا تھا۔ آج وہ اسے ایسا سبق سکھانا چاہتا ہے جو اسے ساری عمر یاد رہے اور اپنی زبان نہ کھول سکے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا غلام محمد؟" صفیہ کے اغواء سے میں بے چین تو پہلے ہی ہو گیا تھا' زبان نہ کھول سکنے والی پر میں خوف زدہ ہو گیا۔

"وہ صفیہ کی زبان کاٹ دینا چاہتا ہے۔"

"کہاں لے گیا ہے وہ صفیہ کو؟"

"اپنے ڈیرے پر۔"

"ڈیرے پر؟ وہاں تو جانور باندھے جاتے ہیں۔" میں حیران ہوا۔

"وہاں اس نے اپنی عیاشی کے لیے اڈہ بنا رکھا ہے' ایک کمرہ بھی سجا رکھا ہے۔"

ہم نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا' میں بھی ساتھ جانا چاہتا تھا لیکن شہباز نے منع کر دیا۔ میرا ملوث ہونا خطرے سے خالی نہ تھا' وہ تو تھانیدار تھا اسے ان اقدامات

کی اجازت تھی، میں وہاں کس کھاتے میں جاتا۔

بعد میں شہباز خان نے مجھے بتایا کہ خدا کا شکر ہے وہ وقت پر پہنچ گیا تھا۔ صفیہ کو اس نے رسیوں سے باندھ رکھا تھا اور منہ میں بھی کپڑا ٹھونسا ہوا تھا۔

"بڑی زبان چلنے لگی ہے تیری۔ کیا بتا رہی تھی اس کم بخت ماسٹر کو، کچھ زیادہ ہی پَر پرزے نکال رہی ہے، اس کے پَر کاٹ ہی دیں گے ہم دونوں بھائی ابا کے ساتھ مل کر لیکن پہلے تیری یہ چلتی زبان تو کاٹ دوں، بڑا بک بک کرنے لگی ہے۔ کیا بھول گئی وہ خاطر تواضع جو ہم نے کی تھی تیری۔ میں نے تجھے کہا تھا کہ اگر تیرا باپ اپنا کام جاری رکھے گا تو روزانہ تیرے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو ایک بار کر چکا ہوں، بھول گئی۔ تیری زبان کاٹ کر تجھے عبرت کا نشان نہ بنا دیا تو میرا نام جمال دین نہیں۔"

شہباز نے ایک ہی ضرب سے دروازہ توڑ ڈالا اور اندر داخل ہو گیا، خونخوار نظروں سے بے غیرت جمال دین کی طرف دیکھا اور پھر سہمی سی چڑیا صفیہ کی طرف دیکھا۔

"اور میرا نام شہباز خان نہیں اگر میں نے تیرے یہ ہاتھ نہ توڑ ڈالے، اگر تُو نے گاؤں کی کسی بھی لڑکی کو آئندہ ہاتھ بھی لگایا یا کسی طریقے سے بھی میں نے تجھے کسی غلط کام میں ملوث پایا۔"

"تجھے جرأت کیسے ہوئی یہاں آنے کی تھانیدار! تیرے جیسے کئی طرم خان میرے باپ کی جیبوں میں پڑے رہتے ہیں۔"

"کوئی مائی کا لعل ایسا نہیں ہے جو شہباز خان پر غلط ہاتھ ڈال سکے۔" شہباز خان نے جمال دین کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنائیں پھر صفیہ کے ہاتھ پاؤں سے رسیاں کھولیں، منہ سے کپڑا نکالا اور اپنے ایک کارندے سے اسے باعزت طور پر گھر پہنچانے کو کہا۔

صفیہ کی آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب جاری تھا اور وہ زمین پر بیٹھ کر شہباز خان کے قدموں سے لپٹ گئی۔

"تم اس روز یہاں کیوں نہیں تھے جس روز...... جس روز......" وہ شدت گریہ سے کچھ بول نہ سکی، شہباز خان نے محبت سے اسے اوپر اٹھایا۔

"تقدیر میں شاید یہی لکھا تھا، تم گھر جاؤ، عالم چاچا پریشان ہوں گے۔"

وہ روتی ہوئی پولیس کے کارندے کے ساتھ چلی گئی۔ جسے شہباز خان نے ہمیشہ کے لیے صفیہ کی حفاظت پر مامور کر دیا تھا۔ جمال دین کو تھانے لے جا کر سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا، صبح صبح چوہدری گھبرایا ہوا اپنے جیالوں کو لیے تھانے پہنچا سب کے ہاتھوں میں بندوقیں تھیں۔

شہباز خان جلال میں کھڑا ہو گیا۔

"اپنے ہتھیار نیچے پھینک دو اور سیدھے کھڑے رہو۔"

پہلی بار انہوں نے چوہدری کی طرف دیکھے اور اجازت طلب کیے بغیر ہتھیار ڈال دیئے، چوہدری بھی پہلی بار کرسی پر ڈھ سا گیا۔

"جمال دین تھانے میں کیوں ہے تھانیدار؟"

"تم تو اس کے کرتوت اچھی طرح جانتے ہو چوہدری! اس پر اغواء کا مقدمہ ہے، رنگے ہاتھوں پکڑا گیا ہے، لڑکی کی عزت برباد کرنا چاہتا تھا، میں بروقت پہنچ گیا۔"

"کون لڑکی؟ میرا بیٹا ایسا نہیں ہے۔"

"غور سے دیکھو چوہدری! کس کو دھوکا دے رہے ہو، یہ تمہارا پرانا چمچہ شیر دین نہیں ہے، یہ شہباز خان ہے۔ شکر کرو میں نے اس کے ہاتھ نہیں توڑے ابھی۔" چوہدری فی الحال خاموش رہا۔

"جمال دین کے مشغلے تو تم جانتے ہو، لیکن تمہارا دوسرا بیٹا جلال دین جن کاموں میں ملوث ہے وہ بھی میرے علم میں ہیں، کسی دن اسے بھی رنگے ہاتھوں پکڑ کر اسی تھانے میں بند کروں گا۔ اسے کہنا باز آ جائے اور ہتھیاروں کی اسمگلنگ بند کر دے، جس ملک کا اناج کھاتے ہو اس کے ساتھ وفا کرو، جہاں سے ڈالر آتے ہیں وہ تمہارے دوست نہیں ہیں، ان کی وجہ سے اپنے ملک کی جڑوں کو کھوکھلا مت کرو، یہ سب ساتھ لے کر نہیں جا سکتا کوئی، مرنے کے بعد صرف دو گز زمین ہی کافی ہوتی ہے۔ باقی سب یہیں چھوڑ جانا ہوتا ہے۔ یہ تم نے جو اپنے گھر میں خوب صورت پلے پلائے قربانی کے جانور باندھ رکھے ہیں، صرف ان کو ذبح کر دینے سے نہ قربانی ہو گی اور نہ ہی وہ قربانی قبول ہو گی، ہاں دل سے توبہ کرو گے، قربانی دو گے تو ضرور قبول ہو گی مگر نیت نیک رکھو۔ اس وطن کے لیے بھی قربانی دو۔ انسانیت کے فروغ کے لیے قربانی دو، ملک بے تحاشا مسائل میں گھرا ہے، اپنی تجوریاں خالی کرو اور ان مسائل کے لیے قربانی دو۔ بچوں کو تعلیم دینے کے لیے قربانی دو، دل بڑا کرو ورنہ تم اور تمہارے دونوں بیٹوں کا مقدر تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں ہو گا تم جن لوگوں پر ناز کرتے ہو وہ تو چار دن کی چاندنی ہیں حکومتیں تو بدلتی رہتی ہیں آج ایک ہے کل دوسری۔ کسی کا سہارا مت لو، کسی پر بھروسہ مت کرو، خود پر اعتماد کرو، کوئی ایسا کام کر جاؤ کہ دنیا عزت سے نام لے۔ ٹیپو سلطان کی طرح عزت کرے نہ کہ میر جعفر کی طرح ہمیشہ غداری کے خانے میں فٹ کرے۔"

چوہدری اس کی باتیں یوں سن رہا تھا جیسے آج پہلی بار سن رہا ہو، تھوڑی دیر بعد وہ اٹھا اور سر جھکائے کمرے سے نکل گیا۔ جمال دین نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"ابا...... ابا...... میرا کیا بنے گا؟" لیکن چوہدری جیسے کچھ سن ہی نہ رہا تھا اور حیران تو شہباز خان بھی تھا۔

❁ ...... ☆ ...... ❁

ثمرین، بچے اور امی یوں خوش تھے جیسے ان کی عید آج ہی ہو گئی ہو۔ ثمی کی ستارہ آنکھیں کچھ زیادہ ہی چمک رہی تھیں۔ اس نے میرے لیے خاص طور پر کچے قیمے کے کباب اور پلاؤ بنایا تھا، مجھے شرارت سوجھی۔

"آج میں پوری ایمان داری کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ تم نے یہ کباب خاص طور پر صرف میرے لیے بنائے ہیں ورنہ کبھی سسرالی رشتہ داروں کے لیے بنتے تھے اور کبھی سہیلیوں کے لیے۔" ثمرین دلکشی سے مسکرائی۔

"اور میں آج بھی یہی کہوں گی میرے سسرالی رشتے دار آپ کے اپنے رشتہ داروں سے الگ تو نہیں ہیں۔"

"اور پتا ہے ابو! امی نے آج مجھے پورے تین کباب دیئے ہیں۔" احمر خوشی سے بولا۔

"ابو میں بہت اداس ہو گئی تھی۔ آپ جلدی جلدی آیا کریں نا۔" ثمرہ ٹھنک کر بولی۔

"بیٹا وہاں حالات ٹھیک ہو جائیں، سب بچے اسکول آنے لگیں تو پھر ہر اتوار کو آیا کروں گا۔"

"بیٹا! احتیاط سے کام لینا اپنے فرائض ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی حفاظت کرنا بہت اہم ہے تم......"

"امی......" میں ثمی کے چہرے پر تفکرات اور پریشانی کے سائے دیکھ کر جلدی سے بولا۔ "آپ فکر نہ کریں میں بہت محتاط ہوں اور تھانیدار شہباز خان بھی میرے ساتھ ہے، اس نے سادہ کپڑوں میں ملبوس ایک آدمی کو میری خفیہ نگرانی پر لگا رکھا ہے، اس کے علاوہ وہ چوہدری اور اس کے آدمیوں پر بھی گہری نظر رکھے ہوئے ہے۔ آپ بس دعاؤں میں مجھے یاد رکھیں، میرے مقصد کے حصول کی کامیابی کی دعا کریں۔"

"میری دعائیں تو ہر وقت تیرے ساتھ ہیں میرے بچے!" امی کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

رات کو ناہید بھابی نے خاص طور پر مجھے کھانے کی دعوت دی۔ ہم سب اوپر گئے، یاسر بھائی کے ساتھ اس روز میں نے خوب باتیں کیں۔ بچے بھی ارسلان اور سائرہ کے ساتھ کھیلتے رہے، نیچے آ کر بھی میں رات گئے بچوں کے ساتھ بیٹھا رہا۔ ان کے ساتھ باتیں کیں، انہیں قربانی کی اصل روح کے بارے میں بتایا، ثمی تمام کام سمیٹتے ہوئے زیرلب مسکراتی رہی۔ میری نظریں اس کی اس مسکراہٹ کا طواف کرتی رہیں، باتوں کے دوران بھی بھٹک بھٹک کر اس کے چہرے میں اٹکتی رہیں۔ آخرکار بچے سو گئے تو ہمیں اپنے لیے وقت ملا جس کے ہم دونوں ہفتوں سے منتظر تھے۔

اس طلسماتی رات کے بعد بہت چمکیلا اور روشن دن

تھا لیکن نسرین کی آنکھیں بار بار نم ہوجاتیں کہ مجھے واپس جانا تھا' میری ساری تیاری مکمل تھی' بچے بھی اداس تھے۔

''ابو اگر آپ بکرے ساتھ لے آتے تو کتنا مزا آتا' میں سب دوستوں کو دکھاتا' کتنا مزا آتا۔''

مجھے اپنا بچپن یاد آیا جب یہی حسرتیں میرے دل میں ہوا کرتی تھیں۔ میں نے اسے تسلی دی۔

''اس سال تمہاری یہ خواہش بھی پوری ہوجائے گی میری جان! لیکن اس سال میں جو کچھ کرنے جارہا ہوں وہ زیادہ ضروری ہے۔''

''میں سمجھ سکتا ہوں ابو۔'' وہ سنجیدہ ہوگیا۔

''واہ میرے شیر! اپنی زبان بھول تو نہیں گئے۔'' میں نے کہا تو وہ ایک دم شرما گیا۔

میری ہمیشہ یہی کوشش ہوتی تھی کہ میرے بچے زیادہ سے زیادہ اردو زبان سے محبت کریں۔

☆ ...... ☆
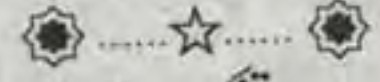
سب کی دعاؤں اور تفکرات کے ساتھ رخصت ہوکر بس میں بیٹھا تو گاؤں کے بارے میں ہی سوچتا رہا' یا اللہ وہاں سب ٹھیک ٹھاک ہو' ویسے تو شہباز خان نے اطمینان دلایا تھا کہ بے فکر ہوکر جاؤ' یہاں کچھ نہیں ہوگا میں ہوں نا۔

غلام محمد بیلی پور پر تانگہ لیے میرا منتظر تھا۔

''غلام محمد! سب ٹھیک ہے نا۔ کوئی غیر معمولی واقعہ تو نہیں ہوا۔'' میں نے تانگے میں بیٹھتے ہوئے بے قراری سے کہا۔

''فکر نہ کرو بابو! بس ایک بات ہے چوہدری کا دوسرا بیٹا جلال دین آج کل گاؤں آیا ہوا ہے' اس نے بھی اپنا اثر اور بڑے سرکاری لوگوں سے تعلقات کا ڈھنڈورا پیٹ کر جمال دین کو تھانے سے نکالنے کی کوشش کی ہے لیکن کامیاب نہیں ہوسکا۔ شہباز خان نے اسے صاف بتادیا ہے کہ وہ رنگے ہاتھوں پکڑا گیا ہے اس لیے مقدمہ چلے گا۔'' شہباز خان نے اس کی ایک نہیں سنی۔ مجھے بے حد اطمینان ہوا۔

شہباز خان نے گاؤں کے سب لوگوں کو بڑے میدان میں جمع کرکے انہیں تعلیم کی اہمیت اور حکومت کے آرڈرز کے بارے میں بتایا' وہ بہت نرمی اور شائستگی سے بات کررہا تھا' اس کے لہجے میں تھانیداروں والی سختی بالکل نہیں تھی۔ میں نے موقع غنیمت جانا اور محکمہ تعلیم سے وابستہ ہونے کے ناتے خود بھی بات کرنے کا ارادہ کیا اور مجھے حیرت ہوئی کہ شہباز خان کی باتوں کو بھی لوگوں نے خاموشی اور تحمل سے سنا اور میری باتوں پر بھی وہاں سے ڈر کے مارے کھسکنے کی کوشش نہیں کی حالانکہ چوہدری کے کچھ جیالے ہجوم کے اردگرد موجود تھے۔ میری بات ختم ہوئی ہی تھی کہ ایک دو جیالوں نے ہوائی فائر کردیئے' مقصد اپنی موجودگی کا اظہار تھا اور لوگوں کو ڈرانا بھی مقصود تھا۔ لوگوں میں خوف و ہراس پھیل گیا' ایک بھگدڑ سی مچ گئی' لوگ ایک دوسرے کے اوپر گرنے لگے۔ شہباز خان کے آدمیوں نے ان تینوں آدمیوں کو گرفتار کرلیا۔ ہتھیار اپنے قبضے میں کرکے انہیں تھانے پہنچادیا۔ بھگدڑ سے چند لوگ زخمی ہوگئے تھے۔ میں نے غلام محمد کے ساتھ مل کران کی مرہم پٹی کی۔ بعد میں شہباز نے بتایا کہ یہ بھی سلاخوں کے پیچھے جمال دین کی چال تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ چند جیالے اس کے ساتھ سیل میں رکھے جائیں جو اسے ساری خبریں پہنچائیں لیکن شہباز خان نے عقل مندی کی کہ انہیں دوسرے سیل میں رکھا۔ چوہدری کمال دین اور بیٹا جلال دین اس دوران اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے رہے۔ لوگوں کو فون کرتے رہے لیکن حکومت کے اپنے اور اتنے اہم مسائل بے قابو ہورہے تھے کہ انہیں ان معمولی مچھلیوں کے قید ہونے یا مشکل میں ہونے سے فرق نہیں پڑتا تھا۔ وہ انہیں مکمل طور پر نظر انداز کیے ہوئے تھے اور یہی بات دونوں باپ بیٹوں کے لیے پریشان کن تھی۔

مجھے لگتا تھا حالات ایسا رخ اختیار کررہے ہیں کہ شاید ہمیں اپنے مقصد میں کامیابی نصیب ہوجائے' میں بہت پُرامید تھا۔ لوگ بھی تھوڑے بدلے نظر آرہے تھے۔ اب ان کا خوف قدرے کم ہورہا تھا شاید اس لیے کہ جمال دین قید میں تھا' اس خوف کے زائل ہونے میں کافی حد تک ہاتھ شہباز خان کا بھی تھا کیونکہ شیر دین اپنے زمانے میں لوگوں کو خوامخواہ ہی تنگ کرتا رہتا تھا تاکہ وہ ہمیشہ خوف کی حالت میں مبتلا رہیں اور چوہدری کے خلاف سر اٹھانے کی ہمت نہ کرسکیں۔

اب میں ہر روز مختلف گھروں میں جاکر لوگوں کو ترغیب دیتا کہ بچوں کو اسکول بھیجنے میں ان کا کتنا فائدہ ہے' لوگ اب مجھے دیکھ کر گھر کا دروازہ بند کرنے کی کوشش نہیں کرتے تھے بلکہ میری بات سنتے تھے اور مجھے لسی یا چائے وغیرہ بھی پیش کردیتے۔

ایک اور حیران کن بات یہ ہوئی کہ صفیہ آپا بدلی بدلی سی نظر آنے لگی۔ اس کے چہرے پر ہر وقت تلخی اور غصہ نہیں ہوتا تھا شاید شہباز خان نے اس کی حفاظت کے لیے جو سپاہی رکھ چھوڑا تھا اس لیے وہ مطمئن نظر آتی تھی پھر جمال دین بھی قید میں تھا اس کا ہر وقت کا خوف کافی کم ہوگیا۔

غلام محمد کے مخبر کی اطلاع بھی حیران کن تھی چوہدری آج کل خاموش خاموش اور گم صم رہتا تھا' شاید جمال دین کی قید اور اس پر چلنے والے متوقع مقدمے کی وجہ سے پریشان رہتا تھا لیکن ہر وقت کچھ سوچتا رہتا تھا' جلال دین سے بھی کسی بات پر زبردست جھڑپ ہوچکی تھی۔ جو کہ تہہ خانے سے غائب ہوجانے والے لوگوں سے متعلق تھی۔ اسی مخبر نے بتایا کہ وہ آدمی جو تہہ خانے سے غائب ہوئے تھے وہ اصل میں جلال دین کے آدمی تھے۔ جو اس کے جرائم سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ ان کے کس کس سے روابط ہیں۔ مخبر نے یہ بھی بتایا کہ تہہ خانے کے اندر ایک اور چور دروازہ ہے جو ایک اسٹور میں کھلتا ہے' وہاں جلال دین نے غیر قانونی اسلحہ جمع کررکھا ہے۔ جو دہشت گردی کی مختلف وارداتوں میں کام آتا ہے اور چوہدری کمال دین اس حقیقت سے بالکل بے خبر ہے کہ جلال دین کیا کاروبار کرتا ہے۔ وہ صرف اتنا جانتا ہے کہ وہ اسمگلنگ کرتا ہے' دہشت گردی سے اس کے تعلق اور غیر قانونی اسلحے کی اسے کچھ خبر نہیں ہے۔

☆ ...... ☆

آخر کار وہ مبارک دن بھی آن پہنچا جس کا مجھے شدت سے انتظار تھا۔ میں نے غلام محمد سے اپنے

عورت

عورت جو ہر حال میں ہار جاتی ہے
سہمی سمٹی ہوئی اشاروں پر ناچنے والی
محبت کا جذبہ جو اس کی گھٹی میں شامل ہے
اس جذبے کی آڑ میں
استیصال کی چکی میں پسنے والی
آخر پیاروں پر اپنے سب کچھ وار جاتی ہے
عورت جو ہر حال میں ہار جاتی ہے
راتوں کو جاگنے والی جگر گوشوں کے لیے
اور جاگنے والی
محرومیوں کو آنسوؤں میں دھونے کے لیے
آشنا ہو کے درد دل سے
سب کو سنوار جاتی ہے
عورت جو ہر حال میں ہار جاتی ہے
خون دل سے سینچتی ہے
اپنے آنگن کو
سہتی ہے ساری سختیاں
بنا کسی لالچ کسی غرض کے
سب کچھ کرتی ہے نچھاور
فخر سے محبت سے
بدلے میں دو بول بہت ہیں اسے محبت کے
صلہ اور اسے کچھ نہیں گلہ اور اسے کچھ نہیں
ہاں مگر ٹوٹ جاتی ہے بکھر جاتی ہے
سنگ دلی جب اپنوں کی
اسے مار جاتی ہے
عورت جو ہر حال میں ہار جاتی ہے

عصمت اقبال عین......منگلا ڈیم

منصوبے کا ذکر کیا تو وہ بھی بہت خوش ہوا اور عقیدت و احترام سے مجھے دیکھنے لگا۔

''گاؤں میں سب سے اچھا کھانا پکانے والا نائی کون ہے؟''

''وہ اپنا الٰہی بخش ہے نا بابو! ایسی دیگیں پکاتا ہے کہ کھاؤ تو انگلیاں چاٹتے رہ جاؤ۔''

''اور قصائی؟ اچھا گوشت کاٹنے والا؟''

''وہی الٰہی بخش قصائی ہے بابو! وہی گوشت کاٹے گا اور وہی پکائے گا لیکن پکوانا کیا ہے بابو؟''

''اس بار میں قربانی کے موقع پر سارے گاؤں کے غریبوں کی دعوت کرنا چاہتا ہوں' یہ میری پرانی خواہش ہے غلام محمد! تمہارا کیا خیال ہے گاؤں والے میری اس دعوت کو قبول کرلیں گے۔''

''کیوں نہیں بابو! لوگ بھوکے ہیں پیٹ بھر کھانے کو ترس رہے ہیں وہ ضرور آئیں اب تو انہیں چوہدری کا خوف بھی کم ہوگیا ہے۔ جمال دین جو قید میں ہے۔''

''لیکن جلال دین اور چوہدری تو باہر ہیں نا' وہ یہ سب دیکھ کر انتقامی کارروائی پر نہ اتر آئیں' مجھے لوگوں کی جانوں کی بہت فکر ہے غلام محمد!'' میں حقیقتاً پریشان تھا۔

''آپ فکر ہی نہ کرو بابو! غلام محمد نے کبھی کچی گولیاں نہیں کھیلیں' سب ٹھیک ہی ہوگا ان شاء اللہ۔ آپ یہ بتاؤ بھابی اور بچے کب آرہے ہیں؟''

''وہ تو امی کے ساتھ عید سے ایک روز پہلے ہی پہنچیں گے۔ خالد نے انتظام کر رکھا ہے کہ وہ اپنی گاڑی پر انہیں رات کے کسی پہر چھوڑ وادے گا تاکہ چوہدری کے جیالے تاک میں نہ رہیں اور انہیں کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔ یوں میرے ہاتھ بھی بندھ جاتے۔'' اس بار یاسر بھائی کو عید اکیلے ہی منانی تھی کیونکہ اس حالت میں ان کا یہاں آنا مشکل تھا۔

⊛ ...... ☆ ...... ⊛

مخبری غلام محمد نے ہی کی تھی' یہ عید سے دو روز پہلے کی بات ہے اسے پتا چلا تھا کہ رات کے پچھلے پہر اسلحہ اور آتشیں مواد سے بھرا ٹرک چوہدری کی حویلی پہنچنے والا ہے' جسے خاموشی سے تہہ خانے کے خفیہ کمرے میں منتقل کیا جانا تھا۔ اصل میں جلال دین اسی لیے گاؤں میں موجود تھا اور چوہدری کو اس بات کی خبر نہیں تھی۔

شہباز خان نے فوراً اضافی نفری منگوائی اور تربیت یافتہ افراد جنہیں خاص طور پر ایسے کاموں کی ٹریننگ دی گئی ہوتی ہے طلب کرلیے گئے۔

اور اس رات جلال دین کو یہ سب کرتے ہوئے ثبوت اور عینی شاہدین کی موجودگی میں گرفتار کرلیا گیا' چوہدری کے جیالوں نے مزاحمت کی کوشش کی تو پولیس کی جوابی فائرنگ سے دو جیالے موت کے منہ میں چلے گئے۔ شہباز خان نے جلال کی تلاشی لے کر وہ پسٹل اپنے قبضے میں کیے جو اس نے اپنے کپڑوں کے نیچے مختلف حصوں میں چھپا رکھے تھے' تمام اسلحہ وہاں سے نکالا گیا۔ ٹرک بھی قبضے میں کیا' تصاویر کھینچیں' تہہ خانے سے غیر قانونی اسلحہ بھی نکلوا کر قبضے میں کیا گیا' فائر کی آواز سن کر چوہدری آنکھیں ملتا ہوا ادھر آگیا۔

''یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ گولیاں کون چلا رہا ہے میری حویلی میں' یہ سب کیا ہے؟'' پھر اس کی سوئی ہوئی آنکھیں ہتھکڑیوں میں جکڑے جلال دین پر پڑیں تو وہ سکتے میں رہ گیا' آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

''جلال دین......؟'' پھر اس نے شہباز خان کی طرف دیکھا۔

''یہ کیا ہو رہا ہے؟ میرے بیٹے کو کیوں گرفتار کیا ہے؟'' اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

شہباز خان نے سب کچھ تفصیل سے اسے بتایا' دہشت گردی کا سلسلہ بھی بے نقاب کیا تو وہ بالکل ہی ڈھ گیا۔

''جلال دین...... تم دہشت گردی میں ملوث ہو' ان کی مدد کرتے ہو؟''

''تو کیا ہوا ابا! آج کل ہر طرف یہی ہو رہا ہے' بہت پیسہ ہے اس میں اور طاقت بھی' دیکھ لینا میرے ساتھی مجھے جلد ہی چھڑوا کر لے جائیں گے۔''

''ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے جلال دین!'' شہباز خان جلال سے بولا۔ ''تمہارے خلاف شواہد موجود ہیں' عینی شاہدین اور اسلحہ بھی ہے۔ اس کی تصاویر ہیں اور پھر سب سے بڑا گواہ میں ہوں' میری موجودگی میں تم بچ نہیں سکتے۔''

''میرے ساتھی اس سے پہلے ہی مجھے نکال لے جائیں گے اور تم بھی اپنا سینہ اتنا مت پھیلاؤ انسپکٹر! میرے ساتھی تمہیں بھی نہیں چھوڑیں گے۔ ایمان دار افسروں کو ہماری تنظیم چن چن کر نشانہ بناتی ہے۔'' وہ پُرغرور آواز میں بولا۔ شہباز خان فخر سے مسکرایا۔

''موت اس دن سے ایک لمحہ پہلے نہیں آئے گی جلال دین! جو وقت خدا نے میرے لیے مقرر کر رکھا ہے' سب نے ایک دن جانا ہے اور پھر میں کیوں ڈروں' اگر میں اپنے دیس کی حفاظت کے بدلے میں جامِ شہادت نوش کروں تو مجھ سے زیادہ خوش نصیب کون ہوگا؟''

''ہونہہ! تم اور تم جیسے سر پھروں کے بے وقوفوں والے اعتقاد۔'' اس نے نفرت سے کہا اور سپاہیوں کے ساتھ چل دیا۔ اسلحہ اور ٹرک شہباز خان نے راتوں رات متعلقہ حکام تک پہنچا دیا اور ساتھ ہی جلال دین کو بھی روانہ کردیا تاکہ مقدمہ کی کارروائی کے لیے ابتدائی تیاریاں شروع ہوسکیں۔

⊛ ...... ☆ ...... ⊛

اگلے دن یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح سارے گاؤں میں پھیل گئی۔ ہر طرف لوگ مختلف ٹولیوں میں بٹے چہ مگوئیوں میں مصروف تھے۔ میں اور غلام محمد نسرین اور بچوں کی آمد کی تیاریوں میں لگے تھے۔ دو تین چارپائیوں اور اضافی بستروں کی ضرورت تھی۔ گرمیوں کے دن تھے اس لیے چارپائیوں پر صرف دریاں بچھانے کی ضرورت تھی' تکیے اور برتن میں نے نسرین سے کہہ کر منگوا لیے تھے۔ رات کے پچھلے پہر سب پہنچ گئے اور صبح دیر تک سوتے رہے۔

یہ بہنیں کیسی ہوتی ہیں

یہ بہنیں کیسی ہوتی ہیں؟
یہ کچھ کچھ پاگل ہوتی ہیں
پھول سا دل وہ رکھتی ہیں
''بھائی'' پر جان وہ دیتی ہیں
''بھائی'' کی خوشی میں ہنستی ہیں
اور ان کے دکھ پر روتی ہیں
''بھائی'' کے لیے ہونٹوں پہ ہر وقت دعائیں رکھتی ہیں
جب خوشی کا چھوٹا سا لمحہ ان کے جیون میں آتا ہے
تو کھول کے دل کے دروازے ''بھائی'' کی راہیں تکتی ہیں
''بھائی'' کی یاد سے دل اپنے
آباد ہمیشہ رکھتی ہیں
''بھائی'' بھول بھی جائیں پر وہ یاد ہمیشہ رکھتی ہیں
بچپن کی ساری باتوں کو
کچھ ٹوٹی پھوٹی یادوں کو
بھائی کے ساتھ ہنسنا بھی
کبھی لڑنا جھگڑنا' رونا بھی
چاہے خود ''نانی'' بن جائیں
وقت کتنا آگے لے جائے
وہ یاد ہمیشہ رکھتی ہیں
ان الٹی سیدھی یادوں سے دل آباد ہمیشہ رکھتی ہیں
''بہنیں'' کیسی ہوتی ہیں......؟
یہ کچھ کچھ پاگل ہوتی ہیں
نہیں!
پوری پاگل ہوتی ہیں
یہ ''میرے'' جیسی ہوتی ہیں
(نزہت جبین ضیاء...... کراچی)

صبح غلام محمد کے گھر سے پراٹھوں اور آملیٹ کا ناشتہ بھی آگیا' سب نے خوش ہو کر ناشتہ کیا' صبح میں ناشتے کے بعد دونوں بچوں کو گاؤں کی سیر کروانے لے گیا۔ نسرین اور امی غلام محمد کی بیوی کے ساتھ باتوں میں مصروف ہوگئے۔ بچے بھی گاؤں کی کھلی فضا اور ہرے بھرے کھیت دیکھ کر بہت خوش تھے۔ رہٹ پر بیلوں کی

جوڑی اور ٹنڈوں سے نکلتے پانی کو دیکھ کر حیران ہوتے رہے۔ پنگھٹ پر عورتوں کو کپڑے دھوتے دیکھا تو حیرت میں اضافہ ہوا۔

"ابو یہاں لوگ اس طرح کپڑے دھوتے ہیں؟"

"جی بیٹا! اور ساتھ اپنی چھاگلوں میں پانی بھر کر گھر لے جاتے ہیں۔"

"تو ان کے گھر میں پانی کے نل نہیں ہیں اور ابو! یہ چھاگل کیا چیز ہے؟"

میں نے اسے ایک لڑکی کے ہاتھ میں تھامی چھاگل دکھائی جو پانی بھر کر اٹھائے جارہی تھی' احمر کے سوالات ہی ختم نہیں ہورہے تھے۔ یہ کس فصل کا کھیت ہے' یہاں تک کہ ہم عالم چاچا کی حویلی پہنچ گئے۔

"یہ کس کا گھر ہے؟"

"یہ عالم چاچا کا گھر ہے۔"

"ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟"

"میرا خیال ہے میرے بچوں کو اپنے بکرے دیکھنے کی بڑی خواہش ہوگی۔"

"تو ہمارے بکرے یہاں ہیں؟" ان کی خوشی دیدنی تھی۔

عالم چاچا نے ہمارا پرتپاک استقبال کیا اور تھوڑی دیر بعد ہمیں قریبی باڑے میں لے گئے' وہاں بھینسیں گائیں اور کافی بکرے تھے۔

"ہمارے بکرے کون سے ہیں ابو!" احمر اشتیاق سے بولا۔

"بیٹا! تم جن بکروں پر ہاتھ رکھ دو وہی تمہارے۔"

"ہیں......" احمر کی آنکھیں کھلی رہ گئیں۔ "سچ ابو؟"

"بالکل سچ!" میں مسکرایا۔

"اور آج ہم بکروں کو اپنے گھر بھی لے کر جائیں گے۔" میں نے ان کو خوش خبری دی۔

"لیکن صاب جی پہلے آپ حویلی چلیں' میں نے آپ اور بچوں کے لیے چائے پانی کا انتظام کیا ہے۔" میں نے بے اختیار مڑ کر دیکھا' صفیہ تھی۔ نئے خوب صورت کپڑوں میں ملبوس سلیقے سے بال بنائے' چہرے پر مسکراہٹ لیے' مجھے خوش گوار حیرت ہوئی۔

"ابھی ہم نے کافی جان دار ناشتہ کیا ہے صفیہ! لیکن اگر تمہاری خواہش ہے تو تھوڑا بہت ضرور چکھیں گے۔"

میں نے لسی پینے پر اکتفا کیا جب کہ بچوں نے خوش ذائقہ چونسہ اور میٹھے آڑو بہت شوق سے کھائے۔ شام کو عالم چاچا نے بکرے ہمارے گھر پہنچا دیئے اور احمر اور ثمرہ سارا وقت ان کے ساتھ مصروف رہے۔

گاؤں کی مسجد میں اگلے روز عید پر نماز کے بعد دوپہر کی دعوتِ عام کا اعلان کردیا گیا تھا۔ لوگ حیران بھی تھے اور خوش بھی۔ ساتھ یہ بھی کہلوا دیا تھا کہ اپنی اپنی پلیٹیں اور چمچ لے کر آئیں۔ اب میں اتنے برتنوں کا انتظام کہاں سے کرتا۔

عید پر نمرین سج بن کر تیار ہوئی تو میری آنکھوں میں شوخی اتر آئی۔ اس نے گہرے نیلے رنگ کا خوب صورت سوٹ پہن رکھا تھا' میں نے بے اختیار اسے گلے سے لگالیا' وہ پوری کی پوری مہک رہی تھی۔۔

"عید مبارک!"

"عید مبارک!" وہ دلکشی سے مسکرائی لیکن میں نے کافی دیر تک اسے نہ چھوڑا تو وہ کسمسائی۔

"کیا کرتے ہیں چھوڑیں ناں...... ابھی امی اور بچے آجائیں گے۔"

وہ دن میری زندگی کا یادگار ترین دن تھا۔ میں نے قورمہ اور پلاؤ پکوایا تھا' ساتھ میں نان بھی لگوائے تھے۔ سب کو پیٹ بھر کر کھانا کھاتا دیکھ کر جانے کیوں مجھے رونا آرہا تھا۔ خوشی کے آنسو تھے' نمرین بھی خوش تھی اور بچے تو جیسے کسی پکنک پر آئے تھے' امی لاکھوں دعائیں دے رہی تھیں۔ غلام محمد اور اس کی بیوی بھی نمرین کے ساتھ ساتھ مشغول تھے۔ چوہدری کے جیالے بھی محصور تھے' اس لیے گاؤں والے بنا کسی خوف پر اپنی زندگی کی دعوتِ شیراز اڑا رہے تھے۔

جو کھانا بچ گیا وہ میں نے لفافوں میں بھر بھر کر ہر ایک کو ساتھ دیا' لفافے میں نے نمرین کے ہاتھ منگوائے تھے۔

مجھے پورا یقین تھا کہ لوہا گرم ہوچکا ہے اب جس رخ موڑنا چاہوں مڑ جائے گا۔ اب میرے کہنے پر لوگ بچوں کو اسکول ضرور بھیجیں گے۔

میں نے خالد سے کہہ کر ایک این جی او سے معاہدہ کرلیا تھا' یہاں گاؤں میں عورتیں سلائی اور کڑھائی کی ماہر تھیں' کپڑوں سے لے کر چادریں اور بستر کی چادریں تک کاڑھتی۔ این جی او کی سربراہ نے انہیں کام دلوائے اور انتہائی مناسب دام دینے پر رضا مندی ظاہر کی تھی۔ اس طرح خرچے کا مسئلہ حل ہوتا تو ان کے دل کا بوجھ ذرا کم ہوتا۔ وہ اپنے بچوں کو آسانی سے اسکول بھیج سکتے تھے۔ فیکٹری کا مسئلہ گیس' بجلی کی ترسیل ٹھیک ہونے تک موخر کردیا۔

اگلے روز صفیہ ہمارے گھر آئی' نمرین سے ملی' میں حیران تھا۔

"میں تمہاری مدد کرنے کو تیار ہوں بابو! بلکہ میں بچوں کو اسکول تک لانے میں بھی مدد کروں گی اور انہیں پڑھانے میں بھی تمہارا ساتھ دوں گی۔"

"سچ......" میں بہت خوش تھا' میرا خواب پورا ہونے جارہا تھا۔

"بالکل سچ! گاؤں والے میری بات بہت سنتے ہیں اور بچے تو میرے دوست ہیں' میری کوئی بات نہیں ٹالیں گے۔" وہ مسکرائی پھر کچھ دیر نمرین سے باتیں کرتی رہی' جب وہ نمی کو بار بار بھابی کہہ کر مخاطب کرتی تو مجھے بہت اچھا لگتا۔ تھوڑی دیر میں اسے دروازے تک رخصت کرنے آیا کیونکہ میں اس کا بہت زیادہ مشکور تھا لیکن دروازے پر آکر ہم دونوں حواس باختہ ہوگئے' وہاں چوہدری کھڑا تھا۔ آنکھوں میں وحشت تھی اور ہاتھوں میں گن۔

"تم سمجھتے ہو تم جیت گئے اور میں ہار گیا۔ اے گاؤں والو! باہر نکلو اور دیکھو یہاں کیا ہورہا ہے' تم میرے جمال دین کو قصوروار سمجھتے ہو نا تو تمہارا یہ ماسٹر بھی کسی سے کم نہیں ہے۔ یہ دیکھو یہ بھلا صفیہ کے ساتھ کیا کررہا ہے' صفیہ اس کے گھر میں کیا کررہی ہے۔ اس کی وجہ سے میرے دونوں بیٹے مجھ سے جدا ہوگئے' میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" اس کے ساتھ ہی اس نے گولی چلائی' میں ساکت تھا۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا' صفیہ ایک دم میرے سامنے آگئی اور گولی اس کے سینے میں عین دل کے مقام پر لگی۔ وہ وہیں فرش پر گر گئی۔ چوہدری نے قہقہے لگاتے ہوئے پستول پھینک دیا اور زور زور سے ہنسنے لگا۔

وہ اپنے ہوش و حواس کھو رہا تھا' میں نے نیچے بیٹھ کر صفیہ کا سر اپنی گود میں رکھ لیا' اندر سے نمرین' امی' غلام محمد اور اس کی بیوی سب آگئے اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے دم بخود یہ منظر دیکھنے لگے۔ شکر ہے احمر اور ثمرہ تھوڑی دیر پہلے ہی غلام محمد کے بچوں کے ساتھ کھیتوں کی طرف نکلے تھے۔

"یہ تم نے کیا کیا صفیہ! کیوں آگئیں میرے سامنے؟" میں شدتِ غم سے بولا۔

"اس گولی پر...... میرا...... نام لکھا تھا بابو...... اور...... اور تمہاری زندگی اس گاؤں کے بچوں کے لیے زیادہ قیمتی ہے...... ز...... زیاد...... ضروری ہے۔" اس کا سر ایک طرف کو ڈھلک گیا۔ بعد میں چوہدری کو گرفتار کیا گیا۔ عالم چاچا نے روتے ہوئے صفیہ کو دفن کیا۔

اگلے روز نمرین اور بچے بھی چلے گئے اور میں اکیلا بیٹھا سوچ رہا تھا کہ بچے تو اسکول آجائیں گے' اس گاؤں کی قسمت بھی سنور جائے گی لیکن عید کے دن دی جانے والی میری بکروں کی قربانیاں زیادہ بڑی تھیں کہ عید سے اگلے روز دی جانے والی صفیہ کی جان کی قربانی......؟

سائبان

ام مریم

قدم قدم پہ ملے اک نئی خوشی تم کو
اندھیری راہ میں مل جائے روشنی تم کو
میری دعا ہے خدا سے کہ کاش لگ جائے
میری حیات کے لمحوں کی زندگی تم کو

"کس سے جھگڑ رہی تھیں؟" اماں نے اندر آتے ہوئے سوال کیا تو وہ سرخ چہرے کے ساتھ سیل فون پٹخ رہی تھی۔ اس سوال پر بے حد ناراضی سے انہیں دیکھا یقیناً وہ اس کی تیز اور بلند آواز سن کر ہی وہاں آئی تھیں۔

"آپ کو یہی کیوں لگتا ہے کہ میں جھگڑ رہی ہوں' کوئی اور بھی تو مجھ سے جھگڑ سکتا ہے۔"

"چلو ایسا ہی سہی بیٹی! میں نے تمہاری ہی آواز سنی تھی۔" اماں کے لہجے میں بے حد نرمی تھی۔

"ہے اک پبلشر الو کا پٹھا...... خبیث۔" وہ پھر سے شروع ہوئی ہی تھی کہ اماں نے فوراً ٹوکا۔

"بُری بات بیٹا! گالیاں نہیں دیتے۔" مگر وہ کہاں سن رہی تھی ان کی نصیحت۔

"اگر وہ میرے سامنے ہو تو میں اس کا سر پھاڑ دوں' منحوس آدمی...... جھوٹا...... فراڈیا......"

"زارا! بہت غلط بات ہے بیٹے۔" اماں نے اس کے غصے پر بند باندھنا چاہا۔ اس کا چہرہ لال بھبوکا ہو رہا تھا۔ اماں نے جگ سے پانی کا گلاس بھر کے اسے تھمایا۔

"ہوا کیا تھا؟" اماں نے سب سے اہم سوال کیا۔ اس نے ایک گھونٹ بھر کے سر کو زور سے جھٹکا۔

"پیسے نہیں دے رہا مجھے۔ اس نے دیگر کئی رائٹرز کے ساتھ بھی ایسا کیا ہے مگر میں...... میں نہیں بخشنے والی اسے۔"

"اچھا دفع کرو آؤ کھانا کھا لو۔ تمہاری پسند کے پائے پکائے ہیں اور میٹھے میں ملتانی حلوہ۔ آجاؤ شاباش۔" اماں نے دھیان بٹانا چاہا اور وہ اس میں کامیاب بھی رہیں۔

"اظہر کا فون آیا تھا۔"

"کیوں؟" اس کا منہ کی طرف نوالہ لے جاتا ہاتھ وہیں رک گیا۔ پیشانی شکنوں سے بھر گئی۔

"بتا رہا تھا کہ ولادت ہونے والی ہے تو......"

"پیسے مانگ رہا تھا؟" زارا کی بھویں تن گئیں۔ اماں کے مجرمانہ انداز میں نظریں چرانے پر اس کا پارا مزید چڑھا۔

"سن لیں اماں! اگر اب آپ نے ایک دھیلا بھی اسے دیا نا تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا۔ یہاں میں اپنی جان مار مار کر لہو جلا کر کام کر رہی ہوں' اس کو اور آپ کو احساس تک نہیں ہے۔" وہ یک دم پھٹ پڑی۔ اس نے نوالہ واپس پلیٹ میں پٹخ دیا تھا۔ اماں خاموشی سے اسے دیکھے گئیں۔ لگتا ہی نہ تھا یہ خوب صورت' زندگی کے حسین رنگوں سے کہانیاں تخلیق کرنے والی زارا ہے جس کی تحریروں کی اک دنیا دیوانی ہے۔

"تم پریشان نہ ہو زارا! میں اظہر کو منع کر چکی ہوں۔" اماں کے تسلی آمیز انداز پر اس کے چہرے کا تناؤ

قدرے کم ہوا مگر اماں کی خاموشی بڑھ گئی تھی۔

❀......☆......❀

افق کے کناروں سے روشنی سبک روی سے طلوع ہوئی تو آنگن کی دیواروں سے لپٹی تاریکی نے ہڑ بڑا کر اپنا آنچل سمیٹا اور اجالے کی چادر میں چھپ گئی۔ اوس میں بھیگی ہوا کی نرم سانسوں نے پتوں کو چھوا تو ٹہنیوں پر محو خواب ننھی چڑیوں نے آنکھیں کھول دیں۔ اس نے سردی محسوس کر کے چادر کو اپنے اوپر کھینچنے کو ذرا آنکھیں کھولیں اور کسمسا کر کروٹ بدل لی۔ آنگن چڑیوں کی چہکار سے بیدار تھا۔ اس نے انگڑائی لے کر پوری آنکھیں کھول دیں۔ آنگن کا فرش چمک رہا تھا گویا اماں صفائی کر چکی تھیں اور اب کچن میں ناشتہ بنانے میں مشغول تھیں۔ وہاں سے اٹھتی چائے کی خوشبو اور برتنوں کی کھنک سے اندازہ لگاتی چارپائی سے اٹھی اور باتھ روم میں جا کر منہ ہاتھ دھویا اور کچن میں اماں کے پاس پیڑھی پر آ بیٹھی۔

"مجھے چائے دیں اماں۔" وہ بے زاری لگ رہی تھی، سارا دھیان رات ادھوری چھوڑی کہانی میں اٹکا تھا۔

"خالی پیٹ چائے پی کر معدہ جلانے کی ضرورت نہیں، ناشتہ کرو ساتھ پراٹھا بنا دوں؟" اماں آٹا گوندھ چکی تھیں اسے ٹوکتے ہوئے کہا۔

"ہاں بنا دیں۔" وہ اٹھ کر چائے میں کچھ اور دودھ کا اضافہ کرنے لگی پھر کیبنٹ کھول کر اچار کا جار نکالا، جو خالی تھا۔ تھوڑا سا مسالہ چند بوند تیل پیندے میں موجود تھا اس کا موڈ یک دم غارت ہو گیا۔

"پراٹھا مت بنائیے گا اماں۔" اس نے جار واپس کیبنٹ میں دے مارا۔ اماں نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

"کیوں کیا ہو گیا؟"

"کچھ نہیں، بس دل نہیں کر رہا کچھ دیر بعد کر لوں گی۔" وہ چائے چھان کر مگ میں نکال کر اپنے کمرے میں آ گئی۔ چیئر گھسیٹ کر ٹیبل کے قریب بیٹھ گئی۔ چائے کے دوران وہ رات بھر کے پیغام پڑھتی رہی۔ چوتھا پیغام اس کے ادارے کی مدیرہ کا تھا، جن کا کہنا تھا۔

"کسی مشہور ٹی وی پروڈکشن ہاؤس کا پروڈیوسر اس کا نمبر مانگ رہا تھا۔ ساتھ انہوں نے پروڈیوسر کا نمبر بھی لکھا ہوا تھا کہ وہ چاہے تو اس سے رابطہ کر لے۔" اس کے اندر یک دم جوش سا بھر گیا۔ وہ بھاگتی ہوئی اماں کے پاس آئی اور یہ تازہ خبر بڑے جوشیلے انداز میں ان کو سنائی مگر اس کی طرح نہ وہ پُر جوش ہوئیں نہ خوش بلکہ ان کی سنجیدگی کچھ اور بڑھ گئی۔

"کیا ضرورت ہے زارا اتنا آگے جانے کی۔ ہمارا گزارا بہت اچھا ہو رہا ہے بیٹے۔" وہ جتنی قانع و شاکر تھیں زارا اس حد تک بد مزا اور تلخ ہو کر رہ گئی۔

"بہت اچھا ہو رہا ہے۔" وہ پھنکاری پھر گہرے طنز سے بولی۔

"آپ کو پتا ہے میں نے ناشتہ کیوں نہیں کیا؟"

"کیوں نہیں کیا؟" اماں کا حیران ہونا فطری تھا۔

"جب آپ کو پتا ہی نہیں تو پھر بتانے کا فائدہ۔" تلملاہٹ کا ہی نہیں اس کے اندر بے زاری اور یاسیت کا بھی تاثر بکھرا تھا۔ وہ واپس پلٹی تو ساری سرشاری گہری یاسیت اور بے دلی میں ڈھل گئی تھی۔ اسے ہمیشہ یہ شکوہ رہا تھا کہ اماں نے اس کی نسبت بھائی سے زیادہ محبت کی تھی، پتا نہیں اس شکوے میں کس حد تک سچائی تھی۔

❀......☆......❀

"پیسے آ گئے ہیں......؟" آج وہ گھر کی صفائی میں جتی ہوئی تھی۔ ٹخنوں سے خاصی اونچی جینز جس کے پائنچے فولڈ کیے گئے تھے، وائٹ چکن کا کُرتا، دوپٹے کا تکلف تو وہ صرف گھر سے باہر جاتے وقت کیا کرتی وہ بھی صرف اماں کو مطمئن کرنے کو۔ آستینوں کو بھی چڑھایا ہوا تھا۔ پائپ لگائے وہ شڑاپ شڑاپ دھلائی میں مصروف تھی۔ جب اماں کے سوال پر ہاتھ تھم گئے۔

"نہیں! بخار تھا مجھے تو ناول کی قسط لیٹ پوسٹ کی۔ شامل اشاعت نہیں ہوئی۔" اس نے ٹھنڈا سانس بھر کے بتایا۔ اماں کے چہرے پر اک رنگ آ کے گزرا تھا۔ دو جانوں کا خرچہ تو زیادہ نہیں تھا مگر بجلی، گیس، پانی کے بل اور مکان کا کرایہ، ان کی اصل فکر کی وجہ یہی خرچے ہوتے تھے۔

"کسی اور جگہ سے بھی نہیں ملے بیٹے؟" اماں کا لہجہ دھیما اور بجھا ہوا تھا۔

"دوسرے پرچے میں لگا تو ہے ناول، آ جائیں گے اس سے کچھ پیسے۔"

اس نے پائپ اتار کر لپیٹتے ہوئے بتایا تب ہی کال بیل ہوئی۔ وہ چونکی۔ ڈیوڑھی میں موجود تھی، دروازہ اس نے کھولا، بلیک ٹو پیس میں ملبوس، ہاتھ میں سیاہ چشمہ پکڑے وہ سوٹڈ بوٹڈ شکل سے امیر کبیر نظر آتا بندہ زارا کے حلق تک میں کڑواہٹ بھر گیا۔ اس نے دھاڑ سے دروازہ بند کیا۔

"اماں!" وہ وہیں سے حلق پھاڑ کے چیخی۔ اماں جو کچن میں تھیں گھبرا کر نکلیں۔

"کیا ہوا...... خیریت؟"

"جی، مگر میرے لیے نہیں۔ باہر آپ کا کوئی لین لارڈ بھانجا، بھتیجا ہے۔ آپ کو پتا ہے میں انہیں منہ لگانا پسند نہیں کرتی۔" وہ واپس آئی اور وائپر اٹھا کر لگانا شروع کر دیا۔ اماں تیزی سے باہر لپکیں اس نے دلچسپی نہیں لی تھی۔ اماں کچھ دیر بعد ہی پھر آ گئیں مگر کچھ جھنجلائی ہوئی تھیں۔

"تم بھی نہ زارا! بس کیا کہوں، نہ ڈھنگ سے دیکھا نہ نام پوچھا۔ حد ہے تم سے۔" اماں ڈرائنگ روم میں آنے والے مہمان کو بٹھا کر زارا کی عزت افزائی کر رہی تھیں۔

"جاؤ مل لو جا کے۔" اماں کے کہنے پر وہ زور سے بدکی۔

"آپ کو پتا ہے......"

"وہ ٹی وی کا بندہ ہے، کہہ رہا ہے زارا ملک سے ملنا ہے، کسی پلے کے سلسلے میں۔" اماں کے ٹھنڈے لہجے میں جتلا کر کہنے پر وائپر اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

"سچ کہہ رہی ہیں اماں؟" وہ خوش گوار حیرت میں گھر گئی تھی حالانکہ اس نے تو رابطہ بھی نہیں کیا تھا کہ اماں کے ٹوکنے پر غصہ آ گیا تھا پھر ان کا جواب سنے بغیر ڈرائنگ روم کی سمت بھاگی۔

"دوپٹہ تو لے جاؤ، غیر محرم ہے تمہارا۔" اماں نے برہمی سے تنبیہہ کی تھی وہ یک دم خفت زدہ ہو گئی۔ جوش میں اسے یکسر خیال نہیں رہا تھا، وہ واپس پلٹی اور دوپٹہ لیا۔

"السلام علیکم! میں میران شاہ ہوں، خوشبو پروڈکشن ہاؤس کا اونر اور پروڈیوسر۔" وہ اسے دیکھتے ہی احتراماً اٹھا تھا۔ زارا تھوڑی سی کنفیوژ ہوئی۔

"وعلیکم السلام! میں زارا ملک ہوں۔" اس نے اختصار سے کام لیا تھا اور صوفے پر بیٹھ گئی جبکہ مقابل فریق کسی قدر حیرت و غیر یقینی کا شکار نظر آ رہا تھا۔

"زارا ملک یعنی مصنفہ؟" اس کا لہجہ اس قدر استعجابی تھا، زارا نے سر اٹھا کر تلخ نظروں سے دیکھا۔

"آپ کا کیا مطلب ہے مسٹر شاہ؟ آپ کو میری قابلیت پر کوئی شک ہے؟"

"نہیں......" وہ گڑبڑایا۔ پھر خود کو سنبھال کر خوش دلی سے مسکرا دیا۔

"اگر آپ کو بُرا نہ لگے تو مس ملک لیکن آپ مجھے رائٹر کی بجائے کسی کہانی کی ہیروئن زیادہ لگ رہی ہیں۔ اگر میں آپ کو اپنے پلے میں ہیروئن کا رول آفر کروں تو......؟"

"مسٹر شاہ! شٹ اپ، اٹھیں یہاں سے اور تشریف لے جائیں۔" وہ گرج کر بولی تو میران شاہ حق دق رہ گیا۔

غزل

لوگ بھی جھوٹے، پیار بھی جھوٹا
جھوٹا جگ، سنسار بھی جھوٹا
جھوٹی قسمیں، جھوٹے وعدے
بنتا ہے ہر یار بھی جھوٹا
کھوٹ ہی کھوٹ اور دغا یہاں پہ
سارا کاروبار بھی جھوٹا
کس کو شریکِ راز بنائیں
اپنا تو راز دار بھی جھوٹا
جھوٹا چاہے جو بھی کر لے
ایک بار بھی اور سو بار بھی جھوٹا
جھوٹ پہ صفیہ خوش مت ہونا
اس کے آنے کا آثار بھی جھوٹا

صفیہ مغل...... لیہ

''آپ نے شاید مائنڈ کیا' آئی ایم سوری۔ ایکچوئیلی......''

''دیکھیں مسٹر آپ حد سے بڑھ رہے ہیں۔'' وہ سخت لہجے میں بولی۔

''میں ایکسکیوز کر رہا ہوں کہ......''

''لیکن میں نے آپ کا ایکسکیوز قبول نہیں کیا' آپ تشریف لے جاسکتے ہیں۔''

اسے کچھ اور کہنے کا موقع دیئے بغیر وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور باہر نکل گئی۔ میران شاہ پریشان سا بیٹھا رہ گیا۔

❁ ......☆...... ❁

وہ بہت تند خو تھی' کسی بھی معمولی بات پر آپے سے باہر ہو کر مرنے مارنے پر تل جانا اس کی عادت بن چکی تھی بقول اماں کے غصہ اس کی ناک پر دھرا رہتا تھا مگر یہ بھی سچ ہے کہ وہ ہمیشہ سے ایسی نہیں تھی۔ یہ تلخی اور بدمزاجی حالات کی عطا کردہ تھی' جب ابا نے دوسری شادی کرکے بیوی بچوں سے غفلت برتی تب وہ صرف آٹھویں کلاس کی طالبہ تھی اور اظہر بھائی انٹر کے طالب علم۔ اماں نے سلائی کڑھائی جبکہ اظہر نے ٹیوشن کرکے یہ وقت کاٹا تھا' چار سے چھ سال اسی مشقت میں گزرے وہ گریجویشن کر رہی تھی' جب اماں کو بیٹے کی شادی کا شوق چڑھا اور جو پیسہ جمع کیا ہوا تھا وہ اس کی شادی پر لگا دیا۔ بہو اکلوتی تھی اور اماں ناز اٹھاتے نہ تھکتی تھیں' خود تو نوکر بنیں ساتھ زارا کو بھی بنا دیا' مگر بہو صاحبہ کے مزاج پھر بھی نہیں ملتے تھے۔ دن رات اظہر کے کان بھرنے کا فائدہ یہ ہوا کہ وہ بہن اور ماں کے خلاف ہو گیا اور نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ وہ دونوں بہو صاحبہ کو چبھنے لگیں' آئے دن بغیر کسی وجہ کے دنگا فساد اظہر کی بیوی کا شعار بن گیا۔

اظہر اکتایا ہوا اور بے زار رہنے لگا' انتہا اس وقت ہوئی جب بیوی کے اکسانے پر اس نے زارا کے بعد اماں پر بھی ہاتھ اٹھایا۔ یہ زارا کے ضبط کی انتہا تھی' اماں تو شاید تب بھی تختہ مشق بننے پر تیار رہتیں۔ زارا پہلی بار بولی مگر یہ بولنا ظلم کے خلاف آواز اٹھانا اسے مہنگا پڑ گیا تھا۔ اسی بات کو بنیاد بنا کر اظہر کی بیوی نے پوری طرح مٹھی میں کیے اظہر کے ہاتھوں ذلیل و خوار کرکے دونوں ماں بیٹی کو گھر سے نکال دیا۔ وہ رات بہت ظالم تھی' بہت مہیب طویل اور سفاکیت لیے ہوئے۔ طوفانی رات جس میں صرف ان کی آنکھیں ہی نہیں آسمان بھی برستا رہا تھا۔ زارا نے اپنی ایک کلاس فیلو کے گھر عارضی پناہ لی تھی اور پھر وہاں سے وہ ماں بیٹی کرائے کے مکان میں آ گئیں۔

اماں کے تمام رشتہ دار کھاتے پیتے اور صاحب حیثیت تھے مگر اماں کو ہاتھ پھیلانے کی عادت نہیں تھی اس کے باوجود بھی کبھار کوئی آ جاتا ہمدردی جتانے' زارا کو اس ہمدردی سے چڑ تھی۔ وہ جانتی تھی ہمدردی کی آڑ میں یہ لوگ ان کی جاسوسی کرنے آتے تھے مگر مجال ہے اماں نے کبھی گھر آئے کسی مہمان سے تیوری پر بل ڈال کر ملا ہو چاہے وہ جانی دشمن ہی کیوں نہ ہو' زارا جو شوق میں لکھتی تھی ٹھونک بجا کر اس میدان میں اتر آئی۔ اس کے بے پروا قلم سے درد کا لاوا پھوٹا تو لوگوں کو خون کے آنسو رلا دیا۔ وہ بیک وقت ہزاروں دلوں کی دھڑکن بن گئی۔ بنا دیکھے بنا جانے لوگ اس کی تحریروں کے ذریعے اس کے مداح ہو گئے تھے مگر اس کے دل میں اس کے قلم کی سی کاٹ تلخی اور برہمی تھی۔ خاص طور پر صنف مخالف کے لیے۔ اس کے دل میں بے حد کدورت تھی' اماں کبھی دکھ میں آ کر اظہر کی بیوی کے رویے کا شکوہ کرتیں تو اس کی زبان اظہر کے خلاف زہر اگلنے لگتی۔ وہ یہ ماننے کو تیار نہیں تھی کہ قصور اظہر کا نہیں ہے' اس کے خیال میں اگر اظہر قصوروار نہ ہوتا تو اس کی بیوی کی جرأت نہیں تھی ان کے ساتھ یہ سلوک کرنے کی۔

❁ ......☆...... ❁

بلیک کھدر کا ڈھیلا ڈھالا کرتا' بلیو جینز پہنے۔ کاندھے پر تھیلے نما بیگ۔ اونچی ریشمی بالوں کی پونی ٹیل بے تحاشا گوری رنگت' مناسب سراپا جو چھلکتی ڈال جیسا تھا اور بے تحاشا حسین نقوش' یہ تھا زارا ملک مشہور و معروف مصنفہ کا حلیہ' اس حلیہ پر اماں کو بے حد اعتراض تھا۔ برملا وہ اس کے اس حلیے پر تنقید کر چکی تھیں مگر زارا کو پروا کب تھی۔ پروا تو اسے اس پسماندہ علاقے کے ان باسیوں کی آنکھوں میں اڈتے اس ماہی منڈے جیسی لڑکی کو دیکھ کر اڈتی حیرت اور چھچھور پن سے لے کر ہوس تک کی تھی نہیں تھی۔ جو اسے سستا اور بکاؤ مال سمجھ کر ان کے چہروں پر اتر آتی تھی۔ شروع میں جب وہ اماں کے ساتھ یہاں منتقل ہوئی تھی تو کتنا بوکھلائی اور عاجز ہوئی تھی۔ ان نظروں' ان تاثرات سے مگر پھر اس نے ان رویوں اور نظروں کی کاٹ کا طریقہ سیکھ لیا تھا۔ وہ تیکھی تیز دھار تلوار بن گئی تھی۔ اپنی زبان کی بدلگامی اور کڑواہٹ کے بل بوتے پر اس نے اپنے دفاع کا انداز اپنایا اور بدزبان' مغرور اور بددماغ مشہور ہو گئی کہ عزت کی چادر سے اپنا بدن سجا لیا۔ اماں کو اس کے یہ اطوار و انداز پسند نہیں تھے مگر ان کی ہر بات ماننے والی زارا صرف اسی بات پر ان کی مرضی کے تابع نہیں کر سکی خود کو۔ دوسرا اختلاف اس کا ان سے شادی کے موضوع پر تھا۔ وہ اپنے طور پر شادی نہ کرنے کا خود سے پختہ عزم کر چکی تھی اور اس پر سختی سے قائم بھی تھی پھر خیر سے اس کے آس پاس اور خاندان بھر میں بدمزاجی اور بدزبانی کے قصے مشہور ہو چکے تھے مشکل ہی تھا کوئی الو اس سے شادی پر آمادہ ہوتا۔ تبھی وہ کچھ زیادہ ہی مطمئن تھی۔ سیٹی کی آواز پر وہ جو پسینوں سے شرابور ہاتھوں میں راشن کے تھیلوں کا بوجھ لادے رکشے کے انتظار میں کھڑی تھی ذرا چونک کر متوجہ ہوئی' اگلے لمحے اس کی صبیح پیشانی پر ناگواری بکھر گئی۔ تین چار شکل سے آوارہ نظر آتے لڑکوں کا ٹولہ کچھ فاصلے پر موجود پوری طرح اس کی سمت متوجہ تھا' اسے دیکھتے پا کر بڑے لوفرانہ انداز میں سلام جھاڑا گیا۔ جسے وہ بڑی خوبی سے نظر انداز کر گئی' جتنی بھی شعلہ مزاج تھی مگر یہاں ان لفنگوں سے ٹکر لینا بھی بہرحال اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ فحش گالیوں اور بے ہودہ جملوں کو ان سنی کیے بھی اس کی پیشانی تمام تر بہادری طراری اور اعتماد کے باوجود عرق ریز ہو گئی تھی۔ رنگت میں واضح تغیر اتر آیا' یہ اس کا محلہ نہیں تھا جس کے غریب اور جاہل باسی اس سے خائف رہنے لگے تھے۔ یہاں اس کی گھبراہٹ اور پریشانی فطری تھی' جس نے اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ پیدا کر دی تھی۔

''ڈر کیوں رہے ہو سوہنیو؟ لاؤ یہ شاپر ہمیں دے دو۔ قسم سے باحفاظت گھر تک پہنچا دیں گے۔'' وہ بدقماش لڑکے اس کے پیچھے آ رہے تھے اگلے چند لمحوں میں وہ

دعا کاظمی

السلام علیکم! میری پیاری بہنو اور دوستو! کیا حال ہیں جناب! ہم تو اے ون فرسٹ کلاس ہیں۔ میرا اسم گرامی دعا کاظمی ہے۔ ہم چھ بہن بھائی ہیں تین بہن اور تین بھائی' میرا نمبر آخری ہے۔ اس لیے گھر بھر کی لاڈلی ہوں۔ میں سیکنڈ ایئر کی طالبہ ہوں اور آنچل آٹھویں کلاس سے پڑھنا شروع کیا۔ میرا خواب وکیل بننے کا ہے ایک دوست نے کہا تھا دعا تم وکیل بننا۔ تو پہلے اس کا خواب تھا اب میرا بھی (بہنوں اور دوستوں دعا کرنا میں ایک دوست کا خواب پورا کر سکوں) کھانوں میں مجھے پالک گوشت' پکوڑے' رول جو بھی سامنے آئے وہ کھا جاتی ہوں۔ کوکنگ کرنا آتی ہے مگر کوئی کرنے نہیں دیتا کہ ابھی تم چھوٹی ہو۔ شہروں میں کاغان' مری' سوات اور اپنا اسلام آباد۔ رنگوں میں سرخ اور سفید بہت پسند ہے۔ موسم بہار اور بارش میں بھیگنا بہت اچھا لگتا ہے۔ دوستوں میں یوں تو بہت ساری ہیں مگر دل کی ایک ہی دوست ہے نام اس کا لکھ نہیں رہی سب کو پتا چل جائے گا۔ اب میں اپنی خامیوں کے بارے میں بتا دوں غصہ کم کرتی ہوں اور جب آ جائے تو آگے آپ سمجھ جائیں۔ (ہاہاہاہا) اعتبار بہت جلد کر لیتی ہوں جس سے فائدہ بہت ہوتا ہے۔ بے پروائی میں سب سے آگے ہوں۔ اچھا اب خدا حافظ۔ قارئین سے گزارش ہے کہ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

دائیں بائیں آگے پیچھے اس کے ہم قدم ہو گئے تھے' ان میں سے ایک نے باقی ساتھیوں کو معنی خیز انداز میں آنکھ مار کر زارا سے ہمدردی کی تو اس کا اعتماد کچھ اور متزلزل ہو کر رہ گیا تھا۔

''میں تمہارے منہ لگنا نہیں چاہتی' دفع ہو جاؤ یہاں سے۔''

وہ چیخنا چاہتی تھی مگر اس کے حلق سے پھنسی ہوئی آواز بھی بامشکل نکل سکی وجہ ان لڑکوں کی آواز اور آنکھوں سے جھلکتے وہ بے ہودگی کے تاثرات تھے' جنہوں نے زارا کو خوف زدہ کر دیا تھا۔

"ارے آپ تو ناراض ہوگئیں میڈم! بُرا مت مانیں' نازک سی جان ہے تمہاری' قسم اللہ کی سامان کے ساتھ آپ کو بھی باخوبی سنبھال لیں گے۔"

اک جوان میں کچھ زیادہ ہی جوشیلا نظر آتا تھا نے ہاتھ بڑھا کر اس سے شاپر لینے کے بہانے ہاتھ پکڑا تو تمام سامان کے شاپر اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئے۔ لڑکے کی اس حد تک بڑھی ہوئی گستاخانہ حرکت نے اسے کچھ اس انداز میں مشتعل کیا کہ وہ خود پر کنٹرول نہیں کرسکی۔ فضا میں چٹاخ کی آواز کا شور ابھرا' اس کے تمانچے نے نوجوان کو تھرا کے رکھ دیا تھا۔ حیرت اور غیر یقینی کی کیفیت نے اسے سکتے میں مبتلا کردیا تھا مگر اگلے لمحے وہ بپھر اٹھا اور زارا پر کسی بھیڑیئے کی طرح جھپٹ پڑنا چاہتا تھا کہ گاڑی کے ٹائر اچانک ان کے قریب بہت زور سے چرچرائے تھے۔ حواس باختہ زارا نے دیکھا فرنٹ ڈور کھول کر کوئی بہت تیزی سے باہر آیا تھا مگر صرف اک نظر اگلے لمحے وہ بکھرتے لڑھکتے پھلوں اور دیگر اشیاء کی پروا کیے بغیر صرف اپنے بچاؤ کی خاطر جس سمت منہ اٹھا بھاگتی تھی جب کہ وہ لڑکا شکار ہاتھ سے نکلتا دیکھ کر اس کے پیچھے لگنے کو تھا کہ گاڑی سے باہر آنے والے میران شاہ نے لڑکے کی شرٹ کو پیچھے سے پکڑ کر زور سے کھینچا اور ایک جھٹکے سے رخ اپنی جانب کرلیا۔

"کیا ہورہا ہے یہ؟" اس کا لہجہ غیظ سے بوجھل تھا۔ لڑکا اس وجیہہ آدمی کی مداخلت پر بوکھلایا۔

"سر یہ لڑکی؟"

"تمیز سے بات کرو۔" وہ زور سے دہاڑا تو جواباً لڑکے کی آنکھیں غصے سے دہک اٹھی تھیں۔

"کیوں؟ اس ہمدردی کی وجہ' بہن لگتی ہے تمہاری؟"

اس بدتمیزی کے جواب میں ایک گھونسہ آ کر اس کے منہ پر لگا تھا پھر دوسرا پھر تیسرا۔ میران کا اشتعال اور غضب دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے صحیح معنوں میں ان چاروں کو ٹھوکروں اور تھپڑوں کی زد میں رکھ لیا تھا۔ وہ لڑکے اس عفریت سے جان چھڑانے کی کوشش میں حواس باختہ نظر آرہے تھے پھر جس کا جس سمت منہ اٹھا بھاگ نکلا تھا۔ میران نے اک نگاہ کچھ فاصلے پر متحیر نظر آتی' زارا دوسری بکھرے ہوئے سامان پر ڈالی اور گہرا سانس بھر کے وہ ساری چیزیں سمیٹنے لگا۔

"یہ میرا سامان ہے غالباً۔" میران ان تمام اشیاء کو شاپرز میں ڈال کر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر رکھ رہا تھا۔ جب زارا کی اس طنزیہ آواز پر اس نے سنجیدگی کے ساتھ گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"بیٹھیں' میں ڈراپ کردیتا ہوں آپ کو۔" اس نے رسان سے مگر ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا تھا۔

"آپ سے کس نے کہا کہ میں آپ کا یہ احسان لوں گی؟" وہ چیخ کر بولی۔

"آپ کو گھر سے اکیلے نہیں نکلنا چاہیے' یہ احسان اس وقت لینا ضروری ہوگیا ہے مس زارا ملک! وہ لڑکے پھر سے آپ کو پریشان کرسکتے ہیں۔" میران کا لہجہ ہنوز سنجیدگی متانت اور ٹھہراؤ لیے ہوئے تھا' وہ طنز سے مسکرائی۔

"آپ کو نہیں لگتا آپ ضرورت سے زیادہ پرسنل ہورہے ہیں مسٹر؟" سامان واپس اٹھاتے ہوئے وہ پھنکار کر کہتی جتلانے سے باز نہیں آئی۔ میران کے چہرے سے واضح بے بسی چھلکی۔

"زارا پلیز...... سمجھنے کی کوشش کرو اگر آپ اس وقت میری گاڑی میں بیٹھ جائیں گی تو یہ ہرگز بھی آپ پر احسان نہیں ہوگا۔" وہ عاجز ہوکر بولا مگر زارا ان سنی کیے رکشہ روک چکی تھی۔ ہمیشہ کی طرح کرایہ پر بحث وتکرار کرنے کی بجائے اس نے ڈرائیور کو ایڈریس سمجھا کر سیٹ سنبھالی تو وجہ میران سے جلد از جلد جان چھڑانا تھی مگر اس وقت وہ دانت کچکچا کر رہ گئی تھی' جب گھر کے سامنے اترنے پر ڈرائیور نے کرایہ کی رقم لینے سے انکار کرتے ہوئے بتایا کہ "صاحب! ادائیگی کرچکے ہیں۔" اس نے ڈرائیور کے اشارے پر گردن موڑی تو حیرت سے اس کی نگاہیں پھیل گئی تھیں۔ میران اس کے گھر کے سامنے سے گاڑی موڑ رہا تھا' زارا ہونٹ بھینچے اس کی گاڑی کے ٹائروں سے اٹھنے والی دھول کو دیکھتی رہی۔ یہ خیال اس کے لیے بہت تکلیف دہ تھا کہ وہ اس کی خاطر محض اس کی خاطر کیوں اتنا کاوشش ہورہا تھا۔

❁......☆......❁

"السلام علیکم ماں جی!"

ٹب میں بھگوئے کپڑوں کو ہاتھوں سے مل مل کر دھوتی اماں نے حیرانی سے پلٹ کر دیکھا تو میران شاہ کو وہاں کھڑا دیکھ کر حیران رہ گئیں۔

"وعلیکم السلام بیٹے! بیٹھو۔" انہوں نے مروتاً کہا۔ ورنہ حقیقت یہ تھی کہ انہیں یکسر غیر اور جوان مرد کا یوں بے تکلفی سے گھر آنا قطعی پسند نہیں تھا۔

"آپ کو کچھ کام تھا زارا سے؟ وہ تو گھر پر نہیں ہے۔" انہوں نے ٹب اپنے سامنے سے کھسکایا اور کرنل سے ہاتھ دھونے لگیں۔

"جی نہیں' میں تو یہاں سے گزر رہا تھا سوچا آپ کی خیریت دریافت کرتا چلوں۔"

پیپل کے چوڑے تنے والے درخت کے نیچے بچھی چارپائی پر ٹکتے ہوئے میران نے وضاحت پیش کی۔ اماں نے اک نظر اس بے حد شاندار نوجوان کو دیکھا پھر خاموشی سے کچن میں چلی گئیں۔ واپس آئیں تو ان کے ہاتھ میں موجود چھوٹی ٹرے میں گلاس رکھا تھا۔ خوش نما شربت کی سطح پر برف کے ٹکڑے تیر رہے تھے۔

"آپ نے خوامخواہ تکلف کیا ماں جی!" وہ خفیف سا ہوکر بولا تو ان کی نگاہ اس پل میران کے ہمراہ لائے گئے فروٹ اور خشک میوہ جات پر جا پڑی تھی۔

"تکلف تو آپ نے کیا ہے بیٹے! میں اک بات کہنا چاہوں گی' ہوسکتا ہے آپ کو اچھی نہ لگے' ہمارا شمار ان لوگوں میں نہیں ہوتا جو روزگار کے ناجائز ذرائع اختیار کرلیتے ہیں۔ میں روایات کی پاسداری کی قائل ہوں' جوان بیٹی کی ماں کو یوں بھی محتاط ہونا چاہیے۔ مجھے امید ہے آپ میری تھوڑی کہی بات سے ہی اصل نتیجہ اخذ کرچکے ہوگے۔"

وہ خاموش ہوگئی تھیں' ان کے خیال میں میران کا چہرہ اتر جانا چاہیے تھا' لہجہ جتنا بھی نرم سہی مگر بات بہرحال سخت تھی۔ اس کے باوجود اگر وہ مسکرایا تھا تو اس کی وجہ وہ فوری طور پر سمجھنے سے قاصر رہی تھیں۔

❁......☆......❁

"جی سرمد صاحب! ڈونٹ وری سر! میں بس دس منٹ میں پہنچ رہی ہوں' جی بالکل......" وہ رکشے سے اتری تو کان سے موبائل فون لگا ہوا تھا۔ وہ فون پر محو گفتگو اپنے مخصوص بے نیاز اور شاہانہ انداز میں آڈیٹوریم کی جانب جارہی تھی۔ میران شاہ کی نظریں اس پر جم سی گئی تھیں' اس کی گفتگو کا اک اک حرف اس کی سماعتوں میں اترا تھا۔ جبھی وہ خود کو اس کی جانب بڑھنے سے روک نہیں سکا۔ آڈیٹوریم میں آج محفل مشاعرہ تھا' نامور ادیب اور شاعر حضرات مدعو تھے بظاہر مہذب اور شائستہ نظر آنے والے یہ لوگ درحقیقت کس پسماندگی اور پستی کا شکار تھے یہ بھی میران سے ڈھکی چھپی بات نہیں تھی وہ عین اس وقت اس کے راستے کی دیوار بن گیا جب زارا آڈیٹوریم کے داخلی گیٹ سے اندر جانے والی تھی۔ اس مداخلت پر زارا کی پیشانی پر ناگواری شکنوں کی صورت ابھر آئی۔ اس نے تیز مگر جھلسا دینے والے انداز میں اسے گھورا تھا۔

"راستے سے ہٹو۔" زارا کا لہجہ خشک اور انداز سرد مہر تھا۔

"آپ کچھ دیر وہاں بیٹھ کے میری بات سن لیں پلیز۔" وہ جیسے ملتجی ہوا مگر زارا کا طیش بڑھ گیا تھا۔

"کیا تم پاگل ہو؟ کیوں پیچھے پڑگئے ہو میرے؟" وہ حلق کے بل غرائی تھی۔

"میرا خیال ہے ہم وہاں بیٹھ کر زیادہ سہولت سے اک دوسرے کو اپنی بات سمجھا سکتے ہیں۔"

اب کے میران نے نا صرف کہا تھا بلکہ اس کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی اپنے ساتھ گھسیٹتا سامنے موجود ریسٹورنٹ میں لے آیا۔ زارا تو صحیح معنوں میں اس کی جرأت کے اس اعلیٰ مظاہرے پر ششدر ہوکے رہ گئی تھی مگر جب یہ غیر یقینی تمام ہوئی تو اس کا غضب ظاہر ہوا۔ جسے میران نے بڑے تحمل اور سکون سے برداشت کیا۔

"مجھے آپ سے صرف یہ کہنا ہے زارا صاحبہ! یہ لوگ اس قابل نہیں ہیں کہ آپ جیسی معصوم لڑکی ان سے میل جول رکھے' گدھ کا کام ماس کھانا ہے وہ مردار ہو یا پھر......"

"مجھے تمہاری نصیحتوں کی ضرورت نہیں اور تمہیں کس

نے کہا کہ مجھے تمہاری کسی بات پر یقین آجائے گا۔" وہ کہہ کے طنز سے بولی تو میران نے ٹھنڈا سانس بھرلیا۔

"میں آپ کا خیر خواہ ہوں زارا! ساری دنیا کو اس بات کا علم ہے کہ آپ اپنی والدہ کے ساتھ تنہا رہتی ہیں' کسی مرد کا سر پر سایہ نا ہونا بھی اس دنیا میں بے آسرا ہونے کی علامت ہے۔ ایسی خواتین کو مرد تر نوالہ سمجھ کر نگلنے میں عجلت سے کام لیتے ہیں اور یہ کام ان کے لیے کچھ اتنا مشکل بھی نہیں ہے۔ تحفظ احتیاط میں پوشیدہ ہے اور کچھ اہم فیصلوں میں بھی۔ میرے خیال میں ماں جی نے آپ کو وہ اہم بات ضرور بتائی ہوگی۔" سنجیدگی سے بات کرتا وہ آخر میں ایک دم شوخ ہوکر مسکرایا۔ زارا کے چہرے پر یکلخت سرخی چھاگئی۔ میران یہ سمجھنے سے قاصر رہا کہ آیا یہ سرخی حجاب کی تھی یا پھر غصے کی زیادتی کا ایک رنگ۔

"میں واپس گھر جارہی ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے میں آپ کی بات کو کوئی اہمیت دے رہی ہوں۔ میں وہ صفحہ گھر بھول آئی ہوں جس پر میری نظم لکھی ہوئی تھی۔" وہ سر جھکائے اپنا تھیلے نما بیگ کھنگال رہی تھی۔ میران صرف مطمئن نہیں ہوا اس نے مسکراہٹ بھی دبائی تھی۔ اب اس مقام پر کچھ جتلا کر وہ اس لڑکی کی خوب صورت سی انا کو توڑنا نہیں چاہتا تھا۔

❀......☆......❀

"تم نے میری بات کا ابھی تک جواب نہیں دیا ہے زارا۔" اماں نے اس کے پاس چائے کا مگ رکھتے ہوئے بے حد ناراضی سے اسے دیکھا۔ زارا کا تیزی سے چلتا ہوا قلم یک دم رک گیا۔ پچھلے ہفتے انہوں نے اسے شادی کی ضرورت اور افادیت پر طویل لیکچر دینے کے بعد میران کے پروپوزل کے متعلق بتایا تھا کہ وہ اس سے شادی کا خواہش مند ہے۔ جواب میں وہ ہتھے سے اکھڑ گئی تھی۔

"اسے جرأت کیسے ہوئی یہ بات کہنے کی؟"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ وہ یہ حق محفوظ رکھتا ہے کہ کسی بھی مسلمان عورت کو نکاح کا پیغام دے سکتا ہے۔" اس کے غصے میں لال پیلے ہونے پر اماں نے درشتی سے کہا۔

"مگر میں شادی میں دلچسپی نہیں رکھتی ہوں' آپ جانتی ہیں۔" وہ جھنجلانے لگی تھی۔

"شادی مذہبی فریضہ ہے زارا! جان بوجھ کر نکاح نہ کرنے والے مرد عورت کا جنازہ جائز نہیں۔ تم دیکھ رہی ہو تمہاری زندگی کتنی مشکل ہے' کس لیے؟ مرد کا ساتھ اور سایہ نہ ہونا زندگی کو مشکل بنا دیتا ہے بیٹے! اللہ نے دنیا میں عورت کا سائبان بنایا ہے مرد کو۔ اس حقیقت سے فرار ممکن نہیں ہے۔ تم آخر کیوں حقیقت سے فرار چاہتی ہو؟"

"ضروری تو نہیں یہ سائبان اپنی گھنیری چھایا کا حق دار بھی بنائے عورت کو۔ اماں آپ کی تلخ اور کڑوی مثال سامنے ہے میرے' اولاد بھی' فرماں بردار بیوی بھی پھر بھی ابا نے دوسری شادی کی' کیوں؟" اس کے الفاظ کی طرح اس کا لہجہ بھی تلخ اور ترش تھا۔ اماں کو اس سے ایسے ہی جواب کی توقع تھی۔ وہ دودھ کی جلی تھی اب چھاچھ پھونک کر بھی پینے پر آمادہ نہیں تھی۔

"دوسری شادی جرم نہیں ہے۔" اماں کا انداز ناصحانہ تھا' وہ تلخی سے مسکرائی پھر زہرخند سے بولی۔

"مگر پہلی بیوی کو کٹی ہوئی ڈال کی مانند بے آسرا چھوڑ دینا اور اس کے حقوق ادا نہ کرنا ضرور بہت بڑا جرم ہے۔"

"وہ میرا نصیب تھا بیٹے! تم اپنے ابا کی بجائے اپنے بھائی کی زندگی کو بھی دیکھ سکتی ہو۔ اس نے بیوی کی خاطر ماں کو چھوڑ دیا تھا۔" اماں کا صبر کمال درجہ کا تھا' زارا کی آنکھیں بھیگتی چلی گئیں۔

"میں لعنت بھیجتی ہوں اظہر جیسے مردوں پر' جو دنیا خرید کر آخرت کو غارت کردیتے ہیں۔ اللہ کے نزدیک شرک کے بعد گناہِ عظیم والدین کی نافرمانی ہے مرد پر ماں کے حقوق بیوی سے کہیں بڑھ کر ہیں۔" اماں مسکرائی تھیں پھر اسے گلے لگالیا۔

"مجھے اپنی فرماں بردار بیٹی پر بھروسہ ہے' جہاں جائے گی وہاں ہر سو اپنی سمجھ بوجھ سے روشنی بکھیر دے گی۔" ان کی توقعات کا کوئی انت تھا بھلا' زارا لمحوں میں تھک سی گئی۔

"مجھے معاف کردیں اماں! میں ابا اور اظہر بھائی کی طرح آپ کو تنہا چھوڑ کر نہیں جاسکتی۔ آپ کہہ لیں' میں چاہوں بھی تو ایسی بے حسی کا مظاہرہ نہیں کرپاؤں گی۔"

"تمہارا جانا میرے لیے تکلیف دہ نہیں آسودگی کا باعث ہوگا بیٹے! مجھے ہر دم دھڑکا لگا رہتا ہے اگر مجھے کچھ ہوگیا تو......" زارا نے دہل کر ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"خدا نہ کرے اماں! اللہ میری عمر بھی آپ کو لگادے۔" وہ سسک اٹھی اماں گم سم تھیں۔

❀......☆......❀

"آپ کا بہت شکریہ' آپ اب تشریف لے جائیے۔ مجھے مزید آپ کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔"

یہ عیدالاضحیٰ کا دن تھا۔ اسپتال کے کاریڈور میں سناٹا تھا' اماں کو کچھ دیر پہلے ہی ایمرجنسی سے روم میں منتقل کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر نے ان کی طرف سے بھرپور تسلی دی تھی۔ زارا خود بھی انہیں پرسکون نیند سوتا دیکھ چکی تھی جبھی کس قدر ریلیکس تھی مگر میران کے ساتھ اس کا رویہ پھر سے اجنبیت آمیز بیگانگی سمیٹ لایا تھا۔ کل رات اماں کی طبیعت اچانک بگڑ گئی تھی۔ ان کی حالت اتنی خراب تھی کہ زارا کے ہاتھ پیر پھول گئے تھے' بدحواسی میں اس نے ہمسایوں کے دروازے کھٹکھٹا کر مدد کی اپیل بھی کی تھی مگر وہ سوائے ہمدردی کے کچھ نہیں کرسکے جب کہ اماں کو فوری اسپتال لے جانا بے حد ضروری تھا۔ تب کوئی چارہ نہ پاکر زارا کو میران کا خیال آیا تھا' وہ پچھلے چند مہینوں میں اس کی غیر محسوس انداز میں کئی بار مدد کرچکا تھا۔ احسان جتلائے بغیر اس نے بنا سوچے سمجھے اس کا نمبر ملایا تھا اور صورت حال بتا کر فوری پہنچنے کا کہہ دیا' یہ وقت ایسا نہیں تھا کہ وہ انا کا دامن پکڑے بیٹھی رہتی۔ نزدیک کلینک عید کے باعث بند تھا اور عید کے اگلے تین دن بند ہی رہنا تھا۔

میران آدھے گھنٹے میں اس کے روبرو تھا۔ کچھ کہے سنے بغیر وہ اماں کو گاڑی میں ڈال کر اسپتال لے آیا تھا۔ یہاں اس کے اثر رسوخ کام آئے اور چند لمحوں میں اماں کو ایڈمٹ کرنے کے بعد بہترین علاج شروع کردیا گیا تھا۔ اماں کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا' طبی امداد میں گویا تاخیر ہوئی تھی مگر اتنی نہیں کہ جان کو خطرہ لاحق ہوجاتا۔

سوال

جب ساری خلقت سوجائے
ہر انساں بے حس ہوجائے
جب دنیا آگ میں لپٹی ہو
ہر بندہ بے بس ہوجائے
اک لمحے میں سب پاس ہی ہوں
اک لمحے میں سب کھوجائے
رو رو کر مائیں جاگتی ہوں
اولاد جدا جب ہوجائے
اک لمحہ زندہ رہنے کو
دشوار بلا کا ہوجائے
مشکل میں وہ ساتھ نہ دے
اور چادر تانے سوجائے
نہ خبر کسی کی ہم کو ہو
احساسِ خطا کم ہوجائے
جب سب کچھ بھول کے دنیا میں
ضمیر انساں سوجائے
تب میرا ربّ کیا کرتا ہے؟
میں بس یہ جاننا چاہتا ہوں
سچ کیا ہے پانا چاہتا ہوں

جواد ظفر بٹ...... قلعہ دیدار سنگھ

ساری رات زارا نے ایک ٹانگ پر گزاری تھی۔ صبح اماں کی حالت کے خطرے سے باہر ہونے کا مژدہ جانفزا سننے کے بعد اس کی ڈوبتی سانسیں بحال ہوسکیں۔

"کچھ کھالیں زارا! اماں اب ٹھیک ہیں آپ پریشان نہ ہوں۔"

میران اس کے لیے ناشتہ لے کر آیا تھا۔ اس کی مہربان آنکھوں میں زارا کے لیے کتنے نرم اور پُرخلوص جذبے تھے مگر وہ ان جذبوں کی پزیرائی نہیں کرنا چاہتی تھی' جبھی اس کا جواب خشک اور سرد ہی نہیں حوصلہ شکنی اور احسان فراموشی والا بھی تھا۔ میران نے بغور اسے دیکھا پھر ہونٹ بھینچ لیے تھے۔

"سنا نہیں ہے آپ نے' جائیں یہاں سے۔"

اسے صوفے پر بیٹھتے دیکھ کر وہ آپے سے باہر ہونے لگی۔ میران نے ایک بار پھر اسے دیکھا۔

"میرا خیال ہے آپ کو نہ سہی مگر اماں کو میری ضرورت ضرور ہے اور اس وقت وہ جس کنڈیشن میں ہیں' میں انہیں چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔ وہ بھی آپ کے بھروسے پر۔" اس کا لہجہ روکھا اور سرد تھا۔ زارا کا تو منہ کھلا رہ گیا تھا۔

"او...... ہیلو مسٹر! وہ تمہاری نہیں میری ماں ہیں' سمجھے۔"

"بات رشتے کی نہیں احساس کی ہوتی ہے۔ آپ بیٹی ہو کر اگر ان کی پریشانی اور خواہش کو نہیں سمجھ سکیں تو اس میں قصوروار آپ کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوسکتا۔" میران کا لہجہ کڑا اور ملامتی تھا۔ زارا کو جیسے آگ لگ گئی تھی۔

"تم ہوتے کون ہو مجھے یہ بات کہنے والے؟" وہ جیسے اس کے گلے پڑ گئی تھی۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں میں کچھ نہیں ہوتا آپ کا' جبھی آپ کو پریشانی اور مشکل میں میرا خیال آیا' اس بات پر غور کیجیے گا میڈم کہ اگر ایسا ہوا تو کیوں ہوا؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر بڑے سکون سے کہتا' زارا کو جھلسا کے رکھ گیا تھا۔

"تم مجھ پر احسان جتلا رہے ہو کہ تم نے میری مدد کی ہے؟" زارا کا چہرہ لال ہونے لگا۔

"اگر آپ کے نزدیک یہ احسان ہے تو اتار پھینکیں اسے' بولیں کیسے اتاریں گی؟" میران ہنوز پرسکون تھا' زارا کا طیش کچھ اور بھی بڑھ گیا۔

"ہاں ضرور اتار دوں گی۔" وہ چیخ کر بولی تھی' میران مسکرایا۔

"تاوان میری مرضی کا ہوگا۔" اس کا لہجہ معنی خیز تھا۔ زارا نے پھنکارتی ہوئی نگاہ اس پر ڈالی۔

"میں تم جیسے گھٹیا انسان کا احسان سر پر لاد کے نہیں رہ سکتی' ابھی اتاروں گی۔" وہ غصے میں خود پر کنٹرول کھونے لگی۔

"شادی کروں گا تم سے' ساری عمر کے لیے اپنی تحویل میں رکھنا چاہتا ہوں اور اب تم انکار کی پوزیشن میں بھی نہیں رہیں۔" وہ جیسے حظ اٹھا رہا تھا' زارا سرد پڑ گئی اور بے اختیار نظریں چرائیں۔

"اماں ٹھیک ہوجائیں تو میں آؤں گا تمہیں لینے' یاد رکھنا یہ بات۔" میران جاتے ہوئے اسے بالخصوص جتلا گیا تھا۔

❀......☆......❀
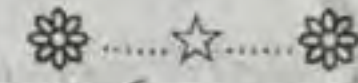
"اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟"

وہ عید کا تیسرا دن تھا' جب میران اماں کی خیریت دریافت کرنے آیا۔ کل شام عید کے دوسرے دن اماں نے میران سے اس کا نکاح بہت سادگی سے کردیا تھا۔ میران کی فیملی سے صرف اس کی والدہ شریک ہوئی تھیں جو پاکستان میں ہی تھیں۔ اس کے بہن بھائی ملک سے باہر تھے اور ان کی شمولیت رخصتی کے موقع پر طے ہوئی تھی۔ اماں نے زارا کو اس بار ہاتھ جوڑ کر منایا تھا' وہ ہمیشہ کی طرح انکار نہ کرسکی تو وجہ اماں کی بیماری ہی تھی۔ اس نے جان لیا تھا اماں غلط نہیں کہتی تھیں۔ مرد سائبان ہے اور عورت کی زندگی اس سائبان کے بغیر ادھوری ہے۔ میران جیسا بھی تھا بہرحال اتنا اسے بھی یقین تھا وہ اس کی ضروریات کے علاوہ اس کے حقوق سے کبھی نظر نہیں چرائے گا۔ یہ بات اس رات ایک پکار پر میران کے لبیک کہنے پر جان گئی تھی۔

"جیتے رہو بیٹے! میں بالکل ٹھیک ہوں اب' میری فکر نہ کیا کرو۔" اماں واقعی بہت آسودہ اور ریلیکس نظر آئی تھیں۔ مسکرا کر گویا ہوئیں تو میران نے بھرپور نظروں سے انجان اور بے نیاز نظر آتی زارا کو دیکھا پھر مسکرایا۔

"اس بات پر مجھے تو شبہ نہیں ہے' بس آپ اپنی بیٹی کو سمجھایا کریں کہ اب کسی اور کی بھی فکر کرلیا کریں' اب دیکھیں کتنی دیر ہوگئی مجھے آ کر بیٹھے' مجال ہے جو شوہر سے چائے پانی کا پوچھا ہو۔"

اس کا شکایتی انداز بھی شرارت لیے ہوئے تھا۔ زارا کا چہرہ جانے کس جذبے کے تحت سرخ پڑ گیا۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ اماں پیچھے پکار کر اسے چائے بنانے کا کہہ رہی تھیں۔ وہ کچن میں آ کھڑی

ہوئی اور برتن پٹخ پٹخ کر چائے بنانا شروع کی ہی تھی کہ چہرے پر بے حد دل آویز مسکان لیے آ کر کچن کی چوکھٹ سے کاندھا ٹکا کر کھڑا ہوگیا۔ پھر اسے دیکھ کر شرارت بھرے انداز میں گنگنایا تھا۔

عید کا دن ہے گلے ہم کو لگا کر ملیے
رسم دنیا بھی ہے موقع بھی ہے' دستور بھی ہے

زارا نے زور سے برتن پٹخا اور مڑ کر غصیلی نظروں سے اسے دیکھا مگر وہ اسے تادیر دیکھ نہیں سکی۔ میران کی نظروں میں رشتے کا استحقاق اور معنی خیز تبسم کی جھلک تھی۔ اس کی پلکیں لرز کر جھک گئیں۔

"ابھی تک خفا ہو؟"

میران چند قدم بڑھ کر اس کے نزدیک ہوا۔ اس کا لہجہ گمبھیر تھا۔ زارا کو اس کی نظروں کی تپش پگھلانے لگی۔

"میں کیوں خفا ہوں گی' مجھے اس کا حق بھی نہیں ہے۔ احسان کے تاوان میں خریدا ہے نا آپ نے مجھے۔ میری مجبوری کا سودا......" میران نے برا مانتے ہوئے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کے بات مکمل نہیں ہونے دی۔

"اتنی بدگمان کیوں ہو مجھ سے زارا؟"

"یہ بدگمانی کس کی بخشی ہوئی ہے' اس پر غور کرلیں تو بہتر ہے۔" وہ دانستہ تلخ ہوئی۔

"کسی کو آزمائے بغیر الزام لگادینا تو انصاف کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا ہے زارا! اور سب مرد ایک جیسے بھی نہیں ہوتے۔ اک بات اور اس دن میں تم سے مذاق کررہا تھا' اماں نے شاید تمہیں نہ بتایا ہو لیکن حقیقت یہی ہے کہ وہ اپنی بیماری سے پہلے ہی اپنے طور پر تمہاری نسبت مجھ سے طے کرچکی تھیں۔ انہیں یقین تھا کہ وہ تمہیں جلد یا بدیر قائل کرلیں گی۔ مجھے اس اچھے اور بھلے وقت کا انتظار تھا مگر اماں اپنی بیماری سے کچھ اس طور گھبرائیں کہ آناً فاناً یہ کرنا پڑا۔ جس نے تمہاری بدگمانی کو ہوا دی۔" وہ وضاحت پیش کررہا تھا۔ زارا نے گہرا سانس بھر کے اسے دیکھا پھر روٹھے پن سے بولی تھی۔

"مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے بدگمان ہونے کی۔"

اس جواب نے میران کے چہرے پر پھیکا پن بکھیر دیا۔

"اس کا مطلب تم مجھے اپنا نہیں سمجھتی ہو' کوئی شکوہ اور شکایتیں بدگمانیاں اپنوں سے ہی پیدا ہوتی ہیں۔"

"اس کا مطلب یہ بھی نکلتا ہے کہ مجھے آپ پر بھروسہ ہے' میں آپ کو سمجھ سکتی ہوں' جبھی بدگمانی نہیں پالی۔ اونہہ! بہت جینئس ہیں ویسے محترم!" اب کے وہ شوخی سے مسکرا کر بولی تھی آخر میں اس کا لہجہ خوامخواہ پھر جھنجلا گیا۔ میران پہلے حیران ہوا پھر ششدر اور آخر میں خوش گوار حیرت میں مبتلا ہوتا اسے کاندھوں سے تھام کر رخ اپنی جانب پھیرتے ہوئے مسکراتی ہوئی نظروں سے تکنے لگا۔

"تم سچ کہہ رہی ہو نا زارا!" وہ جیسے ہنوز غیر یقینی میں مبتلا تھا۔ زارا نے بے نیازی سے کاندھے جھٹک دیئے۔

"اب آپ کو یقین دلانے کو مجھے کیا کرنا چاہیے' مجھے نہیں پتا اور یہ بے تکلفی کس لیے ہے۔ آپ اگر بھول نہ رہے ہوں تو یہ یاد دلادوں ابھی آپ کا صرف نکاح ہوا ہے رخصتی نہیں۔" اس کے ہاتھ اپنے کاندھوں سے جھٹکتے ہوئے وہ مصنوعی خفگی سے بولی۔ مگر میران برا مانے بغیر زور سے ہنس پڑا تھا۔ بڑی سرشار اور آسودہ قسم کی ہنسی تھی' زارا نا چاہتے ہوئے بھی اسے مسکرا کر تکنے لگی۔

"بہت بہت شکریہ زارا! مجھے لگ رہا ہے آج خدا نے مجھے مکمل کردیا ہے۔ یہ خوش خبری مجھے تمہیں ابھی تو نہیں بتانی تھی مگر اب بتا رہا ہوں کہ رخصتی کے بعد میں صرف تمہیں یہاں سے اپنے ساتھ نہیں لے جاؤں گا ماں جی کو بھی لے جاؤں گا۔ میں جانتا ہوں تمہیں ان کی فکر ہے اور زارا! کبھی یہ مت سمجھنا کہ میں نے تم پر احسان کیا ہے' میں ان کا داماد نہیں بیٹا ہوں اور مائیں اپنے بیٹوں کے گھروں میں بہت مطمئن رہا کرتی ہیں' ہے نا؟" وہ مسکرا کر اس کی تائید چاہ رہا تھا۔ جو وہ شدت جذبات کے باعث کرنے سے قاصر تھی اور بھیگی متبسم نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی جو واقعی سائبان بن کر چھایا تھا۔ جو اماں کا انتخاب اور اللہ کا انعام تھا۔ اسے اپنی خوش بختی پر اب ذرہ برابر بھی شبہ نہیں رہا تھا۔

قسط نمبر 32

اور کچھ خواب

عشنا کوثر سردار

مسافر تو بچھڑتے ہیں رفاقت کب بدلتی ہے
محبت زندہ رہتی ہے محبت کم بدلتی ہے
تمہی کو چاہتے ہیں اور تمہی سے پیار کرتے ہیں
یہ ہے برسوں کی عادت اور عادت کب بدلتی ہے

کچھ ہونے اور نہ ہونے کا قلق کیا ہوتا ہے اس کا احساس انائیا ملک سے بڑھ کر کون کرسکتا تھا اس کے اندر کا سکوت اسے بتا رہا تھا کہ وہ کتنی خالی ہے۔ سمندر کے پاس رہ کر پیاس پینے کی مشق وہ کرچکی تھی۔ سمندر اسے دیکھنے پر مائل نہیں تھا اور جانے یہ سفر کب تمام ہونا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اگر وہ نگاہ مائل نہیں تھی تو وہ اسے قیامت تک اپنا اسیر نہیں کرسکتی تھی۔ وہ تھکن سے نڈھال تھی جب بستر پر گر کر آنکھیں موند لینا چاہیے تھیں مگر تبھی معارج تغلق کے فون کی گھنٹی بجی تھی وہ کسی کے ساتھ خاصے خوش گوار موڈ میں گفتگو میں مصروف رہا تھا۔ کوئی بہت گہری شناسائی رکھتا تھا جیسے وہ آنکھیں موند رہی تھی جب وہ اس کی طرف آیا تھا۔

"تم سو رہی ہو؟" معارج تغلق نے پوچھا تو اس نے آنکھیں وا کر کے اسے دیکھا۔

"حمزہ کا فون تھا میں نہیں جانتا تھا وہ یہیں منتقل ہوچکا ہے۔ شاید حارث سے خبر ہوئی اسے کہ میں یہاں آیا ہوا ہوں۔ تبھی اپنے گھر تقریب میں انوائٹ کیا ہے تم کچھ لمحوں میں ریڈی ہوسکتی ہو نا؟" وہ اس کی مرضی پوچھے بنا کہہ رہا تھا۔ انائیا ملک کو اس کے بے حس ہونے پر بالکل بھی کوئی شبہ نہیں ہوا تھا۔

"مجھے بہت نیند آرہی ہے میں پارٹیز میں کنفرٹیبل فیل نہیں کرتی۔ یہ بات جانتے ہیں آپ۔" بہترین جواز دیا تھا۔

"میں ساتھ ہوں ان کنفرٹیبل فیل کرنے کی کیا بات ہے؟ تم کب سے اتنی آدم بے زار ہوگئیں؟" معارج تغلق اس کا جواز سنے بنا بولا اور پھر ساتھ ہی اسے ہاتھ پکڑ کر کھڑا کردیا اگر اس کے مضبوط آہنی بازو کا ہالہ اس کے گرد نہ ہوتا تو وہ گر گئی ہوتی۔ توازن بگڑا مگر معارج تغلق نے سنبھال لیا تھا۔

"جب تک میرے ساتھ ہو تمہیں کسی بات کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ کچھ بھی ٹھانو اور کر ڈالو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں کس کی مجال ہے جو تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے یو آر مسز معارج تغلق! سات کیا دس خون بھی کریں گی نا آپ تو یہ بندہ الزام اپنے سر لے سکتا ہے۔ آپ کو کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ بغور اس کا چہرہ تکتا ہوا بولا۔

قربتوں کے مرحلے اسے ہمیشہ مزید بے یقین کر جاتے تھے وہ اس لمحے بھی بس خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی اور ان آنکھوں میں صاف بے یقینی پڑھی جاسکتی تھی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ یقین نہیں ہے کیا؟" معارج تغلق چہرہ اس کے چہرے کے کچھ قریب کر کے سرگوشی میں بولا تھا۔ ایک مدھم لہجے کا حصار اس کے گرد نہ ٹوٹنے والا دائرہ بنا گیا تھا۔ وہ اس کی نظروں کی تپش سے جلنے لگی تھی۔

جنوں سے کہہ دو ابھی خرد حیراں ہے
ابھی جنگلوں میں راستہ ڈھونڈنا مشکل ہے
ابھی جگنوؤں کی کھوج ممکن نہیں
ابھی ٹوٹتے تاروں کو شمار ممکن نہیں
خواہشوں کو تکیے تلے سنبھال رکھو
ابھی ان بارشوں سے گفتگو نہ کرو
ابھی خرد حیراں ہے
جنوں سے کہہ دو ابھی تعاقب نہ کرو
عشق سے کہہ دو ابھی انتظار کرے
ابھی یہ عقل حیران ہے
عشق سے کہہ دو ابھی دل مائل نہیں
ابھی کچھ خدشوں کا شمار ممکن نہیں
ابھی آتش سے الجھنے کی عمر نہیں
ابھی کھیل نیا ہے
جنوب کی بات جانے دو
عشق سے کہہ دو

خرد حیراں ہے
ابھی آتش سے الجھنے کی عمر نہیں

بہت مدہم لہجے میں وہ اس کے کان کے قریب بول رہا تھا۔ انائیا ملک کی جان مشکل میں گھر رہی تھی۔
محبت کے اسرار و رموز وہ نہیں سمجھتی تھی، نہیں جانتی تھی کہ یہ محبت تھی، کوئی عنایت تھی یا پھر کوئی کھیل وہ لہجہ کتنا سچا تھا۔ لفظ کتنے کھرے تھے، وہ نہیں جانتی تھی مگر وہ یقین نہیں کرسکی تھی۔ اس بے قراری کو دیکھتے ہوئے بھی، اس آگ کے دریا سے گزرتے ہوئے بھی۔ وہ اس محبت کو قبول نہیں کرسکی تھی۔ معارج تغلق جیسے شخص کا کچھ پتا نہیں تھا، وہ اپنا مان گنوانا نہیں چاہتی تھی۔

❁ ☆ ❁
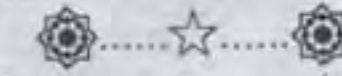
اسے لگا تھا سب سلجھنے والا ہے مگر ایسا نہیں تھا یہ سلجھاوے کا گماں جیسے کوئی سراب تھا اور وہ اس سراب میں پوری آنکھیں کھولے ہکا بکا سی کھڑی تھی۔ کسی کا قریب آنا، ہاتھ تھام لینا معنی نہیں رکھتا۔ وہ خدشات میں گھری تھی اور پہلے سے زیادہ خوف زدہ تھی۔ عدن اسے مشکل وقت دے رہا تھا اسے اس سے ایسی توقع نہیں تھی وہ بھی جب اس میں ایک رشتے میں بندھ چکی تھی۔ گھر والے شادی کی باتیں کررہے تھے چوہدری اور بیگ فیملیز کے درمیان معاملات طے ہورہے تھے مگر وہ اپنے اندر بہت خاموشی محسوس کررہی تھی۔ ایک گہری چپ، اس گہری چپ میں اسے سب بہت عجیب لگ رہا تھا۔ اس رشتے کی حقیقت بے معنی لگ رہی تھی۔ اس نے اس خاموشی کو توڑنے کی ٹھانی اور اماں سے سب کہہ دیا تھا، اماں اسے خاموشی سے دیکھنے لگی تھیں پھر اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی تھیں۔
"ہوسکتا ہے تمہارا وہم ہو، وہ اچھا لڑکا ہے جب اس نے پہلے تمہارا اتنا ساتھ دیا تو پھر اب ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟ تم زیادہ مت سوچو میں بات کروں گی عدن سے۔"

"نہیں اماں!" اس نے سرعت سے کہا تھا۔ "آپ بات کریں گی تو وہ سمجھے گا میں اپنی وکالت کروا رہی ہوں اور پرسنل معاملات فیملی کے ساتھ شیئر کررہی ہوں۔" ممی نے اس کی سمت دیکھا پھر سر ہلا دیا۔
"جہاں تک میں سمجھتی ہوں وہ بہت سلجھا ہوا اور بہت ہی لائق ہے مگر پھر بھی تمہیں ان خدشات سے باہر نکلنا ہے۔ تم خود بات کرکے دیکھو ہوسکتا ہے یہ صرف اس لیے ہو کہ وہ بزی ہو اور کوئی اور مسائل ہوں۔ ہر بات اپنی طرف سے اخذ کرلینا بھی دانش مندی نہیں۔" اماں نے اس کا چہرہ پیار سے تھپتھپایا اور اٹھ کر چلی گئی تھیں۔
وہ الجھے ہوئے انداز میں سیل فون کو دیکھنے لگی تھی تبھی یلماز کمال کی کال آئی تھی۔
اس نے کال ریسیو نہیں کی تھی تو یلماز کمال نے پھر نمبر ری ڈائل کیا اور اب پارسا کے لیے فون اٹھانا ناگریز ہوگیا تھا۔
"تم کیوں نہیں سمجھ رہے؟ کیوں بات سمجھ میں نہیں آتی؟ میں آگے بڑھ چکی ہوں، آئی ایم میرڈ ناؤ، تمہاری میری زندگی میں کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔" وہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے بولی تھی۔ دوسری طرف یلماز کمال نے پرسکون انداز میں گہری سانس خارج کی تھی۔
"پارسا میں جانتا ہوں مگر دل نہیں سمجھتا۔ بہت سمجھایا، کوشش کی مگر نہیں سنبھلتا۔ ہم بہت سی باتوں کا ادراک بہت دیر سے کرتے ہیں، مجھے اس کا اندازہ بھی بہت دیر میں ہوا کہ تم ضروری ہو۔ بہت ضروری ہو، شاید تب محبت نہیں تھی، محبت اب ہوئی یا پھر تب بھی تھی مگر اندازہ نہیں ہوپایا مگر اس بار سب اختیار سے باہر ہے۔ مجھے معلوم نہیں تھا، کبھی اندازہ نہیں ہوپایا۔ محبت اتنی زور آور شے ہوسکتی ہے پلیز پارسا مجھے اس طرح اگنور مت کرو، میں اپنی زندگی تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں، مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تم کسی اور کے ساتھ وابستہ ہو یا تمہارا نکاح ہوچکا ہے، میں تمہیں اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں، قدم قدم تمہارے ساتھ چلنا چاہتا ہوں یہاں فیصل آباد میں موجود ہوں تو اس کی وجہ تم ہو۔ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں، مجھے اپنی غلطیوں کو سدھارنے کا موقع دو، مجھے احساس ہوگیا ہے کہ میں غلط تھا تو اب مجھے اس کا ازالہ کرلینے دو۔ میں جانتا ہوں عدن اچھا انسان ہے مگر میں تم سے محبت کرتا ہوں اگر میرے پاس بس ایک یہی زندگی ہے تو اسے تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں، مجھے اس کا موقع دو۔" یلماز کمال پرسکون لہجے میں کہہ رہا تھا۔ وہ شاید ٹھان چکا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے، وہ موقع گنوانا نہیں چاہتا تھا، ہر بات میں سدھار لانا چاہتا تھا مگر کیا وہ اس پر اعتبار کرسکتی تھی؟ پارسا کچھ کہہ نا سکی بس خاموشی سے اسے سنتی رہی تھی۔

❁ ☆ ❁
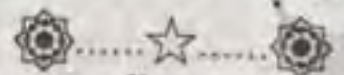
وہ اندھیرے میں کھڑی تھی، جب للی اس کے قریب آن رکی تھی، وہ پلٹ کر دیکھنا نہیں چاہتی تھی کہ اس کے پاس کون آن رکا ہے۔ وہ بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ مگر للی کے ہاتھ میں کافی تھی جو وہ اس کے لیے بنا کر لائی تھی اور وہ بات کرنے کے موڈ میں تھی تبھی ایک لمحے کو خاموشی سے اسے دیکھا تھا اور پھر مسکراتے ہوئے کافی کا کپ اس کی سمت بڑھا دیا تھا۔
"یہ کافی لے لو، تھکے ہوئے ذہن میں آئیڈیاز نہیں آتے اور تمہیں ابھی سوچنے کی ضرورت بہت زیادہ ہے۔" انابیتا نے للی کی طرف دیکھا تو وہ دوستانہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔ وہ اس کے ساتھ روڈ ہونا نہیں چاہتی تھی۔ اس کے جو بھی معاملات تھے وہ دامیان سوری کے ساتھ تھے، للی کے ساتھ اس کی ذاتی کوئی دشمنی نہیں تھی اور جب وہ خود اس کے پاس چل کر آئی تھی اگر وہ اس لمحے کرٹسی نہ نبھاتی تو شاید یہ اچھا نا ہوتا، تبھی اس نے ہاتھ بڑھا کر للی کے ہاتھ سے کافی کا کپ تھام لیا تھا، للی مسکرا دی تھی۔
"للی میں......" انابیتا نے بولنے کی ٹھانی تھی۔
"جانتی ہوں، پریشان ہو۔ بہت الجھی ہوئی اور اپ سیٹ ہو۔" للی نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا تھا۔
"تم کیسے جانتی ہو؟" انابیتا بیگ چونکی تھی۔ وہ پرسکون انداز میں مسکرا دی تھی۔
"تم سچ میں محبت کرتی ہو نا اس سے؟" للی نے لگی لپٹی رکھے بغیر پوچھا تھا۔

"کس سے؟" انابیتا کو اندازہ نہیں تھا وہ اس بارے میں بات کرے گی اور کوئی لگی لپٹی نہیں رکھے گی۔

"ایسے مت دیکھو میں جانتی ہوں یہ بات صاف صاف پڑھی جاسکتی ہے تمہاری آنکھوں میں، تمہارے چہرے پر اور ضروری نہیں ہے مجھے یہ بات کوئی اور بتائے۔ اتنی عقل تو میں بھی رکھتی ہوں بات میری سمجھ میں آسکتی ہے کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟" للی کیا بات جتانا چاہتی تھی؟ انابیتا کو لگا تھا اس کا سچ پوری دنیا پر عیاں ہوگیا ہو اور یہ راز ہر کوئی پا گیا ہو۔

"تم غلط سمجھ رہی ہو للی! ایسی کوئی بات نہیں ہے اور......" اس نے اس کی نفی کرنا چاہی تھی مگر اس کی نظریں جھوٹ کہنے کا جتن شاید نہیں جانتی تھیں یا پھر للی اس بات کو بخوبی جانتی تھی۔

"میں تمہاری دوست کبھی نہیں رہی اتنے قریب نہیں رہی تمہیں اچھی طرح سے جانتی تک نہیں مگر اب اتنی انجان بھی نہیں کہ جان نہ سکوں۔ محبت ایسا احساس ہے جو چھپ نہیں سکتا اور چھپایا جا نہیں سکتا۔ تم چاہتی ہو کہ یہ راز کوئی نہ جانے کسی کو اس کی خبر نہ ہو مگر پھر بھی یہ بات عام ہو رہی ہے۔ تم سمجھتی ہو ایسا ہو پائے گا کہ اس راز کی خبر کسی کو نہ ہو؟ یہ بات اگر میں جانتی ہوں تو کوئی اور بھی جانتا ہوگا نا اور......"

"پلیز للی! میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔ میں یہاں ہوں تو صرف ایک کرٹسی میں اگرچہ میں رکنا نہیں چاہتی اور بھاگ جانا چاہتی ہوں مگر تم اس کا مطلب یہ مت لو کہ میں کسی کی قربت چاہتی ہوں یا پھر کسی سے جڑے رہنا چاہتی ہوں مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" انابیتا بیگ اپنے اندر کی بے سکونی سے نمٹتے ہوئے اعتماد سے بولی تھی۔

"فرق تو کسی چیز سے بھی نہیں پڑتا انابیتا! مگر پھر بھی کبھی کبھی بہت فرق پڑتا ہے۔ میں نقصان کا اندازہ نہیں کرنا چاہتی مگر اس سب کے ہونے سے مجھے نہیں لگتا کسی کا کوئی فائدہ بھی ہوگا کہ نہیں کم از کم میرا تو نہیں۔ مجھے ایسا کر کے شاید کچھ ہاتھ نہیں آئے۔" وہ حتمی انداز میں بولی تھی۔ انابیتا نے اس کی سمت دیکھتے ہوئے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"میں نہیں جانتی تم کیا بات کر رہی ہو اور اس معاملے میں الجھ رہی ہو مگر میں اپنے دل کو جانتی ہوں۔ مجھے اپنی خبر ہے میں سمجھوتوں پر زندگی نہیں گزارنا چاہتی نا مجھے کوئی عنایت چاہیے اور نہ کوئی نوازش۔" انابیتا بیگ نے صاف گوئی سے کہا تھا۔ للی کافی کا سپ لیتی ہوئی مسکرا دی تھی۔

"مجھے خبر نہیں انابیتا! میں دبے رازوں کو جاننے کا وصف نہیں رکھتی۔ مگر میرے لیے ان حالات کا حصہ بنے رہنا کچھ بے وقوفی لگتا ہے۔ میں خود کو یہاں روک اور باندھ کر کسی بات کی آزمائش لینا نہیں چاہتی۔"

"تم ایسے کیوں کہہ رہی ہو؟ کیا تم اس منگنی سے خوش نہیں ہو؟" انابیتا نے اس کے لہجے کی بے سکونی کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا تھا۔ اسے جانے کیوں لگا تھا اس کی آنکھوں میں گہری چپ تھی وہ اس کی سمت نہیں دیکھ رہی تھی۔ کیا راز تھا اس چہرے پر؟ اگر وہ دونوں منگنی کرنے جا رہے تھے تو اس کے چہرے پر وہ خوشی کیوں ناپید تھی؟ کیا چل رہا تھا ان کے درمیان؟ انابیتا بیگ کو پہلی بار اس لڑکی سے ہمدردی محسوس ہوئی تھی پہلی بار اسے لگا تھا وہ لڑکی اس سے مختلف نہیں تھی تو کیا دامیان سوری اس سے بھی کوئی کھیل کھیل رہا تھا؟ وہ الجھ کر للی میک کو دیکھنے لگی تھی پھر پوچھا تھا۔

"تم کیا کہنا چاہتی ہو؟ ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ کہیں کوئی بات ہے؟" وہ جانچتی نظروں سے اسے دیکھتی ہوئی بولی تھی۔ وہ سر جھٹکتی ہوئی مسکرا دی تھی پھر کافی کا سپ لیا تھا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"تمہیں اچھا نہیں لگ رہا نا؟ یہاں اس ماحول کا حصہ بنے رہنا؟ بہت کٹھن دور سے گزر رہی ہو نا تم؟ بہت گھٹن ہے نا تمہارے اندر بھاگ جانا چاہتی ہو تم یہاں سے میں سمجھ سکتی ہوں کوئی بھی لڑکی ہوتی تو شاید ایسا ہی محسوس کرتی اگر میں بھی ہوتی تو ایسا ہی محسوس کرتی۔" للی اسے کب سے سمجھنے لگی تھی اسے حیرت ہوئی تھی۔

اس کے ساتھ ہمدردی تھی یا کوئی پچھتاوا تھا انابیتا بیگ سمجھ نہیں پائی تھی مگر وہ اس کی دوست نہیں تھی اور ایسی کسی ہمدردی کی

وجہ اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

۞......☆......۞
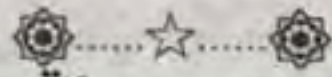
انائیا ملک رائل بلیو ایوننگ گاؤن میں تیار ہو کر اس کے سامنے آئی تھی تو وہ کتنی ہی دیر اسے ساکت نظروں سے تکتا رہا تھا پھر قریب آیا اور اس کے چہرے کو ملائمت سے چھوا۔

"بہت پچھتاوا ہے اگر عشق ہو جاتا تو اتنے لمحے ضائع نہیں ہوتے۔" مدہم لہجے میں ایک سرگوشی اس کی سماعتوں کے قریب ہوئی تھی۔ انائیا ملک کو اس کی پرتپش نظریں اپنے گرد حصار کھینچتی محسوس ہوئی تھیں۔

"مجھے لگتا ہے غلطی ہوگئی مجھے وقت کو موقع دینا چاہیے تھا وقت اس طور گنوانا نہیں چاہیے تھا۔" مدہم سرگوشی میں اسے کئی خواہشیں جلتی بجھتی محسوس ہوئی تھیں۔ کیا ہو رہا تھا معارج تغلق کو واقعی کوئی پچھتاوا تھا وہ کوئی ازالہ کرنے کی ٹھان رہا تھا۔

اسے واقعی کوئی احساس ہو رہا تھا کہ لمحے رائیگاں گئے وہ اپنے دل کی دھڑکنوں کو سنبھالنے کے جتن کرتی آنکھیں میچ گئی تھی وجود اچانک ہی جیسے کسی طوفان کی زد پر آن ٹھہرا تھا۔ وہ ایک بار پھر آزمائش میں تھی۔

"مجھے گلہ ہے لمحے رائیگاں گئے مگر شاید اتنی دیر بھی ابھی نہیں ہوئی مگر ان خواہشوں کا ادراک پہلے کیوں نہیں ہوا ہو جاتا تو اتنی تفاوت نہ رہتی۔ نگاہ اتنی اجنبی نہ رہتی۔ میں نے کئی دن لیے ان فاصلوں کو مٹانے میں کتنا بدھو ہوں میں یہ فیصلہ پہلے کیوں نہیں کیا؟ قدم مجھے ہی اٹھانا تھے تو پھر اتنی دیر کیوں کی؟" اس کے گرد بازو پھیلا کر اسے خود سے قریب کیا انائیا ملک ان نوازشوں کے لیے تیار دکھائی نہیں دی تھی۔ تبھی تعرض برتتے ہوئے اس کی گرفت سے نکل جانا چاہا مگر وہ اس پر مائل دکھائی نہیں دیا تھا اسے جیسے اس کی پروا نہیں تھی کہ وہ کیا چاہتی ہے۔ کیا سوچتی ہے یا پھر وہ واقعی لمحہ لمحہ اس کے قریب آرہا تھا؟

"مجھے احساس نہیں ہوا میں قطرہ قطرہ تمہاری سمت بہنے لگا۔ تم نے میرے بہاؤ کو اپنی طرف موڑا یا یہ کوئی معجزہ ہوا مگر اس کا اندازہ مجھے بھی نہیں ہو پایا۔ میں جیسے کسی خواب سے جاگا ہوں تو یہ راز کھلا کہ میں تمہاری سمت ہوں۔ تمہارے لیے بہہ رہا ہوں بہتا جا رہا ہوں اس بہاؤ میں کوئی جادو ہے جو مجھے اپنے ساتھ باندھ رہا ہے یا پھر یہ جادو تم میں ہے؟ تم اپنے ساتھ باندھ رہی ہو؟ مجھے اپنے راستوں سے بھٹکا کر اپنے راستوں پر لا رہی ہو؟ یہ سمتوں کا بدلنا فطری ہے یا پھر اس میں واقعی کوئی اسرار ہے؟" اس کی پرتپش نظروں سے گھبرا کر وہ چہرہ پھیر گئی تھی۔ سارا وجود جلنے لگا تھا معارج تغلق کیوں اس کی آزمائش کر رہا تھا کیوں جان کو مشکل میں ڈال رہا تھا۔

"میں نہیں چاہتا تم تجربات سے گزرو یا کوئی معرکہ آرائی کرو مجھے چوٹی سر کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں مگر میں تمہارے لیے دنیا تیاگ دینے کو فی الحال مائل نہیں۔ یہ کچھ مشکل ہے۔ تمہارا حسن دو آتشہ سہی یہ پیکر چاند سا سہی مگر خرد کو خیر باد کہہ دینا اتنا مناسب دکھائی نہیں دیتا۔ مجھے کچھ مہلت دو میں سنبھلنا چاہتا ہوں یوں بہتے بہتے کسی غلط سمت نہ نکل جاؤں مجھے یہ خدشہ ستا تا رہا ہے۔ اسی لیے تمہارے ساتھ اور تمہاری سمت بہنے سے خود کو روکتا رہا ہوں تم کوئی اسرار رکھتی ہو کچھ تو ہے تم میں۔ کوئی جادو یا پھر کوئی طلسم۔ مگر کچھ ہے۔" گرم گرم سانسیں اسے اپنے چہرے پر محسوس ہوئی تھیں۔ انائیا ملک نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر ہمت کر کے فاصلوں کو برقرار رکھنا چاہا تھا پھر وہ کمزور سی آواز میں بامشکل بولی تھی۔

"دیر...... دیر ہو رہی ہے ہمیں۔" اس کے پاس مناسب جواز تھا۔

مگر معارج تغلق نے سنی ان سنی کر دی تھی۔ اسے لے کر آئینے کے سامنے آن رکا اور خود اس کی پشت پر رک کر اسے آئینے میں بغور دیکھا پھر ایک بیش قیمت نیکلس اس کی گردن میں پہنا دیا تھا۔ ستائشی انداز میں اس کے عکس کو آئینے میں دیکھا تھا۔ انائیا ملک دنگ رہ گئی تھی نیکلس کی چمک سے اس کی آنکھیں خیرہ ہو رہی تھیں۔ معارج تغلق نے اس پر اپنی پسندیدگی کی مہر ثبت کی تھی۔ انائیا ملک کو جیسے انگاروں نے چھوا تھا۔

"یہ...... یہ بہت قیمتی ہے اگر کھو گیا تو......" اس نے اس کی توجہ بانٹنے کو بولنا مناسب خیال کیا تھا۔ وہ اس کی توجہ اس کا دھیان کسی اور طرف موڑنا چاہتی تھی۔ اس کی دیوانگی اس کے لیے خطرہ تھی وہ ایک حد بندی رکھنے کی حتی الامکان کوشش کررہی تھی۔

"یہ بے قیمت تھا بیش قیمت اب ہوا جب تمہاری گردن میں آیا۔ کھو جاتا ہے تو کوئی فرق نہیں مگر یہ لمحے کھو جاتے یا تم ساتھ نہ ہو تو یہ نقصان ناقابل تلافی ہوگا۔ یہ نیکلس حیران ہے صرف اس لیے کہ تمہارا لمس اسے میسر ہے۔ تم نے اسے چھو کر نایاب کیا۔" انائیا ملک کو یقین نہیں آرہا تھا یہ وہی معارج تغلق تھا یا پھر یہ کوئی اور نیا کھیل تھا؟

۞......☆......۞
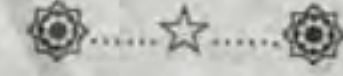
محبت بہتے پانی سی
کچھ الجھی سی کچھ سلجھتی سی
کچھ جانی کچھ انجانی سی
کتابوں میں دبے پھولوں سی
بارشوں میں بھیگے لہجے میں بولتی
کائی لگی درزوں میں چھپی
تارا تارا جلتی بجھتی
بند گھڑیوں کو کھولتی باندھتی
لمحوں کو گنتی دنوں کا شمار کرتی
کچھ مضطرب، کچھ جان گسل
کائی لگی درزوں میں چھپی
بند گھڑیاں کھولتی باندھتی
میرے گرد طواف کرتی
مجھے پہلے سے زیادہ حیران کرتی ہے
محبت حیراں حیراں سی

اناہیتا بیگ چیزوں کی لسٹ بنا کر ملازم کو دے رہی تھی۔ ساتھ ہی کسی کو ڈیکوریشن میں مدد دے رہی تھی اور ہدایتیں دے رہی تھی۔ سادہ سے حلیے میں وہ اپنے آپ سے الجھتی ہوئی اس لمحے وہ جیسے سب سے چھپنے اور بھاگ جانے کے جتن کررہی تھی دامیان نے دور کھڑے اسے دیکھا پھر اس کی سمت بڑھنے لگا۔ وہ اتنی محو تھی کہ اسے اپنی سمت آتا نا دیکھ پائی دامیان سوری اس کے مقابل آن کھڑا ہوا۔

"خود کو امتحان میں ڈالنے کی کیوں ٹھان رکھی ہے؟ جب صاف منع کردیا تھا تو پھر کیا ضرورت تھی آنے کی؟" وہ پوری توجہ سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ اناہیتا بیگ نے اس کی سمت نگاہ نہیں کی تھی۔ وہ بہت بزی تھی یا پھر ظاہر کررہی تھی۔ وہ توجہ دیئے بنا پلٹ کر اپنے کیے گئے انتظامات کو دیکھنے کے لیے آگے بڑھ آئی تھی۔ یہ سارے جتن وہ کس کے لیے کررہی تھی؟ دامیان سوری سینے پر ہاتھ باندھے اطمینان سے کھڑا اسے یہاں سے وہاں بھاگتا دیکھ رہا تھا۔ وہ یہ ساری تگ و دو اس کے لیے کررہی تھی صرف اس کی خوشیوں کے لیے؟

کیا وہ ایسا کرنے میں خوش تھی؟ سب کو جلدی جلدی چیزیں وہاں سے ہٹانے کے لیے کہہ رہی تھی مگر کوشش کرتے کرتے بھی سب بھیگ ہی گیا تھا۔ وہ بہت اداس سی گھٹنے ٹیک کر وہیں گھاس پر بیٹھ گئی تھی کچھ دیر تک خالی خالی نظروں سے سب تیاریوں کو دیکھتی رہی تھی پھر جانے کیوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔ تیز برستی بارش میں وہ کس بات کا زیادہ سوچ کر رو رہی تھی کس بات کا ملال تھا جو یہ آنسو یوں بہہ رہے تھے اور بے قدر ہوکر بارش کا حصہ بن رہے تھے۔

وہ اس لمحے بہت معصوم لگی تھی کسی بچی کی طرح جو بہت اہتمام سے سب سجائے اور ایک لمحے میں سب ڈھیر ہوجائے۔ دامیان سوری اسے دور کھڑا دیکھتا رہا پھر اس کے قریب آکر گھٹنے ٹیک کر اس کے سامنے بیٹھ گیا اور اسے بغور دیکھنے لگا۔ وہ اس کی سمت بنا دیکھے رو رہی تھی اور چاہتی تھی کہ اسے اس کی خبر نہ ہو۔ دامیان سوری کی آنکھیں اسے بھرپور دیکھ رہی تھیں پھر آہستگی سے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"میں جانتا ہوں آسان نہیں ہے۔ بہت کٹھن ہے مگر تم کیوں کررہی ہو؟ کس کے لیے؟ میں دیکھنا چاہتا تھا آزمانا چاہتا تھا تم کر بھی پاؤ گی یا کہ نہیں۔ تم میں حوصلہ ہوگا بھی کہ نہیں۔ مگر تم نے مجھے ہرا دیا اناہیتا بیگ! صرف یہ جتانے کے لیے کہ تم میں ہمت ہے تم یہ سب کر گزریں؟ صرف مجھے غلط ثابت کرنے کے لیے کہ جو میں سوچتا ہوں غلط ہے؟ تم ایسا کیسے کرسکتی ہو اناہیتا بیگ! تم میرے اور اپنے ساتھ ایسے تجربات کیسے کرسکتی ہو؟ مجھے روکتیں کیوں نہیں ٹوکتیں کیوں نہیں؟ غصہ ہے تو نکال باہر کرو کچھ برا لگ رہا ہے تو مجھے بتاؤ یہ کیا ہے اناہیتا؟ تم ایسے پانی جیسی کیسے ہورہی ہو جیسے ڈھال رہا ہوں ویسی کیوں بنتی جارہی ہو؟ تمہارا اپنا وجود کیا ہے اس کی نفی کیوں کررہی ہو؟ اپنے دل کو کیوں جھٹلا رہی ہو اور سب سے بڑھ کر مجھے...... مجھے کیوں جھٹلا رہی ہو؟" وہ اس کے سامنے ڈٹ کر آج ہر بات سے پردہ اٹھانے کی ٹھان رہا ہے مگر وہ یک دم اٹھی تھی اور وہاں سے نکل جانا چاہا تھا مگر تبھی دامیان سوری نے سرعت سے اس کا ہاتھ تھام کر اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔ وہ سنبھل نہیں سکی اور اس کے سینے سے آن ٹکرائی تھی۔ برستی بارش میں جیسے وجود کو انگاروں نے چھوا تھا وہ سنبھل کر سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی تھی۔ چہرہ بے رنگ تھا اور آنکھیں سرخ دامیان سوری کو اس کی کیفیت کا بھرپور اندازہ تھا مگر وہ اس کے زخموں پر مرہم رکھنے کے چکر میں ہر بات کو پہلے سے زیادہ بگاڑ جاتا تھا جیسے اسے اس بات کا بخوبی احساس تھا تبھی اس کی سمت دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"سنو اناہیتا! مجھے اندازہ ہے میں غلط کررہا ہوں میں نے ہمیشہ غلط ہی کیا ہے مگر تم کیا کررہی ہو اناہیتا؟ کیوں راستے بند کررہی ہو دم گھٹ جائے گا اناہیتا! ایسا مت کرو مجھے مارو پیٹو غصہ کرو مگر پلیز خود کو یہ سزائیں نا دو تم کو اس بھنور میں پھنسانے والا میں ہوں اس سب کا ذمہ دار میں ہوں مگر کیا جانتی ہو تم کسی سچ کی خبر نہیں تمہیں۔ اس دل کی کیوں نہیں سنتیں تم؟ ادھر...... ادھر دیکھو میری طرف نظر کرو اناہیتا! تم کیوں انجان بننا چاہتی ہو؟" وہ اسے تمام معاملات کی آگاہی دینے کا ارادہ کررہا تھا مگر اناہیتا جیسے کچھ سننا نہیں چاہتی تھی۔

"میں تم سے کوئی بات کرنا نہیں چاہتی دامیان سوری!" سخت لہجے میں کہتے ہوئے اسے گھورا تھا۔ برستی بارش میں اس کا چہرہ کچھ اور کھل گیا تھا۔ وہ بہت دل کشی رکھتی تھی یا پھر دامیان سوری اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دینے پر مائل تھا۔ اسے تھام کر کچھ قریب کیا تھا بھرپور وارفتگی سے اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔ اس بارش میں کوئی جادو تھا کوئی طلسم تھا یا پھر یہ محبت اردگرد پھیلی تھی۔ دامیان سوری نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا پھر اپنا چہرہ اس کے قریب لے آیا تھا۔ اناہیتا بیگ ساکت سی اس کی سمت دیکھ رہی تھی۔ کوئی شے تھی جو ان دونوں کو باندھنے لگی تھی۔ دامیان سوری کی نگاہوں سے پھوٹتی تپش کا احساس تھا کہ اس کی دھڑکنوں کا شور اناہیتا بیگ اس سے دور جانے کے جتن کرتی ہوئی اس لمحے بے بس دکھائی دی تھی۔

"مجھے احساس ہوگیا ہے اناہیتا! محبت اردگرد پھیلی ہوئی ہے اور اس کا احساس بھرپور ہے۔ میں جان گیا ہوں اناہیتا! یہ احساس کیا ہے مجھ سے یوں دور مت رہو یہ دیواریں اٹھانا بند کردو مجھے گوارا نہیں ہے حسد ہوتا ہے جلن ہوتی ہے تمہیں ہوا بھی چھو کر گزرے تو میں طوفانوں کی زد پر آجاتا ہوں یہ موسم تمہاری سانسوں سے مہک رہا ہے تو مجھے جلن ہورہی ہے۔ یہ بوندیں تمہیں چھو رہی ہیں تمہارے لمس سے دہک رہی ہیں تو مجھے گھٹن ہورہی ہے زمانوں کو موسموں کو تہس نہس کرنے کو دل چاہتا ہے جانتی ہو ایسا کیوں

ہے کیوں جاننا نہیں چاہتی ہو تم؟ یا پھر جانتے بوجھتے بھی اگنور کرنا چاہتی ہو؟" اس کے لب اسے اپنے بالوں پر ملتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ بارش میں جیسے اسے انگارے چھو رہے تھے۔ اس کی دیوانگی عروج پر تھی' جیسے وہ بے خود ہو رہا تھا۔

"ہار رہا ہوں میں انابیتا! ہار گیا ہوں' کہو تو زمانے وار دوں' دنیا تیاگ دوں' کیا کروں؟ جو کہو گی کروں گا' جیسا جیسا کہو گی ویسا ویسا کروں گا۔ بس اتنا یقین دلا دو کہ اس کے آگے جو دنیا ہوگی وہ صرف اور صرف میری ہوگی۔ اس دل کی دھڑکنوں پر بس میرا حق ہوگا آنکھوں کی سب روشنی میری ہوگی۔ مانگنے کا حق رکھتا ہوں کیونکہ صرف تمہارے لیے میں نے مدتوں کو سمیٹا ہے' فاصلوں کو جھیلا ہے۔ کتنا بے حد...... بے حساب چاہا ہے۔ بس تمہیں خبر نہیں ہونے دی' چاہتا تھا تم خود محسوس کرو' مگر تم نے تو زبان پر تالے لگا دیئے۔ تمہیں اس کی خبر ہوئی یا نہیں۔ اس کی خبر نہیں مگر دل میں ایک قلق تھا' تم میرا پیار محسوس کرو' ایک ضد تھی تم پر ھو ان نظروں کے سارے بھید جان لو' مگر تم تو بہت کوری ہو' تمہیں فرق ہی نہیں پڑا' تمہاری بلا سے کوئی جیے یا پھر بھاڑ میں جائے۔ تمہاری بے نیازی کمال کی ہے اور یہی مجھے اچھا نہیں لگتا۔ مجھے اس بے نیازی کو ختم کرنے کی ضد تھی' ضد تھی کہ تم بے خبر نہ رہو' سو تمہیں نیاز مند کرنے کی ٹھانی مگر تمہیں تو اس سے بھی فرق نہیں پڑا۔ اس سے بھی کوئی سروکار نہیں۔ انابیتا بیگ! ایسی بے حسی کیوں؟ اپنے نقصان کی تمہیں خبر نہیں' محبت ہے مجھے تم سے' کتنی محبت ہے' کچھ خبر ہے؟ آئی لو یو ڈیم اٹ! تمہیں فرق کیوں نہیں پڑتا؟" دامیان سوری نے پہلی بار باضابطہ اپنی محبت کا اظہار کیا تھا۔ اس لہجے میں تپش تھی' انابیتا بیگ اگر صرف یہی اقرار سننا چاہتی تھی تو وہ سن چکی تھی۔ اس کا پورا وجود کسی طوفان کی زد پر آ گیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا دامیان سوری اس کے ساتھ کیا کوئی کھیل کھیل رہا تھا؟

ایک طرف وہ للی بیگ سے منگنی کر رہا تھا اور دوسری طرف اس سے محبت کا اظہار کر رہا تھا۔ کیا تھا یہ؟ وہ ساکت سی دامیان سوری کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کی تپش بے معنی تھی کیا؟ کیا یہ صرف کوئی ضد تھی؟

صرف اک خو تھی؟ وہ اس کی انا کو توڑنا چاہتا تھا' تار تار کرنا چاہتا تھا اس کا غرور؟ تہس نہس کرنا چاہتا تھا اس کا وقار؟ کیا چاہتا تھا وہ؟

"آئی لو یو انابیتا! مجھے تم سے بے انتہا اور بے حد پیار دل کی گہرائیوں سے' میرے دل میں بس تم ہو کوئی اور نہیں۔ صرف تم ہو جسے میں چاہتا ہوں' بے حد بے حساب۔ صرف تم ہو جس کی مجھے ضرورت ہے۔ وہ تم ہو انابیتا بیگ! میری تمنا تم ہو' میری خواہش تم ہو مگر تمہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور کیا کروں' کتنے چکر کاٹوں تمہارے گرد؟ کتنا طواف کروں' میری عبادتوں کا شمار تم نہیں کرتیں؟ میری ریاضتوں کی خبر تمہیں کیوں نہیں' یہ جو ایک جنوں تم سے وابستہ ہے اس کی خبر تمہیں کیوں نہیں ہے؟ صرف اس لیے کہ تمہیں اپنی انا اپنے دل سے زیادہ پیاری ہے۔ اس دل کے شور کو کان بند کر کے نہیں سنا چاہتی آخر کیوں؟ اس سچائی کو جھٹلانا چاہتی ہو کہ میں بھی تمہاری خواہشوں میں ہوں مگر یہ سب کر کے تمہیں کیا سکون ملے گا؟ کیا سکون ملے گا تم خود بھی بے سکون ہونا انابیتا بیگ! ایک اضطراب اب خود بھی جھیل رہی ہو اور مجھے بھی اس کا حصہ بنا رہی ہو' قصور تمہارا ہے انابیتا! اگر تم صرف مجھ سے اقرار چاہتی تھیں تو لو میں نے اقرار کر لیا' ہار گیا میں' سارے کھیل ختم۔ اب بولو کیا چاہتی ہو تم؟" اس کو شانوں سے تھام کر وہ اس کی آنکھوں میں بغور تکتے ہوئے بولا۔ انابیتا ساکت سی اسے تکتی رہی تھی۔ دونوں بارش میں بھیگ رہے تھے مگر یہ موسم کوئی خوش کن احساس نہیں جگا رہا تھا' وہ پہلے سے زیادہ الجھ رہے تھے۔ بارش دلوں کو ایک ساتھ باندھنے میں جیسے ناکام رہی تھی۔ انابیتا نے اپنے گرد سے اس کی گرفت ہٹائی تھی اور اس موسم کے جادو کا حصار ایک پل میں توڑ دیا تھا۔ الٹے قدم چلتی ہوئی اس سے دور ہوئی اور پھر پلٹ کر اس سے دور ہوتی وہاں سے نکلتی چلی گئی۔ دامیان سوری کی ساری ریاضت بے کار گئی تھی۔ اس کی پوری کوشش پر انابیتا بیگ نے پانی پھیر دیا تھا۔ وہ ہارا ہوا سا کھڑا اسے جاتا دیکھ رہا تھا۔

❁......☆......❁

انائیا ملک کو یہ زمانہ خواب سا لگ رہا تھا۔ اسے لگ رہا تھا وہ کسی اور دنیا میں آ گئی ہو۔ اس دنیا میں جہاں اس کا دوسری دنیا

سے رابطہ نہیں ہوتا تھا۔ یہاں سے پلٹنا تھا تو کیا وہی پرانے زمانے اس کے منتظر ہوتے تھے؟

معارج تغلق بہت مختلف لگ رہا تھا۔ اس کی نظروں سے نکلتی شعاعیں اسے اپنے ساتھ باندھ رہی تھیں' اس کے دل کو جکڑ رہی تھیں۔

وہ التفات' وہ کرم اس کے لیے بہت نئی بات تھی اگر یہ صرف کسی ڈرامے کا حصہ تھا تو ٹھیک اور اگر یہ سب سچ تھا تو اس کی حقیقت کیا تھی؟ اسے ہمیشہ اس کے ساتھ تو نہیں رہنا' واپس لوٹ جانا تھا۔

دونوں کے راستے الگ تھے' تو وہ اس کے ساتھ کی متمنی کیوں ہو رہی تھی اور وہ اس کے ساتھ ہو کر بھی اس کے ساتھ کیوں نہیں ہو پا رہی تھی۔

اس پارٹی میں دونوں کو ساتھ ساتھ دیکھ کر ہر نظر ستائشی انداز میں اٹھ رہی تھی۔ اس کپل کو شام کا بیسٹ کپل قرار دیا جا رہا تھا۔ اس کے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے وہ کسی اور جہاں میں تھی۔ بادلوں پر قدم رکھ رہی تھی شاید یا پھر فضاؤں میں اڑ رہی تھی۔ یہ اس کی خواہشوں میں تھا اس کی ہمراہی میں رہنا' اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنا' یہی اس کی تمنا تھی۔ وہ ہمیشہ اس کی متمنی رہی تھی۔ اسے چاہتی رہی تھی مگر وہ کتنا کٹھور تھا؟ کتنا بے مہر تھا۔

معارج تغلق نے اسے اپنی طرف دیکھتا پا کر اس کی سمت سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔ اس نے سر جھٹک کر نفی میں ہلا دیا تھا اور اس کی سمت سے نظر ہٹا گئی تھی۔

"تم میری طرف دیکھ سکتی ہو' میں پرایا نہیں ہوں۔" اسے بے خبر بنتے دیکھ کر معارج تغلق نے کہا تھا۔ کیا وہ جانتا تھا کہ اس کی سمت دیکھ رہی ہے یا پھر وہ اس کی خواہشوں کو جانتا تھا؟ اس کے دل کی دھڑکنوں کو پڑھ رہا تھا؟ وہ آنکھیں میچ کر ایک لمبی گہری سانس خارج کرنے کو تھی جب اس کی آواز سماعتوں میں پڑی۔

"تمہیں یقین و گمان کے درمیان رہنا اچھا لگتا ہے یا پھر تمہیں خود کو پریشان کرنا اچھا لگتا ہے؟" انائیا ملک نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ سب ڈانس فلور پر محو رقص تھے' معارج تغلق نے ہاتھ اس کی سمت بڑھایا تو وہ چونکتے ہوئے دیکھنے لگی تھی۔

"اس شام کا بہترین جوڑا اگر ساتھ رقص نہیں کرے گا تو یہ شام بہت بے معنی ہو جائے گی نا؟" وہ خواہشوں کو بڑھا رہا تھا۔ انائیا جیسے اس کا معمول بن گئی تھی۔ اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا' وہ رائل بلیو گاؤن میں کسی گڑیا سی لگ رہی تھی۔ اس کے بازوؤں میں جیسے کوئی کانچ کا پیکر تھا اور معارج تغلق اس حقیقت سے جیسے واقف تھا۔ اس شام میں کوئی طلسم تھا۔ انائیا ملک اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کشش محسوس کر رہی تھی۔

معارج تغلق کی نظریں اسے اپنے ساتھ باندھنے لگی تھیں۔ وقت ایک سحر پھونکنے لگا تھا۔ وہ بے خودی لمحوں کے سنگ بہنے لگی تھی۔ خواہشوں کو بے لگام چھوڑ دیا تھا۔

معارج تغلق کی آنکھیں کچھ کہہ رہی تھیں' وہ معنی سمجھ سکتی تھی کہ نہیں مگر وہ ان آنکھوں سے بچنے کی سعی کر رہی تھی۔ ان کی طرف دیکھنے سے گریزاں تھی' اسے ڈر تھا جیسے وہ ہار جائے گی۔ جیسے خود کی نہیں رہے گی' اس شام کچھ عجیب ہوگا' اسے خدشات ستانے لگے تھے۔ معارج تغلق نے بازوؤں کا دائرہ اس کے گرد تنگ کر کے اسے خود سے کچھ اور قریب کیا تھا۔ اس کی دھڑکنوں میں تلاطم سا برپا ہوا۔ اس کا گریز بے معنی ہو گیا تھا۔ سارا تردد جاتا رہا تھا' ایک پل میں وہ اس کے سامنے زیر تھی' اس کے بازوؤں میں پگھل رہی تھی' چہرہ دہک رہا تھا۔

اس کی جان کسی قیامت کے زیر اثر تھی۔ معارج تغلق کی نظروں میں جو تپش تھی' وہ اس کا سامنا نہیں کر پا رہی تھی۔ معارج تغلق کے ساتھ اس کا رشتہ کچھ بھی ہو مگر وہ اس کی حقیقت جانتی تھی۔ اس سے اس ماحول کا حصہ بنے رہنا ممکن نہیں رہا تھا۔ وہ اس کی گرفت سے نکلنے کو مچلی مگر معارج تغلق جیسے اس پر مائل دکھائی نہیں دیا تھا۔ اسے تھام کر قریب کیا تھا اور

اس کے شانے پر سر رکھ دیا تھا۔

"مجھے جیت لو انائیا ملک! مجھے باندھ لو میں بکھر رہا ہوں' الجھ رہا ہوں' مجھے سمیٹ لو۔ کوئی کرم کرو' مجھے گمان ہے تم کرسکتی ہو۔ سب ممکن ہے تمہارے لیے' کچھ ناممکن نہیں۔ مجھے باندھ لو' بے بس کردو چاہے شکست پا کر دو زیر کرلو مگر مجھے یقین دو کہ یہ گزرتا وقت اتنا بے معنی نہیں' اس کی نبضوں پر ہاتھ رکھ کر تم سب ممکن کرسکتی ہو۔ تمہیں وصف آتا ہے۔ تمہارے لیے سب کروں گا' بس یقین دو کہ تم اس شام میں اور آنے والے زمانوں میں وقت کی نبض تھامے رہو گی۔" عجیب جنونی سا انداز تھا۔ اس کی سانسیں اسے جلانے لگی تھیں۔ وہ اس کی دیوانگی پر حیران تھی' یہ وقت کیا کھیل کھیل رہا تھا اس کے ساتھ؟

معارج تغلق کی بے تاب آنکھوں میں زمانے تیرتے لگ رہے تھے' خواہشوں کا انبار تھا اور وہ تھکنے لگی تھی' ٹوٹنے لگی تھی۔ اس کی گرفت سے نکلی تھی اور تقریباً بھاگتی ہوئی باہر نکل آئی تھی۔ تیز بارش میں رک کر گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے اسے گمان بھی نہیں تھا کہ وہ اس کے پیچھے آگیا ہے۔ اسے تھام کر وہ بہت مدہم لہجے میں بولا۔

"اپنے خدشے مجھے دے دو انائیا ملک! میں انہیں دور سمندر میں اچھال آؤں گا اور اس بات کا یقین دلا دوں گا کہ اس کے بعد کوئی بدگمانی تمہاری طرف نہیں آئے گی۔" اس کے لہجے میں عجیب پاگل پن تھا۔ تیز بارش میں وہ اس کے لہجے کی تپش کو صاف محسوس کررہی تھی' اسے لگا وہ کوئی کرشماتی رات تھی' جیسے کوئی راز راز نہیں رہنا تھا' اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا' وجود کپکپا رہا تھا۔ انائیا ملک نے پلٹ کر معارج تغلق کی سمت دیکھا' اس نظر میں کیسے خدشے تھے کہ ان نظروں میں یک دم نرمی اتر آئی تھی۔ وہ خواہشوں میں بہتے بہتے رک گیا تھا۔ پیار سے اس کا چہرہ چھوا' نرمی سے تھپتھپایا تھا' وہ جیسے اسے اس بات کا یقین کرانا چاہتا تھا کہ وہ اسے نقصان نہیں پہنچائے گا اور وہ اس کا خیر خواہ ہے' اگر یہ محبت تھی تو بہت پُر کشش تھی۔ اس کی نظروں سے پھوٹتی شعاعیں بہت سبک اور نرم تھیں۔ وہ اس کی سمت خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔ معارج تغلق نے اپنا کوٹ اتار کر اس کے شانوں پر رکھ دیا تھا اور اس کا ہاتھ تھام کر گاڑی کی سمت لے آیا۔

"تمہیں اس طرح بارش میں نکلنا نہیں چاہیے تھا' سرد موسم میں بھیگنا ٹھیک نہیں۔" معارج تغلق نے کہا اور پھر بنا اس کی سمت دیکھے گاڑی ہوٹل کی سمت بڑھا دی تھی۔ وہ اس کی سمت دیکھ نہیں سکی تھی' وہ جیسے کسی محاذ پر ڈٹی تھی' اس بار وہ کسی اور سے نہیں خود سے ہار رہی تھی۔

۞......☆......۞
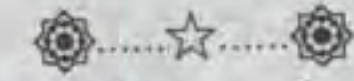
محبت انوکھی چیز ہے اس کے تیور نرالے ہیں' مگر ہر رنگ دوسرے رنگ سے زیادہ چونکا دیتے ہیں' جہاں یقین ہونے لگے کہ بس یہی منظر آخری ہے وہیں محبت ایک اور موڑ لے کر قدموں میں رکھ دیتی ہے اور پھر اتنی ہی بے یقینی میں گھیر دیتی ہے' انابیتا کے لیے ان لفظوں کو سننا کوئی خوش کن احساس نہیں تھا۔ دامیان سوری کے انکار نے کوئی انوکھی دنیا نہیں بسائی تھی' نا خوابوں کے جہاں آباد کیے تھے' مگر اسے اس سے اور دوری پر لا پٹخا تھا' وہ دوسرے دن اس کی طرف نہیں گئی تھی۔ خود کو کمرے میں بند کر کے پڑی رہی تھی۔

کیا چاہتی تھی وہ؟ وہ ہارے جائے؟

وہ ہار گیا تھا پھر کیا اور چاہیے تھا؟ وہ اس کا نہیں تھا؟ کسی اور کے ساتھ تھا۔

بس یہی قلق تھا یا پھر اور کچھ بھی تھا؟

وہ شام اندر کی گھٹن سے گھبرا کر ٹیرس پر آئی تھی جب ایکسل آگیا تھا۔

"تمہیں کیا ہوا؟ منہ پر بارہ کیوں بج رہے ہیں؟ تمہیں آج دامیان کی طرف نہیں جانا؟ میں نکل رہا تھا مگر گاڑی خراب ہوگئی' سوچا دوست سے لفٹ لے کے تمہاری طرف آجاؤں' تمہیں بھی اسی طرف جانا ہوگا سو گاڑی کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا مگر انابیتا نے اس کی سمت دیکھے بنا سر انکار میں ہلا دیا تھا۔

"میں نہیں جاؤں گی' تم آٹو پکڑ کر چلے جاؤ۔" انابیتا بیگ نے ٹھان لی تھی جیسے اب مزید خود کو ان راہوں پر نہیں ڈالے گی۔

"تم سیریس ہو؟ مجھے لگا تم مذاق کررہی ہو۔" ایکسل کا مزاج عجیب تھا وہ ہر بات کو مذاق میں اڑانے کا فن جانتا تھا مگر وہ اس وقت موڈ میں نہیں تھی مگر وہ اس کے ساتھ سختی بھی نہیں برت سکی تھی۔

"ایکسل تمہیں دیر ہورہی ہے تم چلے جاؤ' میں واقعی نہیں جاؤں گی۔" وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔

"تم ٹھیک تو ہو انابیتا! کیا ہوا ہے' تمہیں دامیان سے کوئی پرابلم ہے...... ہے نا؟" ایکسل نے پوچھا مگر وہ کچھ نہیں بولی تھی' تبھی ایکسل گہری سانس لیتے ہوئے بولا تھا۔

"وہ پاگل ہے انابیتا بیگ! اسے خبر نہیں ہے تم نے کسی ڈوبتے انسان کو دیکھا ہے' وہ خود کو بچانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتا ہے مگر دیکھنے والوں کو وہ ایک مضحکہ خیز کھیل لگتا ہے۔ وہ خود سمجھ نہیں پا رہا کہ وہ ایسا کیوں کررہا ہے مگر وہ سب کچھ شاید کسی بوکھلاہٹ میں کررہا ہے۔ کسی بڑے طوفان سے یا پھر بھنور سے نکلنے کی کوئی کوشش بھی ہوسکتی ہے۔ یہ تم جو دیکھ رہی ہو وہ کوئی خواب کی بات بھی ہوسکتی ہے' سب حقیقت ہی نہیں ہوتا اور سب سراب بھی نہیں۔" ایکسل کچھ بے وقوف تھا مگر کبھی کبھی کام کی بات بھی بول جاتا تھا' اس کی بات میں کچھ تو تھا کہ وہ اس کی سمت تکنے لگی تھی۔

"تم کیا سلجھانے کی کوشش کررہے ہو ایکسل! وہ جو بھی کررہا ہے اس سے مجھے کیا فرق پڑتا ہے اور مجھے کیا واسطہ ہے' یا سروکار ہے؟ میرا اس سے کچھ لینا دینا نہیں۔ وہ کچھ بھی کرے' مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" وہ خود اپنے آپ کو جھٹلا رہی تھی' ایکسل اسے دیکھ کر مسکرا دیا تھا۔

"انابیتا بیگ! وہ بھی تمہارے جیسا ہے کچھ کچھ' بہت انوکھے ہو تم دونوں مگر جس زاویئے سے میں دیکھ رہا ہوں اس سے اصل معاملے کا تعین زیادہ ہوتا ہے' مگر افسوس تم دونوں اپنی اپنی جگہ چھوڑنے کو تیار نہیں۔ دونوں مورچہ بندی کیے بیٹھے ہو اور دونوں مزائل داغ رہے ہو مگر ایک بات جو میں جانتا ہوں تم دونوں جاننا نہیں چاہتے یا پھر جانتے بوجھتے اگنور کرنا چاہتے ہو۔" ایکسل بولا تھا تو انابیتا اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"تم دونوں ایک دوسرے کے لیے ضروری ہو یہ سب سے بڑی حقیقت ہے۔" انابیتا بیگ سر نفی میں ہلانے لگی تھی' پھر مدہم لہجے میں بولی تھی۔

"ایکسل تم پاگل ہو؟ کیا کہہ رہے ہو تم؟ وہ بندہ منگنی کررہا ہے اور تم مجھے یہ کہہ رہے ہو کیا فضول کی بکواس ہے یہ؟"

"وہ منگنی کررہا ہے مگر کیوں؟ یہ بات سمجھنے کی کوشش کرسکتی ہو تم؟" ایکسل بولا تھا۔

"ایکسل میں یہ سب سمجھنا نہیں چاہتی' تم اپنی انرجی ان باتوں پر ضائع مت کرو' تمہیں ابھی اپنے دوست کی منگنی کی تیاریوں میں بہت مدد دینا ہے' تم اپنی انرجی بچا کر رکھو۔" انابیتا لاتعلق بننا چاہتی تھی۔

"تم غلط کررہی ہو انابیتا! اس نے جو کیا بہت غلط کیا' مگر تم بھی غلطی پر ہو۔"

"پلیز ایکسل! جاؤ یہاں سے' تم اس کی طرف داری مت کرو۔ وہ ایک ڈرپوک انسان ہے' وہ کچھ نہیں کرسکتا' اس نے میری اتنی بے عزتی کی اور تم سمجھتے ہو مجھے اسے رعایت دینا چاہیے؟"

"محبت میں کتنی گنجائش ہوتی ہے انابیتا؟" ایکسل کے سوال نے اسے ساکت کردیا تھا۔ "محبت معاف کرسکتی ہے یا نہیں؟ اگر اس نے کوئی غلطی کی ہے تو وہ قابل معافی ہے کہ نہیں؟" ایکسل اس کی بھرپور وکالت کررہا تھا۔

"تم جانتے ہو وہ کیا کررہا ہے ایکسل! اس سچوئشن میں تم چاہتے ہو میں اسے معافی نامہ جاری کروں' وہ منگنی کرنے جارہا ہے' وہ کسی اور کا ہونے جارہا ہے' تم ساری نرمی مجھ سے ہی کیوں چاہتے ہو' کتنا بڑا کروں دل کو؟ اسے معاف کرنا آسان نہیں ہے' وہ غلطیوں پر غلطیاں کرنے والا انسان ہے' ایسے انسان کو کیا معافی نہیں دی جاسکتی۔" وہ اٹل لہجے میں

بولی تھی۔ ایکسل نے شانے اچکا دیئے تھے۔

"وہ قدم بڑھاتا ہے تو تم ہاتھ کھینچ لیتی ہو تم قدم بڑھاتی ہو تو وہ دور نکل جاتا ہے۔ اس صورت حال میں کیا ہو سکتا ہے کوئی نہیں جانتا۔ مگر یہ چوئشن بتاتی ہے کہ یہ کسی طوفان کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے۔ خیر تمہیں ایک بات بتانا تھی؟" وہ جاتے جاتے پلٹا تھا۔

"وہ تم سے محبت کرتا ہے اور اب یہ تم پر منحصر ہے کہ تم اسے معاف کرتی ہو کہ نہیں یا پھر کوئی موقع دیتی ہو کہ نہیں یہ اس نے مجھے تمہیں بتانے کے لیے نہیں کہا مگر میں تم دونوں کا دوست ہوں اور تم دونوں کا خیر خواہ ہوں کہ خوش رہو ایک ساتھ نہ سہی مگر اس بھنور سے باہر آ جاؤ۔" وہ کہہ کر پلٹ گیا تھا انابیتا بیگ ساکت سی کھڑی اس کے لفظوں میں الجھنے لگی تھی۔

⁂
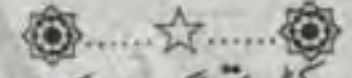
جہانگیر ملک کے لیے یہ صورت حال پہلے سے زیادہ کٹھن تھی مگر وہ سمجھ سکتا تھا کہ اس کے بعد کیا ہوا ہوگا اور زائرہ ملک نے کتنا کچھ جھیلا ہوگا تبھی وہ اس سب کو بہت سکون کے ساتھ سمیٹنا چاہتا تھا۔ یہ سب اس کے باعث ہوا تھا گزرتے وقت کو لانا اس کے بس میں نہیں تھا مگر وہ اس کا ازالہ ضرور کر سکتا تھا۔ تبھی وہ کچن کے دروازے پر آن رکا تھا جہاں وہ ڈنر کی تیاری کرنے میں مصروف تھی۔

"کیا خیال ہے اگر آج ہم ڈنر باہر کریں؟" جہانگیر ملک نے کہا تو وہ ملازم کو چیزیں تھماتے ہوئے چونک کر اس کی سمت تکنے لگی تھی پھر کچھ خاص ہدایتیں اسے دے کر جہانگیر ملک کی سمت آ گئی۔

"آپ کو کچھ چاہیے؟"

"اوں...... ہوں......"

"پھر؟"

"دل چاہ رہا تھا کہ ہم کہیں باہر نکلیں۔ بہت دنوں سے گھر میں پڑا ہوں۔ کچھ عجیب لگ رہا ہے۔" جہانگیر ملک نے کہا تو زائرہ ملک نے ان کی طرف دیکھا تھا۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں' آئیے میں آپ کی دوائیں دے دوں۔" وہ ہاتھ تھام کر مڑنے لگی تھی۔ جہانگیر ملک نے اسے شانوں سے تھام لیا تھا اور بغور دیکھتا ہوا بولا۔

"زائرہ ایک دوسرے سے بھاگنے کا عمل اب ہمیں ترک کر دینا چاہیے۔ میں ازالہ کرنا چاہتا ہوں' جو بھی غلطیاں ہوئیں میں ان کا بھرپور سدباب کرنا چاہتا ہوں۔ میں جانتا ہوں میں نے غلط کیا' خوشیوں کے دروازے تم پر بند کر دیئے مگر اس کا ازالہ بھی ہے' مجھے موقع نہیں دو گی یا پھر یہ ناممکن ہے؟" جہانگیر ملک نے کہا تو وہ حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو زائرہ! تم سمجھ رہی ہو ایسے شخص کے لیے کوئی رعایت نہیں جو تم سے۔ بے وفائی کر کے چلا گیا۔ کسی اور عورت کو اپنا لیا اور پھر ایک دن صرف اس لیے تمہاری طرف واپس آ گیا کہ جیسے اس کے علاوہ کوئی راہ نہیں تھی' تمہاری طرف پلٹنا میری کوئی مجبوری نہیں تھی زائرہ ملک! تمہاری طرف آنا میری آخری راہ تھی کیونکہ تم میری زندگی کا ایسا راستہ ہو جس کی ہر سمت منزل کی طرف نکلتی ہو کیونکہ تم راستہ نہیں ہو صرف تم منزل بھی ہو۔ میں بھٹک گیا تھا تمہارا گریز بجا ہے اگر تم کوئی گلہ رکھتی ہو تو اس کا جواز بھی معقول ہے مگر کیا اس سب کو ایسے ہی چلتے رہنے دیا جائے؟" جہانگیر ملک کے لہجے میں ٹھہراؤ تھا مگر زائرہ ملک اس کی سمت سے نظریں ہٹا گئی تھی۔

⁂
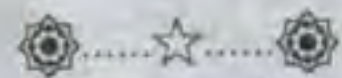
وہ کچن میں اپنے لیے کافی بنا رہی تھی جب ایک مخصوص آواز کانوں میں پڑی تھی' وہ کسی سے بات کر رہا تھا۔ پارسا چوہدری پلٹی تھی اور ملازمہ کی طرف دیکھا تھا۔

"کون آیا ہے؟"

"عدن بیگ صاحب! آئے ہیں' باہر اماں سے بات کر رہے ہیں۔" ملازمہ نے مطلع کیا تو وہ چونکی۔ وہ آیا تھا اور آنے سے پہلے اسے بتایا بھی نہیں؟ وہ اتنا دور جا رہا تھا اس سے؟ جب وہ اس کے قریب ہو رہی تھی وہ اسے پرے دھکیل رہا تھا' وہ کافی وہیں چھوڑ کر لیونگ روم میں آئی۔ عدن بیگ اس کی موجودگی سے بے خبر اماں سے بات کر رہا تھا۔

"میں یہاں کسی کام سے آیا تھا سوچا آپ سے ملتا چلوں اور......" پارسا اپنی موجودگی کا احساس دلانے کو اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی تو وہ سر اٹھا کر اس کی سمت تکنے لگا تھا۔

"آپ نے بتایا بھی نہیں کہ آپ آ رہے ہیں؟" وہ حیران تھی اماں دانستہ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی تھیں تا کہ وہ اس سے بات کر سکے۔ پارسا اسے بے یقینی سے دیکھ رہی تھی' عدن کچھ تھکا ہوا دکھائی دیا تھا۔

"کیسی ہو تم؟" اسے سامنے دیکھ کر پوچھا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں' یہ بنا بتائے آنے کی کیا ٹھانی؟ آپ کے پاس مطلع کرنے کو بھی وقت نہیں تھا؟" وہ شکوہ کر رہی تھی' وہ مسکرا دیا تھا۔

"فیصل آباد کی آب و ہوا کمال کی ہے' کافی نکھر گئی ہو۔ چہرے پر رونق آ گئی ہے۔ اچھی لگ رہی ہو ضرور اماں کے ہاتھوں کے بنے کھانوں کا کمال ہوگا یہ یا پھر تم واقعی بہت خوش ہو؟" وہ بات بدل رہا تھا۔ پارسا کو اس کا انداز عجیب لگا تھا۔

"آپ ایسے عجیب کیوں ہو رہے ہیں؟" وہ تھکے ہوئے انداز میں اس کے سامنے بیٹھی تھی۔

"جانتے ہیں نا آپ مجھے؟ واقف ہیں نا' اچانک سے سب فراموش کر دیا؟" وہ مخصوص بیویوں والے انداز میں شکوہ کر رہی تھی۔ وہ بغور تکتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

"بیوی بن کر جیسے سارے بڑے بڑے پتے ہاتھ لگ جاتے ہیں' تمہیں بھی شکوے کرنے خوب آ گئے ہیں' تمہیں بتایا تو تھا مصروف تھا' وقت بہت کم ملا تم سے زیادہ بات نہیں کر پایا مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم غلط معنی اخذ کرتی پھرو۔" عدن بیگ بولا تھا۔ "ملازم نے کہا تھا کافی تم بنا رہی ہو' یہ تم خالی ہاتھ کیوں آ گئیں؟ زیادہ دیر کے لیے نہیں آیا ہوں' تھوڑی دیر قیام کروں گا شام کی فلائٹ ہے۔" وہ بہت نارمل انداز میں بتا رہا تھا' وہ زچ ہو گئی تھی۔

"کیوں کر رہے ہیں آپ ایسا اور شادی کے بعد ہی کیوں' اس سے پہلے تو آپ بہت انڈر اسٹینڈنگ تھے' ہر بات سمجھ میں آتی تھی پھر اب کیا ہو گیا؟ میں جو کہتی ہوں اس پر یقین کیوں نہیں ہوتا آپ کو؟ یہاں پاگلوں کی طرح بیٹھی ہوں آپ کی ایک کال کا ویٹ کرتی ہوں اور آپ مصروفیت کا بہانہ کر رہے ہیں' کیسے سطحی قسم کے مرد بن رہے ہیں آپ؟ مجھے آپ سے ایسی توقع نہیں تھی عدن بیگ!" پارسا نے شکوہ باکس کھول کر سامنے رکھ دیا تھا' کئی شکایتیں تھیں مگر وہ سب عرضیاں پڑھنے کے موڈ میں نہیں لگ رہا تھا۔

"میرا موبائل فون سوئچڈ آف تھا' بیٹری ختم ہو گئی تھی فون نہیں کر سکا مگر مجھے نہیں لگا تھا کہ فون کیے بنا آؤں گا تو میرا داخلہ ممنوع قرار دے دیا جائے گا۔" عدن بیگ اپنے مخصوص انداز میں کہہ رہا تھا۔ ملازمہ کافی لے آئی تھی بہت سے لوازمات کے ساتھ وہ سرو کرنے تک پارسا خاموش رہی تھی۔ ملازمہ کے جانے کے بعد وہ اسے بغور دیکھنے لگا تھا پھر سموسہ اٹھا کر اس کی سمت بڑھایا تھا۔

"تم لگتا ہے ڈھنگ سے کھا نہیں رہی ہو' چہرہ خاصا اترا ہوا ہے کچھ پریشانی ہے؟" وہ جیسے اس کی کیفیت سے انجان تھا یا انجان بننے کی کوشش کر رہا تھا پارسا کے لیے عجیب سچوئشن تھی۔

"آپ میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہیں' آپ سب جانتے ہیں نا؟ مجھے مجرم کیوں بنا رہے ہیں' غلطی کیا ہے میری' پچھتاوے میں مبتلا کیوں کر رہے ہیں مجھے؟" وہ پھٹ پڑی تھی۔ وہ اطمینان سے کافی کے سپ لے رہا تھا

”میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں پارسا! تم بھول گئیں ہم اچھے دوست تھے۔ میں چاہتا ہوں تم اب بھی مجھے اپنا اچھا دوست سمجھو میں تمہارے مخالف نہیں جارہا' تمہارے مخالف نہیں جاسکتا۔“ وہ جتاتے ہوئے بولا تھا۔

”کیا کررہے ہیں آپ؟ کیا سمجھ رہے ہیں' کیا جتارہے ہیں' غلطی کس سے ہوئی' کہاں ہوئی' مجھے کیوں لگ رہا ہے سب غلط ہورہا ہے اور جو ہوگا اس سے بھی غلط ہوگا؟“ وہ بہت الجھی ہوئی دکھائی دی تھی۔ عدن نے اس کی سمت دیکھا پھر ملائمت سے مسکرادیا تھا

”تمہیں لگتا ہے کچھ غلط ہوا؟ تم اس غلطی کو درست کرنا چاہتی ہو؟“ وہ چونک گئی تھی' وہ کیا سمجھ رہا تھا۔

”میں کیا کہہ رہی ہوں آپ کیا سمجھ رہے ہیں' آپ باتوں کو اپنے منتخب معنی کیوں پہنارہے ہیں؟“ وہ روہانسی ہوئی تھی۔

”ریلیکس پارسا! میں تمہارے مخالف نہیں جارہا میں تمہارے ساتھ ہوں مگر مجھے لگتا ہے ہمیں کچھ چیزوں کو درست طریقے سے کرنا ہے یہ ناگزیر ہے۔ تم نے مجھ سے شادی کی بات کی' میں سمجھ سکتا ہوں تم اس وقت مشکل میں تھیں اور وہی فیصلہ تمہیں مناسب لگا' تم اپنی فیملی سے مل رہی تھیں انہیں کھونا نہیں چاہتی تھیں اور انہیں خوش رکھنے کو تم نے وہ راہ چنی مگر شاید وہ تمہاری خوشی نہیں تھی پارسا! ابھی میرے پاس وقت زیادہ نہیں ہے' میں تم سے پھر اس ٹاپک پر بات ضرور کروں گا' مگر ابھی میری فلائٹ کا وقت ہورہا ہے مگر تم جب چاہو گی' جس طرح چاہو گی' سب ویسا ہی ہوگا۔ تمہیں صرف مجھ سے کہنے کی ضرورت ہے اور میں ایک پل کی بھی دیر نہیں کروں گا۔ تم جس طرح اپنی زندگی جینا چاہتی ہو تم جی سکتی ہو۔ جس کے ساتھ جینا چاہتی ہو' جی سکتی ہو' میں تم سے مکمل تعاون کروں گا۔“ وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

پارسا ہکابکا رہ گئی تھی' وہ بہت اطمینان سے مسکراتا اس کی سمت دیکھ رہا تھا ہاتھ بڑھا کر اس کا چہرہ چھوا تھا۔

”اپنا خیال رکھنا۔“ بولتے ہی وہ پلٹ کر وہاں سے نکل گیا تھا۔ پارسا ساکت رہ گئی تھی۔

❁......☆......❁
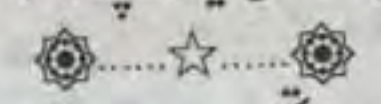
انابیتا بیگ تیار ہوکر ٹینس کورٹ کے لیے نکل رہی تھی جب وہ اس کے سامنے آن رکا تھا۔ وہ اس سے بات کرنے کے موڈ میں نہیں تھی سو اک نگاہ ڈالنا بھی گوارا نہیں کی تھی۔ اس کے قریب سے نکل جانا چاہا تھا مگر دامیان سوری نے کلائی تھام لی تھی' وہ اس سے الجھنا نہیں چاہتی تھی تبھی اس کی سمت دیکھے بنا بولی تھی۔

”میری کلائی چھوڑو دامیان۔“ اس کا لہجہ سپاٹ تھا مگر دامیان نے سنی ان سنی کردی تھی۔

”تم سے کوئی بات نہیں کرنا مجھے' پلیز دامیان!“ وہ نرمی سے بولی تھی۔

”مگر میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ آؤ بیٹھ کر بات کرتے ہیں کہیں۔“

”اب کیا بات کرنا ہے؟ یہ کیا بچپنا ہے دامیان! تمہیں چین کیوں نہیں پڑتا' نئی زندگی شروع کرنے جارہے ہو کسی اور کی ہمراہی قبول کرنے جارہے ہو پھر ملال و قلق کس بات کا ہے؟“

”مجھے بحث میں نہیں الجھنا ہے انابیتا! تم کچھ بھی ہو' کچھ بھی سمجھو مگر مجھے فی الحال اس موضوع کو لے کر تم سے کوئی مخالفت نہیں کرنا۔ مجھے وہ بات کرنا ہے جو میں کرنا چاہتا ہوں۔“ وہ حتمی انداز میں بولا تھا۔ انابیتا بیگ نے سامنے کھڑی ہوئی ممی کی طرف دیکھا تھا' انہوں نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔ وہ ممی کی بات کو رد کرنا نہیں چاہتی تھی' سو دامیان سوری کی طرف دیکھا تھا۔ وہ اس کی آنکھوں میں مثبت جواب پاگیا تھا' تبھی بولا تھا۔

”تم ریڈی رہنا میں تمہیں شام میں پک کرلوں گا۔“ کہنے کے ساتھ ہی وہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر پلٹا تھا اور باہر نکل گیا۔

❁......☆......❁
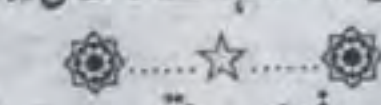
دو دن بعد انشاع کی برتھ ڈے تھی مگر وہ اتنی ڈاؤن فیل کررہی تھی کہ اسے کوئی مدد نہیں دے پارہی تھی۔ خود اپنے الجھاوں

میں اتنی الجھ کر رہ گئی تھی۔ اس کی زندگی کس طرف جارہی تھی وہ سوچ سوچ کر تھک گئی تھی۔ صبح اٹھی تو بیڈ کی دوسری طرف دیکھا جہاں معارج تغلق نہیں تھا۔

معارج تغلق عجیب ہورہا تھا' انا ئیا ملک کے لیے دوریوں کو بنائے رکھنا محال ہورہا تھا' وہ کوششیں کرکے تھک رہی تھی اتنی قربتوں میں گر کر وہ کمزور پڑنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ کیوں سمجھ نہیں رہا تھا کہ اسے واپس پلٹنا ہے؟ وہ اتنا بے خود تو کبھی نہیں ہوا تھا مگر رات جس طرح وہ پارٹی میں تھی وہ دیوانگی اس سے بھولے نہیں بھول رہی تھی۔ وہ ہوٹل کے کمرے میں واپس لوٹتے ہوئے ڈر رہی تھی۔ اسے معارج تغلق سے خوف محسوس ہورہا تھا مگر اس کا انداز بس کیئرنگ تھا اس سے زیادہ کچھ نہیں شاید وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ اسے خوف زدہ کرنے کا باعث بن رہا ہے' تبھی رات کوئی بات کیے بنا وہ کروٹ لے کر سو گیا تھا۔

ان کے درمیان کوئی رابطہ ایسا نہیں تھا کہ وہ اس پر افسوس کرتی' وہ جو رشتہ اس کے ساتھ رکھتی تھی اس کے معنی کچھ نہیں تھے پھر وہ کیوں محسوس کررہی تھی کہ وہ اس کے ساتھ نہ ہوکر کوئی غلطی کررہی ہے؟

رات کے اس پہر میں کوئی جادو تھا اگر وہ اس کی ہمراہی کا طلب گار تھا تو وہ کیوں اجنبی ہورہی تھی؟ کیوں گریزپائی برت رہی تھی؟ اگر وہ محبت تھی تو وہ ہاتھ کیوں کھینچ رہی تھی؟

کیا وہ محبت تھی؟ جس سے وہ ہاتھ کھینچ رہی تھی؟

وہ پچھتاوے میں گرنے لگی تھی

تبھی وہ کافی کا کپ لے کر اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ وہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی' وہ مسکرایا اور کافی کا کپ اس کی سمت بڑھا دیا تھا۔

”رات تم بہت خوب صورت لگ رہی تھیں' پارٹی میں سب تعریف کررہے تھے مگر تمہارا بارش میں بھیگنے کا آئیڈیا اچھا نہیں تھا' مجھے کچھ ٹھنڈ محسوس ہورہی ہے' تم ٹھیک ہونا؟ اگر میرے جیسے مضبوط اعصاب والا بندہ چھینک سکتا ہے تو تمہارا کیا حال ہوگا؟“

”نہیں میں ٹھیک ہوں۔“ وہ مدہم لہجے میں بولی تھی۔

”تم کافی پی کر تیار ہوجاؤ۔“ وہ اٹھا تھا۔

”کہاں جانا ہے؟“ وہ چونکی تھی۔

”اسکائی ڈائیونگ۔“ وہ پلٹ کر مسکرادیا تھا۔ وہ خوف زدہ ہوگئی تھی۔

”مجھے لگا تم صرف پانی سے خوف زدہ ہو اور سوئمنگ نہیں کرسکتی' تبھی سکوبا ڈائیونگ کا منصوبہ ترک کرکے اسکائی ڈائیونگ کا ارادہ کیا مگر تم اس کے لیے بھی مائل دکھائی نہیں دیتیں؟ میرے ساتھ ہوتے ہوئے ڈر رہی ہو؟“ وہ مسکرایا پھر اس کے قریب آیا اور ملائمت سے اس کے چہرے کو چھوا۔

”تمہیں ڈر لگتا ہے مگر کیوں؟ مجھ پر بھروسا نہیں' تمہیں لگتا ہے میں تمہیں کوئی نقصان پہنچنے دوں گا؟“ مدہم لہجے میں کہی گئی بات میں اثر ہونا چاہیے تھا' انداز دل جیت لینے والا تھا مگر انا ئیا ملک اعتبار کرنے کے مرحلے سے گزرنا دشوار خیال کررہی تھی۔

”میں تمہیں پروٹیکٹ کرسکتا ہوں انا ئیا تغلق! یہ میری ذمہ داری ہے تمہارا خیال رکھنا۔ تمہیں محفوظ رکھنا میرے فرائض میں آتا ہے اور اپنے فرائض سے میں پوری طرح واقف ہوں' فی الحال ڈرنے کی بات نہیں ہے' ہم اسکائی ڈائیونگ کے تجربے سے نہیں گزر رہے' میں مذاق کررہا تھا' ہم نیاگرا فال دیکھنے جارہے ہیں' تمہیں اچھا لگے گا نا؟“ وہ اس کی سمت پوری توجہ سے دیکھتا ہوا پوچھ رہا تھا۔ اس کا انداز پہلے سے بہت مختلف تھا۔ وہ بہت تحفظ دلانے والا انداز رکھتا تھا' اس کی قربت سے اب اسے خوف محسوس نہیں ہوتا تھا' وہ شاید اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا اور سطر سطر پڑھ بھی رہا تھا تبھی بولا۔

”تمہیں مجھ سے ڈر لگتا ہے انا ئیا! تمہیں لگتا ہے میں نقب زنی کرسکتا ہوں؟ جب گھر اپنا ہو تو دروازہ توڑنے کی ضرورت

پیش نہیں آتی۔ میں نے ایک بار جو حماقت کی وہ صرف غصے کے باعث تھی‘ اس کا ریزن تھا مگر میں حماقتوں کو دہرانے پر یقین نہیں رکھتا۔ تم پر میرا پورا حق ہے۔ جب تک تم اس رشتے میں ہو تم میرا حصہ ہو مگر میں کسی بھی بات کے لیے تم پر زبردستی کرنا نہیں چاہتا۔ تمہارے اندر جو بھی خوف ہے اسے ختم کردو اگر مجھے کچھ چاہیے ہوگا تو میں اس کے لیے زبردستی نہیں کروں گا۔ میں نفس کا اتنا بُرا نہیں ہوں‘ نا میرا کریکٹر اتنا برا ہے۔‘‘ وہ بولا تھا تبھی دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ انائیا جو اس کی سمت دیکھ رہی تھی‘ اس کی محویت ٹوٹی تھی۔

’’یس!‘‘ معارج تغلق بولا تھا۔ تبھی کسی نے دروازہ کھول کر جھانکا تھا۔ وہ کوئی بہت خوب صورت لڑکی تھی‘ انائیا ملک حیران رہ گئی تھی۔ معارج تغلق نے اسے حیرت سے دیکھا تھا‘ پھر دونوں مسکرائے تھے اور وہ آگے بڑھ کر اسے ملنے لگی تھی۔ معارج تغلق جس طرح اسے گلے مل رہا تھا انداز بتا رہا تھا وہ اسے اچھے سے جانتا ہے۔

’’بڑے بے وفا نکلے‘ پلٹ کر خبر نہیں لی۔ یہاں آئے بھی تو بتایا نہیں‘ سارے ربط توڑ لیے؟ میں نے کئی بار رابطے کی کوشش کی مگر ممکن نہیں ہوسکا۔ رات تم پارٹی میں تھے وہیں سے تمہارا سراغ ملا۔ کیا کررہے ہو آج کل؟ اوہ لڑکیوں کے بدلنے کا تسلسل اب بھی جاری ہے؟‘‘ وہ مسکرائی تھی۔ انائیا ملک کی سمت دیکھا تھا جواب بھی بیڈ پر تھی وہ اپنے امیج کے بگڑنے پر کچھ خائف ہوئی تھی۔ لڑکی نے معارج تغلق کی سمت دیکھا تھا‘ وہ شاید اس کے سامنے بات کرنا نہیں چاہتا تھا تبھی پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔

’’تم کافی لے کر تیار ہوجاؤ‘ میں نیچے جارہا ہوں‘ میں کچھ دیر میں واپس لوٹ آؤں گا۔‘‘ وہ اس لڑکی کا ہاتھ تھام کر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا‘ انائیا ملک الجھنے لگی تھی۔

’’کون تھی وہ؟ معارج تغلق سے اس کا کیا رشتہ تھا؟

وہ ایسا کیوں کہہ رہی تھی کہ وہ لڑکیاں بدلنے کا عادی رہا تھا؟ کیا وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ کوئی اس کی گرل فرینڈ تھی؟ یا پھر......

جب سے وہ معارج تغلق کے ساتھ تھی اس نے اسے کسی اور کے ساتھ نہیں دیکھا تھا۔ اس کی زندگی میں کوئی اور لڑکی نہیں آئی تھی‘ پھر وہ ایسا امیج کیوں کری ایٹ کررہی تھی اور اس سے انائیا ملک کو کیوں فرق پڑ رہا تھا؟ اور جب وہ بیوی تھی تو اسے کیوں فرق پڑ رہا تھا کہ کوئی اسے کیا سمجھ رہا تھا؟

❁......☆......❁
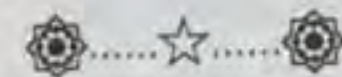
للّی نے بہت تھکے ہوئے انداز میں اپنی کنپٹیوں کو دبایا پھر ہاتھ بڑھا کر کافی کا کپ اٹھایا اور سپ لے کر سامنے دیکھا جہاں دامیان سوری کھڑا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرادی تھی۔

’’دامیان شاہ سوری! کافی پیو گے؟‘‘ دامیان شاہ سوری اس کے انداز پر کچھ مجرم سا بن گیا تھا تبھی کسی احساس جرم میں مبتلا ہوتے ہوئے آگے بڑھا اور چیئر کھینچ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

’’تم اچھا محسوس نہیں کررہی ہو نا للّی؟‘‘ وہ ازالہ کرنے کو اس کا ہاتھ تھام کر کیئرنگ انداز میں بولا تو للّی اسے دیکھ کر مسکرادی تھی۔ ایسا کرتے ہوئے اس کی آنکھوں کی بے سکونی صاف دکھائی دے رہی تھی اور یہی بات دامیان سوری کو اچھی نہیں لگی تھی۔ اسے اپنا آپ کچھ چھوٹا لگا تھا۔

’’تم خوش نہیں ہو دامیان سوری! تم نے جیسا سوچا سب ویسا ہورہا ہے تو پھر......؟ اتنے پریشان کیوں دکھائی دے رہے ہو؟‘‘

’’میں پریشان اپنے لیے نہیں ہوں للّی میک! مجھے تمہارے لیے اچھا فیل نہیں ہورہا۔ آئی نو یو آر ڈاؤن۔ اس مرحلے سے گزرنا تمہارے لیے آسان نہیں اور......‘‘ للّی اس کی سمت دیکھ کر مسکرادی تھی۔

’’کم آن دامیان! میں ایک اسٹرونگ لڑکی ہوں‘ میں کسی بھی طرح کے حالات سے نمٹ سکتی ہوں۔ مجھے اچھا نہیں لگتا کمزور ہونا‘ لیکن میں اتنی اسٹرونگ نہیں ہوں مگر ظاہر یہی کرتی ہوں کہ میں بہت اسٹرونگ ہوں۔ اس سے ایک فائدہ ہوتا

ہے کہ مجھے کمزور ہونا اور کمزور دکھائی دینا پسند نہیں‘ میرے اپنے لیے میرے ہونے کا یقین کچھ بڑھ جاتا ہے اور پھر چاہے کسی اور کے لیے اس کی قدر ہو یا نہ ہو اس سے مجھے فرق نہیں پڑتا۔‘‘ وہ مسکرارہی تھی۔

’’آئی ایم سوری للّی میک!‘‘ وہ شرمندہ دکھائی دیا تھا تو وہ ہنس دی۔

’’دامیان سوری! تم اس طرح محسوس مت کرو جیسے تم مجھے بے دردی سے ذبح کررہے ہو‘ تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔‘‘

’’تمہارا دل سچ میں اتنا بڑا ہے للّی؟‘‘ وہ حیران ہوا۔ وہ خاموشی سے اس کی سمت دیکھنے لگی تھی پھر مسکرادی تھی۔

’’شاید نہیں مگر تم سے کہا نا مجھے کمزور ہونا اور اور کمزور دکھائی دینا پسند نہیں۔ پھر چاہے میں ہاری ہوئی کیوں نہ ہوں‘ میں خود کو کبھی یہ دکھانا نہیں چاہوں گی کہ میں شکست خوردہ ہوں۔ میں اپنی کمزوریوں کا پتا کسی اور کو چلنے دینا نہیں چاہتی۔‘‘ وہ مضبوط لہجے میں بات کرنے کی ہمت کرتی ہوئی اس لمحے بہت بکھری ہوئی دکھائی دی تھی۔ دامیان سوری کو اس لڑکی کے ساتھ یہ سب کرنا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

’’تم نے منع کیوں نہیں کردیا للّی میک! ضروری ہے کہ تم میرے ہر صحیح غلط فیصلے پر سر جھکاؤ‘ ہاں کہو؟‘‘ دامیان سوری نے شکوہ کیا تھا۔

’’میں تمہیں انکار نہیں کرسکتی دامیان سوری! چاہے اس کے لیے مجھے کسی بھی تجربے سے گزرنا پڑے مگر میں تمہیں نا نہیں کہہ سکتی۔‘‘ وہ صاف گوئی سے بولی تھی۔

’’مگر یہ ٹھیک نہیں للّی۔ میں تمہارے بارے میں غلط جذبات رکھتا تھا‘ آئی ایم ایکسٹریملی سوری!‘‘ وہ جیسے ازالہ کرنا چاہتا تھا۔

’’تمہیں مدد چاہیے تھی دامیان سوری اور میں اس کے لیے تمہیں انکار کیسے کرسکتی تھی؟ اگر میری مدد کرنے سے تمہاری زندگی میں کچھ اچھا ہوتا ہے تو مجھے اس سے خوشی ہوگی۔‘‘ وہ مدھم لہجے میں بولی تھی۔ دامیان سوری کو احساسِ جرم نے گھیرا تھا۔ اپنا آپ اچھا نہیں لگا تھا۔

’’تمہیں اپنے فائدے کے لیے استعمال کررہا ہوں‘ اچھا نہیں کررہا اگر مجھے انا پتا بیگ کو حاصل کرنا تھا تو مجھے اپنے زورِ بازو پر یقین کرنا چاہیے تھا۔ مجھے تمہاری مدد لینا نہیں چاہیے تھی۔ تم سے منگنی کا ڈرامہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ یہ سب کرنے میں میں تمہیں تکلیف پہنچا رہا ہوں‘ مجھے اس بات کا اندازہ ہے۔ تم اتنی دوری سے چل کر یہاں آ گئیں صرف میرے لیے میری مدد کے لیے۔ مجھے بہت برا محسوس ہورہا ہے للّی میک! مجھے ایسا کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا تھا۔ میں تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا‘ یہ کھیل مناسب نہیں‘ میرا خیال ہے تمہیں واپس چلے جانا چاہیے۔ میں یہاں سب سنبھال لوں گا‘ اگر انا پتا کو میرا ساتھ قبول نہیں تو میں اس کے لیے اسے مائل نہیں کرسکتا۔ کوئی زبردستی نہیں کرسکتا‘ نہ تم سے منگنی کا ڈرامہ کرنا۔ مجھے نہیں لگتا کہ میں نے یہ سب کچھ ٹھیک کیا ہو‘ مجھے ایسا کرکے کوئی اچھا احساس نہیں ہورہا۔‘‘ وہ بہت مدھم لہجے میں پچھتاوے کے ساتھ بولا تو للّی میک نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

’’تم اسے حاصل کرنا چاہتے ہو اور محبت میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔ تمہیں جو صحیح لگتا ہے تم وہ کرو‘ باقی کی فکر چھوڑ دو۔‘‘ وہ مسکرا کر اسے ہر طرح کے احساس سے نکالنا چاہتی تھی۔

’’میں اتنا بے حس نہیں ہوسکتا للّی میک! یہ کوئی اچھا آئیڈیا نہیں ہے‘ میں قبول کرتا ہوں کہ میں بہت جذباتی واقع ہوا ہوں مگر ہر بار کچھ اچھا کرنے کے چکر میں مجھ سے بہت کچھ غلط ہوجاتا ہے۔ مجھ سے غلطیاں کچھ زیادہ ہوتی ہیں‘ میں چیزوں کو بنانے کے چکر میں اور بھی بگاڑ دیتا ہوں۔ غلطیاں ہونے کا تناسب بہت زیادہ ہوتا ہے۔ میں اپنی غلطیوں کو گن گن کر تھک جاتا ہوں اور شمار ختم نہیں ہوتا۔ ہر بار کچھ اچھا کرنے کے چکر میں قدم اٹھاتا ہوں اور ہر بار احساس ہوتا ہے کہ پہلے سے زیادہ غلط کردیا۔‘‘ وہ بہت بکھرا دکھائی دیا تھا۔ للّی میک نے اس کے ہاتھ پر دوستانہ ہاتھ رکھ کر ایک نرم سی مسکراہٹ اسے دی تھی۔

”غلطیاں سب سے ہوتی ہیں دامیان سوری! ہم اپنی غلطیوں سے ہی سیکھتے ہیں‘ مجھے یقین ہے تم مزید غلطیاں نہیں کرو گے اور اب سدھار لے آؤ گے‘ اس جھوٹی منگنی کا ڈرامہ اتنا برا آئیڈیا نہیں وہ تمہارے قریب آرہی ہے‘ اسے جلن محسوس ہورہی ہے‘ یہ فطری احساس اس کے اندر ابھر رہا ہے۔ وہ اس سے بچ نہیں پارہی کیونکہ وہ تم سے محبت کرتی ہے۔ اس کے اندر وہ محبت سر اٹھارہی ہے جسے وہ ہمیشہ دباتی رہی ہے۔ مجھے تمہیں مدد دے کر خوشی ہورہی ہے۔ مجھے یقین ہے وہ اس بات کا جلد اقرار کرے گی کہ وہ تم سے محبت کرتی ہے مگر تمہیں بھی گھٹنے ٹیک کر ایک جنٹل مین کی طرح اس سے معافی مانگنا چاہیے‘ تم نے اسے بہت ستایا ہے‘ بہت زچ کیا ہے‘ میں لڑکی ہونے کے ناتے اس کے جذبات سمجھ سکتی ہوں ایک لڑکی کی عزت اس کا وقار اس کی ایگو اس کی سلف ریسپکٹ اس کے لیے بہت معنی رکھتی ہے۔ تم نے اس کے اس وقار کو مجروح کیا ہے‘ اس کے لیے اگر وہ تمہیں سزائے موت بھی دیتی ہے تو اس کا وہ قلق جوں کا توں موجود رہے گا‘ تمہارا سر قلم کروا کے بھی اس کے اندر کا وہ احساس ندامت ختم نہیں ہوگا۔ تمہیں اسے کسی کانچ کی گڑیا کی طرح ٹریٹ کرنے کی ضرورت ہے‘ مگر اسے گڑیا سمجھ کر اس سے کھیلنا بند کردو‘ اسے عزت دو اور اس تحفظ کا احساس دو لڑکی کو محبت عزت کے ساتھ دی جائے تو اسے اچھا لگتا ہے۔ محبت کرتے رہنے کا ڈھنڈورا پیٹتے رہو اور اسے عزت نہ دو تو وہ کبھی تمہارے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دے گی۔ لڑکیوں کی نفسیات کچھ مختلف ہوتی ہیں‘ حد سے زیادہ جذباتی ہوتی ہیں‘ کچھ بے وقوف بھی۔ چھوٹی چھوٹی باتوں سے بہل جاتی ہیں مگر کبھی کبھی بہت چھوٹی چھوٹی باتیں اتنی ہی تکلیف بھی پہنچاتی ہیں۔“ للی میک‘ بہت مدہم لہجے میں بول رہی تھی۔ وہ اسے خاموشی سے دیکھ رہا تھا پھر بولا۔

”تم یہ سب باتیں کیسے جانتی ہو؟ تم مغربی ہو اور......“

”میں آدھی مشرقی بھی ہوں‘ میں جہانگیر ملک کی بیٹی ہوں شاید تم یہ بات نہیں جانتے۔ میں اس کی تلاش میں یہاں آئی تھی‘ میری ممی کی خواہش تھی میں اس سے ملوں۔“ وہ ایک اور راز سے پردہ اٹھاتی ہوئی بولی تھی۔ وہ چونکا تھا۔

”جہانگیر ملک!“

للی کی آنکھوں میں ایک لمحے کو سکوت ٹھہرا پھر گہری سانس خارج کرکے وہ پرسکون لہجے میں بولی تھی۔

”جہانگیر ملک! انابیتا بیگ کے انکل ہیں‘ زائرہ ملک کے شوہر۔ اس رشتے سے انابیتا بیگ میری کزن ہے۔ میں انابیتا کی کزن انائیا ملک کی چھوٹی بہن ہوں۔“ دامیان سوری چونکا تھا۔

”وہاٹ! کیا انابیتا بیگ یہ سچ جانتی ہے؟“ دامیان سوری نے پوچھا۔

”نہیں اس سچ کو صرف چند لوگ جانتے ہیں اور کوئی واقف نہیں۔“ للی نے اسے بتایا۔

”تو تم اس لیے انابیتا بیگ کو سپورٹ کرنے یہاں چلی آئیں کیونکہ وہ تمہاری کزن ہے؟“ وہ بولا تو للی نے اس کی سمت خاموشی سے دیکھا اور پھر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

”مجھے آرام کرنا چاہیے ہم بعد میں بات کریں گے۔“ کہتے ہی وہ پلٹ کر سیڑھیاں چڑھ گئی تھی۔ دامیان سوری اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔ وہ صحیح معنوں میں اسے ایک بہادر اور مضبوط لڑکی لگی تھی۔

۞......☆......۞
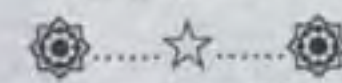
معارج تغلق اسے ہمیشہ حیران کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ وہ جب اس کے لیے پگھل رہی تھی‘ ہر لمحہ اسی کو سوچ رہی تھی‘ تب وہ یک دم ہی اپنی توجہ کا رخ موڑ کر کسی اور سمت نکل کھڑا ہوا تھا۔ وہ لڑکی کون تھی‘ وہ نہیں جانتی تھی مگر شام جب وہ ہوٹل سے نکل رہے تھے وہ گاڑی کے سامنے آن کھڑی ہوئی تھی۔ معارج تغلق کے لیے گاڑی کو بریک لگانا ناگزیر ہوگیا تھا تبھی وہ قریب آئی اور معارج تغلق نے کھڑکی کا شیشہ اتارا تھا۔ وہ کھڑکی میں جھک آئی تھی‘ دلربا مسکراہٹ کے ساتھ معارج تغلق کو دیکھتے ہوئے وہ اسے مکمل نظر انداز کرگئی تھی۔

”کہیں جارہے ہو؟“

”ہاں بس قریب ہی‘ تم کیا کررہی ہو آج...... شام میں فارغ ہو؟“ معارج تغلق کو نوازشوں پر مائل دیکھ کر انائیا ملک کو شدید حیرت ہوئی تھی۔ وہ لڑکی مسکرادی تھی۔

”فارغ تو نہیں ہوں مگر تمہارے لیے وقت نکالا جاسکتا ہے۔“ اس کی مسکراہٹ بہت دلربا تھی۔ اس کی زلفیں ہوا سے لہراتے ہوئے معارج تغلق کے چہرے کو چھورہی تھیں۔ دونوں کچھ لمحوں تک بات کرتے رہے تھے‘ معارج تغلق اس کی موجودگی بھول گیا تھا جیسے یا پھر اسے اس سے فرق نہیں پڑتا تھا کہ وہ وہاں موجود ہے۔

”میں شام میں ملتا ہوں تم سے۔“ معارج تغلق کا حتمی انداز اسے چونکا گیا تھا۔

دونوں نے گرم جوشی سے ایک دوسرے کو خیرباد کہا تھا اور معارج تغلق نے گاڑی آگے بڑھادی تھی‘ انائیا ملک کھڑکی کی سمت چہرے کا رخ پھیرے بیٹھی رہی تھی۔ اس کا چہرہ سرخ ہورہا تھا۔ شاید اندرونی خلفشار کا اثر تھا۔ وہ کوئی بات نہیں کررہی تھی۔ معارج تغلق بھی خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا تھا پھر شاید اس نے اس کا نوٹس لیا تھا۔

”تم اتنی خاموش کیوں ہو‘ طبیعت تو ٹھیک ہے؟“ معارج تغلق کی نظر کرم پاکر بھی وہ اس کی سمت متوجہ نہیں ہوئی تھی۔ خاموشی سے کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی تھی‘ شدید جذبات کی کیفیت تھی یا پھر وہ اندر سے بہت بکھر رہی تھی کہ آنکھیں جلنے لگی تھیں۔ گرم گرم کھولتے ہوئے آنسو رخساروں پر بہہ آئے تھے۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ معارج تغلق ان آنسوؤں کو دیکھے تبھی چہرہ موڑے رہی تھی۔ مگر معارج تغلق وہ راز پاگیا تھا تبھی گاڑی ایک طرف روکی اور بغور اس کی طرف دیکھا۔

”تم نے ٹھان لیا ہے کہ میری جان مشکل میں رکھو گی؟“ اپنی توجہ ٹوٹنے پر وہ اس کی سمت دیکھ رہا تھا۔

”کس نے کہا گاڑی روکیں‘ میں نے تو نہیں کہا۔“ وہ بنا اس کی سمت دیکھے بولی تھی۔ آنسوؤں کا تسلسل جاری تھا‘ معارج تغلق نے اسے بغور جانچا تھا۔

”تم نے نہیں کہا مگر......“ وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ وہ چہرے کا رخ پھیرے تسلسل سے آنسو بہانے کا عمل جاری رکھے ہوئے تھی۔ معارج تغلق نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا مگر اس نے جھٹک دیا۔ معارج تغلق نے دوسری بار کوشش کی اور اس کا رخ اپنی طرف موڑ لیا اور پوری توجہ سے اس کا چہرہ تکنے لگا پھر چہرہ قریب کرکے اس کے بہتے آنسوؤں کو بہت ملائمت اور نرمی سے چنا۔ اس التفات پر وہ بھونچکا رہ گئی تھی‘ نظر اس کی سمت اٹھ نہیں سکی تھی۔ نگاہ اسے دیکھ نہیں پارہی تھی۔ وہ گریزاں گریزاں سی نظریں جھکائے بیٹھی رہی تھی۔ وہ ایک پل میں منظر بدلنے کی طاقت رکھتا تھا جیسے وقت اس کے اختیار میں ہو اور وہ سارے زمانے کو ایک لمحے میں اپنے سنگ باندھ سکتا تھا۔ ایک لمحے میں اس نے منظر بدلا تھا۔ اس کی قربت سے سینے کے اندر موجود دل یک دم ہی بہت زور سے دھڑکا تھا۔ وہ سارے شکوے گلے‘ جلن ایک لمحے میں ڈھیر ہوگئے تھے۔

معارج تغلق کی نظروں کی تپش سے اس کی پلکیں لرز رہی تھیں۔ عارض دہک اٹھے تھے‘ معارج تغلق اس کے چہرے کی کیفیات کے تغیر کو بغور دیکھ رہا تھا۔ پھر ملائمت سے اس کے چہرے کو چھوا تھا۔

”کس بات کا ڈر ہے تمہیں؟“ مدہم لہجے میں پوری توجہ سے تکتے ہوئے پوچھا۔

”کس بات کا خوف ستاتا ہے‘ بتادو گی تو مجھے اندازہ ہوجائے گا کہ معاملہ کس نہج تک پہنچ سکتا ہے۔ مجھے کیفیات کا اندازہ ہوجائے گا اور پھر میں شاید کوئی سدباب بھی کرسکوں۔ تمہیں سکون کو متزلزل کرنا آتا ہے‘ تم جانتی ہو کس طرح طوفان اٹھانا اور پھر انجان بننا ہے مگر میں اب ایسے کھیل کھیلنا نہیں چاہتا جاناں!“ معارج تغلق کا مزاج عجیب تولہ ماشا سا تھا۔ وہ پل میں کچھ اور پل میں کچھ تھا‘ اس کا جھکا چہرہ ہاتھ بڑھا کر اوپر اٹھایا پھر مکمل توجہ سے تکتے ہوئے بولا۔

”دل چاہتا ہے تیاگ دوں سب کچھ مگر پھر سوچتا ہوں یہ مناسب نہیں‘ تمہیں جلن ہورہی تھی؟“ وہ نظریں بغور اس کے

چہرے کو جانچ رہی تھیں۔ انائیا ملک نے اس کی سمت دیکھا پھر خفا خفا سے انداز میں چہرہ پھیرنا چاہا تھا مگر معارج تغلق نے اسے ایسا نہیں کرنے دیا۔

"کسی اور کا ہونے لگوں گا تو تمہیں برا لگے گا؟" وہ غالباً محظوظ ہو رہا تھا۔ انائیا ملک اسے کوئی تسکین دینا نہیں چاہتی تھی۔ تبھی اس کی سمت دیکھتے ہوئے سر انکار میں ہلا دیا تھا۔

"مجھے فرق نہیں پڑتا کچھ بھی کریں آپ۔" وہ بے تاثر دکھائی دینے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔ وہ خاموشی سے دیکھنے لگا پھر شہادت کی انگلی سے اس کی پیشانی سے لبوں تک ایک صراط بنائی اور مدہم لہجے میں بولا۔

"فرق نہیں پڑتا تو پھر یہ آنسو کیوں؟ ان لبوں پر اتنی چپ کیوں؟ اور یہ نظریں اتنا شدید احتجاج کرتی ہوئی کیوں محسوس ہو رہی ہیں؟" وہ ہر بات کی خبر رکھتا تھا۔

"ان لبوں کی تازگی بہت دلکشی لیے ہوئے سہی مگر خاموشی میں کچھ سمجھ نہیں آتا، میں اس چہرے کی شادابی کا شیدا ہو کر سب گنوانا نہیں چاہتا۔ یہ بے وقوفی ہوگی، دیوانگی میں اندھا ہو جانا اور ہوش گنوا دینا مناسب نہیں، میں جب تمہارے قریب ہوتا ہوں تو ہر بات پر اعتبار کرنے کو دل چاہتا ہے، دنیا کی تمام سچائی صرف تم لگتی ہو اور ساری دنیا ہیچ لگتی ہے ایک پل کو چاہتا ہوں سب بھلا دوں، ہر حقیقت جھٹلا دوں مگر پھر یہ اتنا مناسب نہیں لگتا، میں تمہارا بیمار نہیں رہ سکتا۔ عجیب لگتا ہے، میں ایسا نہیں تھا مجھے باندھنے کی کوشش میں تم شاید ہار جاؤ، تمہیں یہ بات تکلیف دے مگر میں ایسا ہی ہوں مجھے ایک منظر میں رہنا عجیب لگتا ہے میں دوسری دنیاؤں سے اپنے رابطے منقطع نہیں کر سکتا۔ صرف ایک فرد کے لیے سب تیاگ نہیں سکتا۔" وہ سچائی بیان کر رہا تھا۔

"میں آپ سے کچھ نہیں چاہتی، کچھ نہیں چاہیے مجھے۔" وہ اس کی سمت سے چہرے کا رخ پھیرتے ہوئے بولی تھی۔

"میں اس رشتے کی حقیقت جانتی ہوں، مجھے معلوم ہے یہ سب چند روزہ ہے اس کے بعد ہم اپنی اپنی راہ پر ہوں گے۔ میں کوئی شکوہ نہیں کر رہی، مجھے کوئی شکایت کا حق بھی شاید نہیں میں آپ کو باندھنا نہیں چاہتی۔ آپ آزاد ہیں، اپنی مرضی کے مالک۔ آپ کچھ بھی کریں۔" وہ مدہم لہجے میں بولی تو معارج تغلق نے اسے بغور دیکھا پھر جانے کیوں وہ مسکرا دیا تھا۔

"مجھے کسی اور کا ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتیں نا تم..... یہی سوچ کر جلن ہوتی ہے نا؟" وہ محظوظ ہو رہا تھا مگر وہ کچھ نہیں بولی تھی۔

"تمہاری آنکھیں جو کہتی ہیں وہ تم نہیں کہتیں اور جو تمہارے دل میں ہے اس کی خبر تم خود کو بھی ہونے دینے سے ڈرتی ہو۔ جب خود سے الجھتے الجھتے تھک جاؤ تو آ کر میرے کان میں چپکے سے کہہ دینا، مجھے حیرت نہیں ہوگی۔ شاید بہت سے رازوں سے تم پردہ اٹھانا نہیں چاہتیں مگر میں اس کے باوجود بھی بہت سے رازوں سے واقفیت رکھتا ہوں۔" اس مدہم لہجے میں کمال کا اعتماد تھا اور انائیا ملک اسے ساکت سی تکنے لگی تھی مگر معارج تغلق نے بہت پرسکون انداز میں گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔

⁂ ..... ☆ ..... ⁂
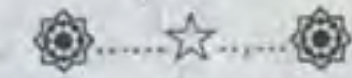
دامیان سوری نے اسے اپنے مقابل بیٹھے دیکھا تھا، اس پرسکون ماحول میں وہ اس کے ساتھ تھی، اس کے سامنے تھی مگر وہ اس سے پہلے سے بھی زیادہ خائف تھی۔ دامیان سوری کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ کہاں سے شروع کرے، وہ بہت دیر تک اسے خاموشی سے دیکھتا رہا پھر اس کے ہاتھ پر بہت نرمی سے ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

"انابیتا بیگ! تم سے ایک بات کہنا ہے میں جانتا ہوں میں ہمیشہ تمہیں خود سے خائف کرتا رہا ہوں، تمہیں خود سے بدظن کرتا رہا ہوں مگر......" وہ لمحہ بھر کے توقف کے بعد پھر بولا۔

"تم جانتی ہو بات نئی نہیں ہے، تم سمجھتی ہو میں تمہیں ہرانے کے چکر میں ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ ایسا کچھ نہیں ہے مگر ایسا کچھ ہے جو ہر بات صحیح کرنے کے چکر میں پہلے سے کچھ زیادہ غلط ہو جاتا ہے۔ میں ہر بار کچھ بنانے کی کوشش میں پہلے سے زیادہ بگاڑ دیتا ہوں، مجھ سے حماقتیں زیادہ ہوتی ہیں مگر ایک اور سچ ہے جو تم جانتے ہوئے جاننا نہیں چاہتی ہو اور مجھے بھی خبر لگنے دینا نہیں چاہتی ہو، وہ سچ یہ ہے کہ مجھے تم سے محبت ہے۔ مجھے معلوم ہے میں نے تمہیں بہت تکلیف دی ہے، ہمیشہ مگر میں ایسا نہیں چاہتا تھا میں نے تم سے مخالفت کرنے کی کبھی نہیں ٹھانی تھی مگر ایسا ہوتا رہا اور......" انابیتا بیگ نے اس کی سمت دیکھا پھر بولی۔

"اس سب کے بتانے کا کیا مطلب ہے دامیان سوری! یہ مدعا بیان کرنے کا کیا مطلب ہے اب؟ تم ایک نئے رشتے کی داغ بیل ڈال رہے ہو، نئی دنیا بسا رہے ہو اور اب یہ سب کہہ رہے ہو؟ کیا چاہتے ہو تم؟ تمہیں عادت ہو گئی ہے چیزوں کو توڑنے پھوڑنے کی؟ اور کتنے لوگوں کو تکلیف دینا چاہتے ہو تم؟ تمہارا پسندیدہ کھیل ہے یہ، مزا آتا ہے تمہیں اس طرح بنا کر بگاڑ کر؟ چاہتے کیا ہو تم؟ مذاق ہے تمہارے لیے سب؟ تم چاہتے ہو پیٹ بھر کر حماقتیں کرو اور پھر اس سے بری الذمہ ہو جاؤ؟" انابیتا بیگ نے اسے بُری طرح لتاڑا تھا۔ "میں تمہارے اس بچپنے کو نظر انداز نہیں کر سکتی دامیان سوری! یہ ناقابل معافی ہے، میں ایسی غلطیاں معاف نہیں کر سکتی۔" دامیان سوری اپنے اندر کی نرمی کو زیادہ دیر بنائے نہیں رکھ سکا تھا۔ انابیتا بیگ کا انداز اسے طیش دلا گیا تھا۔

"انابیتا بیگ تم معاملات کو پھر اسی نہج پر لا رہی ہو اگر میں ایسا کرتا ہوں تو اس میں غلطی تمہاری بھی ہے۔ تم ہمیشہ مجھے مخالفت کرنے پر اکساتی ہو۔" وہ الزام لگاتا ہوا بولا تو انابیتا بیگ نے تھکی ہوئی سانس خارج کی اور پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مجھے نہیں لگتا اس طرح بات چیت کرنے سے کچھ حاصل ہو سکتا ہے، میں تمہارے ساتھ یہاں بیٹھ کر اپنا ٹائم ویسٹ نہیں کر سکتی۔" وہ جانے لگی تو دامیان سوری نے اس کی کلائی پکڑ کر اسے روک لیا۔

"میری بات ابھی ختم نہیں ہوئی انابیتا بیگ!" وہ ضبط سے بولا تو انابیتا بیگ نے پلٹ کر اسے اطمینان سے دیکھا پھر بہت سکون سے بولی۔

"دامیان سوری! مجھے اس ملاقات سے کچھ سلجھتا دکھائی نہیں دیتا۔ ہم فضول میں وقت گنوا رہے ہیں اور اگر تم مجھ سے معافی مانگنا چاہتے ہو، شرمندہ ہو تو میں اس پر مائل نہیں ہوں تم ہزار بار سر بھی پٹخو گے تو تب بھی میں تمہیں معاف نہیں کروں گی۔ تم نے جتنی تکلیف مجھے دی ہے اس کا ازالہ کر ہی نہیں سکتے تم، دوسری بات تمہیں شرم آنا چاہیے، ایک رشتے کے ہوتے ہوئے دوسرے رشتے کی بات کر رہے ہو۔ تم اپنے آپ کو میری نظروں سے مزید گرا رہے ہو۔ تم جب ایک رشتے میں اپنی وفاداریاں نہیں دے پا رہے ہو تو دوسرے رشتے کو کیا دو گے؟ تم ایک خوف زدہ انسان ہو دامیان سوری! میری نظر میں ایک بزدل شخص کی کوئی حیثیت نہیں۔ تم جب خود کا سامنا نہیں کر سکتے تو ڈٹ کر کسی اور کے مقابل کیسے کھڑے ہو سکتے ہو؟ میں تم سے کوئی بات کرنا نہیں چاہتی، میرا راستہ روکنا بند کر دو، مجھ سے بات کرنا ترک کر دو، مجھے بھی سکون سے جینے دو اور خود بھی۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ کلائی چھڑا کر وہاں سے نکلتی چلی گئی اور دامیان سوری اسے جاتا دیکھتا رہا تھا۔

⁂ ..... ☆ ..... ⁂
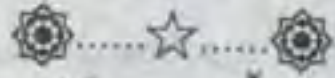
دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ زائرہ نے دروازہ کھولا اور للّی کو سامنے دیکھ کر حیران ہوئی تھی، للّی بہت تپاک سے گلے ملی تھی۔

"تم اچانک کیسے......؟"

"کچھ دن ہوئے، کچھ کام تھا سو ہوٹل میں قیام کیا اور آپ کو بھی بتایا نہیں۔" وہ اندر آئی تو سامنے ہی جہانگیر ملک بیٹھے تھے، وہ وہیں کھڑے ہو کر ان کی سمت دیکھنے لگی تھی۔ زائرہ ملک نے اس کے گریز کو محسوس کرتے ہوئے اس کے گرد اپنا بازو پھیلایا تھا۔

"اس گھر کی بیٹی ہو تم، اس طرح کیوں کھڑی ہو اندر چلو۔ بیٹھ کر بات کرتے ہیں پھر تمہاری پسند کا کھانا بناؤں گی، ہم دیر تک خوب باتیں کریں گے۔" زائرہ ملک کا دل جیسے بہت بڑا تھا، للّی مسکرا دی تھی۔

"آپ کی یاد آ رہی تھی سو آ گئی مگر زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکوں گی، مجھے واپس جانا ہوگا کچھ کام ہے سو آپ کے ساتھ صرف چائے پی سکوں گی۔" وہ آگے بڑھ آئی تھی۔

"صرف چائے؟" زائرہ ملک نے گھورا تھا۔ "اور پرائے لوگوں کی طرح ہوٹل میں قیام کرنے کی کیوں ٹھانی؟"

”مجھے اچھا نہیں لگا آپ کو پریشان کرنا۔“ وہ جہانگیر کے سامنے آن رکی تھی۔
”کیسے ہیں آپ؟“ جہانگیر ملک نے اٹھ کر بہت پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور پھر گلے لگایا تھا۔ للی جو بہت کھنچی کھنچی سی تھی اس لمحے جانے کیوں اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔
”اپنے گھر آئی ہو اور پرایوں جیسا رویہ رکھ رہی ہو؟“ جہانگیر ملک نے کہا تو زائرہ ملک ان دونوں کو دیکھتے ہوئے دانستہ منظر سے ہٹ گئی تھی اور کچن میں چلی آئی تھی۔
”آپ کی طبیعت کیسی ہے اب؟“ للی نے پوچھا۔ جہانگیر ملک نے سر اثبات میں ہلا دیا تھا پھر اسے اپنے ساتھ بٹھاتے ہوئے بولے۔
”آنے کی خبر کیوں نہیں دی؟ اپنوں سے دور رہنے کی یہ کیا عادت ہے تمہاری؟ اپنے باپ پر پڑی ہو تم۔“ وہ مسکرائے تھے اپنی کوتاہی پر شرمندہ تھے جیسے للی نے ان کی سمت دیکھا تھا۔
”مجھے کچھ کام تھا اور مجھے لگا آپ سب بزی ہوں گے آپ اپنی دوائیں وقت پر لے رہے ہیں؟“ وہ رسمی باتیں کر رہی تھی، انداز سرد تھا۔ عجب کھنچاؤ سا تھا اس رشتے میں۔ جہانگیر ملک کے لیے ہر رشتہ جیسے کوئی آزمائش تھا۔ اس سے وابستہ ہر رشتہ کے لیے ایک سوالیہ نشان بنا ہوا تھا اور اس سب میں غلطی اس کی ہی تھی وہ کہیں بھی ٹھیک سے انصاف نہیں کر پایا تھا، کسی رشتے سے بھی وفا نہیں کر پایا تھا۔ اسے نبھانے میں اور رشتوں کو باندھ کر رکھنے میں بہت دقت ہوئی تھی اور اسی کوشش میں ہر رشتہ پہلے سے زیادہ الجھتا چلا گیا تھا۔ جہانگیر ملک نے اس کے سر پر بہت شفقت سے ہاتھ رکھا تھا۔
”میں ہر رشتے کا مجرم ہوں، کسی ایک رشتے کو بھی خوشی نہیں دے پایا۔ میں نے بہت سی غلطیاں کی ہیں اور ہر غلطی کو سدھارنے کا وقت اب بہت کم پاتا ہوں۔ میں تم سے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا بیٹا! انائیا اور تم میری دو بیٹیاں ہو اور میں کتنا بد قسمت ہوں کہ اپنی کسی بیٹی کے بھی قریب نہیں ہوں۔ میں نے دونوں کو اس رشتے کی نرمی اور شفقت سے محروم رکھا، اس کے لیے کوئی معافی ہے؟“ للی نے ان کی سمت دیکھا پھر ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا، للی اپنے تجربات سے بہت کچھ سیکھ رہی تھی جیسے، وہ باتیں بھی اس کی سمجھ میں آ رہی تھیں جو وہ پہلے نہیں سمجھتی تھی۔
”شاید قصور آپ کا نہیں ہے، حالات کا ہے آپ ایک پرفیکٹ شوہر نہیں بن پائے، ایک پرفیکٹ ڈیڈ نہیں بن پائے مگر اس پرفیکشن کو ڈھونڈتے رہنا اور پچھتاتے رہنا عقل مندی نہیں۔ ہم ہمیشہ وہ حاصل نہیں کر سکتے جس کا اندازہ کرتے ہیں، ہمارے نتائج اپنے اندازوں سے مختلف ہو سکتے ہیں مگر جانچ پڑتال کر کے پچھتاوؤں میں مبتلا رہنا حل نہیں ہے۔ آپ یہ مت سوچیں کہ وقت گزر گیا اور آپ کیا نہیں کر پائے آپ یہ سوچیں ابھی وقت ہے اور آپ کیا کچھ مزید کر سکتے ہیں، جس کی آپ تمنا رکھتے ہیں۔“ وہ گہری بات کہہ گئی تھی جہانگیر ملک حیران رہ گیا تھا۔ زائرہ چائے لے کر آ گئی تھی۔ اسے دیکھ کر مسکرائی تھی، للی نے جوابی مسکراہٹ دی اور اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔
”تم چائے نہیں پیو گی؟“ زائرہ چونکی تھی۔
”نہیں، دوبارہ آؤں گی تو پھر پیوں گی۔ مجھے کہیں جانا تھا دیر ہو رہی ہے پھر آؤں گی آپ چائے پاپا کو دے دیں۔“ وہ باپ کی طرف دیکھ کر بولی اور پھر باہر نکل گئی تھی۔ زائرہ ملک نے جہانگیر ملک کی سمت دیکھا تھا، وہ اس لمحے خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

❁.......☆.......❁
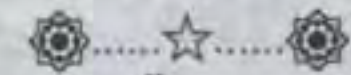
انائیا ملک حیران تھی، جس طرح وہ لڑکی اس کے قریب آ رہی تھی اور جس طرح وہ اپنا وقت اس کے ساتھ گزار رہا تھا، وہ اس کے لیے عجیب نہیں ہونا چاہیے تھا مگر اس کے باوجود بھی وہ اس کے لیے یہ سب سوچ کر حیران تھی۔ وہ اس نہج پر تھی جہاں وہ چیزوں کو بنانا چاہتی تھی، مگر جب کوئی دوسرا اس پر مائل نہیں تھا تو وہ تنہا ایسا نہیں کر سکتی تھی۔ وہ اپنی شدتوں سے واقف تھی اپنے

دل کا حال جانتی تھی مگر وہ دوسرے فریق کا دل نہیں جانتی تھی۔
اس کے اندر کیا تھا؟ وہ نہیں جانتی تھی اس کے دل میں وہ تھی بھی کہ نہیں یا کوئی اور تھا؟ وہ یہ سب سوچتے ہوئے بھی ڈر رہی تھی۔ وہ اس کا نہیں تھا پھر وہ کس خیال سے اسے کھونے سے ڈر رہی تھی؟ جسے کبھی پایا ہی نہیں تھا تو پھر یہ کھونے کا ڈر بھی کیوں تھا؟
ایشاع کی برتھ ڈے پارٹی میں بھی وہ کھوئی کھوئی سی تھی
”کیا ہوا بھابی! آپ اس طرح کھوئی کھوئی سی کیوں ہیں؟“ ایشاع نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ وہ رسمی سی مسکراہٹ چہرے پر سجا کر مسکرائی اور اسے دیکھتے ہوئے سر نفی میں ہلا دیا تھا پھر نظروں نے معارج تغلق کا تعاقب کیا تھا جو اس لمحے اس لڑکی کے ساتھ کھڑا تھا اور ارد گرد کے ماحول سے جیسے بے نیاز تھا۔ وہ اس لڑکی کو ایشاع کی برتھ ڈے پارٹی میں بھی لے آیا تھا، کیا وہ اتنا نڈر تھا؟ یا پھر وہ لڑکی اس کے لیے اتنی خاص تھی؟
”آپ علیزے کی وجہ سے پریشان ہیں؟“ ایشاع نے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا تھا، وہ کچھ بول نہیں سکی تھی تبھی ایشاع بولی تھی۔
”علیزے کی فیملی سے ہمارے پرانے تعلقات ہیں، ہمارے پڑوس میں گھر تھا ان کا۔ ان کے ڈیڈی، پاپا کے بزنس پارٹنر بھی تھے سو ایک زمانے تک وہاں...... علیزے اچھی لڑکی ہے، بھائی کی اچھی دوست ہے، شاید اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ علیزے یہاں رہتی تھی مجھے اس کی خود خبر نہیں تھی۔ بھائی کو کسی طرح سے اس نے ڈھونڈ نکالا، وہ بہت دوستانہ مزاج رکھتی ہے مگر بھائی کے دل میں تو آپ ہیں نا؟ پھر پریشانی کی کیا بات ہے؟ اگر آپ کو کچھ برا لگ رہا ہے تو سارے حق آپ کے پاس ہیں آپ قریب جا کر علیزے کو بھائی کے قریب ہونے سے روک بھی سکتی ہیں۔“ ایشاع مسکرائی تھی، وہ معارج تغلق کی سمت سے اپنی توجہ ہٹا گئی تھی، جیسے وہ ظاہر کرنا چاہتی ہو اس سے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا مگر اس کا چہرہ سلگ رہا تھا۔ جانے کیا سوچ کر وہ اٹھی تھی، ارادہ وہاں سے نکل جانے کا تھا پھر جانے کیا دل میں آیا تھا کہ قدم معارج تغلق کی سمت اٹھنے لگے تھے وہ اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کیے اسے کچھ قریب کیے کھڑا تھا، کسی بات پر مسکرا رہا تھا۔ کیا اسے کسی کی پروا نہیں تھی؟
وہ اس کے قریب جا رکی تھی۔ معارج اس کی سمت متوجہ ہوا تھا۔ لڑکی نے اس کی سمت دیکھا تھا، وہ پورے اعتماد سے مسکرائی تھی اور علیزے کی طرف دیکھا تھا۔
”آئی ایم مسز انائیا معارج تغلق! ایکسکیوز می!“ کہتے ہی اس نے معارج تغلق کا ہاتھ تھاما اور اسے لے کر اس ہجوم سے باہر نکلنے لگی تھی۔ وہ لڑکی ساکت کھڑی اسے دیکھتی رہی تھی اور حیران تو معارج تغلق بھی تھا، جو اس کے ساتھ چل رہا تھا۔
”یہ کیا طریقہ ہے انائیا! تم مجھے اس طرح وہاں سے کیوں لے آئیں اور اس طرح علیزے کو جتانے کی کیا ضرورت تھی کہ تم مسز انائیا معارج تغلق ہو؟“ وہ اس کے مقابل رک کر بولا تھا۔
”کچھ غلط کیا اگر اسے بتایا کہ تمہاری بیوی ہوں تو، کیا نہیں ہوں؟“ وہ بپھرے ہوئے انداز میں بولی تھی۔ وہ شدید ترین حسد کا شکار ہو رہی تھی، اسے جلن ہو رہی تھی اس کا انداز اس بات کا صاف پتا دے رہا تھا معارج تغلق مسکرا دیا تھا۔
”کیا ہے یہ سب اور کس لیے؟“ وہ جواز چاہ رہا تھا۔ انائیا ملک چپ چپ اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔ اس کی آنکھیں بہت خالی تھیں، وہ بہت تھکی ہوئی لگ رہی تھی، بہت نڈھال۔ جیسے وہ لڑتے لڑتے تھک گئی ہو۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

❁

چلو تم لوٹ آئے

نزہت جبین ضیاء

پھر خزاں کی آنکھ میں چمکی ہوس
برہنہ ایک شجر ہونے کو ہے
چاہتی ہے انا پھر تازہ لہو
نرم لہجہ، بے اثر ہونے کو ہے

"بس میں نے کہہ دیا اس بار پاپا کی برسی بہت دھوم دھام سے ہوگی۔" چائے کی پیالی اسفند کو تھماتے ہوئے میں نے گویا فیصلہ سنایا۔

"دھوم دھام سے مطلب......؟" اسفند نے چائے کی پیالی لیتے ہوئے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔

"مطلب یہ کہ سارے محلے والوں اور رشتہ داروں کو بلوا کر قرآن خوانی کا اہتمام کروں گی اور بریانی کی دیگیں اور مٹھائی......" میں نے سوفے پر بیٹھتے ہوئے تفصیل بتائی۔

"بھئی آپ ہمیشہ مدرسے میں قرآن خوانی کروا دیتے ہیں اور اس بار نئے محلے میں آئے ہیں تو اچھا رہے گا نا۔"

"کیسی بچوں جیسی باتیں کر رہی ہو تم......!" اسفند کا لہجہ تنبیہی تھا۔

"کیا قرآن خوانی کروانا بچوں جیسی بات ہوئی۔" میں نے بھی قدرے تیکھے پن سے سوال کیا۔

"نہیں! بلکہ دھوم دھام اور رش جمع کرنا بچوں والی بات ہے اور پھر خرچہ......!"

"بس بس......" میں نے بیچ سے بات کاٹی۔ "اب آپ فوراً ہی خرچے کا رونا شروع کر دیں گے۔"

"اچھا بھئی، ابھی دو ماہ باقی ہیں، دیکھی جائے گی۔ تم میرا ایک شلوار قمیص نکال کر استری کر دو، مجھے کام سے جانا ہے۔" خالی کپ میز پر رکھتے ہوئے اسفند نے مصالحت آمیز لہجے میں کہا اور باتھ روم کی طرف بڑھ گئے اور میں منہ بنا کر الماری کی طرف بڑھ گئی۔

یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اسفند تو ہر وقت ہی پیسے بچانے کا سوچتے تھے۔ کوئی بھی کام کرتے تو ضرور تھے لیکن دس بار سوچ کر پیسے کی اہمیت اور محنت کی کمائی پر لمبا لیکچر دے کر اور مجھے اس بات سے چڑ تھی۔

☆......☆......☆

آج سے بارہ سال پہلے ہماری شادی ہوئی جب اسفند آفس میں معمولی جاب کرتے تھے آہستہ آہستہ وہ اکاؤنٹنٹ میں ہو گئے تھے، گزرتے وقت کے ساتھ عروج اور وہاج ہماری زندگی میں آ گئے۔ میں تھوڑی سی فضول خرچ تھی جب کہ اسفند بہت سلیقے سے اخراجات کرتے تھے۔ اس مہنگائی میں کچھ بچت بھی کر لیتے تھے اور میری خواہش پر کمیٹیاں ڈال ڈال کر قدرے بہتر علاقے میں چھوٹا سا بنگلہ لے لیا تھا۔ میرے ہر خواب کو پورا کرنے میں وہ دن رات محنت کرتے تھے۔ یہ قدرے بہتر ایریا تھا، زیادہ تر پڑھے لکھے اور اچھے لوگوں کی رہائش تھی۔ یہاں پر لڑائی جھگڑے بھی نہیں ہوتے تھے۔ روز رات کو مرد حضرات کھانے سے فارغ ہو کر گھروں میں نیوز دیکھتے یا کوئی فلم سے دل بہلاتا اور خواتین گھروں سے باہر ٹہلنے نکلتیں۔ مسز یعقوب، مسز باسط، مسز افضل اور بہت سی، مختلف موضوعات پر باتیں ہوتیں۔ فلم، فیشن، میوزک سے لے کر سیاست سب پر بات ہوتی۔

یہاں پر پکنک پارٹی اور فنکشنز بھی بہت ہوتے تھے۔ قرآن خوانی کے اہتمام ہوتے تھے گھروں میں۔

ہم نے تو شفٹ ہوتے وقت بھی مدرسے سے بچے بلوا کر قرآن خوانی کروادی تھی۔ محلے کے مرد حضرات سے اسفند کی اچھی دوستی ہو گئی تھی اکثر چھٹی والے دن مرد حضرات جمع ہو کر مختلف موضوعات پر باتیں کرتے۔ عروج اور وہاج بھی محلے کے بچوں سے گھل مل گئے تھے مگر میں خود کو اوروں کے سامنے کم حیثیت محسوس کرتی تھی اور اب میں نے سوچ لیا تھا کہ اسفند کے پاپا کی برسی پر اچھا خاصا خرچہ کروں گی کیونکہ پچھلے دنوں مسز افضل نے اپنے سسر کی برسی بہت دھوم دھام سے کی تھی۔ پھر میں نے حساب کتاب لگایا لوگوں کی لسٹ تیار کی، آس پاس کے لوگ اور رشتہ دار قریبی ملا کر کوئی ایک سو پچاس افراد بن رہے تھے۔ چکن بریانی اور گل شیریں سے مٹھائی منگوانے میں ٹھیک ٹھاک پیسے لگ [illegible] تھے۔ اچھے والے برتن دریاں چاندنی سب کا حساب لگا کر میں نے جب لسٹ اسفند کے ہاتھ میں تھمائی تو میرے خیال کے عین مطابق وہ ایسے اچھلے جیسے سوفے پر کانٹے لگے ہوں۔

"کیا ہو گیا......؟" میرا لہجہ قدرے تیکھا تھا۔

"دیکھو سونیا! یہ سب فضولیات ہیں، میرے خیال میں پاپا کے لیے ہم لوگ جتنی محبت اور دل سے کچھ پڑھیں گے وہ کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔" اسفند نے کہا۔ "اور یہ تمام لوگ پیٹ بھرے اور صاحب حیثیت ہیں، ان کو کھلا کر کوئی ثواب نہیں ملنے والا، اس سے بہتر ہے کہ ہم ایدھی سینٹر میں کھانا بھجوا دیں، وہاں مستحقین کھا کر ہمیں دعا دیں گے، تم ماسی فاطمہ کو کچھ پیسے دے دو اس کا شوہر بیمار ہے۔ وہ دل سے دعا دے گی اس کی بیٹی کی شادی بھی ہونے والی ہے۔" اسفند کی بات میں وزن تھا۔

"بس اس بار کر لیں۔" میں نے لہجے کو نرم بنا کر کہا۔ اسفند نے مجھے دیکھا تو میں گڑبڑا گئی۔ "وہ...... وہ...... میں نے سب سے کہہ دیا ناں۔" میرے معصوم جھوٹ پر اسفند سر جھکا کر رہ گئے اور میں بچوں کی طرح خوش ہو گئی۔ دو تین دن بعد اسفند نے پچیس ہزار لا کر میرے ہاتھ میں رکھ دیئے۔

"بس اسی میں کر لینا سب کچھ......"

پیسے کہاں سے آئے؟ مجھے اس بات سے غرض نہ تھی، میں تو خوش ہو گئی تھی۔

"باجی! مجھے چھٹی چاہیے۔" میں نوٹ گن رہی تھی تب ہی فاطمہ ماسی آ گئی، میرے ہاتھوں میں ڈھیر سارے نوٹ دیکھ کر اس کی آنکھوں میں بے بسی اتر آئی۔

"کیوں...... اب کیا ہوا؟" میں نے پیسے سائیڈ میں رکھ کر سر اٹھا کر سوال کیا۔

"ثمینہ کے ابا کو ٹریٹمنٹ کے لیے لے جانا ہے باجی! ڈاکٹر نے بڑی مہنگی دوائیں لکھی ہیں۔" پیسوں کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے وہ بولی۔

"اچھا! جاؤ مگر...... کل جلدی آ جانا۔" میں نے جلدی سے کہا تو وہ دھیرے دھیرے کمرے سے نکل گئی۔ میں

آئندہ کا لائحہ عمل تیار کرنے لگی۔

بچے اسکول میں تھے میں نے پیسے الماری میں رکھے اور کھانا بنانے کچن میں چلی آئی۔ میں نے سوچا آج اپنے اور عروج کے لیے ایک ایک اچھا سا جوڑا بھی لے آتی ہوں۔ قرآن خوانی میں پہننے کے لیے کم از کم ہم ماں بیٹی کو تو نئے جوڑے کی ضرورت تھی۔

اسی شام میں اور عروج اپنے کپڑوں کی خریداری کے لیے مارکیٹ چلے گئے۔ پیسوں کی طرف سے میں مطمئن تھی۔

☆......☆......☆

مسز باسط کے گھر قرآن خوانی تھی وہ ہر سال بڑا پروگرام کرتی تھیں۔ قرآن خوانی اور پھر رات کا کھانا ہوتا' ویسے اس بار انہوں نے اپنے گھر میں بھی کافی تبدیلی کی تھی' سنا تھا فرنیچر اور باہر سے منگوائے شوپیسز نے ان کے گھر کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ یہ سب میں نے صرف سنا تھا میں نے ان کے گھر جا کر دیکھا نہیں تھا' ان کی دو بیٹیاں شادی شدہ تھیں۔ اب وہ اور باسط صاحب گھر میں رہتے تھے' ایک بیٹا باہر تھا جس نے امریکہ میں ہی شادی کرلی تھی۔ روپے پیسے کی کمی نہ تھی یوں تو اسفند اور وہاج کی بھی دعوت تھی مگر ان دونوں نے جانے سے منع کردیا تھا۔ سو میں اور عروج جارہے تھے۔ عصر کے بعد قرآن خوانی کے حساب سے میں نے دوپہر میں ہی رات کے لیے سالن بنالیا تھا۔ اسفند اور وہاج کے لیے نماز سے پہلے روٹیاں بنائیں اور دونوں کا کھانا رکھ کر ہم ماں بیٹیاں مسز باسط کے گھر چلے گئے۔

گھر سے باہر شامیانہ لگا کر خواتین کی قرآن خوانی کا انتظام تھا' جب ہم پہنچے تو کوئی بھی نہیں تھا حتیٰ کے ان کی دونوں بیٹیاں بھی گھر میں تیار ہورہی تھیں۔ مسز باسط نے ہمارا استقبال کیا۔

"ارے کوئی نہیں آیا۔" میں نے حیرت سے خالی چاندنیوں کی طرف دیکھا' بڑی سی جگہ پر کونے میں قرآن پاک کے سپارے ایک ٹیبل پر رکھے تھے۔

"جی نہیں! بس آتے ہوں گے' بیٹھیں آپ۔" انہوں نے کہا تو میں اور عروج ایک ایک سپارہ لے کر بیٹھ گئے' وہ اندر گھر میں چلی گئیں۔

کچھ دیر بعد وہ آئیں تو ہاتھ میں پانی کی بوتل اور گلاس تھا' ہمارے سامنے رکھ کر دوبارہ اندر چلی گئیں۔ ٹائم آہستہ آہستہ ختم ہورہا تھا' ابھی تک ان کی دونوں بیٹیاں بھی باہر نہ آئیں' ہم نے ایک ایک سپارہ پڑھ کر دوسرا لے لیا' پھر جا کے اکا دکا عورتیں نظر آئیں اور ان کی بیٹیاں بھی برآمد ہوئیں' مغرب ہونے والی تھی۔ مجھے تشویش تھی ایک قرآن پاک بھی ختم نہ ہوا تھا۔ مغرب سے کچھ پہلے کافی ساری خواتین آگئیں۔ ہم دونوں نے دو دو سپارے پڑھ لیے تھے اس لیے اب خاموش بیٹھے لوگوں کا جائزہ لے رہے تھے۔

مسز باسط کی دونوں بیٹیاں اتنے تنگ اور فیشن ایبل لباس میں تھیں کہ مجھے شرم سی آگئی' مکمل میک اپ تھا دونوں کا۔ حیرت کی بات تھی کہ دونوں بیٹیوں اور مسز باسط نے قرآن پاک نہیں پڑھا' آنے والی خواتین میں سے بھی بہت سی ایسے ہی بیٹھی باتیں کررہی تھیں۔ اچانک میری نظر سامنے بیٹھی خاتون پر پڑی جو سپارہ تو پڑھ رہی تھیں لیکن ہاتھ اور پیر پر میچنگ پرپل نیل پالش لگی ہوئی تھی' میں نے حیرت سے انہیں دیکھا تو وہ بھی اس وقت مجھے دیکھ رہی تھیں۔

"کیا ہوا آنٹی!" تقریباً میری ہم عمر وہ خاتون مجھ سے مخاطب ہوئیں پہلے تو میں ان کے طرزِ تخاطب پر چونکی پھر قدرے سنبھل کر بولی۔

"بیٹا! آپ کی یہ نیل پالش......؟"

"وہ...... وہ میں نے وضو کرکے لگائی ہے۔" اطمینان سے کاندھے اچکا کر جواب دیا' جب کہ پیروں کے ناخن کی اکھڑی ہوئی نیل پالش کہیں سے بھی تازہ نظر نہیں آرہی تھی' میں چپ ہوگئی۔

دوسری جانب دیکھا تو لگا جیسے یہ قرآن خوانی کی پاک اور مقدس محفل نہیں کوئی فیشن شو ہو۔ میرے عین سامنے ایک جوان لڑکی بیٹھی تھی' ٹخنے سے اوپر ٹراؤزر اور ساتھ میں برائے نام سلیولیس شرٹ پہنے عجیب سی لگ رہی تھی۔

"توبہ!" مجھے جھرجھری سی آگئی۔ کچھ دور سپارہ پڑھتی خواتین کی کھسر پھسر جو آواز بلند تھی' میرے کان اس طرف

تھے' دور کھڑی مسز باسط کو دیکھ کر ہنس رہی تھیں۔

"دیکھو زبیدہ! ان محترمہ کو اس عمر میں یہ کلر اور ایسی ساڑھی زیب دیتی ہے کیا مسز باسط پر......" ایک محترمہ دوسرے سے گویا ہوئیں۔

"ہاں سچ میں' مجھے تو بہت بُری لگتی ہیں گُم گُم ساڑھیاں!" دوسری نے ناک چڑھا کر کہا۔

"ہاں یاد آیا گُم گُم سے' تم نے وہ دیکھا بگ باس سیزن فائیو...... ہائے وہ کتنی بھدی لگ رہی ہے اس میں۔ اماں بن گئی بھئی وہ تو شادی کے بعد۔" تیسری خاتون نے سپارہ پڑھتے پڑھتے اسے بند کرکے اس طرح مخاطب ہوئیں کہ ان کا بولنا ضروری ہے سپارہ پڑھنے سے۔

"ارے وہ سنا تم نے جو ولید صاحب ہیں ناں' ایف بلاک کے رہائشی' ان کی بیٹی اپنے کرایہ دار کے ساتھ بھاگ گئی ہے۔" اچانک چوتھی خاتون نے سپارہ بند کرکے باتوں میں حصہ لینا فرض اولین سمجھا۔

"سچ! میں نے تو سنا وہ امریکہ گئی ہوئی ہے اپنے ماموں کے پاس۔"

"ہاں تو پھر کیا کہتے کہ ہماری بیٹی بھاگ گئی۔" اس بات پر زوردار قہقہہ ابل پڑا۔

"اُف توبہ......!" میں سخت کوفت محسوس کررہی تھی' اس پاک اور بابرکت محفل میں لوگ یہ کیسی فضولیات کررہے تھے۔

"مغرب ہونے والی ہے آپ لوگ سپارے رکھ دیں۔ آئیں پہلے گھر دیکھ لیں میرا' میں نے سیٹنگ چینج کی ہے' نماز کے بعد کھانا لگ جائے گا۔"

"ہائیں! سپارے رکھ کر......؟ گھر دیکھنا ضروری ہے کیا؟" میں سوچنے لگی۔

"آئیں سونیا! آپ بھی آئیں ناں۔" مسز باسط کی آواز پر چونکی۔

"جی...... جی......" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ویسے ماشاء اللہ مسز باسط! آپ تو ایور گرین ہیں۔ ماشاء اللہ لگتا ہی نہیں کہ آپ جوان بچوں کی نانی ہیں اور یہ ساڑھی تو آپ پر بہت سوٹ کررہی ہے۔" وہی خاتون جو ابھی مسز باسط کی ڈھیروں برائیاں اور ساڑھی کی برائی کررہی تھیں بڑی محبت سے مسز باسط سے مخاطب تھیں۔ میں نے آنکھیں پھاڑ کر ان کے ایک چہرہ میں دوسرا چہرہ ڈھونڈنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔ کس قدر کھلا تضاد تھا ان کی باتوں میں' مجھے دکھ سا ہوا۔

گھر واقعی بہت خوب صورتی سے سجایا گیا تھا' کچھ دیر بعد میں اور عروج کھانا کھا کر گھر آگئے۔ مغرب کی نماز کے ساتھ ہی ہمارے ہاں ڈنر ہوجاتا تھا۔ ہمارے آنے تک اسفند اور وہاج نے بھی کھانا کھالیا تھا اب دونوں بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے تھے۔

"ہاں بھئی کیسا رہا پروگرام؟" اسفند نے پوچھا۔

"اچھا......!" میں بہ مشکل کہہ سکی۔

"ارے پاپا! وہاں تو عجیب سا لگ رہا تھا' آنٹیاں پڑھ کم رہی تھیں باتیں زیادہ کررہی تھیں مگر پاپا! باسط انکل کا گھر بہت نائس ہے۔" عروج نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اچھا! کیا ہے ان کے گھر میں......" وہاج نے اشتیاق سے پوچھا۔

بچے باتیں کرنے لگے میں چائے بنانے کچن میں آگئی' اسفند کھانے کے بعد چائے پیتے تھے۔

حسب معمول کچھ دیر ٹی وی دیکھ کر بچے سونے کے لیے اپنے کمرے میں چلے گئے' اسفند آفس کا کام کرنے لگے' میں نے صبح کی تیاری کی' بچوں اور اسفند کے کپڑے پریس کیے۔

"کیا ہوا' تھک گئی ہو کیا؟" اسفند نے مجھے دیکھ کر پوچھا۔

"وہاں بیٹھے بیٹھے...... ہم سب سے پہلے چلے گئے ناں' کمر دُکھنے لگی ہے۔" میں نے کہا۔

"موو لگاؤں۔" اسفند نے شرارت بھرے لہجے میں کہا تو مجھے ہنسی آگئی' ہم دونوں کچھ دیر باتیں کرتے رہے پھر سونے کے لیے لیٹ گئے' اسفند تو جلدی سو گئے لیکن مجھے نیند نہیں آرہی تھی۔

میری نظروں میں آج مسز باسط کے ہاں ہونے والی

قرآن خوانی کی محفل ہی تھی۔ بڑی حیرت ہو رہی تھی کہ خواتین نے سپارہ ختم بھی نہ کیا تھا' ایک قرآن پاک بھی مکمل نہ ہوا تھا پھر قرآن پاک پڑھتے ہوئے برائیاں' جھوٹ' غیبت' کس طرح جاری تھی۔ قول و فعل کا تضاد' ہنسی مذاق جس کے گھر گئے اس کی پیٹھ پیچھے برائیاں' پھر وہ خاتون جو نیل پالش کے ساتھ سپارہ پڑھ رہی تھیں' کتنے گناہ کی بات تھی وہ۔ جب وضو ہی نہیں ہوا تو قرآن پاک کو ہاتھ لگانا کتنا بڑا گناہ تھا اور پھر سپارے رکھ کر مسز باسط کا خواتین کو گھر کی آرائش و زیبائش دکھا کر دادِ تحسین وصول کرنا۔ اس کا مطلب تھا کہ انہوں نے وہ تقریب رکھی ہی اپنے گھر کو دکھانے کے لیے تھی۔ اب بھلا فرداً فرداً کون آتا' کتنی غلط اور گناہ کی بات تھی یہ تو...... مجھے دلی صدمہ ہو رہا تھا۔ تب ہی مجھے اسفند کی بات یاد آئی کہ جس طرح ہم دل سے اپنوں کے لیے پڑھیں گے اور دعا کریں گے کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔

''واقعی سچ کہا تھا انہوں نے...... پھر ہم کہاں کے لکھ پتی تھے کہ اتنا پیسہ بھی خرچ کریں اور حاصل بھی کچھ نہ ہو' اس میں بھلا ثواب تو نہیں ملے گا ناں...... نا اس طرح پڑھنے والوں کو' نا اس طرح کروانے والوں کو۔ تو کام ایسا ہو کہ ثواب بھی ملے۔'' دیر رات تک میں اسی بارے میں سوچتی رہی اور صبح اٹھی تو میری سوچ یکلخت بدل چکی تھی۔ میرے ذہن سے دکھاوا اور احساسِ کمتری یکسر ختم ہو چکی تھی۔ میں نے سوچا اسفند کی اتنی محنت سے کمائی ہوئی رقم ایسے لوگوں پر کیوں خرچ کروں جو میرے پیچھے میری برائی کریں اور سامنے تعریف...... میں نے اللہ سے توبہ کی اپنی سوچ کی۔

☆......☆......☆

دوسرے دن اتوار تھا' ہم لوگ نمازِ فجر ادا کر کے کچھ دیر کے لیے سو گئے' صبح ناشتے سے فارغ ہوئے تو اسفند اخبار پڑھنے لگے' میں نے ناشتے کے برتن سمیٹے تب ہی ماسی فاطمہ آ گئی۔

''سلام صاحب...... بیگم صاحبہ!'' اس نے آتے ہی کہا۔

''وعلیکم السلام!'' ہم دونوں نے جواب دیا' میں اٹھ کر اپنے کمرے میں گئی' واپس آئی تو میرے ہاتھ میں پیسے تھے۔

''کیا ہوا......؟'' اسفند نے میرے ہاتھوں میں پیسے دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔

''کچھ نہیں! اسفند میں نے کچھ سوچا ہے۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔

''کیا......؟'' انہوں نے پوچھا۔

''اسفند آپ نے صحیح کہا تھا جس طرح اور جس خلوص اور دل سے ہم پاپا کے لیے کچھ پڑھیں گے بھلا یہ پیٹ بھری خواتین کیا کریں گی۔ اس لیے میں نے سوچا ہے کہ فاطمہ کے شوہر کے ٹیسٹ ہونے والے ہیں تو اس میں اسے کچھ پیسے دے دوں۔ وہ دعا دے گی ناں...... اور...... پاپا کے نام سے کچھ اسلامی کتابیں (دعاؤں کی) چھپوا کر مساجد میں تقسیم کر دیں اور ہم سب مل کر کم از کم ایک ایک قرآن پاک تو ختم کر دیں۔

واقعی میری سوچ غلط تھی کہ دھوم دھام سے برسی کروں' پاپا کو بریانی یا مٹھائیاں نہیں جائیں گی بلکہ وہ جائے گا جو ان کے لیے دل سے پڑھا جائے۔ سوری اسفند!'' میں نے نم آنکھوں سے کہا۔

''نو سوری! تم سمجھ گئیں بڑی بات ہے۔ ہماری بیگم کو عقل آ گئی ناں۔ بس یہی بہت ہے میرے لیے۔'' اسفند کی آنکھوں میں میرے لیے بہت پیار تھا' میں نے تشکر بھری نظریں ان پر ڈالیں تو انہوں نے شرارت سے مجھے آنکھ مار دی میں یک دم گڑبڑا گئی تو وہ زور سے ہنس دیئے۔

میں نے مصنوعی خفگی سے انہیں گھورا اور فاطمہ ماسی کو آواز دینے لگی تا کہ ابھی سے ہی یہ نیک کام شروع کر دوں۔ آج میرا دل بہت مطمئن تھا۔

لمبی دم والا

ثانیہ عبدالغفور

قدم قدم پہ ملے اک نئی خوشی تم کو
اندھیری راہ میں مل جائے روشنی تم کو
میری دعا ہے خدا سے کہ کاش لگ جائے
میری حیات کے لمحوں کی زندگی تم کو

''اس دفعہ دنبے کی قربانی نہ دی جائے؟'' عرفان احمد نے اپنی بیگم کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتیں' پاس بیٹھا شانی بول اٹھا۔

''جی بابا! اگر آپ کہتے ہیں کہ دنبے کی قربانی نہ دی جائے تو نہیں دیتے' آخر اور بھی جانور ہیں ناں۔'' اس کے لہجے میں شرارت تھی۔ عرفان صاحب اس اعلیٰ جواب پر تلملا گئے اور اسے خشمگین نگاہوں سے گھورا۔

''بیگم! آپ کیا کہتی ہیں؟'' انہوں نے پوری توجہ فاطمہ بیگم کی طرف مرکوز کر دی۔

''میں نے کیا کہنا ہے' بے شک دنبے کی قربانی نہ کریں' بکرا لے لیتے ہیں۔'' وہ سادگی سے بولیں جب کہ عرفان صاحب سر تھام کر رہ گئے۔

''توبہ ہے تم لوگوں سے' میں کیا پوچھ رہا ہوں اور آپ دونوں کیا جواب دیئے جا رہے ہیں؟'' وہ جھنجلا گئے۔

''جی بابا! کیا پوچھ رہے ہیں آپ؟'' اب کے شانی ذرا سنجیدہ ہوا تو عرفان صاحب نے پُرسکون سانس خارج کرتے ہوئے کہا۔

''میں پوچھ رہا تھا کہ اس عید پر کس کی قربانی دی جائے؟''

''ارے یہ کیا بات ہوئی' جانور کی قربانی کرنی ہے' بھلا اور کس کی کرنی ہے۔'' فاطمہ بیگم نے بھرپور حیرانی کا مظاہرہ کیا تو عرفان صاحب تقریباً سر پیٹ

کر رہ گئے جب کہ شانی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے بولا۔

''جی بابا! آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں' اس دفعہ دنبہ ہی قربان کرتے ہیں۔''

''صد شکر کہ کسی کو تو عقل آئی ورنہ میں تو پاگل ہونے کے قریب تھا۔'' عرفان صاحب اٹھتے ہوئے بولے۔

''بابا! آپ کہاں جارہے ہیں؟'' شانی انہیں اٹھتے دیکھ کر بولا۔

''بیٹا جی! ٹیبلٹ لے کر آرام کروں گا۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے سر دبایا اور کمرے سے نکل گئے۔

''بھائی! یہ دنبہ کیا ہوتا ہے؟'' پانچ سالہ انشراح کے لیے یہ نیا لفظ تھا اور وہ متواتر یہی سوچ رہی تھی۔

''گڑیا! دنبہ ایک جانور ہوتا ہے اور پہلی قربانی دنبے کی ہوئی تھی' جو جنت سے لایا گیا تھا۔'' شانی نے اپنے تئیں اسے مطمئن کیا مگر نیا سوال اس کا منتظر تھا۔

''بھائی! دنبہ کا مطلب کیا ہوتا ہے؟'' سوال سن کر وہ گڑبڑا گیا اور مدد طلب نظروں سے امی کو دیکھا' مگر وہ اخبار میں محو نظر آئیں۔

''دنبہ کا مطلب ہے...... لمبی دُم والا۔''

اس نے آہستہ سے کہا مبادا امی سن لیں اور اسے سرزنش کریں کہ غلط جواب کیوں دیا اور انشراح کو تو ہر سوال کا جواب چاہیے ہوتا اور اس کے خیال میں اس کے بھائی کے پاس ہر بات کا جواب موجود ہے۔

''یعنی لمبی دُم والے والے جانور کو دنبہ کہتے ہیں۔'' انشراح نے تصدیق کرتے ہوئے پوچھا' بلاشبہ وہ بلا کی ذہین تھی۔

''ہاں گڑیا!'' شانی نے جان چھڑاتے ہوئے کہا۔

''بھائی! آپ دنبہ کب لائیں گے؟'' اس نے پوچھا۔

''بقر عید سے ایک ہفتہ پہلے۔''

''اور عید کب ہے؟''

''جس دن ہم دنبہ لائیں گے اس کے ہفتہ بعد۔'' شانی بھی آخر شانی تھا جب کہ انشراح منہ بسور کر رہ گئی۔

''یہ کیا بات ہوئی بھائی! اگر آپ کل ہی دنبہ لے آئے تو ہفتہ بعد تو عید نہیں ہوگی ناں۔'' اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا فاطمہ بیگم بول اٹھیں۔

''کیا شور مچا رکھا ہے تم دونوں نے' شانی! انشراح کو ہوم ورک کروادو پھر اسے نیند آنے لگتی ہے' جاؤ دونوں۔'' انہوں نے دونوں کو کمرے سے نکالا اور اخبار میں مگن ہو گئیں۔

☆......☆......☆

''کیا ہو رہا ہے امی!'' شانی نے کچن میں جھانکتے ہوئے کہا۔

فاطمہ بیگم جو کہ سموسے فرائی کر رہی تھیں' پہلے ہی گرمی سے بے حال تھیں' اس کے بونگے سوال پر تلملا گئیں۔

''جھک مار رہی ہوں۔'' انہوں نے دانت پیس کر کہا۔

''ہائیں......'' وہ حیرانی سے کہتا ہوا کڑاہی میں جھانکنے لگا۔

''مگر آپ تو سموسے فرائی کر رہی ہیں؟'' وہ انہیں تنگ کرنے سے باز نہ آیا' وہ بالکل لاتعلق کھڑی تھیں کیونکہ گرمی نے ان کا دماغ پہلے ہی گرم کر رکھا تھا۔

''شانی! یار آؤ عصر کی نماز پڑھ آئیں پھر آ کر ان سے انصاف کرتے ہیں۔''

عرفان صاحب نے کچن میں جھانکا اور سموسوں کی طرف اشارہ کر کے بولے۔

''پلیز اسے لے جائیں ورنہ آج یہ بھی میرے ہاتھوں فرائی ہو جائے گا۔'' فاطمہ بیگم نے تپ کر کہا۔

''میں نے کیا کیا ہے۔'' شانی نے معصومیت سے کہا۔

فاطمہ بیگم نے شانی کو خشمگین نگاہوں سے گھورا۔

''جماعت میں پانچ منٹ رہ گئے ہیں شانی! جلدی آؤ۔'' عرفان صاحب نے ٹائم دیکھتے ہوئے ہانک لگائی اور دونوں نماز کے لیے چلے گئے تو فاطمہ نے سکھ کا سانس لیا۔

''چائے تیار ہے بیگم۔'' عرفان صاحب نے گھر میں داخل ہوتے ہوئے' بے تابی سے پوچھا۔

''جی! تیار ہے۔'' انہوں نے جلے کٹے انداز میں کہا تو دونوں ہنس پڑے۔

''امی! انشراح کدھر ہے؟'' اچانک شانی کو اپنی گڑیا کی عدم موجودگی کا احساس ہوا' اتنے میں دو ننھے ہاتھوں نے اسے بھینچ لیا۔

''آ گئی میری پیاری سی بہنا۔'' شانی نے اسے پکڑ کر گود میں بٹھایا اور اس کی ناک پیار سے دبائی۔

''کیا کر رہی تھی؟''

''ہوم ورک کر رہی تھی شانی بھائی! اب آپ نے صرف مجھے پڑھانا ہے پھر آپ جلدی فارغ ہو جائیں گے۔'' وہ سیانوں کو بھی مات دیتے ہوئے بولی۔

''ہوں تو بھائی کا بڑا خیال ہے تمہیں۔'' شانی بولا۔

''شانی بھائی! دنبہ کب لینے جانا ہے اور آپ کو پتا ہے بھائی! میری بک میں دنبے کی پکچر بھی ہے۔'' اس نے جواب کا انتظار کیے بغیر اس کی معلومات میں اضافہ کیا اور کتاب لینے بھاگ گئی۔

''یہ دیکھیں دنبہ! اسے انگلش میں ڈائنوسار کہتے ہیں یعنی لمبی دم والا۔'' وہ ڈائنوسار کی تصویر پر ہاتھ رکھے اسے معلومات فراہم کر رہی تھی اور وہ منہ پر ہاتھ رکھے بمشکل ہنسی ضبط کرنے کے چکروں میں تھا۔ انشراح نے اسے گھورا۔

''بھائی! آپ ہنس رہے ہیں یہ دنبہ ہی ہے ناں۔'' وہ معصومیت سے بولی۔

''نہیں گڑیا! یہ صرف ڈائنوسار ہے' دنبہ تو دنبہ ہی ہوتا ہے۔'' اس نے جلدی سے کہتے ہوئے سموسوں پر حملہ کر دیا جو عنقریب ختم ہونے والے تھے۔

''قربانی خریدنے آپ کب جارہے ہیں؟'' فاطمہ بیگم نے کرسی پر ٹکتے ہوئے سوال کیا۔

''ارے! تمہیں کس نے کہا میں نے قربانی خریدنی ہے' میں نے تو دنبہ خریدنا ہے۔'' وہ چونکتے ہوئے بولے۔ شانی اور انشراح کھی کھی کرنے لگے جب کہ فاطمہ بیگم سر پکڑ کر رہ گئیں۔

''بابا! امی دنبے کا کہہ رہی ہیں۔'' شانی نے گویا اہم معلومات فراہم کی تھیں۔

''اچھا......!'' انہوں نے حیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

''کبھی تو سیریس ہو جایا کریں' میں اسلامی فریضے کی بات کر رہی ہوں۔'' فاطمہ بیگم نے جھنجلاتے ہوئے کہا۔

''تو میں کب مذاق کر رہا ہوں' میں بھی سنجیدہ ہوں۔'' انہوں نے مصنوعی سنجیدگی چہرے پر طاری کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں دیکھ رہی ہوں کتنے سنجیدہ ہیں۔'' جواباً فاطمہ بیگم نے بھی منہ بنایا۔

''اچھا! سنجیدہ گفتگو سے بھی آپ کو فیض یاب فرمائیں گے' پہلے چائے تو پلا دیں۔'' انہوں نے فرمائشی انداز میں کہا تو فاطمہ بیگم چائے بنانے کے لیے اٹھ گئیں۔

''شانی یار آج ذرا تیار رہنا' قربانی لینے جانا ہے۔'' عرفان صاحب نے ناشتے سے فارغ ہوتے ہی شانی کو کہا تو وہ سر ہلا کر رہ گیا۔

ظہر کی نماز کے بعد وہ بکرا منڈی چلے گئے' ادھر پہنچتے ہی شانی بولا۔

''بابا! یہ تو بکرا منڈی ہے۔''

''ہاں! تو پھر......؟'' وہ ذرا حیران ہوئے۔

''تو پھر یہاں سے بکرے ہی ملیں گے' دنبہ تو ملنے سے رہا۔'' وہ بولا۔ عرفان صاحب اس کی لاجک پر ہنس پڑے۔

''بابا! یہ دیکھیں کتنا خوب صورت بکرا......''

ایک جگہ شانی چلایا تو عرفان صاحب نے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا جہاں بہت خوب صورت بکرا نہایت کروفر سے قریبی بکریوں کو تاک رہا تھا۔

''یہ تو شکل سے ہی آوارہ لگ رہا ہے' تم اس کی صحبت میں خراب ہو جاؤ گے۔'' انہوں نے منہ بناتے

ہوئے اعتراض کیا تو شانی قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

''بابا! پلیز دنبہ اگلی دفعہ سہی' یہ بکرا میرے دل میں اتر گیا ہے' پلیز۔'' وہ ملتجی نگاہوں سے انہیں دیکھتے ہوئے بولا تو وہ بکرے کی سمت چل دیئے۔ اچھی طرح اس کا معائنہ کرکے دوسرے لفظوں میں پوسٹ مارٹم سے فارغ ہوئے تو بکرے والے سے بھاؤ تاؤ کرنے لگے۔ مناسب دام لگا کر وہ بکرا گھر لے آئے۔

''ارے کیا...... آپ بکرا اٹھا لائے۔'' گھر میں داخل ہوتے ہی انہیں بکرے کے ہمراہ دیکھ کر فاطمہ بیگم چلا اٹھیں۔

''ارے بیگم کیسی باتیں کرتی ہو' ہم بھلا بکرا اٹھا کر کیسے لا سکتے ہیں' ہم تو اسے چنگ چی پر بٹھا کر لائے ہیں۔'' انہوں نے بے تحاشا حیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا تو فاطمہ بیگم جھنجلا گئیں۔

''بھئی! یہ تمہارے بیٹے کے دل میں اتر چکا تھا تو یہی لانا پڑ گیا' ورنہ پھر اس کا دل وہیں چھوڑنا پڑتا' اب کیا تمہیں بے دل بیٹا قبول تھا۔'' عرفان صاحب نے وضاحت دی تو وہ بھنا کر رہ گئیں۔

''بھیا' آپ دنبہ لے آئے۔'' انشراح دور سے کہتی بھاگتی آئی اور شانی کی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔

''شانی بھائی یہ تو بکرے جیسا ہے۔'' جونہی اس کی نظر بکرے پر پڑی تو وہ بول اٹھی۔

''جی گڑیا! یہ بکرے جیسا ہے کیونکہ یہ بکرا ہے۔'' شانی نے کہتے ہوئے اس کی پونیاں کھینچیں۔

''آپ دنبہ کیوں نہیں لائے۔'' وہ شکایتی انداز میں بولی' خیالوں ہی خیالوں میں وہ کئی بار لمبی دم والے کو دیکھ چکی تھی۔

''وہ ہماری آمد کا سن کر منڈی سے بھاگ گیا تھا۔''

''مگر کیوں......؟'' انشراح کے خاک پلے نہ پڑا تو اس نے پوچھا۔

''اب یہ تو دنبے کو ہی پتا ہوگا۔'' وہ بے مقصد باتیں کرتے اندر آ گئے۔

''گڑیا! آپ بکرے سے دوستی کرلو' آپ کو ثواب ملے گا۔'' شانی نے اس کے اندر جذبۂ شوق ابھارا تو وہ سر ہلا کر رہ گئی۔

اور پھر اس دوستی کا عظیم مظاہرہ شانی نے اگلے ہی دن دیکھ لیا۔ بکرے کی دم کے ساتھ تقریباً ڈیڑھ گز رسی لٹکی ہوئی تھی اور انشراح پاس کھڑی اسے محویت سے دیکھ رہی تھی۔

''کیا ہو رہا ہے گڑیا!'' وہ اس کے پاس آ کر یک دم بولا تو وہ اچھل پڑی۔

''بھیا! یہ دیکھیں دنبہ......'' وہ بکرے کی طرف اشارہ کرکے بولی۔ وہ اس کی بات سمجھ تو گیا مگر انجان بن کر بولا۔

''یہ تو بکرا ہے...... بھلا دنبہ کیسے ہوا؟''

''بھیا! یہ دیکھیں اس کی لمبی دم...... دنبہ ہی ہوا ناں۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے رسی اٹھائی جس سے بکرے کی دم بھی کھنچی گئی تو وہ غضب ناک تیور لے کر انشراح کی طرف بڑھا اس سے پہلے کہ وہ اسے اپنا بکرا ہونے کا ثبوت دیتا شانی پھرتی سے اسے اٹھا کر سائیڈ پر ہو گیا۔

''ابھی اس نے تمہیں دن میں تارے دکھا دینے تھے۔'' شانی کہتا ہوا اسے اٹھائے اندر آ گیا مگر اندر آتے ہوئے اس کی سانس پھول گئی۔

''کتنی موٹی ہو گئی ہو تم۔'' اسے کرسی پر بٹھاتے ہوئے خود بھی دھپ سے پاس والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

''امی! ابو کدھر ہیں؟'' اس نے امی سے پوچھا جو بچوں کے میگزین میں مصروف نظر آ رہی تھیں۔

''اپنے کسی دوست کی طرف گئے ہیں۔'' انہوں نے مختصر جواب دیا۔

''امی! آپ یہ بچوں کا میگزین کیوں پڑھ رہی ہیں یہ تو بچوں کے لیے ہے۔'' شانی نے اپنے پسندیدہ میگزین کو للچائی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا جو کہ ابھی آدھا پڑھا گیا تھا اور اسے پتا تھا کہ امی اسے ختم کیے بغیر چھوڑنے والی نہیں تھیں۔

''بھئی! بوڑھا بچہ برابر......'' ان کی نگاہوں کا زاویہ بدستور میگزین پر تھا۔

''اے میری پیاری امی جان! وہ بچہ جس کی آپ بات کر رہی ہیں وہ میگزین پڑھنے کے قابل نہیں ہوتا۔'' وہ خوشامدی انداز میں بولا جس کا انہیں بخوبی ادراک تھا۔

''اچھا جو بھی ہے پڑھنے دو مجھے' پھر تمہارے بابا آ جائیں گے تو پھر ان کا پتا تو ہے تمہیں' بس پھر صرف ان کی ہی سنو۔'' اور ساتھ ہی انہیں باہر جانے کا اشارہ کیا تو دونوں سست روی سے چلتے باہر آئے اور بکرے سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئے۔

''ہائے فرینڈ۔'' انشراح نے اسے متوجہ دیکھ کر ہاتھ ہلاتے ہوئے بے تکلف ہونے کی کوشش کی تو اس نے منہ پرے کر لیا۔

''چہ چہ...... دیکھو گڑیا! یہ ابھی تک ناراض ہے کیونکہ تم نے اسے دنبہ بنا دیا تھا۔''

''نہیں بھیا! ابھی میں نے اسے فرینڈ شپ آفر نہیں کی اسی لیے یہ مجھ سے ناراض ہے' ابھی دیکھیے یہ مجھ سے فوراً راضی ہو جائے گا۔'' وہ کہتے ہوئے اٹھی اور بکرے کے پاس چلی گئی اور اپنا ہاتھ بڑھا کر بولی۔

''ہیلو بکرے! مجھ سے فرینڈ شپ کر لو' اب ہم بالکل نہیں لڑیں گے' میں تمہیں تنگ نہیں کروں گی اور تمہیں......'' ابھی اس کی بات منہ میں ہی تھی اور بکرا غالباً دوستی قبول کرنے کے چکروں میں تھا' فوراً اٹھا اور اس سے پہلے کہ وہ انشراح سے ہاتھ ملا ہی لیتا' شانی نے اسے سینگوں سے پکڑ کر پرے کر دیا۔

''گڑیا! اس سے ہاتھ ملانا تمہیں بہت مہنگا پڑ سکتا ہے' سمجھو تمہاری دوستی ہو گئی۔'' اور اسی دوستی اور شرارتوں کے چکروں میں بقر عید آ ہی گئی۔

''بھیا عیدی......''

شانی نماز کے لیے جانے ہی لگا تھا کہ انشراح اپنی سرخ پھولی ہوئی فراک سمیت آ گئی۔

''ارے میری بہنا تو گڑیا لگ رہی ہے۔'' شانی اسے پیار کرتے ہوئے بولا۔

''بھئی ہماری گڑیا تو شہزادی لگ رہی ہے۔'' عرفان صاحب نے اسے اٹھا کر پیار کیا اور عیدی دی۔

''بھیا آپ......'' اب وہ شانی کے سامنے کھڑی تھی۔

''میری طرف سے بکرا۔'' وہ دامن بچا کر بولا مگر وہ بھی اس کی بہنا تھی اس کی جیب ہلکی کروا کر ہی دم لیا۔

نماز کے بعد وہ گھر آ گئے اور بکرا ذبح کرنے کی تیاری کرنے لگے۔

''بھیا اسے کل ذبح کر لینا۔'' شانی کو رسّی کھولتے دیکھ کر انشراح نے رونی صورت بنا کر کہا۔

''گڑیا! جتنا ثواب آج ملے گا اتنا کل نہیں ملے گا۔'' شانی اس کا گال تھپتھپا کر چلا گیا۔

قربانی کے بعد وہ اندر آیا تو انشراح رو رہی تھی وہ تیزی سے آگے بڑھا اور اسے گود میں اٹھا لیا۔

''گڑیا روتے نہیں بھئی' دیکھو تمہارا دوست اللہ کے پاس چلا گیا' اگلی دفعہ ہم دنبہ لائیں گے' وعدہ رہا۔'' اس نے کہتے ہوئے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تو انشراح اپنا ننھا منا ہاتھ اس کے مضبوط ہاتھ میں دے کر بولی۔

''لمبی دم والا۔'' یہ سن کر شانی قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

''ہاں! لمبی دم والا...... چلو آؤ کچن میں چلتے ہیں۔ امی اسپیشل تمہارے لیے شاہجہانی کٹا کٹ بنا رہی ہیں۔'' شانی نے کہا اور دونوں ہنستے مسکراتے کچن میں چل دیئے' جہاں ان کے والدین کے درمیان دلچسپ نوک جھونک جاری تھی۔

وہ دونوں بھی اس حسین منظر کا حصہ بن گئے کہ وہ اسی کا حصہ تھے۔

قسط نمبر 1
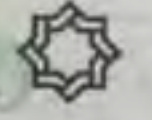
ٹوٹا ہوا تارا

سمیرا شریف طور

سپنوں سے دل لگانے کی عادت نہیں رہی
ہر وقت مسکرانے کی عادت نہیں رہی
یہ سوچ کر کہ کوئی منانے آئے
اب ہم میں روٹھ جانے کی عادت نہیں رہی

قارئین کے نام

السلام علیکم!

مزاج بخیر! ''یہ چاہتیں یہ شدتیں'' کے بعد ''ٹوٹا ہوا تارا'' میرا یہ دوسرا طویل ترین ناول ہے جو آپ کے سامنے ہے۔ گزشتہ ناول کو جس طرح آپ بہنوں نے سراہا اور پسند کیا میرا اعتماد کئی گنا بڑھا۔ یہ میری دوسری کاوش ہے۔

''یہ چاہتیں یہ شدتیں'' کچی عمر کی لکھی کہانی تھی۔ چار پانچ اقساط پر مبنی کہانی جس کے کردار زرش اور سمعان احمد کے خاندان کے کرداروں پر مشتمل تھے۔ میرے پاس لکھی وہ کہانی اپنی تمام تر منظر نگاری اور مکالمہ بازی سمیت سامنے موجود تھی اور جب قسط وار طویل ناول کی صورت میں لکھنا پڑا تو صرف نوریہ اور دیگر کے کرداروں کے اضافے کے علاوہ مجھے ذرا بھی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا نتیجہ اختتام تک آپ لوگوں کے سامنے تھا' ناول سپرہٹ تھا۔

جب کہ ''ٹوٹا ہوا تارا'' اسی دور کی ایک کہانی ہے جس کا خلاصہ تو لکھا مگر اس قدر مختصر کہ...... اب جب کہ قسط وار ناول کا آغاز کر رہی تھی تو مجھے ایک دفعہ پھر اس کا پلاٹ' کرداروں' مکالموں کے ساتھ ساتھ مجموعی تاثر کو برقرار رکھنے میں خاصی جدوجہد کرنا پڑ رہی ہے۔ یہ کہانی بھی فیملی کہانی ہے مگر تھوڑی تبدیلی کے ساتھ۔ وقت اس قدر تیز رفتاری سے بدل رہا ہے کہ قدریں تو ایک طرف انسان اپنی تخلیق کا اصل مقصد فراموش کر کے کہیں اور گم ہو چکے ہیں اور یہ کہانی آپ کو بتائے گی۔ کہانی کے تعارف سے آپ لوگوں نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ یہ کس قسم کی کہانی ہو سکتی ہے؟

اس کہانی میں اصل میں ٹوٹا ہوا تارا کون ہے؟ اس کا فیصلہ آپ لوگوں نے کرنا ہے۔ میری پوری کوشش ہے کہ کہانی میں آپ لوگوں کی توجہ ودلچسپی برقرار رکھوں اور تجسس آخر تک برقرار رہے۔

یہ تین جنریشنز پر مشتمل کہانی ہے۔

بابا صاحب' تابندہ بوا کا ماضی اور ولید' مصطفیٰ لوگوں کا حال یہ تین ادوار پر بننے والی داستان ہے۔
مصطفیٰ' ولید' روشانے' شہواز' سکندر' تابندہ بی بی' ضیاء احمد اور بابا صاحب ان میں ٹوٹا ہوا تارا کون ہے؟
حال و ماضی کی یکساں کہانی...... یا پھر ایک دلچسپ و تجسس کے عناصر سے سجی دلچسپ داستان؟
میرا کوئی دعویٰ نہیں "یہ چاہتیں یہ شدتیں" کے متعلق دعویٰ تھا کہ وہ شاہکار ہوتا اور اس کے متعلق کوشش کروں گی کہ یہ اس سے بڑھ کر ثابت ہو۔
کہانی کیسی لگتی ہے؟ اپنا فیڈ بیک دیتے رہیے گا۔ آپ کی ہر طرح کی تنقیدی آراء میرے لیے مشعل راہ رہیں گی۔ اچھی بری ہر طرح کی رائے سے نوازتے رہیے گا' اللہ حافظ۔
اللہ ہم سب کو دین و ایمان کی دولت سے نوازے آمین۔

دعاؤں کی طالب
آپ کی اپنی
سمیرا شریف طور

......☆☆☆......

"تم میرے رشتوں کے قاتل ہو" کوئی چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ نجانے آواز کہاں سے آرہی تھی ان کے سامنے تو لق و دق صحرا تھا' میلوں تک پھیلا صحرا۔ آگ برساتا سورج سر پر تھا اور تپتی جھلستی ریت پاؤں تلے تھی۔
چوہدری حیات علی کو لگ رہا تھا کہ آج روزِ قیامت ہے' حساب کا دن ہے۔ انہیں آج اپنے کیے کی سزا ملنے والی ہے۔ وہ چیخ پکار رہے تھے۔ اپنی ساری اولاد کو' اپنی بیوی کو جو برسوں پہلے منوں مٹی تلے جا سوئی تھی۔ مگر کوئی ان کی آواز سن کر نہیں آیا تھا۔ حتیٰ کہ چیخ چیخ کر ان کا حلق دکھنے لگا۔ بھاگتے دوڑتے وہ گر رہے تھے' گرم جھلستی ریت ان کا بدن جھلسا رہی تھی۔
"تم نے مجھے گندگی کا ڈھیر بنا دیا ہے' تم صرف اور صرف قاتل ہو۔ دور ہو جاؤ میری نظروں سے...... میں تمہارا چہرہ بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔" نجانے یہ آوازیں کہاں سے آرہی تھیں۔ اب کے چوہدری حیات علی چیخ چیخ کر رو رہے تھے۔
"نواز علی...... شاہ زیب علی...... حسن علی......" وہ اپنے بیٹوں کو چیخ چیخ کر بلا رہے تھے مگر ارد گرد خونخوار آوازوں کے علاوہ ان کی آواز کی صرف بازگشت تھی۔ وہ تھک ہار کر تپتی ریت پر گر گئے تھے اور تبھی انہیں لگا آسمان سے کوئی شعلہ لپکا ہے۔
"نہیں......" کمرے کے در و دیوار ان کی چیخوں سے گونج اٹھے تھے۔
"چوہدری صاحب! کیا ہوا...... کیا ہوا چوہدری صاحب؟" بخشو حواس باختہ انہیں جھنجوڑ رہا تھا وہ ایک دم ہڑبڑا کر آنکھیں کھول کر ارد گرد دیکھنے لگے۔
وہ تو تپتے آگ اگلتے صحرا میں برہنہ پا گرے ہوئے تھے تو پھر یہ کون سی جگہ تھی۔ وہ خالی خالی نظروں سے اپنے سامنے موجود انسان کو دیکھ رہے تھے۔
"چوہدری صاحب لگتا ہے خواب میں ڈر گئے ہیں۔ لیں یہ پانی پئیں۔" اس نے گلاس بھر کر پانی پیش کیا تھا۔
چوہدری صاحب کو لگا ان کا گلا دکھ رہا ہے۔ جیسے چیخ چیخ کر خراشیں پڑ چکی ہیں۔ صحرا کی گرمی و تپش اور آگ برساتا سورج انہیں ایک دم شدت سے پیاس کا احساس ہوا۔ انہوں نے ایک ہی سانس میں پانی کا گلاس ختم کیا تھا' وہ لاشعور سے شعور کی طرف پلٹ رہے تھے۔ انہیں ماحول اور ارد گرد موجود چیزوں کی شناخت ہو رہی تھی۔

وہ کسی لق و دق صحرا میں نہیں ایک قیمتی ساز و سامان سے آراستہ و پیراستہ کمرے میں اپنے جہازی بستر پر دراز تھے۔ ان کا وفادار ملازم بخشو انہیں تشویش بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے جو وہ دیکھ رہے تھے وہ ایک خواب تھا ایک بھیانک خواب۔
ان بھیانک خوابوں کا سلسلہ پچھلے کئی سالوں سے چل رہا تھا مگر پہلے پہل وہ ڈر کر چیخ کر اٹھتے نہیں تھے یہ تو پچھلے تین چار سالوں سے ان کا احساسِ ندامت گناہ کا روپ دھارنے کے بعد عذاب ہر لمحے انہیں دھمکانے آجاتا تھا۔ انہوں نے ایک گہری سانس لی تبھی دروازے پر دستک ہوئی تھی۔
"بخشو......!" ساتھ ہی نسوانی آواز بھی تھی۔
"جی تابندہ بوا!" بخشو اٹھ کر دروازے تک گیا تھا۔ دروازہ کھول کر باہر دیکھا۔ تابندہ بوا چادر میں منہ چھپائے کھڑی تھیں شاید چوہدری صاحب کی چیخیں سن کر وہ بھی اٹھ کر آگئی تھیں۔
"کیا بات ہے؟ چوہدری صاحب کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟" بڑے شائستہ لب و لہجے میں اپنے اس مخصوص مؤدبانہ انداز میں وہ استفسار کر رہی تھیں۔ بخشو نے سر ہلا دیا تھا۔
"جی بوا! آپ کو پتا ہے وہ اکثر خواب میں ڈر جاتے ہیں۔ ابھی نارمل نہیں ہوئے کچھ وقت لگ جائے گا۔ طبیعت البتہ ٹھیک ہے۔" وہی مخصوص الفاظ تھے تابندہ بوا نے سر ہلا دیا تھا۔
"ان کو نیند کی گولی دے کر سلا دو اور ہاں صبح کسی سے بھی ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔" تابندہ بوا نے مخصوص ہدایت سے نوازا تو بخشو نے فوراً سر ہلایا تھا۔
وہ اچھی طرح جانتا تھا چوہدری صاحب نیند کی گولی نہیں لیں گے۔ وہ اس خواب کے بعد ہمیشہ وضو کر کے اللہ کے حضور رو رو کر گڑگڑاتے پتا نہیں اپنے کن گناہوں کی معافی مانگتے رہتے تھے اور پھر کئی ہفتے تک یہ سلسلہ چلتا تھا اور پھر جب چوہدری صاحب نارمل ہو کر دوبارہ زندگی کی دلچسپیوں کو محسوس کرنے لگتے تھے تو پھر یہی خواب آنے لگتا اور پھر وہی اذیت ناک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔
اسے اس حویلی میں کام کرتے دس سال ہو گئے تھے۔ ان دس سالوں میں جہاں وہ حویلی کے ہر راز سے واقف ہوا تھا' وہیں وہ چوہدری صاحب کی ذات اور تابندہ بوا کے کرداروں سے ضرور الجھا تھا۔ نجانے کیوں اسے یہ دونوں کردار متجسس لگتے تھے۔
تابندہ بوا کون تھیں اسے قطعی علم نہ تھا' بس اتنا جانتا تھا کہ نواز علی اور حسن علی کو ان کے وجود سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ہاں شاہ زیب علی صاحب کو تابندہ بوا سے خصوصی لگاؤ تھا۔ تابندہ بوا انہیں بھائی صاحب کہتی تھیں۔ تابندہ بوا چوہدری صاحب کی حقیقی بیٹی تھیں' سوتیلی یا کوئی رشتہ دار آج تک علم نہ ہو سکا تھا۔ یہ دونوں کردار خاصے پُراسرار تھے مگر بخشو کو ان دونوں سے بہت لگاؤ اور محبت تھی۔
تابندہ بوا کو مطمئن کرنے کے بعد وہ اپنے خیالات کو جھٹکتے واپس کمرے میں لوٹا تو ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا۔ چوہدری صاحب اب جائے نماز بچھائے سجدے میں گڑگڑاتے رو رو کر معافی مانگ رہے تھے نجانے کن گناہوں کی۔ ہمیشہ کی طرح اسے چوہدری صاحب کی شخصیت مزید پُراسرار لگی۔ وہ خاموشی سے جا کر اپنے فرشی بستر پر لیٹ گیا۔ چوہدری صاحب کی حالت کے پیشِ نظر چوہدری شاہ زیب علی کی خصوصی ہدایت تھی کہ وہ ہر وقت ان کے ساتھ رہا کرے سائے کی طرح ان کی حفاظت کرے۔

چمکتے چاند کو ٹوٹا ہوا تارا بنا ڈالا
میری آوارگی نے مجھ کو آوارہ بنا ڈالا

وہ جیسے ہی اپنے کمرے سے باہر نکلی تھی ساتھ والے ٹیرس سے آتی دھیمے سروں میں خوب صورت الفاظ پر مشتمل آواز انا وقار احمد کی ساری توجہ اپنی جانب کھینچ گئی تھی۔ اس کے قدم بے اختیار ٹھٹکے تھے۔

یہ غزل وقار احمد اور اس کی ماما کو بہت پسند تھی۔ دو سال پہلے ضیاء انکل جب پاکستان آئے تھے تو ان کے کمرے میں دن رات صرف یہی غزل گونجا کرتی تھی۔ نجانے اس غزل میں ایسی کیا خاص بات تھی جو سارے کا سارا خاندان ہی اس کا دیوانہ تھا۔ انا وقار احمد کا تجسس ایک دم بڑھا۔

بڑا دلکش' بڑا رنگین یہ شاعر کہتے ہیں
یہاں ہیں ہزاروں گھر' گھروں میں لوگ رہتے ہیں
مجھے اس شہر کی گلیوں نے بنجارہ بنا ڈالا
چمکتے چاند کو ٹوٹا ہوا تارا بنا ڈالا
میری آوارگی نے مجھ کو آوارہ بنا ڈالا

انا وقار نے ٹیرس کی سیڑھیوں کی طرف نگاہ ڈالی اور پھر ریلنگ کی طرف ٹیرس کے ساتھ والا کمرہ اگر ولید ضیاء احمد کا نہ ہوتا تو وہ یہی سمجھتی کہ ضیاء انکل کے کمرے میں یہ ریکارڈ بج رہا ہے۔

"حیرت ہے اس غزل کے سارے دیوانے ہمارے ہی خاندان میں پیدا ہوگئے۔" ٹیرس کی سیڑھیوں پر قدم رکھتے وہ جلدی جلدی اترنے لگی تھی۔

میرے مالک میرا دل کیوں تڑپتا ہے' سلگتا ہے
تیری مرضی' تیری مرضی پہ کس کا زور چلتا ہے
کسی کو گل اور کسی کو تُو نے انگارہ بنا ڈالا
چمکتے چاند کو ٹوٹا ہوا تارا بنا ڈالا
میری آوارگی نے مجھ کو آوارہ بنا ڈالا

جلدی سے تیز قدموں سے دوسرے ٹیرس کی سیڑھیاں چڑھ کر اس نے کمرے کے سامنے جا کر دم لیا تھا۔

ضیاء انکل کا یہ پورشن ان کے پورشن کے ساتھ کچھ اس طرح ملحق تھا کہ دونوں پورشنز کے درمیان ہر کمرے کا ٹیرس دوسرے ٹیرس سے سیڑھیوں کی مدد سے اگر جدا تھا تو کمروں کی دیواریں اس طرح ساتھ تھیں کہ دونوں پورشنز علیحدہ محسوس نہیں ہوتے تھے۔ دروازہ نیم وا تھا۔

اس شخص کو پاکستان آئے صرف ہفتہ ہی ہوا تھا۔ مگر انا وقار احمد کو لگ رہا تھا کہ جیسے پچھلے چند سال درمیان میں آئے ہی نہ ہوں۔

میں اس دنیا کو دیکھ کر اکثر حیران ہوتا ہوں
نہ مجھ سے بن سکا چھوٹا سا گھر' دن رات روتا ہوں
خدایا تُو نے کیسے یہ جہاں سارا بنا ڈالا
چمکتے چاند کو ٹوٹا ہوا تارا بنا ڈالا
میری آوارگی نے مجھ کو آوارہ بنا ڈالا

ریکارڈ بجنا بند ہو چکا تھا۔ کمرے میں اب مکمل خاموشی تھی۔

اس نے دھیرے سے دروازے کو ناک کیا تھا۔

"یس......!" بھاری گمبھیر آواز پر انا وقار احمد کو لگا اس کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ گئی ہیں۔ اس نے آہستگی سے دروازہ دھکیل کر اندر قدم رکھا تھا۔

"میں اندر آجاؤں؟" جھجکتے ہوئے استفسار کیا تھا ولید جو ڈریسنگ کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا نے پلٹ کر دروازے کی سمت دیکھا۔ انا وقار احمد دہلیز پر ایستادہ تھی۔

"محترمہ! آپ اندر آچکی ہیں۔" اس نے مسکرا کر کہا تو چند قدم مزید آگے بڑھ آئی تھی۔

"آپ کہیں جا رہے ہیں؟" اسے یوں نک سک سے تیار کھڑے دیکھ کر اس نے پوچھا تو وہ خود پر بڑی فراوانی سے پرفیوم کرتا پلٹا۔

"یس......" اس نے مختصراً کہہ کر پرفیوم کی شیشی ٹیبل پر رکھ دی تھی۔ لائٹ پنک کلر کی شرٹ اور بلیک پینٹ اور ٹائی میں اپنے دراز قد سمیت وہ پورے ماحول میں نمایاں تھا۔ تیاری بتا رہی تھی کہ یہ خصوصی اہتمام کسی خصوصی نوعیت کا ہی تھا۔ بطور خاص ڈریسنگ' وہ تو عام حلیے میں بھی دلوں پر قیامت ڈھانے کا ہنر جانتا تھا آج تو اور بھی مین ٹین کیا ہوا تھا خود کو۔ نجانے آج قیامت کس دل پر ڈھانی تھی۔

انا وقار احمد کو اپنے اعصاب خاصے مشتعل ہوتے محسوس ہوئے۔ دل کی دھڑکن مس ہوئی تو اسے خود کو سمجھانا مشکل لگنے لگا۔

"کوئی خاص میٹنگ ہے یا......؟" سوال خود بخود اس کے لبوں پر در آیا تھا۔ ولید ضیاء نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ اس کی تیاری مکمل تھی وہ اب اپنا موبائل اور والٹ چیک کر رہا تھا۔

"ایک فرینڈ کے ساتھ ڈنر کا پروگرام ہے۔" اس نے کل ہی انکل ضیاء کے ساتھ باقاعدہ ان کا آفس جوائن کیا تھا۔ ساری عمر امریکہ جیسے ملک میں گزار کر آنے والا شخص ایک دم دوستی کرنے لگا تھا اسے تعجب ہوا تھا۔

"کوئی نیا دوست ہے؟" دل میں کلبلاتا سوال لبوں پر آ گیا تھا۔ اس نے والٹ چیک کر کے پینٹ کی جیب میں رکھتے اسے دیکھا۔ ہلکے میرون ڈھیلے ڈھالے سراپا میں کھڑی وہ استفسار کر رہی تھی۔

"نہیں! مصطفیٰ ہے...... مصطفیٰ شاہ زیب علی!"

"اچھا مصطفیٰ بھائی! جن کا اپارٹمنٹ امریکہ میں ہمارے گھر کے سامنے تھا' وہی نا جن سے آپ اور احسن بھائی کی بڑی کلوز فرینڈشپ تھی۔" اسے سب یاد آتا چلا گیا تو ولید نے مسکرا کر سر ہلایا۔

"یس! بڑی اچھی یادداشت ہے تمہاری۔ یہ تقریباً دس سال پہلے کی بات ہے۔"

"وہ آپ کو یہاں کہاں مل گئے؟" اس نے تعجب سے پوچھا۔

"وہ دو سال پہلے ایجوکیشن کمپلیٹ کرنے کے بعد پاکستان شفٹ ہو گیا تھا اس کی ساری فیملی اسی شہر میں رہتی ہے۔ ٹیلی فونک رابطہ تو رہتا ہی تھا ہمارا۔ بس پاکستان آنے کے بعد پہلی بار اس سے ملنے جا رہا ہوں۔" اس نے تفصیلی جواب دیا تو انا وقار احمد نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا۔

تبھی روشنی دروازہ ناک کرتی اندر آ گئی تھی۔ وہ انا کو دیکھ کر ٹھٹکی پھر دھیرے سے مسکرا دی۔

"وہ صبوحی پھوپو کہہ رہی ہیں کہ چائے تیار ہے آ جائیں۔" اس نے انا کی ماما کا پیغام دیا تھا۔ ولید نے اپنی کلائی پر گھڑی دیکھی' شام کے ساڑھے پانچ بج رہے تھے۔

"سوری ڈیئر! پھوپو کو منع کردو' تمہیں بتایا تو تھا کہ میرا مصطفیٰ کے ساتھ پروگرام طے ہے۔ اس وقت میں ادھر ہی جارہا ہوں اگر چائے پینے رکا تو لیٹ ہوجاؤں گا۔" اس نے سہولت سے منع کیا تھا۔ روشنی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"واپسی کب تک ہوگی۔ اگر بابا پوچھیں تو کیا کہوں؟"

"میں کال کردوں گا اور بابا اس وقت کہاں ہیں؟"

"انکل اور پھوپو کے ساتھ ٹی وی لاؤنج میں آپ کا انتظار کررہے ہیں۔ صغریٰ انا کے کمرے میں گئی تھی جب کہ احسن بھائی بھی وہاں آگئے تھے۔ اس لیے میں آپ کو بلانے آئی تھی۔"

"میں بس یونہی ادھر آنکلی تو رک گئی تھی۔" انا نے فوراً اپنے رکنے کی وضاحت کی تھی۔

"اوکے گرلز! پھوپو سے معذرت کرلینا۔ روشنی! میں چلتا ہوں دیر سویر ہوگئی تو کال کرلوں گا۔" روشنی نے سر ہلا دیا تھا۔ ولید پیار سے بہن کے بالوں کو چھیڑتے کمرے سے نکلا تو انا نے ایک گہرا سانس لیا۔ پرفیوم کی مہک ابھی تک حواس پر چھائی ہوئی تھی۔ وہ روشنی کے ہمراہ اپنے پورشن میں آگئی تھی۔

"یہ نا تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا"

نجانے کیا موضوع بحث تھا ضیاء ماموں کی آواز پر دونوں چونکی تھیں۔ ضیاء ماموں بڑے باذوق انسان تھے۔ اکثر اوقات وہ فی البدیہہ اشعار کا استعمال کرتے رہتے تھے۔ انا کے لبوں پر مسکراہٹ مچل اٹھی تھی۔

"اگر اور جیتے رہتے تو یہی انتظار ہوتا"

اس نے بڑی شرارت سے ماموں کے عقب میں جاکر شعر مکمل کردیا تھا۔

"ارے ہماری ٹارزن اتنی دیر سے کہاں تھی؟" وہ ضیاء ماموں کی بہت چہیتی تھی اسے دیکھ کر فوراً اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سامنے کیا تھا۔

"میں کالج سے آنے کے بعد سوگئی تھی اب اٹھی ہوں۔" ماما' پاپا اور احسن بھائی کے علاوہ وہ خود' روشنی اور ضیاء ماموں تھے جو اس وقت چائے پر موجود تھے۔ وہ ماموں کے ساتھ صوفے پر ٹک گئی تھی جب کہ روشنی ماما کے ساتھ جا بیٹھی تھی۔

"ولید نہیں آیا بیٹا!" صبوحی بیگم نے روشنی کو دیکھا۔

"بھائی کا اپنے کسی دوست کے ساتھ باہر ڈنر کا پروگرام ہے وہ وہاں چلے گئے ہیں۔" چائے مگ میں انڈیلتے اس نے بتایا تو ضیاء صاحب کو بھی جیسے ایک دم یاد آیا۔

"ہاں بتارہا تھا مجھے کہ وہ آج مصطفیٰ کے ساتھ باہر ڈنر کرے گا۔"

"مصطفیٰ..... وہی جو ہمارے ساتھ امریکہ میں تھا۔" احسن کو بھی بروقت یاد آیا تھا۔

"ہوں..... وہ دو سال پہلے تعلیم مکمل ہونے پر پاکستان آگیا تھا۔ ولید سے ٹیلی فونک رابطہ رکھتا ہے۔ اسے پتا چلا کہ ولید بھی پاکستان میں ہے تو فوراً ہی ملاقات کو مچل اٹھا۔"

"ہاں یاد ہے مجھے بھی وہ لڑکا' بڑا ذہین اور لائق لگا تھا۔ کردار کے لحاظ سے بھی بڑا مضبوط تھا ورنہ جس طرح وہ تن تنہا وہاں رہ رہا تھا کسی برائی میں ملوث ہوجانا کون سا مشکل کام ہے۔" وقار صاحب کو بھی وہ اچھی طرح یاد تھا۔

"مجھ سے تو خیر اس کی کم ہی بنتی تھی۔ ہم دونوں چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑتے بہت تھے مگر ولید سے اس کی بہت بنتی تھی۔" انا نے اکتا کر روشنی کو دیکھا۔

وہ بھی یقیناً اس مصطفیٰ نامہ کو سن کر بور ہورہی تھی۔ احسن بھائی' پاپا' ماما اور ماموں تفصیلی انداز میں امریکہ میں گزرے ماہ و سال کو ڈسکس کررہے تھے۔ اس نے چپکے سے روشنی کو اشارہ کیا تھا وہ بھی فوراً سمجھ گئی تھی۔ دونوں اپنا اپنا کپ تھامے

اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

"کہاں.....؟" ماما نے ذرا سا گفتگو سے توجہ ہٹا کر دونوں کو دیکھا۔

"ہم لان میں جارہی ہیں۔" انا کے جواب پر وہ سر ہلا کر پھر باتوں میں مصروف ہوگئیں تو دونوں باہر لان میں چلی آئیں۔

"تمہیں پاکستان آکر یہ سب کیسا لگ رہا ہے؟" ساتھ ساتھ چلتے انا نے روشنی سے پوچھا۔

"بہت اچھا..... وہاں اور یہاں کے ماحول میں بہت فرق ہے انا! وہ آزاد معاشرہ ہے۔ بابا کے ساتھ ہم نے ساری زندگی بھلے وہاں گزاری ہے بے شک ہماری ماں وہاں کی تھیں' ہماری جڑیں وہاں سے ہی ہیں مگر بابا کا یہ ملک ہے اور بابا کی وجہ سے یہ ہمیں اپنی جان سے پیارا ہے۔ میں تو یہاں آنے کے لیے دن گن گن کر گزار رہی تھی۔"

"اور ولید.....؟" اس کے دل میں مچلتا سوال لبوں پر آ گیا تھا۔

"ولید بھائی تو مجھ سے بھی زیادہ پُرجوش تھے۔ دس سال پہلے تم لوگ یہاں شفٹ ہوگئے تھے ایسے میں ایک بھرپور فیملی کے ماحول کو بہت یاد کیا۔ بابا نے ہماری تربیت اور پرورش جن خطوط پر کی ہے تو ہم وہاں زندگی نہیں گزار سکتے تھے بہرحال لوٹ کر تو ہمیں یہیں آنا تھا۔"

روشنی بہت پیاری نازک اور سنجیدہ سی لڑکی تھی۔ ضیاء ماموں دو سال پہلے پاکستان آگئے تھے جب کہ ولید اور روشنی اپنی ایجوکیشن کمپلیٹ کرکے وطن لوٹنا چاہتے تھے۔ جیسے ہی ان کی ایجوکیشن کمپلیٹ ہوئی تھی دونوں آگئے تھے۔

"احسن بھائی اور ماما کی موجودگی کے باوجود میں نے ہمیشہ تم لوگوں کی کمی محسوس کی ہے خصوصاً تمہاری..... میں یہاں ایڈجسٹ نہیں کرپارہی تھی۔ وہاں کے ماحول اور یہاں کے ماحول میں بہت فرق تھا مگر وقت کے ساتھ ساتھ سیٹ ہونا ہی پڑا۔ تمہیں بتاؤں میں نے کئی سال تک کسی سے بھی دوستی نہ کی تھی' میری کوئی دوست نہ تھی اب دو سال پہلے میری شہوار سے دوستی ہوگئی تھی۔ شہوار سکندر علی بہت اچھی لڑکی ہے' میڈیکل کے پہلے دو سال بڑے بور اور تلف گزرے تھے وہ کالج کی نہایت ذہین لڑکی ہے۔ طلباء تو ایک طرف اساتذہ تک اس کو پسند کرتے ہیں وہ ہر دل عزیز ہستی ہے۔ نجانے اس میں ایسی کون سی کشش ہے کہ میرا دل خود بخود اس کی طرف کھینچتا چلا جاتا ہے۔ روشنی! اسے میں دیکھتی ہوں تو مجھے لگتا ہے شہوار اور روشنی میں کوئی فرق نہیں۔ شکل و صورت میں تم سے بھلے مختلف سہی مگر نجانے کیوں مجھے اس میں تمہارے وجود کی خوشبو آتی ہے۔"

"لگتا ہے بہت ہی شان دار ہستی ہیں وہ شہوار سکندر صاحبہ!"

"وہ بہت اچھی ہے۔ اسے دیکھ کر اس پر رشک کرنے کو جی چاہتا ہے۔ دل خود بخود اس کی طرف کھنچتا ہے۔"

"واہ! لگتا ہے اس خاص ہستی سے ملنا ہی پڑے گا۔ کیا خیال ہے بلواؤ نا کسی دن گھر۔ ہم بھی دیکھتے ہیں ایسی کون سی کشش ہے اس ہستی میں کہ انا صاحبہ کو ان میں ہماری ذات دکھائی دیتی ہے۔"

"یہی تو پرابلم ہے وہ جتنی ہر دل عزیز ہے اتنی ہی محتاط طبیعت کی مالک ہے۔ وہ کسی گاؤں کی رہنے والی ہے۔ ایجوکیشن کی وجہ سے اپنے کسی رشتہ دار کے ہاں رہ رہی ہے۔ کبھی کسی کے ہاں نہیں جاتی۔ میں نے کئی بار اسے آفر کی ہے مگر مانتی ہی نہیں۔" انا نے اب کے افسردگی سے بتایا تھا۔

"چلو کوئی بات نہیں 'یار زندہ صحبت باقی' کبھی تمہارے کالج جانے کا اتفاق ہوا تو مل بھی لیں گے۔" روشنی نے فوراً اسے افسردگی سے نکالا تھا۔

"مگر میں نے سوچ رکھا ہے کہ تمہاری اور احسن بھائی کی شادی پر اسے ضرور انوائٹ کروں گی اگر وہ انکار کرے گی تو

زبردستی لے کر آؤں گی چاہے مجھے اس کے گاؤں جا کر اس کی والدہ سے اجازت ہی کیوں نہ لینی پڑے۔"

روشنی احسن سے منسوب تھی۔ بڑوں میں یہ بات کافی عرصے سے طے تھی مگر اب جب کہ روشنی ایجوکیشن سے فارغ تھی اور احسن بھی اپنی لائف میں اسٹیبلش ہو چکا تھا تو بڑوں کی رائے تھی کہ اب نیک کام میں تاخیر نہیں کی جائے' جلد از جلد شادی کر دی جائے۔

وہ دونوں اندھیرا گہرا ہو جانے پر بھی کتنی دیر تک واک کرتے اِدھر اُدھر کی ڈھیر ساری باتیں کرتی رہی تھیں۔

❀......❀......❀
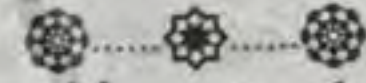
ولید ضیاء نے جیسے ہی ہوٹل کے ہال میں قدم رکھا تھا' اپنی متلاشی نظروں سے اطراف میں نگاہ ڈالی تھی۔ مصطفیٰ اسے سامنے ہی ایک ٹیبل پر بیٹھا نظر آ گیا تھا۔ مصطفیٰ نے بھی اسے دیکھ کر ہاتھ ہلا دیا تھا۔ وہ ایک دم بڑے جوش سے اس کی طرف بڑھا تھا۔

"السلام علیکم!" مصطفیٰ نے بھی خوش دلی سے اس کا استقبال کیا تھا۔

"وعلیکم السلام۔" دونوں بے اختیار ایک دوسرے کے گلے لگ گئے تھے۔

دو سال بعد مل رہے تھے بے شک آواز کا تعلق برقرار رہا تھا نیٹ میٹنگ بھی چلتی رہی تھی مگر دو سال بعد روبرو ملنے پر دونوں ہی خاصے جذباتی ہو گئے تھے۔ چند پل ایک دوسرے کے ساتھ لگے رہنے کے بعد دونوں جدا ہوئے تو ولید نے مسکرا کر مصطفیٰ شاہ زیب علی کو سر سے پاؤں تک بغور دیکھا۔

"زبردست...... ان دو سالوں میں بڑی صحت بنائی ہے تم نے۔"

"امیزنگ......!" ولید کا دراز وجیہہ سراپا ایک دم نمایاں تھا۔ جواباً مصطفیٰ نے ایک زبردست قہقہہ لگایا تھا۔

"صحت کیوں نہ بنتا ساری عمر پردیس میں کالی چائے اور سڑے ٹوسٹ پر گزارا کرتے رہے ہیں۔ یہاں ماں کی نگرانی میں خالص دیسی خوراک کھانے کو ملتی ہے اور تمہیں ہمارا پتا تو ہے فیوڈل سسٹم سے بی لانگ کرتا ہوں ویسا ہی دبلا پتلا رہتا تو خاندان بھر کی لٹیا ڈبو دیتا۔" دونوں نے اپنی اپنی سیٹ سنبھالی تھی۔

"بالکل نہیں بدلے ویسے کے ویسے ہی ہو۔ سوائے صحت کے۔" ولید اب بھی اسے بڑی محبت سے تک رہا تھا' مصطفیٰ پھر ہنس دیا۔

"یہاں آتے ہی وارننگ مل گئی تھی محترم والد صاحب کی طرف سے کہ ان کے دیگر بیٹوں کی طرح ان کا نام نہ ڈبوؤں۔ ان کے تمام خواب اب مجھ سے وابستہ ہیں اور ان کے نقشِ قدم پر چلتے پولیس فورس میں آؤں اور تمہیں تو پتا ہے میں کتنا فرماں بردار ہوں اپنے والدین کا' فوراً ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔ ابا جی نے دھمکی دے دی تھی کہ اگر پولیس ڈیپارٹمنٹ میں آنا ہے تو سب سے پہلے صحت بناؤں لہٰذا جم جوائن کرنے کے ساتھ اور بھی نہ جانے کیا کیا جتن کرنے پڑے تھے کہ تب جا کر یہ باڈی بنی ہے۔" ولید نے مسکرا کر اس کی ساری بکواس سنی تھی۔

"ہاں اتنے ہی تو تم اپنے ماں باپ کے فرماں بردار ہو' والد صاحب نے کہا کہ پولیس فورس جوائن کر لو اور بیٹا صاحب فوراً گردن ہلاتے پیچھے چل دیئے۔ یہ مسکینی وہاں چلانا جہاں کوئی جانتا نہ ہو کہ موصوف دو سال پہلے پاکستان میں CSS کے امتحان کلیئر کرنے کا عزم لے کر لوٹے تھے۔"

"چلو یونہی سہی......!" مصطفیٰ کھل کر ہنس دیا۔

"انکل کیسے ہیں؟" مصطفیٰ نے ضیاء انکل کے بارے میں پوچھا تھا۔

"بابا بالکل ٹھیک ٹھاک اپ ٹو ڈیٹ ہیں۔"

"بہت اچھی بات ہے بڑا یاد کرتے تھے وہ پاکستان کو' ساری عمر امریکہ جیسے ملک میں گزار کر بھی وہ اندر سے وہی محبِ وطن انسان رہے ہیں اور روشنی کا سناؤ۔ کمپلیٹ ہو گئی اس کی بھی ایجوکیشن!"

"ہاں میرے ساتھ ہی آئی ہے۔ بابا اور وقار انکل چاہ رہے ہیں کہ اب اس کی شادی کر دی جائے۔ دیکھو کیا ڈیسائیڈ کرتے ہیں۔"

"احسن کے ساتھ نا؟" ولید نے سر ہلا دیا۔

"احسن کا سناؤ وہ کیسا ہے؟ دس سال پہلے تو وہ بڑا جذباتی جھگڑالو سا لڑکا تھا۔ کچھ چینج آیا یا ابھی بھی ویسا ہی ہے۔"

"نہیں یار! بہت بدل گیا ہے وہ انکل اور بابا کے ساتھ مل کر سارا بزنس سنبھالا ہوا ہے بلکہ میرے لیے بھی سارا آفس اسٹیبلش کیا ہے۔ بہت ذمہ دار اور حساس طبیعت کا ملک ہے وہ اور رہی بات جذباتیت کی تو جذباتی تو ہر کوئی ہوتا ہے۔ کسی میں کم اور کسی میں زیادہ۔ کوئی جذباتیت کو سرینڈر کر لیتے ہیں اور کچھ اس کے ہاتھوں بے بس ہو کر سرنڈر ہو جاتے ہیں۔ وہ بہت اچھا لڑکا ہے۔ تم ملو گے تو خود بھی یقین کرنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔" ولید نے سنجیدگی سے کہا تو وہ ہنس دیا۔

"ہاں جذباتی تو ہم بھی تھے بلکہ بچپن نام ہی جذباتیت کا ہے وقت اور میچورٹی ہماری جذباتیت کو سہارا دیتی ہے اور تمہاری وہ ایک چھوٹی سی کزن بھی تھی نا؟ احسن کی سسٹر! انا نام تھا نا اس کا؟ کیسی ہے وہ؟"

"ہوں' وہ بھی ٹھیک ہے۔ میڈیکل کے فورتھ ائیر میں ہے۔"

"زبردست! اس کا مطلب ہے خاصی بڑی ہو گئی ہے وہ بھی۔"

"ظاہر ہے اتنے سالوں کا گیپ ہے درمیان میں۔ جب وہ پاکستان لوٹی تھی تو روتی دھوتی اور پونیاں بنانے والی بالکل بچی تھی اب تو ماشاء اللہ سے خاصی بڑی ہو گئی ہے۔" ولید کی آنکھوں میں اس کا دلکش سراپا در آیا تو وہ مسکرایا' مصطفیٰ نے اسے بغور دیکھا۔

"خیر ہے نا؟" مصطفیٰ کا انداز شرارتی تھا' ولید نے اسے گھورا۔

"خبردار کوئی بکواس کی تو...... کچھ کھانے کو بھی منگوانے کا ارادہ ہے یا صرف بھوکا مارنے کا ارادہ ہے۔" اس نے فوراً بات پلٹ دی تھی مصطفیٰ اسے شرارتی نظروں سے دیکھتے ہنس دیا تھا۔

"ویٹر......!" اس نے ویٹر کو آواز لگائی تھی اور پھر اسے اپنا مینو نوٹ کروانے کے بعد پھر سے گزری باتوں کو تازہ کرنے لگے تھے۔

❀......❀......❀

کاش میرے بس میں ہوتا تجھ سے غافل ہو جانا
ہم بھی سکون سے رہتے بے خبر تیری طرح

کلاس اٹینڈ کرنے کے بعد وہ جیسے ہی کاریڈور سے گزرتے سیڑھیوں کے پاس آئی' نجانے وہ کس کونے سے نکل کر اس کے عین سامنے آ کر پہلی سیڑھی پر قدم رکھ کے کھڑا ہو گیا تھا۔ شہوار نے بروقت اپنے قدم روکے تھے ورنہ تصادم یقینی تھا۔ یہ تو صد شکر تھا کہ اطراف میں کوئی نہیں تھا کسی نے اس بدتمیز ایاز کی حرکت نہیں دیکھی تھی ورنہ صورت حال لمحوں میں بگڑتی۔

"ہٹو سامنے سے......" وہ پھنکاری تھی اسے دیکھ کر شہوار کا بس نہیں چلتا تھا کہ یا تو خود کہیں غائب ہو جائے یا پھر اسے کہیں غائب کر دے۔ یہ دونوں باتیں ہی ناممکنات میں سے تھیں سو وہ ابھی تک صبر و جبر کے ساتھ اسے برداشت

کررہی تھی مگر اب کچھ عرصے سے اس شخص کی بدتمیزیاں حد سے تجاوز کرتی جارہی تھیں۔

''اگر نہ ہٹوں تو......؟'' وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوا تھا۔ شہوار کا ضبط سے بُرا حال ہوا تھا۔

''مجھے مجبور مت کرو ایاز صاحب کہ میں شاہ زیب انکل سے تمہاری شکایت کرنے پر مجبور ہو جاؤں۔''

شکوے شکایتوں کی نہیں' یہ ظرف ظرف کی بات ہے
تیرے وہم وگمان میں بھی ہم نہیں' تو لفظ لفظ ہمیں یاد ہے

دوسری طرف اس نے ترنت شعر داغا تھا' وہ کلس کررہ گئی۔

شہوار کا جی چاہا کہ اگر اس کا ممکن نہیں تو اپنا ہی سر پیٹ لے۔ بڑی کوفت و بے چارگی سے اپنے سامنے کھڑے اس شخص کو دیکھا تھا جو اس کی برداشت کو بڑی بُری طرح آزما رہا تھا۔

یہ عادلہ بھابی کا بھائی نہ ہوتا تو وہ کب کا اس دردسر سے چھٹکارا پاچکی ہوتی کچھ نہ بھی کرتی کم از کم وہ چیئر مین صاحب تک اس کی شکایت تو ضرور پہنچاتی مگر مجبوری یہ تھی کہ یہ عادلہ بھابی کا بھائی تھا اور عادلہ کون ہستی تھیں ان گزرے ماہ وسال میں وہ بہت اچھی طرح نہ صرف اس عورت کو جان چکی تھی بلکہ بہت اچھی طرح پہچان بھی چکی تھی۔ شہوار نے ایک نفرت بھری نگاہ اس پر ڈالتے اپنے قدم واپسی کی طرف موڑ دیئے تھے۔

''ارے کہاں چل دیں؟'' اسے خاموشی سے واپس پلٹتے دیکھ کر وہ سرعت سے اس کے پیچھے آیا تھا مگر شہوار لب پر لب جمائے خاموشی سے اپنے رستے پر چلتی رہی تھی۔ ''سچ کہتی ہیں عادلہ باجی تم جیسی لڑکیاں کب تک اپنی اکڑ قائم رکھ پائیں گی۔ بظاہر غرور وتکبر سے گردن اکڑاتے اندر ہی اندر دولت و پیسے پر مر مٹنے والی لڑکیاں...... کس چیز کا غرور ہے تمہیں؟ دو ٹکے کی ہو تم' چاہو تو پل میں اپنے قدموں میں گرا سکتا ہوں تمہیں۔''

اسے کسی بھی طرح اپنی طرف متوجہ نہ پا کر اس نے یہ نیا حربہ استعمال کیا تھا۔ شہوار کا جی چاہا کہ ایک تھپڑ اس کے منہ پر دے مارے۔ سب لحاظ ومروت بالائے طاق رکھتے اس کا منہ نوچ دے۔ شہوار کی کنپٹیاں سلگ اٹھی تھیں۔

''تم'' وہ ایک دم بپھر کر ٹھہری تھی۔ انتہائی طیش وغضب سے اس کی طرف پلٹی تھی۔ کچھ بعید نہ تھا کہ اس کا ہاتھ اس پر اٹھ بھی جاتا۔

''شٹ اپ!'' بڑی مشکل سے اپنی مٹھیاں بھینچ کر وہ پھنکاری تھی۔

''کیا ہوا شہوار!'' وہ اس وقت راہداری میں جس طرف نکل آئے تھے وہاں سامنے ہی لان تھا جہاں کئی طلباء خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ شہوار کو ایک دم اپنے اردگرد ماحول کا ادراک ہوا تو پلٹی۔ انا نہایت تشویش لیے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ دور سے ہی ایاز کو شہوار کے پیچھے آتے دیکھ چکی تھی سو فوراً بھاگ کر اس تک آئی تھی۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ ایاز شہوار کو پچھلے کچھ عرصے سے خاصا تنگ کررہا تھا۔ انا نے اسے کئی بار چیئر مین صاحب سے اس مسئلے پر بات کرنے کا کہا بھی تھا مگر نجانے کیوں وہ ہر بار ٹال جاتی تھی۔

''مسٹر ایاز! کوئی پرابلم ہے آپ کو؟'' شہوار کو غصے سے بے حال ہوتے دیکھ کر اس نے خاصے تیکھے پن کا مظاہرہ کیا تھا۔ جواباً ایاز نے ایک قہقہہ فضا میں اچھالا تھا۔

''یہ تو آپ کی فرینڈ ہی بتا سکتی ہیں کہ ہمیں کیا پرابلم ہے۔ کئی بار عرضی ان کے روبرو پیش کرچکے ہیں مگر...... خیر دیکھتے ہیں کب تک یہ اپنی اصلیت دکھاتی ہیں۔'' اس کی زبان اتنی رکیک اور غلیظ تھی کہ شہوار گم صم سی ہوگئی۔ وہ بغیر ادھر اُدھر دیکھے کوئی بات کہے' کوئی تلخ جملہ ادا کیے وہاں سے بھاگتی ہوئی نکلی تھی۔

''رکو شہوار...... شہوار...... رکو تو......'' انا بھی تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے اس کے پیچھے ہی تھی۔

انا نے اسے ہال میں جا ہی لیا۔ وہ بنچ پر بیٹھی ڈیسک پر سر رکھے شاید رو رہی تھی۔

"شہوار......!" اس نے گھبرا کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا وہ رو نہیں رہی تھی مگر ضبط کی شدت سے اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ یہی حالت چہرے کی بھی تھی۔

"کوئی بدتمیزی کی ہے اس نے؟" اس کے پاس ہی بنچ پر بیٹھ کر اس نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا۔

"میں بہت نظر انداز کر چکی ہوں اسے انا! میری برداشت سے بہت زیادہ ہوتا جا رہا ہے یہ سب۔ یہ عادلہ بھابی کا بھائی نہ ہوتا' صرف ایک کالج فیلو ہوتا تو میں پہلے ہی قدم پر اس کو اچھی طرح نہ صرف سمجھا چکی ہوتی بلکہ اچھا خاصا بندوبست بھی کروا چکی ہوتی۔ مصیبت تو یہ ہے کہ یہ عادلہ بھابی کا بھائی ہے اور عادلہ بھابی وہ ہستی ہیں جو اوّل روز سے ہی میرے ساتھ نفرت کا رشتہ نبھا رہی ہیں۔ ادھر یہ ٹینشن بن کر سوار رہتا ہے اور گھر جاتی ہوں تو وہ زچ کیے رکھتی ہیں' سمجھ نہیں آتی کہ ان دونوں سے کیسے جان چھڑاؤں؟"

انا کو شہوار پر بہت ترس آیا جن کے سروں پر باپ کا سایہ نہ ہو کیا وہ اسی طرح زمانے کی ٹھوکروں پر آ جاتے ہیں؟ بکاؤ مال کی طرح جس کی مرضی جب جی چاہے حق جتانے کھڑا ہو جائے۔ بہت زیادہ تو نہیں مگر کچھ حد تک وہ شہوار کی گھریلو حالات سے واقف تھی۔

شہوار کے والد کی وفات اس کی پیدائش سے پہلے ہو چکی تھی۔ ماں چوہدری حیات علی کی دور کی رشتہ دار تھی۔ بیوگی کے بعد شاہ زیب انہیں بہن بنا کر حویلی لے آئے تھے وہ ابھی تک اپنے قول کو نبھا رہے تھے۔ شہوار کے ماں باپ دونوں اکلوتے تھے مگر یہ منہ بولے رشتے اپنوں سے بڑھ کر تھے مگر بعض اوقات دوسروں کے در پر پڑے رہنے کی ذلت بھی بڑی جان لیوا ہوتی ہے۔ شہوار کو اب اس ذلت کا احساس ہو رہا تھا مگر وہ اپنی ماں کی وجہ سے چپ تھی۔ سب برداشت کر رہی تھی' سوائے عادلہ بھابی کے باقی سب بہت اچھے تھے۔ اسی لیے وہ عادلہ کو بھی برداشت کرنے کی کوشش کرتی تھی مگر ایاز کی حرکتیں ناقابلِ برداشت ہوتی جا رہی تھیں۔

"تم اپنے انکل سے بات کرو نا؟"

"میں نے بھی کئی بار ایسا سوچا ہے مگر انا! جس طرح کا عادلہ بھابی کا مزاج ہے اور انکل کو جب ساری صورت حال کا علم ہوگا تو یقیناً وہ بھابی سے باز پرس کریں گے اور اس کے بعد جو ہنگامہ ہوگا میں اس ہنگامے سے ڈرتی ہوں۔ عادلہ بھابی میری ذات کو لے کر اتنی بار ایشو بنا چکی ہیں کہ مجھے اب خوف آتا ہے ان سے۔ اتنی گھٹیا اور رکیک گفتگو پر اتر آتی ہیں کہ شرم سے ڈوب مرنے کو جی چاہتا ہے۔ میں یہ سب امی کی وجہ سے برداشت کر رہی ہوں۔ کیا کیا خواب لے کر میں ادھر آئی تھی مگر اب تو صرف دن رات یہی دعا مانگتی ہوں کہ خیر خیریت سے یہ دو سال گزر جائیں۔ ہاؤس جاب کے دوران ایاز سے محتاط رہوں گی۔" وہ یاسیت سے بتا رہی تھی۔ انا کا دل دکھ سے بھر گیا۔

"یہ عادلہ بھابی آخر کیا چیز ہیں؟ کیوں کرتی ہیں وہ ایسا؟"

"وہ بہت اعلیٰ چیز ہیں۔ مری کانونٹ کی پڑھی لکھی ہیں۔ باہر سے ہائیر اسٹڈی کر کے آئی ہیں۔ ان کی گردن اس غرور سے نہیں جھکتی کہ وہ اپنے باپ کی طرف سے کروڑوں کی جائیداد کی مالک ہیں۔ امیر ماں باپ کی اولاد ہیں تعلیم یافتہ مگر از حد خود پسند اور بگڑی ہوئی۔ ان کی خود پسندی کی یہ حد ہے کہ ہم جیسے لوگوں کو وہ کیڑے مکوڑوں سے زیادہ اہمیت نہیں دیتیں۔ خوب صورت بے پناہ ہیں اور اپنی اس خوب صورتی کا انہیں ادراک بھی حد سے زیادہ ہے۔ انکل آنٹی تو ایک طرف وہ اپنے شوہر عباس صاحب کو بھی کسی خاطر میں نہیں لاتیں۔"

"تم سے ان کی نفرت کی بھلا کیا وجہ بنتی ہے؟"

"بہت گہری......" وہ دھیمے سے مسکرائی تھی ایک ایسی مسکراہٹ جس میں خود اذیتی تھی۔ "وہ اپنی چھوٹی بہن کاشفہ کا پرپوزل زبردستی مصطفیٰ شاہ زیب کے لیے لائی تھیں۔ ساری عمر بیرون ملک زیرِ تعلیم رہا۔ مصطفیٰ کا ان لوگوں میں شمار ہوتا ہے جو مٹی کو بھی چھو لیں تو سونا بن جائے۔ وہ منہ میں سونے کا چمچہ لے کر پیدا ہونے والوں میں ہیں۔ مصطفیٰ نے ان کی بدتمیز' منہ پھٹ' زبان دراز بہن کے رشتہ کو فوراً انکار کر دیا تھا دوسری طرف صرف عادلہ بھابی کے سوا کوئی بھی اس پرپوزل کے حق میں نہ تھا اور اس انکار کا سارا ملبہ میری تنہا ذات کو پچھلے دو برسوں سے مسلسل جھیلنا پڑ رہا ہے۔"

"تو اس سارے قصے میں تمہارا کیا قصور؟ وہ تمہیں بھلا کیوں تنگ کر رہی ہیں؟ انکار جس نے کیا ہے وہ اس سے اپنی دشمنی نبھائیں۔ بھلا تم سے کیا لینا دینا۔" انا عادلہ بھابی کی دشمنی کی کوئی ٹھوس وجہ نہ سمجھ پائی تھی' شہوار مسکرا دی۔

"بظاہر تو واقعی اس سارے قصے میں میرا سرے سے کوئی تعلق ہی نہیں نکلتا۔ انکار مصطفیٰ نے کیا اور باقی سب نے اس کی تائید کی مگر عادلہ بھابی سمجھتی ہیں کہ اس سارے قصے میں سب سے زیادہ قصور ہی میرا ہے۔"

"وہ کیوں بھلا......؟"

"ان کے نزدیک انکل شاہ زیب اور مہر النساء آنٹی نے میری وجہ سے اس پرپوزل کو قبول کرنے پر اپنے بیٹے پر زور نہیں دیا ورنہ وہ لوگ چاہتے تو مصطفیٰ کبھی کاشفہ کے پرپوزل سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔"

"کیا......؟" انا کا کیا...... چیخ سے مشابہہ تھا۔ بے انتہا حیرت زدہ وہ شہوار کی زندگی کے اس رخ سے قطعی بے خبر تھی۔

"آہستہ......" شہوار نے فوراً ٹوکا تو وہ مزید پُر جوش ہوئی۔

"امیزنگ یار! کیا واقعی ایسا ہے؟" ان کے درمیان اس ٹاپک پر کبھی کوئی بات چیت نہیں ہوئی تھی آج جو شہوار نے یہ انکشاف کیا تو وہ حیرت سے گنگ تھی۔

"نہیں...... بظاہر تو کچھ بھی ایسا نہیں' ہاں تفصیلاً آنٹی لوگوں کے گھریلو ٹاپکس پر میں نے کبھی دھیان نہیں دیا کہ وہ اپنی اولاد کے بارے میں کیا سوچتے یا فیصلہ کرتے ہیں۔ خصوصاً مصطفیٰ کے معاملے میں وہ کیا چاہتے ہیں یا پھر یہ محض بھابی کی سوچ ہے مجھے نہیں پتا۔" اس نے کندھے اچکائے تھے۔

"اور مصطفیٰ اس کی کیا رائے ہے؟ میرا مطلب ہے اس کا تمہارے ساتھ کیا رویہ ہے۔" انا کی اس معاملے میں ایک دم دلچسپی بڑھ گئی تھی۔

"مصطفیٰ بظاہر تو ایک مغرور اور گھمنڈی انسان ہے۔ مصطفیٰ کی کوالٹیز میں تمہیں بتا چکی ہوں۔ مزید یہ کہ وہ اپنے سے کم اسٹینڈر کے لوگوں سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ جہاں تک میرے ساتھ اس کے رویئے کی بات ہے تو ایک گھر میں رہتے ہوئے بظاہر خوش اخلاقی سے ہی پیش آتا ہے۔ تاہم وہ خاصا لیے دیئے رہنے والا انسان ہے۔ اس کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ اپنی جاب کی وجہ سے وہ گھر میں کم ہی دکھائی دیتا ہے اور دوسری بڑی وجہ ہے کہ موصوف بچپن کے چند سالوں کے علاوہ اپنی زندگی کا بیشتر حصہ تعلیم کی وجہ سے بورڈنگ اور امریکہ جیسے معاشرے میں گزار کر آئے ہیں۔ وہ ایک وسیع شعور رکھنے والا ایک Vast نظریات کا حامل انسان ہے۔ گھریلو معاملات میں وہ بہت کم الجھتا ہے۔ عباس' سجاد اور مصطفیٰ یہ تینوں بھائی ہی علیحدہ علیحدہ مزاجوں کے حامل انسان ہیں۔" اس نے مسکرا کر کچھ توقف کیا پھر انا کی دلچسپی دیکھ کر مسکرا دی۔

"عباس بھائی کی بیوی ان پر حاوی ہیں۔ وہ ہر وقت بیوی کا موڈ دیکھ کر چلتے ہیں تاہم ایک خوش مزاج اور سلجھے ہوئے انسان ہیں۔ سجاد بھائی بھی کافی ہنس مکھ طبیعت کے ہیں' ان کی بیوی لائبہ بھابی! وہ خاصی سمجھ دار خاتون ہیں'

پھوپی زاد ہیں۔ خاندان کو جوڑے رکھنے والی اور گھر کو گھر بنانے والی۔ رہ گیا مصطفیٰ تو اس کے بارے میں تم نے اندازہ لگالیا ہوگا۔'' تفصیلات بتاتے اس نے کلائی پر بندھی ریسٹ واچ کو دیکھا' خاصا وقت ہوچکا تھا' یقیناً ڈرائیور اسے لینے آچکا ہوگا۔ اس نے اپنی چیزیں ترتیب دیں۔

انانے شہوار کے چہرے کو بغور دیکھا اسے مصطفیٰ کا ذکر کرتے دیکھ کر بھی اس کے چہرے پر کوئی خاص تاثر نہ آیا تھا ہاں ایک سنجیدہ سا تاثر ضرور تھا جو ہمیشہ سے اس کی شخصیت کا خاصہ رہا تھا۔

''اور اس سارے سلسلے میں تمہاری مصطفیٰ کے بارے میں کیا رائے ہے؟'' انانے دل میں کلبلاتا سوال لبوں پر لانے میں قطعی تاخیر نہ کی تھی۔ شہوار نے ایک گہری سانس لی۔ اس لیے وہ انا سے کچھ بھی کہنے سے پرہیز کرتی تھی۔

''اب تک مصطفیٰ شاہ زیب علی کے بارے میں میں جو بھی بیان کرچکی ہوں وہ میری اس کے بارے میں رائے ہی تو ہے۔'' اس نے پھر سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔ پھر مزید کہنے لگی۔ ''اس کے علاوہ کوئی خاص رائے نہیں ہے۔ دیکھو انا! عادلہ بھابی کی اپنی ایک سوچ ہے جس پر وہ کاربند ہیں۔ انکل آنٹی ماسوائے عادلہ بھابی کے بھی مجھے گھر کے ایک فرد کی حیثیت دیتے ہیں۔ مجھے اجنبیت کا قطعی احساس نہیں ہونے دیتے اور یہی حیثیت اس گھر میں میری امی کی بھی ہے۔ گاؤں میں پوری حویلی امی کے کنٹرول میں دے دی گئی ہے۔ مصطفیٰ کے دادا جان حویلی میں ہی مقیم ہیں۔ میری امی حویلی میں سیاہ وسفید کا مکمل اختیار رکھتی ہیں۔ مصطفیٰ کے سب چچا تایا وغیرہ بیرون ملک دوسرے شہروں میں رہتے ہیں باقی سب کو جائیداد میں سے اپنا اپنا مخصوص حصہ مل چکا ہے۔ رہ گئی حویلی' تو نئے دور کا مزاج رکھنے والے لوگ ہیں یہ سب ان کے لیے حویلی ان کے بزرگوں کی روایات کی ایک نشانی ہے جو امی کی نگرانی میں دے کر سب بری الذمہ ہوچکے ہیں۔'' شہوار نے ایک دفعہ پھر گھڑی دیکھی تو انانے فوراً وہ سوال کر ڈالا جو پچھلے کچھ عرصے سے اس کے دل و دماغ میں تھا۔

''اور تم لوگوں کی اپنی فیملی کہاں ہے؟ میرا مطلب ہے رشتہ دار وغیرہ اور یہ لوگ تمہارے کیا لگتے ہیں؟''

''میری امی کا انکل لوگوں سے کوئی گہرا یا خونی تعلق نہیں ہے ہاں امی انکل کی دور پرے کی رشتہ دار ہیں۔ میرے امی ابو دونوں اپنے اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے' شادی کے بعد ابو کچھ عرصہ بعد ہی فوت ہوگئے تو امی کے لیے زمانے کے سرد و گرم سہنا بڑا مشکل کام تھا۔ میری امی ایک پڑھی لکھی نہایت مہذب' زمانہ شناس خاتون ہیں۔ میں اپنی امی کی اکلوتی اولاد ہوں۔ ابو کی وفات کے بعد امی لوگوں کے رحم وکرم پر تھیں۔ میری امی ایک نہایت خوب صورت اور صاحب جمال خاتون ہیں۔ ایسے میں لوگوں کی ہمدردیاں بھی ایک خاص معنی لیے ہوئے تھیں۔ امی بتاتی ہیں کہ میں چند ماہ کی تھی جب وہ انکل کے پاس آئی تھیں پناہ کے لیے۔ انہوں نے انہیں بہن جیسا مان اور بابا جان نے انہیں بیٹی جیسا مقام دیا تھا۔ میں حویلی کی چار دیواری میں ہی رہ کر پلی بڑھی ہوں۔ کسی نے آج تک میری یا امی کی طرف میلی نگاہ سے نہیں دیکھا مجھے حویلی کی ایک معزز بیٹی کا مقام دیا گیا ہے۔ شاہ زیب انکل کے علاوہ ان کے باقی بہن بھائی بھی مجھے حقیقی بیٹی کا سا مقام دیتے ہیں۔ ایسے میں میرا نہیں خیال کہ اس خاندان میں کوئی اور بھی عادلہ بھابی کی طرح مصطفیٰ کے سلسلے میں شکوک بھری منفی سوچ رکھتا ہو۔ آنٹی بیٹی کی طرح عزیز رکھتی ہیں دونوں بیٹیاں شادی کے بعد بھی اپنا ہر کام میرے مشورے سے کرتی ہیں' یہی حال انکل اور دیگر لوگوں کا بھی ہے۔'' اپنے بارے میں اس نے تفصیل سے انا کو بتادیا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتی اور سمجھتی تھی کہ پچھلے تین سالوں سے وہ انا کے لیے ایک معمہ بنی ہوئی تھی۔ انا اکثر اس کی فیملی کے بارے میں پوچھتی رہتی تھی مگر آج پہلی بار اس قدر تفصیلی انداز میں اس نے اپنی فیملی کے متعلق بتایا تھا۔

''بہت ٹائم ہوگیا ہے۔ کیا خیال ہے چلیں اب!'' دوبارہ ریسٹ واچ کی طرف دیکھتے وہ فوراً کھڑی ہوگئی تھی۔ انا بھی اس کے ہمراہ ہولی۔ دونوں اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے گیٹ تک آئی تھیں۔ انا کی بھی گاڑی آچکی تھی۔ ڈرائیور نے شہوار کو دیکھتے ہی فوراً گاڑی سے نکل کر اس کے لیے دروازہ کھولا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کو اللہ حافظ کہتے اپنی اپنی گاڑی کی طرف ہولی تھیں۔

❁......❁......❁
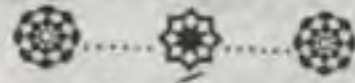
''شہوار بیٹا! تم یہاں کیا کر رہی ہو؟'' مہر النساء جیسے ہی کچن کے اندر داخل ہوئی تھیں' شہوار کو وہاں موجود دیکھ کر ایک پل کو چونکیں۔

شہوار انہیں رات کے اس وقت یوں کچن میں دیکھ کر سٹپٹائی اور پھر گھبرا کر عادلہ کو دیکھا تھا' جو آرام سے میز پر براجمان تھیں۔

''کچھ نہیں آنٹی جان! بس چائے پینے کو دل کر رہا تھا۔''

''تمہارا تو ضروری ٹیسٹ تھا نا! رخشندہ کو کہہ دیتیں وہ پورا فلاسک بھر کر تمہارے کمرے میں رکھ دیتی۔'' انہیں اس کی اسٹڈی کی بڑی فکر رہتی تھی۔ اب بھی کہا تو عادلہ بھابی کے ماتھے کے تیور بگڑے' جب کہ شہوار بس مسکرادی۔

''سینڈوچ وغیرہ تیار ہوگئے ہیں تو لادو اب۔'' انہوں نے خاصے رعب سے کہا تھا۔ انداز یوں تھا گویا کسی نوکر سے مخاطب ہوں۔ مہر النساء بیگم نے تعجب سے پہلے عادلہ اور پھر سلیب پر دھری سینڈوچ کے لوازمات سے بجی ٹرے کو دیکھا۔ عادلہ بھابی نے رات کا کھانا سب کے ساتھ نہیں کھایا تھا' وہ کچھ دیر پہلے اپنے والدین کے گھر سے لوٹی تھیں سو کھا پی کر آئی تھیں مگر گیارہ بجے کے بعد انہیں بھوک لگی تھی اور شہوار کی بدقسمتی تھی کہ وہ جس وقت کچن میں داخل ہوئی تھی وہ فریج کھولے دیکھ رہی تھیں۔ شہوار کو چائے کا برتن رکھتے دیکھ کر وہ سمجھ گئی تھیں کہ وہ اپنی اسٹڈی چھوڑ کر آئی ہے انہیں اس پر رعب ڈالنے کا اچھا موقع ملا تھا۔ اسے چائے بعد میں تیار کرنے اور پہلے انہیں سینڈوچ بنا کر دینے کا حکم جاری کر کے وہ خود آرام سے کچن کی میز پر بیٹھ کر مزے سے اس پر مسلسل نکتہ چینی کرتی شہوار کی ساری کارروائی ملاحظہ کر رہی تھیں مگر ایسے میں مہر النساء بیگم کی آمد نے اور ان کی تشویش نے ان کا سارا مزا کرکرا کر دیا تھا۔

شہوار نے ایک دم گھبرا کر مگ میں چائے انڈیل کر ٹرے میں رکھتے ٹرے عادلہ کے سامنے ٹیبل پر رکھ دی تھی۔ مہر النساء بیگم کو عادلہ کا یہ انداز خاصا ناگوار لگا تھا' ان کا شہوار سے سینڈوچ تیار کروانا بھی پسند نہ آیا تھا وہ پہلے بھی کئی بار دیکھ چکی تھیں کہ عادلہ شہوار پر خوانخواہ طنز کرتی رہتی ہے۔

''شہوار! تمہیں میں نے کتنی دفعہ منع کیا ہے کہ خود کچن میں مت آیا کرو' اتنی ملازمائیں آخر کس مرض کی دوا ہیں۔ اتنا اہم تمہارا ائیر ہے۔ رات کا کھانا تم ملازماؤں کے ساتھ تیار کرتی ہو' باقی وقت تو اپنا ضائع مت کیا کرو۔'' جہاں وہ عادلہ کی خود پسند طبیعت سے اچھی طرح آگاہ ہوچکی تھیں وہیں انہیں شہوار کا یوں آرام سے اس کی ہر بات مان جانا بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔

''اس نے کون سا احسان کردیا مجھ پر۔ اپنے لیے چائے بنا رہی تھی میرے لیے دو سینڈوچ کیا تیار کردیے ہیں مہارانی نے قیامت آگئی ہے کیا؟'' شہوار کی بجائے عادلہ کی طرف سے جواب موصول ہوا تھا۔ مہر النساء بیگم کے بھی تیور ایک دم بگڑے تھے۔

''عادلہ بہو! تمیز سے بات کرو' میں نے شہوار سے کہا تھا۔''

''ہونہہ! شہوار سے کہا تھا' در پردہ تو مجھے سنایا ہے۔'' انہوں نے بھی کوئی لحاظ نہ کیا تھا۔ وہ حیران رہ گئیں ایسی بدلحاظی پر۔

''ہاں تو پھر جب سارے گھر والوں کو پتا ہے کہ یہ وقت شہوار کی اسٹڈی کا ہے تو تم نے اس کا وقت کیوں ضائع کیا؟'' عادلہ کی مسلسل بدتمیزی پر ان کا بھی بلڈ پریشر ہائی ہونے لگا تھا۔

''آنٹی جی! کچھ نہیں ہوتا' میں اپنے لیے چائے تیار کررہی تھی نا۔'' دونوں کے بگڑے تیور دیکھ کر شہوار نے فوراً سہم کر کہا تو انہوں نے اسے گھورا۔

''تم اپنے کمرے میں جاؤ۔'' انہوں نے عادلہ کا سارا غصہ اس پر اتارا تو اس نے فوراً چائے کا مگ تھامے باہر کی طرف قدم بڑھائے تھے۔

وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی وجہ سے بھابی اور آنٹی کے درمیان کشیدگی کی فضا قائم ہو۔

''ہمارا گھرانہ عزت دار گھرانہ ہے۔ ہمارے ہاں ایسی حرکتیں قطعی بری سمجھی جاتی ہیں۔ امید کرتی ہوں کہ تم میری بات سمجھ گئی ہوگی اور آئندہ اپنی دشمنی شہوار سے نبھانے کے بجائے اپنے اندر ہی رکھوگی۔ میں سب اچھی طرح سمجھتی ہوں کہ تم شہوار کو تختہ مشق کیوں بنارہی ہو؟ میرے نزدیک تو یہ سب تمہارا ذہنی دیوالیہ پن ہے۔ بہتر ہے کہ اپنے ذہن کا علاج کرو۔ ہمارے لیے مصطفیٰ اور کاشفہ کا رشتہ جوڑنا مشکل نہ تھا مگر تمہارے تیور دیکھ کر ہی ہم نے قدم پیچھے ہٹائے ہیں چھوٹی بہنیں بڑی بہنوں کا پرتو ہوتی ہیں یہ بات مت بھولو۔'' مہرالنساء بیگم نے ایک عرصہ حویلی میں حکومت کی تھی ان کی آواز سن کر ہی ان کے ملازم ان کے سامنے مؤدب کھڑے ہوجاتے تھے۔ آج انہوں نے عادلہ کو صاف اور واضح الفاظ میں سمجھادینے کی کوشش کی تھی۔ عادلہ ان کا سخت لہجہ دیکھ کر چند پل کو گنگ ہوئی تھی۔

''آئندہ شہوار کو تنگ کرتے ہوئے سو بار سوچنا۔ میں نے صرف گھر میں بدمزگی کے خیال سے اسے رات کا کھانا تیار کرنے سے نہیں ٹوکا مگر کل سے وہ رات کا کھانا بھی تیار نہیں کرے گی۔ وہ ہمارے گھر کی بیٹی ہے اور تم اور لائبہ بہوئیں اس گھر کی ذمہ داری تم دونوں پر ہے۔ آئندہ میں کوئی شکایت نہ سنوں۔'' اپنے اسی سخت لب و لہجے میں کہہ کر وہ عادلہ پر ایک اچٹتی نگاہ ڈال کر واپس مڑ گئیں اور عادلہ وہ چند پل تو حیرت زدہ رہی کہ اس کی ہر بدتمیزی کو برداشت کرنے والی اس کی ساس کا لہجہ اس قدر سخت بھی ہوسکتا ہے۔ اس نے تنفر سے سر جھٹکا۔

''ہونہہ شہوار......!'' اس کی نفرت ایک دم بڑھی۔

''لگتا ہے اب تمہارا کوئی معقول بندوبست کرنا ہی پڑے گا۔ گھی اگر سیدھی انگلیوں سے نہ نکلے تو عادلہ کو انگلیاں ٹیڑھی کرنا بھی آتی ہیں۔'' انتہائی غصہ سے ٹرے گھسیٹ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

❁......❁......❁
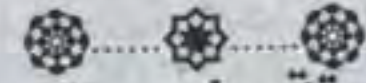
گاؤں کی کچھ بچیاں ان سے قرآن پڑھنے آتی تھیں انہیں پڑھا کر نماز پڑھ کر وہ ایک دفعہ کچن کا چکر لگا آئی تھیں۔ وہاں عظمت بی بی کھانا تیار کررہی تھیں' وہ مطمئن ہوکر باہر صحن میں آبیٹھیں۔ انہیں وہاں بیٹھے ابھی چند پل ہی گزرے تھے کہ چوہدری صاحب بخشو کے سہارے وہاں صحن میں چلے آئے۔

''تابندہ بیٹی! اکیلی بیٹھی ہوئی ہو؟ خیر ہے نا......؟'' پچھلے ایک ہفتے سے انہیں ایسا کوئی خواب نہیں آیا تھا جس سے ان کی طبیعت بگڑتی۔ آج کل ان کی طبیعت نہ صرف ٹھیک ٹھاک تھی بلکہ یادداشت بھی درست کام کررہی تھی۔ تابندہ نے اٹھ کر ادب سے انہیں سلام کرکے دوبارہ کرسی سنبھالی تھی۔

''جی خیر ہے بابا جان! بس اس وقت یہاں بیٹھنے کو دل کررہا تھا۔'' بخشو انہیں کرسی پر بٹھا کر اب ایک طرف مؤدب کھڑا تھا تابندہ بوا نے اسے اشارہ کیا وہ فوراً وہاں سے ہٹ گیا۔

''کتنے دن ہوگئے ہیں بچوں نے حویلی کا چکر نہیں لگایا؟'' وسیع و عریض صحن کو دیکھتے انہوں نے بڑی سی چادر میں لپٹے تابندہ کے وجود کو دیکھا اور پھر شفقت سے مسکرادیے۔

''فون تو بھی روزانہ ہی کرتے ہیں۔ ہر ایک کی اپنی اپنی مصروفیات ہیں۔ ایسے میں کم ہی چکر لگتا ہے۔''

''شہوار بیٹا کب آرہی ہے؟'' تابندہ کی طرح وہ بھی شہوار کے وجود سے مانوس تھے ایک قلبی لگاؤ سا تھا۔ تابندہ کے چہرے پر شہوار کے ذکر سے اک روشنی سی بکھرتی چلی گئی تھی۔

''فورتھ ائیر چل رہا ہے اس کا میڈیکل کا۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ کتنی مشکل پڑھائی ہے اس کی۔ اللہ ساتھ خیریت کے یہ سال بھی گزار دے۔ کل فون کیا تھا میں نے' کہہ رہی تھی کہ اس کا بھی آنے کو دل چاہ رہا ہے مگر وہاں کوئی فارغ نہیں ہوتا۔ دوسرا اس کے پاس صرف اتوار ہی ہوتا ہے چھٹی کا۔ بھاگ دوڑ میں آنا اور پھر واپس جانا۔ کہہ رہی تھی کہ ایک دو چھٹیاں مل جائیں تو وہ چکر لگانے کی کوشش کرے گی۔''

''اللہ بچی کو کامیاب کرے۔ بڑی لائق و ذہین اور محنتی بچی ہے۔'' انہوں نے دل سے دعا دی تو تابندہ نے مسکرا کر بغور ان کو دیکھا۔

وقت و حالات نے ان کے وجود میں بڑے تغیرایت پیدا کردیے تھے۔ گزشتہ چند سالوں سے ان کی زندگی جس مدار میں الجھی ہوئی تھی اس نے ان کی رہی سہی طاقت بھی چھین لی تھی۔ ایسے میں وہ دن بہ دن کمزور و لاغر ہوتے جارہے تھے۔ بے شک ان کے تینوں بیٹے نواز علی' شاہ زیب علی اور حسن علی بھی دل جوئی کرتے تھے۔ حسن کراچی میں آباد تھے جب کہ نواز بھائی مستقل کینیڈا میں رہائش پزیر تھے۔ شاہ زیب اکثر گاؤں کا چکر لگاتے رہتے تھے۔ ان کے تینوں بیٹے آتے رہتے تھے۔ اب بھی اپنے بچوں کا ذکر کرتے ان کے چہرے پر اک روشنی سی تھی۔

''مصطفیٰ سے میری رات ہی بات ہوئی تھی' آپ کا پوچھ رہا تھا آپ سوچکے تھے اس نے ڈسٹرب کرنے سے منع کیا تھا۔ پھر بھابی بیگم سے بات ہوئی تھی۔ وہ کافی الجھی ہوئی تھیں عادلہ بہو کی وجہ سے۔ کہہ رہی تھیں کہ عادلہ اتنا عرصہ گزارنے کے باوجود اس گھر کے مکینوں میں ابھی تک رچی بسی نہیں ہیں۔ کافی مختلف مزاج ہے اس کا۔ بہت پریشان ہورہی تھیں؟''

''اچھا...... عباس اپنی بیوی کو کچھ کہتا نہیں؟'' چوہدری صاحب کو حیرت ہوئی تھی۔ عادلہ چند بار ہی حویلی آئی تھی مگر جب بھی آئی انداز میں اجنبیت تھی۔

''بھابی بتارہی تھیں کہ بیوی کی حرکتوں اور مزاج کی برہمی کی وجہ سے وہ کافی پریشان رہتا ہے۔ چند بار تو تکرار بھی ہوچکی ہے مگر بھابی اسے عادلہ سے الجھنے سے منع کردیتی ہیں۔'' تابندہ بی بھی عادلہ کے رویوں سے خائف اور پریشان رہتی تھیں۔ جب بھی عادلہ سے ملاقات ہوتی تھی اس کا انداز ہمیشہ طنز اور حقارت لیے ہوتا تھا۔ وجہ کیا تھی بھابی نے کبھی بتایا نہ تھا مگر وہ محسوس کرتی تھیں کہ شہوار بھی عادلہ سے خوش نہیں ہے۔ یقیناً عادلہ کا رویہ اس کے ساتھ بھی اچھا نہیں ہوگا جبھی بھابی بیگم خاصی پریشان تھیں۔

''یہ تو خاصی پریشانی والی بات ہے۔ شاہ زیب کچھ نہیں کہتا بہو کو۔ ہمارے خاندان میں آج تک کسی نے ایسی بدتمیزی نہیں کی۔ وہ کیسی لڑکی ہے اس لیے تو میں خاندان سے باہر شادی کرنے کے حق میں نہیں تھا۔'' تابندہ کی زبانی سب گفتگو جان کر انہیں بھی گہرا صدمہ ہوا تھا۔

''کھلے ڈلے ماحول کی پروردہ لڑکی ہے۔ مزاج و خیالات ہمارے ماحول سے قطعی مختلف ہیں۔''

''تو کیا ضرورت تھی وہاں شادی کرنے کی؟ نواز کی بیٹی تھی' حسن کی تھی' زینت کی بھی دو بیٹیاں تھیں۔ خاندان میں جب لڑکیاں مل گئی تھیں تو باہر کیوں دیکھی اس نے' میں نے تب بھی شہوار کے لیے کہا تھا۔''

''شہوار اور عباس کی عمروں میں خاصا فرق ہے۔ پھر عباس کو عادلہ پسند آ گئی تھی کسی بزنس میٹنگ میں تو بھائی صاحب نے والدین سے مل کر بات طے کردی کہ بچوں کا دور ہے۔ بچوں کی پسند کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ ہمیں بالکل اندازہ نہ تھا اتنی بدمزاج لڑکی ہوگی۔ بھائی صاحب اب پچھتاتے ہیں عباس بھی الجھا پریشان رہتا ہے۔ ماشاءاللہ سے سجاد اور لائبہ کی جوڑی شان دار ہے۔ اپنی اپنی قسمت' اب کیا کیا جاسکتا ہے بھلا۔'' انہوں نے سلیقے سے ساری بات سمجھائی۔ شاہ زیب بھائی اور والد سے اپنے گھریلو حالات ڈسکس نہیں کرتے تھے۔ ویسے بھی ان کا بھی اب شہر آنا جانا بہت کم ہوگیا تھا اسی لیے بہت سی باتوں سے وہ قطعی لاعلم رہتے تھے۔ ورنہ کسی دور میں وہ بڑے معاملہ فہم انسان تھے۔ چاق وچوبند ہر معاملے پر گہری نگاہ رکھنے والے۔''

''میں تو پچھلی دفعہ جب شاہ زیب بال بچوں کے ساتھ رہنے آیا تھا تو کہا بھی تھا کہ شہوار بیٹی کے بارے میں سوچو' کہہ رہا تھا کہ مصطفیٰ کی ابھی نئی نئی جاب ہے' سیٹل ہوجائے تو سوچیں گے۔ اب تو مصطفیٰ کو بھی جاب شروع کیے دو سال ہورہے ہیں۔ خاصا سیٹ ہوچکا ہے۔ اب کس چیز کی دیر ہے' گھر کی بچی ہے۔ آنکھوں کے سامنے پلی بڑھی ہے تو کیا سوچ رہا ہے اب وہ؟''

مصطفیٰ اور شہوار کی شادی ہو یہ سب سے بڑی خواہش چوہدری حیات صاحب کی ہی تو تھی جواب آہستہ آہستہ تابندہ بی کے دل میں بھی جگہ پکڑتی جارہی تھی۔ مصطفیٰ نے ساری عمر ہاسٹلز اور ملک سے باہر گزاری تھی' شروع میں وہ خاصی خوف زدہ بھی رہی تھیں کہ نجانے کیسے کردار کا ہوگا مگر ان دو سالوں میں جس طرح اس نے پاکستان میں سیٹل ہوتے جاب کرتے اپنا امیج بنایا تھا اس سے ان کے دل کے تمام شکوک وشبہات بالکل ختم ہوچکے تھے۔ اب تو ان کے دل کی بھی خواہش تھی کہ مصطفیٰ سے شہوار کی بات طے ہوجائے۔

''بھائی صاحب بتارہے تھے کہ مصطفیٰ سے انہوں نے سرسری شہوار کا نام لیے بغیر ذکر کیا تھا شادی کا مگر وہ ابھی چند سال شادی کرنے کے موڈ میں نہیں ہے۔ اس نے منع کردیا تھا ورنہ بھائی بیگم کا بھی بڑا ارمان ہے کہ جلد از جلد شہوار سے مصطفیٰ کی بات طے کردی جائے۔'' تابندہ بوا نے مسکرا کر بتایا تو وہ بھی مسکرا دیئے۔

''بڑے دن ہوئے ہیں مصطفیٰ کو بھی حویلی کا چکر لگائے ہوئے۔'' مصطفیٰ کے ذکر سے انہیں ایک اور بات یاد آئی تھی۔ تبھی بخشو قریب چلا آیا۔

''چوہدری صاحب سراج دین منشی آیا ہے۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔'' چوہدری حیات علی نے تابندہ بوا کو دیکھا۔

''میں نے صبح پیغام بھیجا تھا اسے آنے کا۔ کل رات بھائی صاحب سے بھی فون پر بات ہوئی تھی' وہ کہہ رہے تھے کہ چند دن تک حویلی کا چکر نہیں لگا پائیں گے' مصروف ہیں۔ کسی ملازم کو بھیجیں گے تو سراج دین سے زمینوں کے تمام کھاتے' حساب کتاب کے کاغذات لے کر شہر بھیج دوں اس کے علاوہ وہ کچھ کاغذات بھی منگوار ہے تھے جو آپ کے پاس زمینوں کے متعلق محفوظ ہیں۔ مجھے اس سلسلے میں آپ سے بات کرنا تھی بس ذہن سے نکل گیا۔'' تابندہ بوا نے تفصیلاً بتایا۔

''زمینوں سے متعلق کاغذات کا اس نے کیا کرنا ہے؟''

''یہ تو وہی بتاسکتے ہیں' کہتے ہیں تو میں کال ملادیتی ہوں تفصیلی بات کرلیں۔'' بخشو ابھی تک مودٔب جواب کا منتظر تھا۔

''ہاں رات کو بات کروں گا۔ تم سراج دین کو بھیجو۔ میں نے بھی اس سے زمینوں سے متعلق کچھ بات کرنی ہے۔''

بخشو چلا گیا تھا۔

تابندہ بوا اٹھ کر حویلی کے اندر چلی گئی تھیں' انہیں سراج دین اور چوہدری صاحب کے درمیان اپنی موجودگی بے معنی سی لگی تھی۔

❁....❁....❁
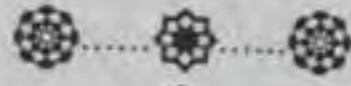
''نیم حکیم خطرۂ جان!'' انا نے خاصی ناراضی سے سر اٹھا کر اپنے سامنے کھڑے ولید کو دیکھا۔ وہ ابھی ابھی روشنی کی کال پر گھر لوٹا تھا اور سیدھا باپ کے کمرے میں ہی آیا تھا۔

''ارے خبردار! میری بیٹی کو کچھ کہا تو بہت اچھا چیک کرتی ہے یہ تو۔ بہت اچھی ڈاکٹر ہوگی یہ مستقبل کی۔'' وہ خاموشی سے بی پی آپریٹس سے ضیاء انکل کی بلڈ ریڈنگ چیک کررہی تھی ایک نظر سوئی پر تھی تو دوسری نگاہ ولید پر ڈالی جواب ضیاء انکل کے دوسری طرف آ بیٹھا تھا۔

''یہ محترمہ مستقبل کی ڈاکٹر ہیں ابھی ہوئی تو نہیں نا؟ اس لیے ان سے ٹریٹمنٹ کروانے کا مطلب خطرۂ جان ہی ہے۔'' انا خاموشی سے ولید کا طنز جھیل جائے ناممکن سی بات تھی مگر وہ تب بھی خاموش رہی۔

''ماموں جان بہت ہائی ہے آپ کا بلڈ پریشر' سچ سچ بتائیں آج کیا کھایا تھا؟'' کانوں سے آلہ ہٹا کر اس نے سنجیدگی سے ماموں سے پوچھا تو وہ ذرا سا گھبرائے تھے۔

''اس بڑھاپے میں ہم نے کیا کھانا ہے بچے؟ یہ عمر ہی آنکھ مچولی کھیلنے والی ہے۔ ادھر بلڈ پریشر ہائی ادھر لو۔ ادھر اٹھے اُدھر بیٹھے۔ سب چلتا ہے پریشان نہیں ہوتے۔'' انہوں نے زندہ دلی کا مظاہرہ کرتے اس کا دھیان ہٹانا چاہا تھا مگر اس نے برہمی سے روشنی کو دیکھا وہ بھی گھبرا گئی۔

''سچی میں نے جان بوجھ کر انہیں کچھ نہیں کھلایا۔ وہ تو انہوں نے صغریٰ ہی سے کچھ بنوا کر کھایا ہے۔ پھوپو گھر پر نہ تھیں میں سوگئی تھی اس لیے مجھے پتا نہیں چلا۔'' اب کے انا نے شکایتی انداز میں اپنے ماموں کو دیکھا تو وہ ہنس دیئے۔ جب کہ ولید بھی روشنی کے منہ سے کھانے کا سن کر سنجیدہ ہوا تھا۔

''کیا واقعی......؟''

''بُری بات ہے بابا جان! آپ بچے یا نا سمجھ تو نہیں ہیں نا کہ آپ کو سمجھانا پڑے کہ آپ کے لیے کیا چیز نقصان دہ اور کیا فائدہ مند ہے۔''

''اف! تم تینوں نے تو بات کا ایشو بنالیا ہے

ذرا سی بات تھی بڑھادی فقط زیب داستان کے لیے

میں بھی انسان ہوں' روکھے پھیکے کھانے کھا کھا کر میرا دل بھی بھر جاتا ہے اور یہ ڈکٹیٹر کی نانی اپنی ڈاکٹری جھاڑنے کو تیار رہتی ہے' کچھ نہیں ہوا مجھے۔'' ان کا وہی لاپروا انداز تھا تینوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور آخر میں ولید ضیاء نے باپ کو گھورا۔

''بہت خوب! میرا خیال تھا کہ ان دو سالوں میں خاصے سنبھل گئے ہوں گے مگر اور تم نیم حکیم! تم انہیں منع نہیں کرتیں۔ اپنی ڈاکٹری جھاڑنے کے ساتھ ساتھ ان کے گوش گزار بداحتیاطیوں کے کچھ نقصانات بھی کردو تو بہتر ہوگا۔'' ولید نے انا کو بھی درمیان میں گھسیٹا۔ انا نے بھی جواباً گھورا اس سے پہلے کہ لب کشائی کرتی ولید کی توپوں کا رخ روشنی کی طرف ہوگیا تھا۔

''اور تم... تم کہاں تھیں؟'' روشنی نے گھبرا کر پھر باپ کے مطمئن اور بھائی کے طنزیہ چہرے کو دیکھا۔

"انکل اور پھوپو نے کسی تقریب میں جانا تھا' آپ آفس اور انا کالج گئی ہوئی تھی' مجھ سے یہ کتنی بار فرمائش کر چکے تھے کہ میں ان کو چکن روسٹ کردوں مگر میں نے منع کردیا تھا جب ان کی فرمائش حد سے بڑھی تو میں نے ویجیٹبل سوپ بنا کردے دیا۔ میرے سامنے تو کھا پی لیا تھا۔ میں سونے چلی گئی تھی اور جب سو کر اٹھی تو پورے کچن میں مرغ روسٹ کی خوشبو تھی۔ میری غیر حاضری میں صغریٰ سے نہ صرف بنوا کر کھایا گیا بلکہ ہضم بھی کرلیا گیا۔ ہم دونوں بے قصور ہیں' یہ سارا ان کا اپنا کیا دھرا ہے انہی سے پوچھیں۔" ولید کے تیوروں سے گھبرا کر اس نے فٹافٹ بات بنا کر اپنی جان چھڑائی تھی۔

"حد ہوتی ہے بابا جان! کتنی غلط بات ہے اس بداحتیاطی سے کچھ نقصان ہوجائے تو پھر؟" ولید کے سنجیدہ انداز پر وہ مسکرادیئے۔

"کچھ نہیں ہوتا یار! اتنی جلدی مرنے ورنے کا ارادہ نہیں ہے۔ تمہاری اور روشنی کی شادی کر کے تمہارے پوتے پڑپوتوں کی شادیاں کرنی ہیں' فکر نہیں کرو۔" ادھر وہی بے فکری کا بھرپور انداز تھا جس پر سب سے پہلے انا کو ہی ہنسی آئی تھی اور انا کو ہنستے دیکھ کر ولید نے مزید گھورا۔

"نیم حکیم جی! بابا کے بی پی کو کنٹرول کرنے کے لیے جو میڈیسن ڈاکٹر نے تجویز کی ہوئی ہے وہ براہِ مہربانی ان کو دے دیں اس سے پہلے کہ معاملہ زیادہ بگڑے۔" انا نے مسکراتے ہوئے سائیڈ دراز سے میڈیسن کا شاپر نکالا۔

"یہ لاسٹ وارننگ ہے' آئندہ ایسی بداحتیاطی کی نا تو بہت بُرا ہوگا اور آج دیکھیے گا آج ذرا ماما آجائیں ان کو آپ کی ساری کارگزاری سناتی ہوں پھر نپٹیے گا ان سے اکیلے ہی۔" پانی کے ساتھ ان کو میڈیسن دیتے اس نے بھرپور دھمکیوں سے بھی نوازا تھا۔

"ارے نہیں نہیں' ایسا ظلم مت کرنا۔ وہ ہٹلر کی جانشین وہ تو قلع قمع کردے گی میرا۔ بڑی سخت ہے وہ یار! یعنی اس کو بتانے کا مطلب ہے' اگلا سارا مہینہ سڑی بسی سبزیوں پر گزارا کرنا پڑے گا۔ آہ...... اتنا بڑا ظلم!" ان کی اداکاری شروع ہوچکی تھی۔ وہ ایسے ہی تھے زندہ دل' بچوں میں بچے اور بڑوں میں بڑے۔ ولید کے چہرے پر بھی مسکراہٹ آئی تھی۔

"آپ کا یہی علاج ہے۔" انا نے مزید دھمکایا تھا۔

"یار! تم ہی اس ٹارزن کو منع کرو۔ وہ تمہاری پھوپی تو میرا قیمہ بنادے گی۔" انہوں نے اب ملتجیانہ انداز میں بیٹے کو دیکھا اس نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

"بالکل درست کرے گی انا! میرا بھی یہی خیال ہے کہ پھوپو کو رپورٹ ضرور کرنی چاہیے۔ اچھی بات ہے آپ کو اگلا مہینہ کیا پورا سال ہی انہی سبزیوں پر گزارا کرنا پڑے تو سبق مل جائے گا کہ کیسے بداحتیاطی کی جاتی ہے۔"

"ہائے......

باغباں نے آگ دی جب آشیانے کو مرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے"

بڑا ہی دہائی دیتا انداز تھا تینوں ہنس دیئے۔

"تھوڑی سی معافی شافی کی گنجائش ہوگی نا؟" انہوں نے اب کے امید بھری نظروں سے روشنی کو دیکھا تھا۔ باپ کے معاملے میں بڑی نرم دل تھی۔ فوراً ان کی جذباتی بلیک میلنگ میں آجاتی تھی۔

"ہرگز نہیں۔" ادھر سے بھی صفاچٹ جواب ملا تھا۔

"بڑے بے حس' بے مروت لوگ ہو تم۔ باپ کو دھمکیاں دیتے شرم نہیں آتی۔ بوڑھا بیمار باپ جس پر زندگی کے سارے لطف حرام ہیں۔ کبھی کبھار دل اچھا کھانے کو چاہ ہی جاتا ہے مگر اولاد بھی ایسی جلاد صفت کہ باپ کو آنکھیں

دکھاتی ہے۔“اب کے انہوں نے جذباتی بلیک میلنگ کی تھی۔ روشنی کے دل پر فوراً اثر ہوا تھا۔

”آپ بھی تو ایسا نہ کیا کریں نا‘ آپ کے لیے ہی تو یہ سب احتیاطی تدابیر کرتے ہیں۔ ہم کوئی آپ کے دشمن ہیں۔“ روشنی نرم لہجے میں باپ کو سمجھانے لگی تو ولید مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

”چلو بھاگو روشنی یہ ان کا معمول ہے۔ اب ان کی کسی بات پر دھیان نہیں دینا۔ اب یہ معاملہ ہائی کورٹ میں جا کر ہی رہے گا۔ چلو انا تم بھی جا کر چینج کرو۔ آپ شام تک اب اپنے بستر سے نہیں ہلیں گے۔ شام کو میرے ساتھ چل کر ڈاکٹر کو چیک کروائیے گا۔ اب آپ کا دھیان میں خود رکھوں گا۔ دیکھتا ہوں کیسے بد احتیاطی کرتے ہیں آپ اب۔“ ولید پر ان کے لہجے کا ذرا بھی اثر نہ ہوا تھا روشنی اور انا کو بھیج کر وہ خود بھی اپنے کمرے میں چلا آیا تھا۔ عصر کا وقت تھا اپنے کمرے میں آ کر اس نے پہلے چینج کیا اور پھر پھوپو والے حصے میں آ گیا‘ انا لاؤنج میں بیٹھی کھانا کھا رہی تھی۔

”آپ کھانا کھائیں گے؟“ روشنی نے اسے دیکھا تو پوچھا۔

”نہیں! آفس میں لنچ کر لیا تھا تم ذرا اچھی سی چائے پلوا دو۔“ روشنی سر ہلاتی کچن کی طرف چلی گئی تھی۔

”دوپہر میں لنچ نہیں کیا تھا کیا؟“ اسے رغبت سے یوں کھانا کھاتے دیکھ کر پوچھا۔

”نہیں! سارا دن اتنا ٹف شیڈول رہا۔ لیکچر‘ پریزینٹیشن اور پھر ہاسپٹل کا وزٹ‘ بچی سارا دن بھاگ دوڑ میں گزرا ہے۔ بڑا ٹف ایئر ہے یہ سارا سارا دن سر کھجانے کی فرصت نہیں ملتی۔ میں تو دن رات دعا کرتی ہوں کہ اللہ کرے کہ جلد از جلد یہ وقت گزر رے۔ باقی تو ہاؤس جاب ہوگی وہ تو جیسے تیسے گزار ہی لیں گے۔“ وہ واقعی آج کی ساری بھاگ دوڑ سے خاصی تھک چکی تھی‘ کھانا ختم کر کے برتن اس نے ٹرے میں رکھے تھے۔

”آپ سنائیں کیسا چل رہا ہے‘ اپنے ذاتی آفس کا تجربہ!“ ٹشو باکس سے ایک دو لیف کھینچ کر ہاتھ صاف کرتے اس نے ولید کو دیکھا۔

”بہت اچھا! امریکہ میں رہ کر جاب کا تجربہ اب بہت ہیلپ فل ثابت ہو رہا ہے۔ احسن‘ انکل اور بابا گائیڈ کرتے ہیں‘ میں سوچ رہا ہوں کہ بابا کو فارغ گھر نہ بیٹھنے دوں پہلے کی طرح وہ اب بھی مستقل آفس کا چکر لگاتے رہیں‘ ان کی صحت پر بھی اچھا اثر پڑے گا‘ ورنہ وہ اپنی طرف سے بے پروا ہو جائیں گے۔“

”اچھا خیال ہے‘ اس طرح ماموں جان بزی ہو جائیں گے۔“

”ہوں......!“

”یہ لیجیے گرما گرم چائے۔“ روشنی ولید کے ساتھ ساتھ اپنے اور انا کے لیے بھی چائے لے آئی تھی۔

ولید کو کپ تھما کے سامنگ رکھ کر وہ بھی اپنا کپ لیے انا کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھی۔

”آج میں سارا دن گھر میں بہت بور ہوئی ہوں۔“ بیٹھتے ہی اس نے شکوہ کیا تھا۔

”وہ بھلا کیسے......؟“ انا نے اس کے چہرے کی سنجیدگی کو نوٹ کیا۔

”بھائی نے آتے ہی آفس جوائن کر لیا ہے‘ پھوپو کا اپنا بوتیک ہے۔ آج وہ کچھ فارغ ہوئیں بھی تو انکل کے ساتھ تقریب میں چلی گئیں تھی۔ بابا کے ساتھ باتیں کر کے آخر میں کب تک دل بہلا سکتی ہوں اور تم محترمہ سارا دن کالج میں گزار کر گھر آ کر بھی سارا سارا دن کتابوں میں سر دیئے رہتی ہو۔“ روشنی نے اپنی بوریت کا تفصیلی رونا رویا تھا۔ وہ ہنس دی۔

”واقعی مسئلہ کافی گمبھیر اور غور طلب ہے۔ چلو انا! اس کا کوئی سلوشن بتاؤ۔“ بہن کی طرف شرارتی نگاہ سے دیکھتے ولید نے انا سے کہا تو وہ بھی مسکرا دی اور پھر ایک شرارتی نگاہ روشنی کے سنجیدہ چہرے پر ڈالی۔

”سلوشن تو بس یہ ہے کہ ماما پاپا کے سامنے فرمائشی بیان نوٹ کروانا ہوگا۔“ اس کی آنکھوں میں شرارت مچل رہی تھی روشنی فوراً محسوس کر کے بول اٹھی۔

”خبردار! کوئی الٹی سیدھی بکواس کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔“ اس نے انگلی اٹھا کر وارننگ دی تھی۔

”تم سلوشن بتاؤ اس کی دھمکیوں کی پروا مت کرو۔ اگر معقول ہوا تو ضرور عمل بھی کریں گے۔“ ولید نے اسے حوصلہ دیا تو وہ ہنس دی۔

”سلوشن تو یہ ہے کہ ماما پاپا‘ ماموں جان کے ساتھ ارجنٹ میٹنگ ارینج کریں اور فوراً سے بیشتر محترمہ کی بوریت کا حل ڈھونڈنے کو ان کی شادی کی ڈیٹ طے کریں۔ شادی کی تیاریوں میں بڑی دلکشی ہوتی ہے۔ یقیناً ساری بوریت دور ہو جائے گی۔“ روشنی نے اس قدر معقول حل پر اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا جب کہ ولید نے سراہا۔

”زبردست بہت اچھا سلوشن ہے۔ کیا خیال ہے یہ نیک خیال بزرگوں تک کب پہنچایا جائے۔“ ولید کو بھی بہن کو تنگ کرنے کا موقع ملا تھا۔

”آف کورس! آج ہی یہ نیک کام کرنے کو حاضر ہوں۔“ انا نے فوراً اپنی خدمات پیش کی تھیں۔

”بھائی پلیز! میں سیریس ہوں۔“ ان دونوں کی نان سیریس باتوں پر اس نے فوراً احتجاج کیا تھا۔

”تمہارا کیا خیال ہے‘ ہم مذاق کر رہے ہیں جناب ہم بھی سیریس ہیں۔“ انا نے اسے گھورا۔

”تو اور کیا......؟“ ولید نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔

”میں بابا سے شکایت کروں گی کہ آپ انا سے مل کر مجھے گھر بدر کرنے کی سازشیں کر رہے ہیں۔ فکر نہیں کریں میں اس وقت تک ادھر سے کہیں نہیں جانے والی جب تک آپ کی بیگم نہ آ جائے۔“ اس نے بھی دھمکانا چاہا تھا۔

”ضرور اپنی یہ خواہش بھی پوری کر دیکھو۔ گھر بدر کی کوئی سازش نہیں‘ بس کمرا بدر ہو گی تم اور رہ گئی میری شادی کی بات تو سکون سے بیٹھی رہو‘ چار پانچ سال سے پہلے میں شادی کرنے والا نہیں ہوں۔“ بڑے ریلیکس موڈ میں صوفے پر بیٹھے اس نے اپنے نیک خیالات کا اظہار کیا تھا۔ روشنی اس کے اس شاہانہ انداز پر جل گئی تھی۔

”ایویں نہیں کرنی۔ دیکھتی ہوں آپ کیسے انکار کرتے ہیں۔“

”چلیں دیکھ لیتے ہیں۔ تم اپنی سی کوشش کر دیکھو۔“ مسکراتے ہوئے اس نے کہا تو انا نے بغور دیکھا۔ اس کے اس انداز میں کوئی ایسی بات ضرور تھی کہ ایک پل کو انا کو اپنی ہتھیلیاں بھیگتی محسوس ہوئی تھیں۔

”تم بھی تو کچھ بولو انا! میرے معاملے میں تو بڑی زبان چل رہی تھی اب بھائی کی باری پر کیوں ہونٹ سی لیے ہیں۔“ وہ چپ چاپ دونوں کو دیکھ رہی تھی‘ روشنی نے ٹوکا تو وہ مسکرائی۔

”میں اس معاملے میں بھلا کیا کہہ سکتی ہوں۔ تمہارا جہاں تک معاملہ ہے تقریباً فائنل ہی ہے بس شادی کی ڈیٹ طے کرنا ہے‘ جب کہ ادھر کوئی ایسا معاملہ تو کیا لڑکی تک کا کوئی اتا پتا نہیں۔“ اپنے آپ کو سنبھالتے اس نے حاضر دماغی سے جواب دیا تو ولید مسکرا دیا۔

”بھئی ابھی تک کوئی ایسی لڑکی ملی ہی نہیں کہ انسان شادی کی ضرورت محسوس کرے۔“ اپنے اسی مطمئن انداز میں اس نے پھر انا کے وجود میں ہلچل مچا دی تھی۔

”اتنا عرصہ امریکہ جیسے معاشرے میں زندگی گزارنے کے باوجود......؟“ اس کے لبوں سے سوال پھسلا تھا۔

”ہاں یہی سچ ہے۔“

”چلیں آج بتا ہی دیں کہ آپ کو کیسی لڑکی چاہیے تاکہ لڑکی تلاش کرنے کی مہم شروع کی جائے۔“ روشنی نے فوراً

پوچھا تو وہ ہنس دیا۔

”یعنی لڑکی تلاش کرنے کی مہم نہ ہوئی پولیو ویکسین کی مہم ہوگئی۔“

”ٹالیں نہیں صاف صاف بتائیں۔“ وہ بھی روشنی تھی اتنی جلدی کیسے ٹل جاتی۔

”بھئی میں سیدھا سا انسان ہوں۔ کوئی لمبی چوڑی ڈیمانڈ نہیں ہیں میری۔ جو بھی لڑکی ہو جیسی بھی ہو کم از کم اچھی اور سلجھی ہوئی ہو۔ گھر کو گھر بنانے والی اور سب سے بڑھ کر تمہیں اور بابا کو اہمیت دینے والی۔“

”شکر ہے اس کا مطلب ہے جو بھی لڑکی پسند کروں گی آپ اس کے لیے اوکے کر دیں گے۔“ نہ جانے کس خیال سے روشنی کی آنکھیں ایک دم چمک اٹھی تھیں۔

”جب وقت آئے گا تم مجھے انکاری نہیں پاؤ گی مگر فی الحال یہ ان باتوں کا مناسب وقت نہیں ہے۔“ اسے جواب دیتے وہ صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

”میں بابا کے کمرے میں جا رہا ہوں۔ دیکھوں کیا کر رہے ہیں۔“

اس سے پہلے کہ روشنی مزید کچھ کہتی وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکل گیا تھا۔ روشنی آنکھوں میں بے پناہ چمک لیے مسکراتی رہی جب کہ اناذہن و دل میں اک عجیب سا احساس لیے بیٹھی رہ گئی تھی۔

❁……❁……❁
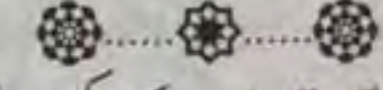
کھانے کے بعد وہ اپنے کمرے میں چلا آیا تھا۔ اسے ایک کیس کے سلسلے میں کچھ کمپیوٹر ورک کرنا تھا۔ اپنے سامنے مختلف فائلز کھولے اسٹڈی کرتے وہ کمپیوٹر میں ڈیٹا فیڈ کر رہا تھا۔ جبھی دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی تھی۔ کام کے وقت کسی کی آمد سے اسے بڑی کوفت ہوتی تھی۔ نظریں مونیٹر سے ہٹائے بغیر اس نے کہا تھا۔

”یس کم ان!“ آہستگی سے دروازہ کھلا تھا۔ اس نے فائلوں سے توجہ ہٹانا ضروری نہ سمجھی تھی۔

”آپ کو انکل بلا رہے ہیں۔“ اپنے عقب سے غیر متوقع آواز سن کر اس نے گردن گھما کر آنے والی ہستی کو دیکھا تھا۔

”شہوار اندر آنے کی بجائے وہیں دروازے میں کھڑی پیغام دے رہی تھی۔

دونوں کا بہت کم سامنا ہوتا تھا شاید کھانے کی ٹیبل پر یا پھر صبح آفس کے لیے نکلتے جب وہ ڈرائیور کے ہمراہ کالج کے لیے نکل رہی ہوتی تھی۔

”خیریت……؟“

”پتا نہیں۔“ اپنے انہی مخصوص چند الفاظ میں کہہ کر وہ وہاں سے نکل گئی تھی۔

شہوار سے اس کا جب بھی سامنا ہوا تھا چند مخصوص الفاظ کے علاوہ دونوں کی کبھی بات نہ ہوئی تھی۔ وہ بہت لیے دیئے رہنے والی اپنے کام سے سے کام رکھنے والی لڑکی لگتی تھی اسے بچپن کے چند سالوں کے علاوہ یہ گزرے دو سال مصطفیٰ کو یاد کرنے پر بھی یاد نہیں آتا تھا کہ اس نے عام بچوں کی طرح کبھی ری ایکٹ کیا تھا۔ وہ بچپن میں بھی بڑی معصوم اور کم گو لڑکی تھی اور اب دو سال پہلے جب ملاقات ہوئی تو بھی پہلے سے زیادہ سنجیدہ لگی تھی۔ چھٹیوں میں جب بھی پاکستان آنے کا اتفاق ہوا تو وہ ہمیشہ اپنی اسٹڈی میں گم اپنی ذات میں مگن ہی ملی تھی اور پاکستان آتے ہی وہ اتنا بزی ہو گیا تھا کہ اسے فرصت ہی نہیں تھی کہ اپنے اردگرد دیکھتا۔

ایک تو وہ تھی اتنی ریزرو دوسرا وہ اپنے کام سے کام رکھنے والی لڑکی تھی تو اس نے بھی اسے کبھی پریشان کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی تھی۔

نجانے شاہ زیب علی صاحب کو اس سے کیا کام آپڑا تھا کہ اسے بطور خاص کمرے سے بلوالیا گیا تھا۔ وہ چیزیں دراز میں رکھ کر کمپیوٹر شٹ ڈاؤن کر کے اپنے کمرے سے نکلا تھا۔

”صاحب جی ادھر لاؤنج میں ہیں۔“ رخشندہ (ملازمہ) نے اسے دیکھتے ہی فوراً لاؤنج کی طرف نشاندہی کی تھی وہ ادھر ہی چلا آیا تھا۔

اندر داخل ہوا تو مہر النساء بیگم کے علاوہ لائبہ بھابی سجاد اور شہوار بھی پاپا سمیت وہاں موجود تھی۔

مہر النساء بیگم صوفے پر دراز تھیں شہوار کے ہاتھ میں کوئی ٹیوب تھی جس میں سے وہ آئنٹمنٹ نکال کر ان کے پاؤں پر لگا رہی تھی وہ قالین پر بیٹھی ہوئی تھی۔ مصطفیٰ کی پہلی نگاہ ہی ماں کی طرف اٹھی تھی انہیں اس طرح لیٹے دیکھ کر تشویش ہوئی۔

”کیا ہوا؟ ایسے کیوں لیٹی ہیں؟“ کھانے کی ٹیبل پر تو وہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھیں۔ یہ ایک دم انہیں اچانک کیا ہو گیا تھا کہ وہ یوں دراز تھیں۔

”کچھ نہیں پاؤں کے جوڑوں میں درد ہو رہا تھا دو تین دنوں سے۔ شہوار کوئی ٹیوب لے آئی تھی کہ لگالوں تو فرق پڑ جائے گا۔“ وہ انگلیوں سے ان کے پاؤں کے ٹخنوں پر ہلکا ہلکا مساج کر رہی تھی۔ سر جھکائے ہوئے تھی جس کی وجہ سے اس کا چہرہ جھکا ہوا تھا۔ وہ باپ کے قریب خالی جگہ پر جا بیٹھا۔

”آپ نے بلوایا تھا؟“ شاہ زیب صاحب اپنے سامنے رکھی شیشے کی تپائی پر کئی فائلیں رکھے ادھر متوجہ تھے مصطفیٰ کے پوچھنے پر سر اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے عینک اتار کر فائل کے اوپر رکھ دی۔

”کیا کر رہے تھے؟“

”کچھ خاص نہیں آفس ورک تھا کچھ۔ کمپیوٹر میں فیڈ کر رہا تھا۔“

”رات ابا جی سے فون پر بات ہوئی تھی وہ شکوہ کر رہے تھے کہ بہت دن ہو گئے ہیں تم نے گاؤں کوئی فون کر کے خیر خیریت ہی نہیں پوچھی۔“

”بس وہی جاب کی مصروفیات ہوتی ہیں آپ کے سامنے ہی ہے کہ میں کتنا فارغ ہوتا ہوں۔“

”ہوں!“ انہوں نے ہنکارا بھرا۔

”اب بس کرو اللہ اجر دے تمہیں۔ اتنی دیر میں ہی لگ رہا ہے کہ جیسے سارا درد بھاگ گیا ہے۔ اللہ تمہارے ہاتھوں میں شفاء دے۔“ مہر النساء بیگم نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے شہوار کو دعا دی تو وہ ٹیوب پر ڈھکن لگاتے ان کے پاس سے اٹھ گئی تھی۔ مصطفیٰ کی نگاہ غیر ارادی طور پر اس کی طرف اٹھی تھی۔ وہ ٹیوب ٹیبل پر رکھتے لاؤنج سے ملحق واش روم میں گھس گئی تھی۔

”پتا نہیں یہ لڑکی اتنا کم کیوں بولتی ہے؟ اس نے سوچا تھا۔

”مجھے گاؤں سے کچھ کاغذات منگوانے ہیں زمینوں کے۔ دو تین ہفتوں سے میرا گاؤں کا چکر نہیں لگ رہا۔ منشی سراج دین کو بھی فون کیا تھا کہ پچھلے سارے کھاتے جمع رکھے حساب کتاب کرنے والے ہیں۔ تمہارے چاچا تایا پھوپوں کو حساب کتاب کی کاپیاں بھجوانی ہیں مگر ادھر جو بزنس کھٹ راگ شروع کیا ہے اس میں فرصت ہی نہیں مل رہی۔“ انہوں نے اپنی مصروفیات گنوائی تھیں۔ مصطفیٰ خاموشی سے سنتا رہا۔ گاؤں کی زمینوں اور حساب کتاب سے اسے کوئی دلچسپی نہ تھی سو کوئی رائے نہ دی۔

”کل ہماری ایک میٹنگ ہے سجاد اور میں وہاں ہوں گے۔ عباس کو کنٹریکٹ کے لیے بھیج رہا ہوں کل تمہاری کیا

مصروفیات ہیں؟'' شہوار ہاتھ دھوکر واپس آ کر مہرالنساء کے پاس ہی صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ یونہی اپنی مصروفیات بتا کے انہوں نے آخر میں مصطفیٰ کا شیڈول پوچھا تھا۔

''بظاہر تو کچھ خاص نہیں، وہی روٹین کے کام ہوں گے۔ ہاں کوئی نیا معاملہ نہ کھڑا ہوجائے تو اور بات ہے۔ کیوں خیریت......؟''

''تابندہ بی شہوار سے ملنا چاہ رہی تھیں۔ یہ بھی دو تین ہفتوں سے گاؤں نہیں گئی، ابا جی بھی اداس ہورہے ہیں۔ اس کے علاوہ کاغذات وغیرہ بھی منگوانے ہیں تم کل شہوار کو لے کر گاؤں چلے جانا۔ تمہاری ماں بھی ساتھ ہوگی۔ جانے کو ڈرائیور بھی لے جاسکتا ہے مگر میرا دل نہیں مانتا۔ تم ذرا ٹائم نکالو کل جمعہ ہے شہوار کی تو ویسے بھی چھٹی ہے اتوار کی شام دونوں کو لے کر واپس آجانا۔'' جہاں مصطفیٰ ان کا پروگرام سن کر چپ ہوا تھا وہیں شہوار بھی چونک کر شاہ زیب صاحب کو دیکھنے لگی۔ اس کے علم میں ان کی یہ پلاننگ نہ تھی۔

''کیوں شہوار بیٹا! ہفتے کو کالج سے چھٹی کرلو گی نا؟'' مصطفیٰ نے بھی اس کی طرف دیکھا جس کے چہرے کی حیرت دیکھتے اس نے اندازہ لگایا کہ وہ بھی بے خبر ہے۔ شہوار نے سر ہلا دیا تھا۔

''کل تم کالج جانا، ہاف ڈے ہے۔ واپسی پر مصطفیٰ بھی آجائے گا تو تم دونوں ماں بیٹی کو مصطفیٰ لے جائے گا۔'' انہوں نے گویا سارا پروگرام طے کیا ہوا تھا۔

''تم کو پریشانی تو نہیں ہوگی ان دو دن کی چھٹیوں سے؟'' وہ اب سارا پروگرام طے کرنے کے بعد مصطفیٰ سے پوچھ رہے تھے۔ مصطفیٰ ہلکے سے مسکرا دیا۔

''ڈونٹ وری اگر ہوا بھی تو آئی مینج اٹ۔'' شاہ زیب صاحب اسے بہت کم کوئی ذاتی کام کہتے تھے اس لیے مصطفیٰ نے انکار کرنا مناسب نہ سمجھا۔

''کاغذات کی میں نے ابا جی اور تابندہ بی دونوں کو ہدایت کردی ہے وہ ضرور لے کر آنے ہیں۔'' انہوں نے مزید ہدایت دی تو اس نے سر ہلا دیا۔

''یہ عباس اور عادلہ نظر نہیں آرہے۔'' انہوں نے اطراف میں نگاہ دوڑائی تو دونوں کو نہ پاکر بیوی کو دیکھا۔

''اپنے کمرے میں ہی ہوں گے۔'' عادلہ کے ذکر پر ان کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔

''اور چائے کا کیا بنا؟ آج چائے نہیں ملے گی کیا؟'' کھانے کے بعد وہ اس ٹائم چائے ضرور پیتے تھے۔ لائبہ کی طرف دیکھتے انہوں نے پوچھا تھا۔

''چائے تیار ہے میں منتظر تھی کہ آپ کب منگواتے ہیں۔ میں ابھی لے کر آتی ہوں۔'' وہ فوراً اٹھ گئی تھی۔

''اور ہاں عادلہ اور عباس کو بھی کہتی آنا وہ بھی ادھر آجائیں۔'' انہوں نے جاتی ہوئی لائبہ کو ہدایت دیں تو وہ سر ہلاتی چلی گئی تھیں۔

رخشندہ کے ساتھ چائے اور دیگر لوازمات ٹرالی میں سجا کر اسے لاؤنج میں لے جانے کا کہہ کر وہ خود عادلہ کے روم کی طرف بڑھیں۔

''میں تنگ آچکی ہوں اس روز کی چخ چخ بک بک سے۔ میں عباس آپ کو واضح کہے دے رہی ہوں کہ مجھے اب اس قید خانے میں نہیں رہنا۔'' لائبہ عادلہ کی آواز سن کر دروازے پر ہی رک گئی تھی۔

''میں کتنی دفعہ تمہیں سمجھا چکا ہوں کہ اپنی زبان کو لگام دو۔ کنٹرول کرو اپنے جذبات پر۔ جیسا تم سوچ رہی ہو ایسا کبھی بھی نہیں ہونے والا۔'' عباس بھائی کی بھی عادلہ سے زیادہ طیش بھری آواز ابھری تھی۔

''مائی فٹ...... میں بھی دیکھتی ہوں کیا نہیں ہوتا اس گھر میں۔ میں ایک پل بھی اب اس چار دیواری میں نہیں گزارنے والی۔ ہر کام میں آپ کی والدہ محترمہ سے اجازت درکار ہے۔ اٹھتے، بیٹھتے، ہنسنے بولنے، کھانے پینے ہر بات میں ان کا ٹوکنا، بولنا لازمی ہے۔ مائی گاڈ یہ گھر ہے کہ قید خانہ؟'' پہلے سے زیادہ بُرا اور بدلحاظ انداز تھا۔

''تم بھول رہی ہو کہ تم نے خود اس قید خانے میں آنے کو ترجیح دی تھی۔ تمہیں کسی نے آفر نہیں کی تھی، میں تو پچھتا رہا ہوں اس وقت کہ جب تم جیسی لڑکی کو دیکھ کر شادی کا فیصلہ کیا تھا۔ سچ کہتے ہیں سیانے! دور کے ڈھول سہانے۔ All That Glitters is Not Gold''

''شٹ اپ! تم خود کیا تھے؟ بظاہر پالش پرسنالٹی کے اندر ایک قدامت پرست، دقیانوسی مرد! پاپا ماما بے بی ایک ڈبو سا انسان چھپا ہوا تھا۔ مجھے تمہاری اصلیت کا پتا چل جاتا تو کبھی نگاہ اٹھا کر تمہاری طرف دیکھتی بھی نہیں۔'' ایک سیر تھا تو دوسرا سوا سیر۔ لائبہ نے سر تھام لیا۔ بظاہر عادلہ کے تیور پورے گھر کو پریشان کرنے کے لیے کافی تھے مگر اندرونی طور پر دونوں کے حالات اس سطح پر پہنچ چکے تھے وہ ششدر سی کھڑی رہ گئی تھی۔

''میری بھی تمہارے بارے میں سیم رائے ہے۔'' عباس بھائی نے بھی عادلہ کو تپانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔

''شٹ اپ......!'' وہ چیخی تھی۔

''یو ٹو شٹ اپ!'' جواباً وہ زیادہ بلند آواز میں دہاڑے تھے۔ ساتھ میں زوردار تھپڑ کی بھی آواز سنائی دی تھی۔ لائبہ کا چہرہ فق رہ گیا۔ ایک پل کو اندر کی طرف خاموشی چھا گئی تھی پھر اسی خاموشی میں آفاق کی روتی سسکتی آواز گونج اٹھی تھی۔

''اب رونے دھونے کا یہ ناٹک بند کر کے اس کو پکڑو۔'' عباس بھائی کی آواز پر بھی کوئی رسپانس نہ ملا تھا۔ لائبہ نے گھبرا کر فوراً دروازے پر دستک دی تھی۔

''میں کہہ رہا ہوں بند کرو یہ ڈرامے بازیاں......'' عباس بھائی کی دبی دبی آواز پر اس نے پھر دروازے پر دستک دی تھی۔

دو منٹ بعد دروازہ کھل گیا تھا۔ عباس بھائی روتے سسکتے آفاق کو کندھے سے لگائے نمودار ہوئے تھے۔

''چائے پر بابا جان آپ دونوں کو بلوا رہے ہیں۔'' اس نے خاموشی سے پیغام دیا تھا۔

''یہ کیوں رو رہا ہے۔ لائیں اسے مجھے دیں۔'' اس نے آفاق کو اس کے ہاتھوں سے لے لیا تھا۔

''آپ دونوں کی آواز باہر تک آرہی تھی۔ ہوسکتا ہے لاؤنج میں موجود لوگ بھی متوجہ ہوئے ہیں۔ بہر حال آپ دونوں فوراً آپہنچیں۔'' وہ پیغام دے کر آفاق کو کندھے سے لگائے وہاں سے نکل گئی تھی۔ عباس چہرے پر عجیب بے بس تاثرات لیے واپس پلٹا تھا۔ عادلہ ابھی تک بیڈ پر منہ کے بل لیٹی سسک رہی تھی۔

''بابا جان نے بلوایا ہے اٹھو، منہ دھوؤ اور چلو میرے ساتھ۔'' اپنے تاثرات و احساسات کو کنٹرول کیے اس نے عادلہ کو مخاطب کیا تھا۔

''نہیں جاؤں گی میں۔ اب اس گھر میں بھی نہیں رہوں گی جب تک وہ دو ٹکے کی لڑکی ادھر موجود ہے میں اب ادھر نہیں رہنے والی۔ مسکینی، عیار، چالباز لڑکی! شکل مومناں کرتوت کافراں۔ اتنے ہی تمہیں اس کے درد اٹھتے تھے تو کیوں مجھے لائے؟ اپنے دادا کی بات مان کر بیاہ لاتے اسے اور وہ ایک نہیں دو دو پھنسائے ہوئے ہیں۔ میں جانتی نہیں تم لوگوں کے فیصلوں کو۔ کاشفہ کے لیے تمہارے بھائی نے ایویں انکار نہیں کردیا تھا۔'' عباس نے بڑے ضبط سے اپنی مٹھیاں بھینچی تھیں۔ عادلہ ایک شکی، منتقم مزاج اور جھگڑالو عورت کی تمام صفات سے مزین عورت تھی، جسے گھر بسانے کی بجائے اپنی انا زیادہ عزیز تھی۔ جسے رشتوں کے تقدس کا کوئی احترام نہ تھا۔

"بکواس بند کرو' نجانے یہ شک کی گرہ کیسے تمہارے ذہن میں پڑ گئی ہے۔ تمہیں رشتوں کے تقدس' احترام کا کوئی پاس نہیں رہا۔ وہ میرے لیے عائشہ اور صبا جیسی ہے۔" بڑے ضبط سے وہ کہہ رہا تھا۔

"یہ تین سال بہت ہیں برداشت کرنے کے لیے' میں صرف اپنے والدین کی عزت کی وجہ سے تمہیں جھیل رہا تھا اب میری برداشت ختم ہو چکی ہے تم اٹھو ابھی میرے ساتھ چلو امی تو جیسے تیسے ہمارے حالات سے باخبر ہیں آج بابا کو بھی پتا چل جائے اور وہ تمہارے جوہر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔" عباس نے غم و غصے سے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا تھا اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتی وہ اسے کھینچتا ہوا سیدھا لاؤنج میں لیے چلا آیا تھا۔

لاؤنج میں وہاں سب چائے پیتے خشک میوہ جات سے لطف ہوتے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ عباس اور اس کے ساتھ کھنچی چلی آتی عادلہ کو دیکھ کر چونک گئے تھے۔

عباس نے لاؤنج کے دروازے میں آ کر اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔ عادلہ اگر صوفے کی بیک نہ تھام لیتی تو یقیناً گر جاتی۔ وہ پہلے بھی دوپٹہ کو بے پروائی ہی سے لیتی تھی اب تو اور بھی گلے میں لٹک رہا تھا جب کہ وہاں موجود شہوار' مہر النساء اور لائبہ تینوں کے دوپٹے بڑے درست اور سروں پر جمے ہوئے تھے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ کیا بدتمیزی ہے عباس!" بابا جان کے لیے یہ بالکل غیر متوقع بات تھی' ایک دم اٹھ کھڑے ہو گئے تھے اور ان کی تقلید میں باقی سب۔

بات تو باقی لوگوں کے لیے بھی غیر متوقع تھی۔ مہر النساء بیگم کا دل دھک سے رہ گیا۔ بیٹے کی ناآسودہ زندگی ان کے سامنے تھی۔ بیوی کی طرف سے ملنے والی پریشانیوں پر وہ ماں کی آغوش میں منہ چھپا کر دل کا بوجھ ہلکا کرتا تھا۔ وہ اپنے تئیں گھر کے ماحول کو خراب ہونے سے بچانے کے لیے تمام کوششیں کر چکی تھیں مگر اب جس طرح عباس عادلہ کو گھسیٹ کر لے کر آیا تھا انہیں لگا ان کی تمام سرتوڑ کوششیں بے کار ٹھہری ہیں۔ انہیں اپنا وجود بے جان سا ہوتا محسوس ہوا۔

"یہ بدتمیزی نہیں بابا جان! ہمارے گھر کی اولین روایت رہی ہے کہ چھوٹی موٹی ہر چپقلش گھر کے کرتا دھرتا کے سامنے لائی جائے اگر وہ ناکام ہو جائے تو گھر کے سربراہ کے سامنے معاملہ پیش کیا جائے۔ ان تین سالوں کی روداد امی جان سے سن لیجیے گا کہ وہ بے خبر نہیں ہیں۔ رہے باقی لوگ تو مجھے نہیں علم کہ وہ کس حد تک باخبر ہیں تاہم میری ہر حال میں یہی کوشش رہی کہ میرے بیڈ روم کی چار دیواری سے بات باہر نہ نکلے' آج اگر نکلی ہے تو آپ کے پاس آیا ہوں۔" انتہائی ضبط سے کام لیتے عباس بھائی نے کہا تو وہاں موجود سبھی لوگوں کو گویا چند لمحوں کے لیے سانپ سونگھ گیا تھا۔

"ہوا کیا ہے؟ اور یہ کیوں رو رہی ہے؟"

"یہ علیحدہ گھر کی ڈیمانڈ کر رہی ہے۔" شہوار خوف زدہ سی بابا جان کا چہرہ دیکھنے لگی جن کے چہرے کی حیرت لحہ لحہ اضطراب میں بدل رہی تھی۔ سجاد بھائی کچھ باخبر تھے مگر عباس بھائی کی بات سن کر وہ بھی گم سم سے رہ گئے تھے۔ مصطفیٰ تو سرے سے گھریلو حالات سے قطعی لاعلم رہنے والا وجود تھا۔ اس کے لیے یہ ساری پچویشن ہی حیران کن تھی۔

"کیوں اس گھر میں کیا تکلیف ہے تم لوگوں کو؟" کچھ توقف کے بعد وہ سنبھلے تو بیٹے سے پوچھا تھا۔

"مجھے کوئی تکلیف نہیں اور نہ ہی میں اس گھر سے کہیں جانا چاہتا ہوں اور نہ ایسا ہوگا۔ تکلیف اسے ہے اس سے پوچھ لیں۔"

مہر النساء بیگم بے دم سی ہو کر صوفے پر گریں تو شہوار نے گھبرا کر ان کا ہاتھ تھاما۔

"آپ ٹھیک تو ہیں نا؟" اس نے ان کے ہاتھ مسلے تھے۔

"مصطفیٰ مجھے کمرے میں لے جاؤ۔" ان کی لرزتی آواز پر مصطفیٰ نے فوراً ان کو سہارا دیا تھا۔ مصطفیٰ اور اماں کے جانے کے بعد عباس نے شہوار کو دیکھا

"شہوار جاؤ' تم بھی اپنے کمرے میں جاؤ۔" وہ نہیں چاہتے تھے کہ شہوار عادلہ کے خیالات جان کر تکلیف کا شکار ہو۔

"بیٹھو تم دونوں۔" شاہ زیب صاحب کے کہنے پر عباس صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ "بہو! تم بھی بیٹھ جاؤ۔" انہوں نے دوبارہ ٹوکا تو عادلہ کو بھی موقع کی نزاکت کا احساس ہوا۔ بہر حال وہ شاہ صاحب کی شخصیت کے سامنے خاصا دبتی اور ڈرتی تھی۔ وہ دوپٹہ درست کرتی دوسری طرف جا کر بیٹھ گئی تھی مگر انداز اب بھی خاصا بگڑا ہوا تھا۔

"تم دونوں جاؤ' اپنی ماں کو دیکھو اور دروازہ بند کرتے جاؤ۔ مصطفیٰ کو ادھر آنے سے منع کر دینا۔" لائبہ اور سجاد کو بھی جانے کا کہہ کر وہ آرام سے صوفے پر بیٹھ چکے تھے۔

"اب بتاؤ کیا معاملہ ہے؟" شاہ زیب صاحب خود کو خاصا سنبھال چکے تھے۔

عباس بھرا بیٹھا تھا۔ شہوار سے متعلق عادلہ کے شکوک و شبہات سمیت علیحدہ گھر لینے کی ضد تک سب بیان کر ڈالا تھا۔

"دیکھو بہو! عباس علیحدہ نہیں ہوگا یہ طے ہے اب تم اپنے ذہن کو کلیئر کر لو کہ شہوار سے متعلق جو تمہارے خیالات ہیں وہ بھی تفصیلاً واضح کر دیتا ہوں کہ شہوار اس گھر کی بیٹی ہے' اس کی وہی حیثیت ہے اس گھر میں جو عائشہ اور صبا کی ہے۔ تابندہ بی ہماری بہن ہے' تمہارا یہ "دو ٹکے" کی کا طعنہ دینا یہ تمہاری کم ظرفی ہے اور دھیان سے بات سن لو۔ مصطفیٰ اور شہوار سے متعلق طعنے بازی کی تو ہم بھی بہت اچھے الفاظ میں جواب دینے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ جب ایک بہن کی طرف سے سکھ نہ ملے تو دوسری سے کیسے امید رکھی جا سکتی ہے پھر بھی تمہارا اپنی بہن کا پرپوزل دینا ایک اہم بات تھی ہم نے غیر جانبداری سے فیصلہ مصطفیٰ پر چھوڑا تھا۔ اس نے انکار کر دیا معاملہ ختم۔ اب اس بات کا ایشو بنا کر تم یوں زبان درازی پر اتر آئی ہو تو ہم اس معاملہ کو حل کرنا بھی جانتے ہیں۔" بڑے غصے سے انہوں نے عادلہ پر حقیقت واضح کی تھی۔

"مجھے آپ کی طرف سے یا آپ کے بیٹے کی طرف سے کوئی ایکسکیوز نہیں سننے' میں علیحدہ ہونا چاہتی ہوں ورنہ دوسرا آپشن بھی ہے میں اپنے والدین کے گھر چلی جاؤں گی اور یہ میرے لیے زیادہ بہتر ہے۔" وہ خود کو خاصا سنبھال چکی تھی اب دوبدو جواب دیا تو شاہ زیب صاحب کافی دیر تک اس کی بدلحاظی پر اسے دیکھتے رہے۔

"تم ہماری نرم مزاجی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہو لڑکی! تم ہماری بہو ہو' اتنی جرأت تو ہماری بچیوں کو بھی نہیں کہ وہ ہمارے سامنے یوں زبان کھولیں۔ شہوار اور لائبہ تمہارے سامنے ہیں۔ ہم نے ان کے ہنسنے بولنے پر پابندی نہیں لگائی ہر طرح کی آزادی دی ہے۔ باہر آنے جانے' کھانے پینے لوگوں سے ملنے ملانے' ہر طرح کی آزادی ہے۔ ہماری بچیوں نے ہم سے کبھی شکایت نہیں کی کہ یہ گھر ان کے لیے قید خانہ یا حبس بے جا ہے۔"

"وہ کیسے کر سکتی ہیں ساری پابندیاں تو مجھ پر ہیں۔" عادلہ کی بدلحاظی پر عباس نے انتہائی نفرت سے اسے دیکھا۔ اچھی بھلی زندگی عذاب بنا کر رکھ دی تھی اس عورت نے۔ اب وہ خود بھی ایک فیصلہ چاہتا تھا آر یا پار......

"عباس! تمہاری پسند سے یہ رشتہ کیا گیا تھا ورنہ ہم کیا چاہتے تھے تم بے خبر نہ تھے اگر تمہاری بیوی کے ذہن میں شہوار بیٹی کے متعلق شکوک و شبہات تھے تو اس کو ایشو بنانے کی بجائے آرام و سکون سے ہینڈل کرتے۔" انہوں نے اپنے بیٹے کو ہی تنبیہہ کی۔

"بابا میں تین سالوں سے یہ سب برداشت کر رہا ہوں اور کس طرح ہینڈل کرتا؟"

"مجھے تمہارا طریقہ کار قطعی پسند نہیں آیا اگر تمہارے درمیان کوئی جھگڑا چل رہا تھا تو بھی تمہیں چاہیے تھا کہ آرام و سکون سے معاملہ مجھ تک لاتے 'یوں ایک دم بیوی کو لے کر سب کی موجودگی میں چلے آنا میں اسے مردانگی نہیں سمجھتا۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ ہمارے خاندان میں عورت ذات کے ساتھ کبھی زیادتی والا معاملہ پیش نہیں آیا' چاہے وہ بیوی ہو' بیٹی ہو یا بہن......" عباس نے بے چارگی سے باپ کو دیکھا جو اسے ہی موردِ الزام ٹھہرا رہے تھے۔ "تمہارے بھائی' بھاوج' ماں سب نے کیا سوچا ہوگا تمہیں بیوی کو اس طرح لے کر آتے دیکھ کر؟" انہوں نے عباس کو شرمندہ کر دیا تھا۔

"میں معافی چاہتا ہوں بابا جان! مگر اس وقت یہ باتیں ہی ایسی کر رہی تھی کہ مجھے ایک دم غصہ آ گیا تھا۔" عباس نے فوراً اپنی غلطی قبول کر لی تھی۔

"غصے کو پچھاڑنا ہی اصل مردانگی ہے عباس! خیر تم بیوی کو لے کر کمرے میں جاؤ ہم اس مسئلے کا حل سوچتے ہیں۔ تمہیں چاہیے تھا کہ پہلے ہمارے پاس آتے تو صورت حال اتنی خراب نہ ہو چکی ہوتی۔"

"اور بہو......!" عباس کو کہتے انہوں نے عادلہ کو دیکھا تھا۔ "تم ہماری بیٹی ہو یہ اگر تمہارے ساتھ کوئی زیادتی کرے گا تو ہم ہر طرح کا انصاف کریں گے۔ تمہارا ساتھ دیں گے۔ ہم روایت پرست زبان پر جان دینے والے لوگ ہیں مگر تم جو اعتراضات اور الزامات اپنے شوہر پر لگا رہی ہو وہ بالکل ناجائز ہیں۔ ثمہوار کی حیثیت اس گھر میں بیٹی جیسی ہے اور ہم قطعی گوارا نہیں کریں گے کہ تم اس کے متعلق کوئی غلط بات کرو۔" انہوں نے دوٹوک انداز میں عادلہ کو بھی کہا تھا۔

عادلہ نے ایک دم تنفر سے سر اٹھایا۔

"چاہے وہ سچ ہی کیوں نہ ہو؟ کیا یہ جھوٹ ہے کہ مجھ سے شادی سے پہلے آپ لوگوں کا خیال عباس اور اس کی شادی کا تھا۔"

"خیال ظاہر کرنے اور عملی جامہ پہنانے میں بہت فرق ہوتا ہے بہو! یہ ہمارے بزرگوں کا خیال تھا ہمارے بچوں کا نہیں۔ تم اس گھر میں بہو کی حیثیت سے عباس کی بیوی بن کر رہ رہی ہو اس حقیقت کو کیونکر جھٹلا سکو گی ہو تم؟" عادلہ کی بات پر اپنے آپ پر بمشکل کنٹرول کرتے وہ ایک دم غصے سے گویا ہوئے تھے۔ "ہم اگر چاہتے تو عباس کی پسند کو جھٹلا کر اپنے باپ کی خواہش کو سر آنکھوں پر رکھتے کہ وہ ہمارے لیے ہر حال میں مقدم تھی مگر ہم تمہیں بیاہ کر لائے۔ تم ہمارے پوتے کی ماں ہو خاندان کی بڑی بہو اور بیٹی! ہم رشتوں کو ان کے اصل مقام پر رکھنے اور عزت و تکریم کرنے والے لوگ ہیں۔ افسوس ہو رہا ہے مجھے کہ اتنی تعلیم یافتہ باہر کی یونیورسٹی کی فارغ التحصیل بچی کی یہ سوچ ہے۔" انہوں نے تمسخر سے عادلہ کو دیکھا تھا ایک پل میں ہی عادلہ لاجواب سی ہو کر شرمندہ ہو گئی تھی۔

"ہم کوئی کم حیثیت لوگ نہیں ہیں اگر ہم عام لوگ ہوتے تو تمہارا باپ ہم سے رشتہ داری جوڑنے میں فخر محسوس نہ کرتا۔ تم اگر کم عقلی کا مظاہرہ کرتے علیحدہ گھر کی ڈیمانڈ پر قائم رہنے یہ گھر چھوڑنے کی حماقت کرو گی بھی تو یہ سراسر تمہارا اپنا نقصان ہوگا' حیرت ہوتی ہے عبدالقیوم جیسے دانش مند کی اولاد اتنی کم فہم اور سطحی سوچ کی حامل بھی ہو سکتی ہے۔ اگر تم اپنی ضد کو قائم رکھتے یہاں سے جاؤ گی تو یاد رکھنا بچے ہم سچے کھرے رشتوں کے لیے جان بھی دے سکتے ہیں مگر سطحی رشتوں کے لیے ہم پلٹ کر بھی نہیں دیکھتے۔ اگر جانے کی حماقت کرو گی تو ساری عمر وہیں رہو گی۔ ہم رشتے نہیں توڑتے مگر چھوڑ دیتے ہیں یہ خیال رکھنا......" عادلہ ان تین سالوں میں یہ ضرور جان چکی تھی کہ یہ لوگ کس مزاج اور اطوار کے مالک ہیں۔ شاہ زیب صاحب کے الفاظ محض دھمکی نہ تھی بلکہ حقیقت پر مبنی تھے اگر وہ گھر چھوڑنے کی حماقت کرتی تو یہ بھی جانتی تھی کہ جس طرح وہ خود جائے گی واپس بھی آئے گی یہ لوگ کبھی اسے پلٹ کر لانے والے نہیں ہوں گے۔

اسے اپنی ماں کی پڑھائی ہوئی ساری پٹیاں ناکام ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔

وہ ثمہوار کو موردِ الزام ٹھہرا کر عباس کی نظروں سے تو گر چکی تھی اب رہی سہی کسر اس خاندان کی نظر سے گر کر پوری ہو جانی تھی۔ اسے ایک دم اپنی عظیم حماقت کا احساس ہوا۔ اس کا دل چاہا کہ اپنی ماں کی اس ساری تیار کردہ اسکیم پر دل کھول کر ماتم کرے۔

"ہم نے تمہارے سامنے سارے حل کھول کر رکھ دیئے ہیں۔ گھر کو بنانے والی عورت ان باتوں کو ایشو نہیں بناتی وہ ہر حال میں گھر کو گھر بنانے کی کوشش کرتی ہے۔ اس کی ہر ممکن کوشش ہوتی ہے کہ وہ رشتوں کو جوڑ کر رکھے نہ کہ توڑے۔ اس کے باوجود اگر تم گھر چھوڑ کر جانے کی ضد پر قائم ہو تو ہماری طرف سے تمہیں کوئی روکے گا نہیں۔ مگر یہ طے ہے کہ ہم تمہیں واپس لے کر نہیں آئیں گے پھر جیسے تم جاؤ گی ویسے ہی آ ؤ گی بھی۔ علیحدہ گھر کے خیال کو بھول جاؤ' ہمارے جیتے جی ہماری اولاد علیحدہ نہیں ہو سکتی۔" وہ سخت لب و لہجے میں کہتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ عباس بھی ان کے احترام میں کھڑا ہو گیا تھا مجبوراً عادلہ کو بھی اس کی تقلید کرنا پڑی۔

"فیصلہ تم نے کرنا ہے سوچ سمجھ کر گھر سے قدم نکالنا۔ عبدالقیوم وہ شخص ہے جس کی فہم و فراست کی مثالیں دنیا دیتی ہے۔ مجھے امید نہیں تھی کہ اس کی بیٹی اتنی کم عقل ہوگی۔ اس گھر میں تم پر کوئی جبر سختی نہیں پھر بھی...... تم کسی اور بات کو بنیاد بنا کر علیحدہ گھر کی ڈیمانڈ کرتیں تو ہم سوچتے بھی مگر افسوس تم نے ثمہوار جیسی بے ضرر معصوم لڑکی کی ذات کو اپنے شوہر کے ساتھ نتھی کرنے کی کوشش کی۔ افسوس ہے مجھے تمہاری سوچ اور عقل پر......" ان کے الفاظ پر عادلہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کچھ کر بیٹھتی ان کے سامنے تو بڑے بڑوں کی بولتی بند ہو جاتی تھی پھر وہ کیا چیز تھی۔

وہ جس طرح اس کے والد کا حوالہ دے رہے تھے اس سے اس کے اندر اپنے باپ کے پاس معاملہ بگڑ جانے کا خوف بھی پیدا ہو گیا تھا اگر معاملہ ان تک جاتا تو یقیناً بات بہت بڑھ سکتی تھی۔

"ہائے ماما! کیسا فضول مشورہ تھا آپ کا اور میں بھی کیسی کم عقل تھی فوراً عمل بھی کر بیٹھی۔" وہ اندر ہی اندر نادم ہوئی تھی مگر اب پچھتانے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔

اسے امید نہ تھی کہ عباس اسے یوں گھسیٹ کر باپ کے سامنے لے آئیں گے اب تک تو وہ صرف اس کی باتوں اور حرکتوں سے زچ ہوئے تھے مگر آج ثمہوار کے نام کا دیا گیا طعنہ کسی اور انداز میں ہی کام کر گیا تھا۔

"اپنی بیوی کو کمرے میں لے جاؤ مزید تماشا میں افورڈ نہیں کر سکتا۔ یہ اگر اپنے والدین کے گھر جانا چاہتی ہیں تو بصد شوق چلی جائے۔" وہ آخری حتمی بات کر کے ایک آخری نگاہ دونوں پر ڈال کر باہر نکل گئے تھے۔

باپ کے جانے کے بعد عباس نے ایک سلگتی نگاہ بیوی پر ڈال کر بغیر کچھ کہے باہر کی راہ لی تھی اور عادلہ چند پل بے حس و حرکت کھڑی رہ گئی تھی۔

اسے گمان تھا کہ عباس اس کی حرکتوں اور طعنوں سے گھبرا کر ہمیشہ کی طرح معاملے کو دبانے کی کوشش کرے گا اور وہ ان کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر نا صرف اسے مجبور کرے گی کہ وہ اپنے والدین کے سامنے علیحدہ گھر کا مطالبہ کرے بلکہ اس طرح وہ اپنے دل میں موجود شوہر کے خلاف کینہ باہر نکالتے عباس کو اس حد تک ذہنی ٹارچر کرے گی کہ ثمہوار خود ہی یہ گھر چھوڑ کر چلی جانے پر مجبور ہو جائے گی۔ مگر واہ ری قسمت ان کی ساری بازی ان پر ہی الٹا دی گئی تھی۔

❁......❁......❁

"ہائے! بہت بُرا کیا عادلہ نے' ان تین سالوں میں اس عورت نے ایک لمحہ بھی سکھ کا نہ گزارنے دیا میرے عباس کو۔ اس کی صورت دیکھتی ہوں تو میرے دل سے ہوک اٹھتی ہے۔ میں اندر ہی اندر پردے ڈالتی رہی۔ عباس کو ہی سمجھاتی رہی کہ اب جیسی بھی ہے بیوی ہے اس کی نبھاہ کرے مگر اس لڑکی نے اپنی کرنی کر کے دکھائی۔ میں اسی دن سے ڈرتی

تھی۔'' مہر النساء بیگم کے آنسو تھے کہ خشک ہی نہیں ہو رہے تھے۔
مصطفیٰ حیرت زدہ ماں کی ساری باتیں سن رہا تھا' وہ دو سال پہلے پاکستان لوٹا تھا۔ اس سے ایک سال پہلے عباس کی شادی تھی تب وہ صرف چند دن کے لیے پاکستان آیا تھا۔ شادی کے فوراً بعد واپس لوٹ گیا تھا اور واپس آنے کے بعد وہ اپنی پلاننگ میں ایسے مصروف ہوا تھا کہ کبھی غور ہی نہ کیا کہ اس کا بھائی ایک ایسی نا آسودہ زندگی گزار رہا ہے۔ جس نے ان کے گھر کے ماحول کو تلخ اور رنجیدہ کر رکھا ہے۔
مصطفیٰ کو اپنی بے خبری پر حیرت کے ساتھ ساتھ دکھ بھی ہو رہا تھا۔
''اچھا! کچھ نہیں ہوتا ٹینشن نہ لیں آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔'' شہوار کو ان کے رونے سے ایک ہی فکر لگی ہوئی تھی اور یہ الفاظ وہ مسلسل وقفے وقفے سے دہرا رہی تھی۔ انہوں نے آنکھیں صاف کیں۔
''میری تو ہر بات اسے چبھتی ہے۔ ذرا لحاظ مروت نہیں ہے اس میں۔ کئی بار دو بدو زبان درازی کر چکی ہے۔ عباس جب بھی دونوں کا کوئی جھگڑا ہوتا تھا' ہمیشہ آ کر مجھ سے کہہ سن کر دل کا بوجھ ہلکا کرتا تھا' کئی بار میں نے اسے سمجھانے کی کوشش بھی کرنا چاہی مگر اس نے ساس سمجھ کر بھی کبھی ذرا ادب لحاظ کرنے کی بھی ضرورت نہ سمجھی۔''
شاہ زیب صاحب کو سب بتاتے ان کے آنسو مسلسل رواں تھے۔
''جب بات اتنی بڑھ چکی تھی تو آپ کو مجھے تو آگاہ کرنا چاہیے تھا نا؟'' وہ ناراض ہو رہے تھے۔
''کیا بتاتی؟ میں تو ہر طرح سے کوشش ہی کرتی رہی کہ وہ خود ہی سمجھ جائے' کون سا کم فہم نا سمجھ بچی ہے۔ پڑھی لکھی باشعور لڑکی ہے مگر......'' انہوں نے پھر سسکی بھری۔
''میں سمجھ چکا ہوں بہت اچھی طرح سے۔ میں کل یا پرسوں عبدالقیوم سے بھی ملوں گا' بات کروں گا۔ وہ اور مزاج اور انداز کا بھلا آدمی ہے یقیناً ساری بات سمجھ کر اپنی بیٹی کا دماغ درست کرنے کی کوشش کرے گا۔'' ان کا انداز ساری صورت حال جاننے کے بعد فیصلہ کن تھا۔
''اللہ کرے!'' وہاں موجود سبھی کے دل سے بے اختیار یہ الفاظ نکلے تھے۔
''میں نے اندازہ لگایا ہے کہ عادلہ کی ماں اور انداز کی عورت ہے وہ کئی بار ہمارے گھر میں ہی بیٹھ کر عادلہ اور عباس کو علیحدہ گھر میں شفٹ کر دینے کا کہہ چکی ہیں۔ بڑی عجیب اور مشکوک باتیں کرتی ہیں وہ۔ مجھے تو لگتا ہے یہ سارا اس کی ماں کا ہی کیا دھرا ہے۔ ورنہ اب سے پہلے عادلہ نے صرف ہمارے طور طریقوں پر ہی ناک منہ چڑھاتے اعتراضات کیے تھے۔ علیحدہ گھر میں شفٹ ہونے کا کبھی ذکر نہ کیا۔'' انہوں نے مزید آگاہ کیا۔
''ہوں' اچھی طرح اندازہ ہو گیا ہے عادلہ کی فیملی کا اب۔ عبدالقیوم خود جتنا شریف النفس انسان ہے اولاد اور بیوی کے معاملے میں خاصا بد قسمت واقع ہوا ہے۔ دیکھتا ہوں اس معاملے وہ اپنی بیوی اور بیٹی کو کیسے سمجھاتا ہے۔''
''میرا اور لائبہ کا تو پھر بھی کچھ خیال' لحاظ کر جاتی ہے مگر میں نے اکثر دیکھا ہے وہ بلاوجہ' خوامخواہ شہوار کے پیچھے پڑ جاتی ہے۔'' انہوں نے یاد آنے پر ایک اور پوائنٹ میاں کے سامنے رکھا تھا' جو سب سے زیادہ قابل غور تھا۔
''دماغ خراب ہے اس لڑکی کا اور کچھ نہیں۔'' بیوی کے منہ سے یہ بات سن کر عباس کو بتائی باتیں اور عادلہ کے طعنے اور شکوک میں لپٹی باتیں یاد آئی تھیں۔
''ایک بات کہوں بابا جان؟'' اتنی دیر کا خاموش بیٹھا مصطفیٰ سب سنتے کچھ سوچتے آخر میں بولا تھا۔ اس کے لیے یہ سب حیران کن ہی نہیں بڑا پریشان کن بھی تھا۔
''ہاں کہو؟''

''آپ عباس بھائی کو علیحدہ کر دیں' اگر بھابی علیحدہ ہونا چاہتی ہیں تو کوئی مضائقہ بھی نہیں۔ ہمارے پیش نظر عباس بھائی کی آسودہ' خوش حال زندگی ہے اگر اس طرح وہ خوش رہ سکتے ہیں تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔ ان کی خوشی کے بدلے یہ سودا مہنگا تو نہیں۔'' مصطفیٰ نے آرام سے اپنی بات مکمل کی تھی۔
''بہت اچھا مشورہ دیا ہے تم نے۔ آج اگر عباس کو علیحدہ کرتا ہوں کل کو یہ سجاد اور لائبہ کو ہمارے ساتھ رہنا کھٹکے گا اور جب تمہاری شادی کریں گے تمہاری بیوی یہ ڈیمانڈ کرے گی پھر؟'' وہ ایک دم غصے میں آئے تھے۔ بڑے طنز سے جواب دیا تھا۔
''نہیں ماموں جان! یہ گھر چھوڑ کر کہیں نہیں جانے والی' ہمیں ادھر ہی رہنا ہے بھلے عباس بھائی کو علیحدہ کریں یا نہ کریں اور رہ گیا مصطفیٰ! تو ہم اس کی بیوی ہی اپنی ڈھونڈیں گے کہ جو ہمارے ساتھ رہے' ہمارے طور طریقوں کے ساتھ زندگی گزارنے کا سلیقہ اور طریقہ جانتی ہو۔'' مہر النساء بیگم کے ایک طرف بالکل خاموش بیٹھی لائبہ نے فوراً شاہ زیب صاحب کے خیال کی تردید کر دی تھی۔
''عباس کی طرح مصطفیٰ نے اگر خود ہی کوئی لڑکی پسند کر لی تو پھر ساری توقعات ہی ختم۔''
شاہ زیب صاحب عباس کے معاملے کو لے کر خاصے الجھ چکے تھے۔ مصطفیٰ ان سب بہن بھائیوں میں اگر مزاج کا مختلف تھا تو اپنی زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے معاملے میں اس نے ہمیشہ اپنی پسند اپنی مرضی کو اوّلیت دی تھی کسی نے اس کے معاملات میں انٹرفیئر کرنے کی کوشش نہیں کی تھی یہ تو پھر اس کی ساری زندگی کا معاملہ تھا۔
''مصطفیٰ! تمہارا کیا خیال ہے اس بارے میں؟'' سجاد بھائی نے بھی گفتگو میں حصہ لیا تھا۔
''پسند کا کیا ہے؟ مگر میرے معاملے میں یہ یقین رکھیں کہ میں عباس بھائی نہیں ہوں' میں عورت ذات کو اس کے مقام پر رکھنے کا فن جانتا ہوں اگر نا کام بھی ٹھہرا تو بھی بیوی کو دیگر رشتوں پر حاوی ہونے نہیں دوں گا۔''
''اللہ نہ کرے جو تم عباس جیسی نا آسودہ زندگی گزارو۔ ہم تمہاری دلہن خود لائیں گے اور اب کے صرف شکل و صورت دیکھ کر فیصلہ کرنے والی غلطی نہ کریں گے۔'' مہر النساء بیگم نے دہل کر کہا تھا۔
''تمہاری پسند کا چانس تو پھر مصطفیٰ میں ہو گیا؟'' مہر النساء بیگم کی بات پر سجاد نے مسکرا کر کہا تو ماحول پر چھائی رنجیدگی کا ایک دم خاتمہ ہوا تھا۔ سب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔
''کوئی بات نہیں ہماری ماں جی کی پسند ہی ہمارے لیے اوّلیت رکھتی ہے۔ امی جان بے فکر رہیں آپ کا ہر فیصلہ ہی میرے لیے سر آنکھوں پر ہے۔'' مصطفیٰ نے بھی مسکرا کر ماں کے فیصلے کو اہمیت دے کر جیسے ان کو ایک فخر سے دوچار کر دیا تھا۔ مصطفیٰ کے یوں مان سونپنے پر ان کا سر فخر سے بلند ہوا تھا۔ انہوں نے دعائیں دی تھیں۔
''تم نے پسند کی بات پر اعتراض نہیں کیا' کیا کوئی لڑکی نظر میں رکھی ہوئی ہے؟'' سجاد نے چھیڑا تو مصطفیٰ نے اسے گھورا۔
''مجھ پر شک نہ کریں۔'' اس نے جھنجلا کر ہاتھ جوڑے تھے سب کے ساتھ شاہ زیب صاحب بھی مسکرا دیے تھے۔ شہوار کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ سمٹ آئی تھی۔ مصطفیٰ کی نگاہ بلا ارادہ اس کی طرف اٹھی تھی' وہ بھی متوجہ تھی۔ دونوں کی نظریں ٹکرائی تھیں شہوار نے فوراً گھبرا کر سر جھکا لیا تھا۔ ہونٹوں پر رقصاں مسکراہٹ فوراً سمٹی تھی۔
''میں سیدھا سادا شریف سا بندہ ہوں۔ ساری عمر امریکہ میں گزارنے کے باوجود تنہا لوٹ آیا ہوں۔ دو سالوں سے اب ادھر ہوں اپنے کام سے فرصت ہی نہیں ملتی کہ انسان کسی اور جانب سوچے بھی۔''
''ماں جی نوٹ کر لیں اگر اس کو فرصت ملے تو یہ ادھر اُدھر تانک جھانک ضرور کرے گا۔'' سجاد نے فوراً پوائنٹ پکڑا

تھا' مہر النساء بیگم ہنسنے لگیں۔

"اچھا بس کرو' میرا بہت اچھا اور سمجھ دار بیٹا ہے۔ اگر پسند بھی کرے گا تو سوچ سمجھ کر ہی کرے گا میرے بیٹے کو ہیرے اور پتھر کی پہچان ہے۔" مہر النساء بیگم نے فوراً بیٹے کی طرف داری کی تھی۔ سب کھلکھلا کر ہنس پڑے تھے۔

"بہت ہوگئی باتیں اب اپنے کمروں میں جاؤ تم لوگ میں اب آرام کرنا چاہتا ہوں۔" وہ کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے مہر النساء بیگم بستر پر بیٹھی ہوئی تھیں' ان کے دائیں بائیں شہوار اور لائبہ تھیں جب کہ سائیڈ صوفے پر مصطفیٰ اور سجاد تھے۔ باپ کے حکم پر وہ چاروں ماں باپ کو اللہ حافظ کہتے اپنے اپنے کمروں کی طرف چل دیئے تھے۔

"آپ نے کیا سوچا پھر اس سارے معاملے پر؟" شاہ زیب صاحب بستر پر آئے تو مہر النساء بیگم نے دریافت کیا۔

"چند دن دیکھو یہ عادلہ کیا کرتی ہے اگر میری زبان کا اثر اس پر ہوگیا ہے تو ماں باپ کے گھر جانے کی غلطی نہیں کرے گی اگر کرے گی بھی تو ہم معاملے کو سلجھانا جانتے ہیں تم فکر مت کرو۔" پرسوچ انداز میں کہتے وہ بستر پر دراز ہوئے تھے۔

"مجھے اس کی حرکتوں اور باتوں سے تکلیف نہیں ہوتی مگر جب وہ شہوار کو تختہ مشق بناتی ہے تو میرا دل لرز جاتا ہے۔ بن باپ کی بچی اس کا ہر حکم بلا چوں چرا کیے مانتی ہے' آدھی رات کو بھی وہ اسے کوئی کام کہے تو فوراً کر دیتی ہے۔ مجھے بڑی تکلیف اور شرمندگی ہوتی ہے' تابندہ اپنی بیٹی کے ساتھ یہ سلوک ہوتا دیکھے تو دکھ سے کٹ کر رہ جائے۔" انہوں نے بھی دل کا پھپھولا پھوڑا تھا۔

"میں اب سنجیدگی سے مصطفیٰ اور شہوار کی بات طے کرنے کا سوچ رہا ہوں' آپ کل گاؤں جا تو رہی ہیں نا' ابا جی سے بھی بات کیجیے گا۔ تابندہ سے بھی باقاعدہ رائے اور مرضی دریافت کرلیں اب میں چاہتا ہوں کہ لوگوں میں باقاعدہ اس رشتے کا اعلان کر دیا جائے تاکہ عادل جیسے لوگوں کی زبان بند ہوجائے۔"

"مصطفیٰ سے پہلے بھی میں نے ایک دو دفعہ شادی کا پوچھا تھا شہوار کا نام نہیں لیا مگر وہ چاہتا ہے کہ کچھ عرصہ تک رک جائیں۔ وہ اپنی جاب میں اچھی طرح سیٹل ہوجائے۔ وہ کہتا ہے چند سال بعد ہی وہ شادی کرے گا۔"

"چلیں ہم نسبت طے کر دیتے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے۔"

"میں نے تو نکاح کا ہی سوچا ہوا ہے۔ سچی بات ہے آج کل کے لڑکوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ بھلے ہماری اولاد ہے مگر کوئی عادلہ جیسی مل گئی تو پھر مصطفیٰ بھی کسی کام کا نہ رہے گا۔"

"ہوں' یہ بھی نیک خیال ہے مگر ذہن میں رکھیں کہ شہوار بیٹی کا فورتھ ائیر ہے' بہت قیمتی سال ہے اس کا' یہ ہماری پلاننگ تو بس ہم تک ہی رہے' تابندہ اس کی ماں ہے اس کے بارے میں ہر طرح کے فیصلے کا اختیار رکھتی ہے' وہ جو بھی فیصلہ کریں گی ہمیں ماننا تو وہ ہے۔"

"جی......!" مہر النساء بیگم نے سر ہلا دیا تھا۔

"آپ کل جاتے ہی ابا جی اور تابندہ دونوں سے رائے لیجیے گا۔ اب میں اس معاملے میں قطعی تاخیر نہیں کرنا چاہتا۔" انہوں نے فیصلہ سنایا تھا۔

"جی ضرور' جیسا آپ کہیں۔" مہر النساء نے فوراً تائید کی تھی۔

❁......❁......❁
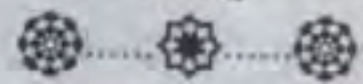
"آجاؤ!" انا نے کمرے کے دروازے پر دستک دی تو ماما کی آواز پر اندر داخل ہوئی تھی۔

"کیا کہہ رہی ہیں؟" وہ جیولری باکس اپنے سامنے بیڈ پر پھیلائے غور و فکر میں مصروف تھیں انا کو آتے دیکھ کر مسکرائیں۔

"اچھا ہوا تم آ گئیں' یہ دیکھو یہ زیور کیسا ہے؟" انہوں نے ہاتھ میں تھاما گلوبند اس کی طرف بڑھایا تو انا نے تھام لیا۔ بہت پیارا اور نفیس سیٹ تھا' خاصا بھاری بھر کم تھا۔

"بہت پیارا۔"

میں نے یہ احسن کی دلہن کے لیے پچھلے سال خریدا تھا۔ ساتھ میں کنگنوں اور چوڑیوں کے یہ سیٹ بھی ہیں۔ خالص گولڈ ہیں' ساتھ میں وائٹ گولڈ اور نگینوں کا کام ہے۔ بہت مہنگے تھے یہ سیٹ۔" انہوں نے اسے کنگنوں اور چوڑیوں کے باکسز بھی کھول کر پکڑائے تو انا دیکھ کر مبہوت ہوئی۔

"ماما کتنا کمال کا ڈیزائن ہے ان کنگنوں کا۔ روشنی کی کلائیوں میں سج کر بہت پیارے لگیں گے۔"

"ہوں...... میں سوچ رہی ہوں کہ آج کل میں روشنی کو ساتھ لے کر جیولر کے پاس چکر لگالوں' شادی سے پہلے تک یہ اہم کام نمٹ جائیں۔ باقی تیاری تو تم نے ہی روشنی کی ساتھ مل کر کرنی ہے۔ میری اور بڑی ذمہ داریاں ہیں شاپنگ کا شعبہ تم اور روشنی سنبھالو۔" سنبھال کر زیور دوبارہ باکس میں رکھتے انہوں نے کہا تو انا کو ایک دم یاد آیا۔

"شادی کی ڈیٹ فکس کرنے کا کیا رہا؟ کب تک ارادہ ہے؟"

"ارادہ تو نیک ہے' اگلے ماہ کی کوئی بھی ڈیٹ رکھ لیتے ہیں' میں تو بس تمہارے پاپا کا منہ دیکھ رہی ہوں کہ کب تک فری ہوتے ہیں۔"

"اگلے ماہ!" انا حیرت سے چیخی۔

"مگر ماما یہ تو تیاری کرنے کے لیے بہت کم ٹائم ہے' میری اپنی اتنی ٹف پڑھائی ہے' میں کیسے وقت نکال پاؤں گی۔"

"شادی کی ہم نے کون سا لمبی چوڑی تیاری کرنا ہے' زیور کپڑا ریڈی ہے۔ میرا اپنا بوتیک کب کام آئے گا۔ کپڑوں کی تم فکر نہ کرو' باقی ارینجمنٹ تمہارے بھائی' ماموں اور پاپا کی ذمہ داری ہیں۔ یہ ان کا شعبہ ہے وہ خود دیکھ لیں گے۔ سب مینج ہوجائے گا۔" انہوں نے بڑے آرام و سکون سے بتایا تھا' انا نے منہ بنایا۔

"اور باقی جو دیگر باتیں ہیں' اکلوتا بھائی ہے میرا۔ سو ارمان ہیں میرے۔ دن گن گن کر اس موقع کا انتظار کیا ہے۔ اتنی عجلت میں شادی طے کرنے سے تو میں کچھ بھی نہیں کر پاؤں گی۔"

"ہم نے شادی ملتوی کی تو پھر تمہارا بھائی ہاتھ نہیں آئے گا۔ دراصل ضیاء بھائی کی فکر رہتی ہے مجھے۔ ان کی خواہش ہے کہ جلد از جلد یہ فریضہ طے ہوجائے۔ اگلے ماہ کی ڈیٹ ان کی ہی رائے ہے بلکہ وہ تو چاہتے ہیں کہ ساتھ ہی ولید کو بھی نبٹا دیں مگر وہ لڑکا بھی ضد کا پکا ہے' صاف انکار کر دیا ہے کہ تین چار سال سے پہلے تک تو اس کے متعلق سوچے گا بھی نہیں۔ دوسرا وہ شادی صرف اپنی پسند اور مرضی سے کرنے کا خواہاں ہے۔ ہمارا تو بہن بھائی کا اور ہی خیال تھا لیکن خیر......" انہوں نے بات کرتے کرتے انا کو دیکھا تو اسے مکمل طور پر متوجہ دیکھ کر مسکرا کر بات پلٹ دی اور ان کی ادھوری بات انا کے اعصاب پر سل کی طرح بوجھ بن گئی۔

"اللہ ساتھ خیریت کے وقت لائے۔ روشنی اور احسن کی شادی بخیر و عافیت ہوجائے۔ فائنل تو ہم نے کب کا ہی کیا ہوا تھا کہ روشنی اور ولید کے وطن لوٹتے ہی ہم نے ڈیٹ فکس کر دینی ہے۔ بس دن سلیکٹ کرنا ہے وہ سب سے مشورہ کر کے طے کر لیتے ہیں۔"

"ہوں......!" ولید کے ذکر پر وہ کچھ گم صم سی ہوگئی تھی

"پاپا نے لگتا ہے آج لیٹ آنا ہے ابھی تک نہیں لوٹے۔" ماما کو لا کر میں جیولری باکس رکھتے دیکھ کر وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھی گھڑی رات کے گیارہ بجا رہی تھی۔

"ہوں کچھ دیر پہلے کال کی تھی کہ وہ کچھ لیٹ ہوجائیں گے شاید کسی میٹنگ میں بزی ہیں۔" انہوں نے الماری بند کر کے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"روشنی سو گئیں کیا؟"

"پتا نہیں جب ہی ادھر آئی تھی تو ولید احسن بھائی اور روشنی بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔"

"میں نماز پڑھ لوں تم فارغ ہو گیا؟ پڑھنا نہیں تھا کیا؟" باتھ روم کی طرف جاتے جاتے وہ رکی تھیں۔

"پڑھ لیا ہے کل جمعہ ہے سوا سٹڈی کی طرف سے ٹینشن فری ہے۔" ماما باتھ روم میں گھسیں تو وہ آہستہ روی سے چلتی باہر نکل آئی۔

لاؤنج سے ابھی بھی باتوں کی آواز آرہی تھی وہ اندر جانے کی بجائے راہداری عبور کرتے صحن میں آگئی تھی آج کل وہ خاصی افسردہ گم سم ہو رہی تھی۔ نجانے کیوں اسے اپنے احساسات بہت بدلے بدلے سے فیل ہو رہے تھے۔ وہ خاموشی سے سنگی بنچ پر جا بیٹھی تھی۔

"ہمارا تو بہن بھائی کا اور ہی خیال تھا مگر خیر......" صبوحی بیگم کا ادھورا جملہ اس کے اعصاب پر ایک بوجھ گرا گیا تھا۔

"وہ شادی صرف اپنی مرضی اور پسند سے کرنے کا خواہاں ہے۔" ماما کے الفاظ اسے نجانے کیوں الجھا گئے تھے۔

"تو کیا وہ کسی کو پسند کرتا ہے؟" اس کا دل لرز اٹھا۔

اس نے اپنے ذہن کے خیالات کو جھٹکنا چاہا تھا کسی اور جانب توجہ مبذول کرنا چاہی تھی مگر نجانے کیوں ایک ہی خیال اور یہ الفاظ ذہن سے چمٹ کر رہ گئے تھے۔

"بھئی میں سیدھا سادا سا انسان ہوں کوئی لمبی چوڑی ڈیمانڈ نہیں ہیں میری جو بھی لڑکی ہو جیسی بھی ہو کم از کم اچھی اور سلجھی ہوئی ہو۔ گھر کو گھر بنانے والی اور سب سے بڑھ کر تمہیں اور بابا کو اہمیت دینے والی ہو۔"

وہ گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹ کر ایک عجیب یاسیت بھری کیفیت کا شکار کبھی ماما کے الفاظ پر گم سم ہو جاتی تھی تو کبھی ولید کے الفاظ یاد آ کر اس کے دل کی زیر و زبر کیفیت کو پھر سے سہارا دے جاتے تھے۔ اسے لگتا جیسے امید کا دیا پھر سے روشن ہو گیا ہے۔ وہ اپنے بازوؤں پر سر رکھے اپنے ہی خیالات کی جنگ سے نبرد آزما تھی اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اس بھنور سے کیسے نکلے؟

"کیا بات ہے؟ یہاں ایسے کیوں بیٹھی ہوئی ہو؟" نجانے اسے اس عالم میں اس کیفیت و حالت میں اپنے خیالات سے الجھتے احساسات و جذبات سے لڑتے کتنی دیر گزری تھی کہ اس آواز پر ایک دم گھبرا کر سر اٹھایا تھا۔ وہ سامنے ہی سادہ شلوار قمیص زیب تن کیے اپنے دراز قامت وجود کو لیے اسے گہری نظروں سے تول رہا تھا۔

انا گھبرا کر سیدھی ہوئی تھی۔ لاپروائی سے کندھوں پر ڈالا دوپٹا گھبراہٹ میں سر پر ڈال کر وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

وہ جو اتنی دیر سے دنیا و مافیہا بھلائے سوچ رہی تھی اب اسے ایک دم روبرو دیکھ کر پزل سی ہو گئی تھی ورنہ وہ تو خاصی پُر اعتماد لڑکی تھی۔

"آپ......" ولید نے اس کی گھبراہٹ اور پزل انداز کو بغور دیکھا۔ ایک گہری نگاہ اس کے سرخ چہرے اور بھیگی پلکوں پر ڈالی۔

"میں پانچ دس منٹ سے دیکھ رہا تھا ادھر ٹیرس سے۔ ہمیں کافی دیر ہو گئی ہے محفل برخاست کیے تم ہمارے پاس

فرخندہ فیض

السلام علیکم! سوئیٹ قارئین آنچل! کیا حال چال ہیں آپ کے؟ میرا نام فرخندہ فیض ہے۔ پہلی دفعہ آنچل کے تعارف میں آنے کی جسارت کر رہی ہوں۔ میرا تعلق ضلع گجرات سے ہے گاؤں کا نام کنگ چنن اور اتفاقاً کاسٹ بھی کنگ ہے۔ ایم اے اردو کر رہی ہوں۔ کہانیاں لکھنے کا شوق ہے امید ہے کہ جلد ہی آنچل میں اپنی محنت اور لگن سے جگہ بنا لوں گی۔ یہ تو میرا شوق ہوا اب میرے گھر والوں کی طرف آئیں ہم ماشاء اللہ چھ بہن بھائی ہیں بڑے بھائی اور دو بڑی بہنوں کی شادی ہو چکی ہے چھوٹی بہن کو بھی رائٹر بننے کا شوق ہے اور اکثر وہ اپنا شوق پورا کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ لکھتی رہتی ہے میرا پسندیدہ سنگر ابرار الحق ہے۔ بارش کا موسم بہت پسند ہے۔ آنچل سے کافی عرصہ سے تعلق بنا ہوا ہے۔ (پڑھنے کی حد تک) بھی وہ وقت تھا جب ہم چھپ چھپ کر آنچل پڑھا کرتے تھے لیکن اب ایسا نہیں ہے اب تو کھلے عام پڑھتے ہیں۔ سلسلے وار ناول "یہ چاہتیں یہ شدتیں" بہت پسند تھا۔ باقی ناول ناولٹ افسانہ بھی بہت اچھے ہوتے ہیں۔ سوری میں آپ لوگوں کو بہت بور کر رہی ہوں حالانکہ میں خود بھی بہت بور ہوں بھی کبھی مجھے اپنی خاموشی بھی وحشت زدہ کر دیتی ہے۔ امی ابو کے بغیر کبھی کہیں بھی نہیں گئی۔ اگر کہیں جاتی ہوں تو فوراً واپس گھر آنے کو دل کرتا ہے۔ کالج لائف بہت یاد آتی ہے۔ کسی کا دل دکھانا اچھا نہیں لگتا۔ بہت زیادہ نرم دل ہوں۔ اس کائنات میں رہنے والے لوگوں کے حالات زندگی دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ مسلمان ہی مسلمان کا خون بہا رہا ہے۔ اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ مسلمانوں کو سیدھے راستے پر چلائے۔ میری صرف دو سہیلیاں ہیں لیکن زیادہ قریب دینب ہے اور مصباح کی شادی ہو چکی ہے اور وہ اپنے سسرال سدھار چکی ہے۔ پھولوں میں مجھے سارے ہی پھول پسند ہیں میرا فیورٹ رنگ آپ بتائیں کون سا ہے بھلا؟ آپ کیسے بتائیں گے میں خود ہی بتا دیتی ہوں مجھے سارے رنگ پسند ہیں کسی ایک رنگ پر اکتفا نہیں کرتی کیونکہ سارے رنگ اللہ کے ہوتے ہیں۔ پھلوں میں آم بہت پسند ہے۔ دال چاول کی بھی بہت شوقین ہوں۔ ٹی وی اسٹار میں احسن خان نعمان مسعود اور ہمایوں سعید بہت پسند ہیں اس کے علاوہ اداکاروں میں ناہید شبیر صبا قمر اور صبا فیصل بہت پسند ہیں۔ انسانوں کو پڑھنا مجھے بالکل بھی نہیں آتا لیکن افسوس ہوتا ہے کہ کاش میں چہرے پڑھ سکتی۔ قارئین سو تو نہیں گئے مجھے بھی نیند آرہی ہے اس لیے آخری الفاظ کے ساتھ اجازت چاہوں گی جیو اور جینے دو۔

آئی نہیں تم ادھر کیا کر رہی ہوں؟"

"بس یونہی ہوا خوری کو ادھر نکل آئی تو ادھر بنچ پر بیٹھ گئی۔" اسے چند سیکنڈ لگے خود کو سنبھالنے میں۔ اب وہ قدرے پُرسکون تھی۔

"حیرت ہے اکیلی بیٹھی ہوئی ہو جب کہ روشنی تمہیں اندر ڈھونڈتی پھر رہی تھی۔"

"یونہی اسٹڈی کرتے کرتے اکتا گئی تو ادھر نکل آئی۔"

"اچھی بات ہے۔" اس نے فوراً یقین کر لیا تھا۔

"ایک کپ کافی پلا دو مزے دار سی تم کافی بہت اسٹرونگ بناتی ہو۔" انا نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔ اس کی اس ذرا سی تعریف سے اسے لگا کہ جیسے اطراف میں گھنٹیاں سی بکھر گئی ہوں۔ اس کے یوں حیرانی سے دیکھنے پر وہ مسکرایا تھا۔

"میں لاتی ہوں۔" اس نے قدم آگے بڑھائے۔

"ایک نہیں دو کپ۔" انا نے تعجب سے اسے دیکھا مگر پوچھا نہیں کہ دوسرا کیوں؟

"میں اپنے کمرے میں ہوں۔" آواز پر سر ہلاتی وہ کچن میں آگئی تھی۔

اس نے بڑی توجہ اور دھیان سے کافی تیار کی تھی۔ ٹرے میں دو کپ رکھے وہ اس کے کمرے میں چلی آئی تھی۔

"یس کم ان!" ناک کرنے پر دروازہ کھلا ملا تھا وہ دھکیلتے اندر چلی آئی تھی۔ ولید کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا ہوا تھا مسکرا کر اس کی طرف کرسی گھمائی۔

"بڑی جلدی کافی تیار کر لی تم نے۔" بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر ٹرے رکھی تو مسکرا کر پلٹی [illegible]

"ماما اور پاپا احسن بھائی سبھی تیز چائے پیتے ہیں' کافی کی لت صرف مجھے ہی ہے۔ اپنے لیے کافی تیار کرتے کرتے اب میں خاصی ایکسپرٹ ہوچکی ہوں۔"

"یہ تو ہے۔" اس نے ایک کپ اٹھا کر اسے تھمایا تو وہ کرسی سے اٹھ کر اس کی طرف چلا آیا۔

"بیٹھو۔" ایک سپ لیتے اسے کہا تو وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"نہیں چلتی ہوں۔ ویسے بھی نیند آرہی ہے۔"

"میں نے دوسرا کپ اپنے لیے نہیں تمہارے لیے کہا تھا۔ میرے ساتھ کافی میں ساتھ تو دو۔" اس کے انکار پر اس نے ٹوکا تو انا نے خاموشی سے کپ تھام لیا۔ اب یوں چلے جانا بد اخلاقی ہی تو تھی۔

"بیٹھو۔" وہ اس کے کہنے پر بستر کے کنارے پر ٹک گئی تھی۔

"کیا بات ہے کوئی پرابلم ہے؟ کچھ دیر پہلے تم یوں اکیلے گم لان میں کیوں بیٹھی ہوئی تھیں؟ جب کہ رات کے اس پہر جب سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔" کچھ دیر بعد ولید کے الفاظ پر اس نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔ انا کو قطعی اندازہ نہ تھا کہ اس سے کافی کی فرمائش کرنے کے پیچھے یہ محرک تھا ورنہ وہ کبھی ہامی نہ بھرتی۔ وہ اتنی سی بات کا اتنی باریک بینی سے جائزہ لے گا۔

"بتایا تو تھا کہ اسٹڈی کے بعد چہل قدمی کو دل چاہ رہا تھا۔" اسے کچھ تو کہنا ہی تھا۔

"مگر تم تو گم سم اردگرد سے بے خبر بنچ پر گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی ہوئی تھیں۔ اس طرح بیٹھنے کو کوئی چہل قدمی کرنا نہیں کہتا۔" اب کے انا نے خاصی حیرت سے اپنے مقابل کھڑے وجود کو دیکھا۔ وہ چلتا ہوا پھر کمپیوٹر چیئر پر جا بیٹھا تھا۔ انا نے خاموشی سے باقی ماندہ کافی حلق میں اتاری۔

"کوئی پرابلم تھی۔ میں ٹیرس پر کھڑے کافی دیر دیکھتا رہا تھا۔ مجھے زیادہ تشویش ہوئی تو تمہارے پاس چلا آیا تھا۔ ایک ہی اسٹائل اور انداز میں بیٹھے رہنا' وہ بھی اس قدر افسردہ پورٹریٹ بنے ہوئے۔"

"آپ کو کس بات پر اعتراض ہے میرے وہاں بیٹھنے پر یا افسردہ حالات میں پورٹریٹ بننے پر۔" اس نے بات مذاق میں ٹالی تو ولید نے بغور دیکھا۔

"مجھے تو دونوں پر ہی اعتراض ہے خیر تم کوئی بات شیئر نہیں کرنا چاہتیں تو اور بات ہے۔"

"نہیں یقین جانیے ایسی کوئی بات نہیں۔ اگر مجھے کوئی پرابلم ہوتا تو سب سے ہی ڈسکس کرتی۔" اس نے مسکرا کر اس کو یقین دلانا چاہا تھا۔

"تم مجھے ٹال رہی ہو تو ہم ٹل جاتے ہیں۔ یہ بتاؤ اسٹڈی کیسی جا رہی ہے تمہاری؟"

وہ چند پل کو چپ چاپ رہ گئی تھی۔ یہ نہیں تھا کہ وہ اسے ٹال رہی تھی مگر وہ اسے بتاتی تو کیا؟

کیوں دل تنہائی اور افسردگی کا تمنائی ہے؟ کیوں وہ صرف اپنی بات ایک ہی چیز ایک ہی نام کو زندگی کا محور بناتی چلی جا رہی ہے؟ اس نے افسردہ سی سانس خارج کی۔

"بہت اچھی۔" وہ صرف یہی کہہ سکی۔ اس کا دل پھر سینے کے اندر شور مچانے لگا۔ نگاہیں ولید ضیاء کی چمکتی روشن ذہانت سے بھرپور نگاہوں کی طرف اٹھیں اور پھر تاب نظارہ نہ لاتے کشادہ گھنی پلکیں' روشن ستارہ آنکھوں پر چلمن گرا گئی تھیں۔

"بڑا مختصر جواب ہے' حیرت ہے......" ولید کو نجانے کیوں آج اس کی ذات میں اس قدر دلچسپی پیدا ہوگئی تھی کہ مسلسل اس کو موضوع بنائے ہوئے تھا۔

"مجھے چھوڑیں آپ بتائیں' خوش ہیں پاکستان آکر؟" اس نے موضوع بدلنا چاہا تھا۔

"بالکل' بہت زیادہ...... میں صرف روشنی کی ایجوکیشن کمپلیٹ ہونے تک وہاں رکا ہوا تھا۔ یہ مختلف کورسز جو بزنس کے حوالے سے کر رہا تھا' محض بہانہ تھا ورنہ جس طرح تم لوگ دس سال پہلے اور بابا جان دو سال پہلے یہاں شفٹ ہوگئے تھے وہاں اکیلے رہنا بہت صبر آزما مرحلہ تھا۔ ہم نے ہر مقام' ہر ایونٹ پر تم لوگوں کی بہت کمی محسوس کی تھی۔" انا نے پھر اس کے چہرے کی طرف دیکھا' وہاں گزرے لمحوں کے متعلق بڑا خوب صورت تاثر لیے ایک کیفیت تھی جسے وہ جان نہ سکی کہ افسردگی سے متعلق ہے یا وطن آجانے کی خوشی سے متعلق۔

"ہم نے بھی ہر موقع اور ایونٹ پر ماموں اور پھر آپ اور روشنی کی کمی محسوس کی تھی۔ بس اسٹڈی کی مصروفیات نے الجھائے رکھا ورنہ شروع شروع میں تو میرا یہاں آکر دل ہی نہیں لگا تھا۔ اتنا عرصہ وہاں گزار کر آنا اور پھر مستقل یہاں سیٹل ہونا کچھ وقت لگا تھا اب کچھ سیٹل ہونے میں۔"

"ہاں پھوپو تمہارے متعلق ایک ایک بات کی رپورٹ دیتی تھیں۔" ولید نے بھی مسکرا کر کہا تو نجانے کس خیال سے انا کے چہرے پر سرخی سی چھائی تھی۔

"جب تم یہاں آئی تھیں دو پونیاں بنانے والی چھوٹی سی لڑکی تھیں' اب تو ماشاء اللہ میڈیکل کے فورتھ ائیر میں ہو۔ تم نے پچھلے سالوں میں اپنی کوئی تصویر تک نہیں بھجوائی۔ یہاں آنے تک میرے ذہن میں تمہارا وہی دس سال پرانا سراپا تھا۔ میں سوچتا تھا کہ تم اب بھی چھوٹی چھوٹی بات پر فوراً احساس ہوتے آنکھوں میں آنسو لیے پونیاں ہلاتی بابا کے پاس میری یا روشنی کی شکایت کے لیے آیا کرو گی جہاں اور بہت کچھ بدلا ہے وہاں تم بھی خاصی بدل گئی ہو۔ خصوصاً میچور سی ہوگئی ہو۔"

وہ ایک دفعہ پھر اپنی ذات موضوع سخن بنتے دیکھ کر جھینپ گئی تھی۔ دہکتے رخساروں کی لالی میں ایک دم اضافہ ہوا تھا۔ ولید نے بڑی دلچسپی سے اس کے رنگ بدلتے چہرے کو دیکھا۔

"کافی ٹائم ہوگیا ہے چلتی ہوں میں اب۔" اس سے پہلے کہ بات مزید بڑھتی وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"کافی کے لیے شکریہ! تم واقعی بہت اچھی کافی بناتی ہو۔" اس نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے خالی مگ لیا تو اس کی تعریف پر مسکرا دی۔

اسے لگا وہ جو کچھ دیر پہلے اپنی ذات میں الجھی رہی تھی۔ گم سم نجانے کس چیز پر افسردہ ہو رہی تھی۔ ولید کی باتوں سے اس کی ساری فرسٹریشن ختم ہوگئی ہے۔ ذہن و دل پر جو ایک بوجھ تھا وہ اتر گیا ہے۔ ٹرے میں دونوں مگ رکھ کر وہ دروازہ کی طرف بڑھی تھی۔

"اللہ حافظ اینڈ شب بخیر!" دروازہ کے پاس رک کر پلٹ کر دیکھا تو وہ اپنی جگہ پر براجمان اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے کہنے پر مسکرا کر سر تسلیم خم کیا تھا۔

"سیم ٹو یو!" اس کے انداز اور لبوں پر کھلتی مسکراہٹ پر انا کو اپنا دل دھڑکتا محسوس ہوا تھا۔

"شکریہ......!" وہ کہہ کر کمرے سے فوراً نکل آئی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

مہرین اختر...... کہروڑ پکا

جواب:۔(۱)**سورۃ العصر** بعد نماز فجر 41 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ پڑھتے وقت تصور ہو کہ بچے فرمانبردار بن جائیں' ذمہ داری کا احساس ہو۔ پڑھ کر ایک گلاس پانی پر دم کر کے سب بچوں کو صبح نہار منہ پلائیں۔

(۲) رشتہ کے لیے بعد نماز فجر **سورۃ الفرقان** آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔ مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد **سورۃ الفلق اور سورۃ الناس** 11,11 مرتبہ۔ رکاوٹوں کا سوچ کر پڑھیں ختم ہوجائیں۔

آمنہ بتول...... بہاولپور

جواب:۔ (۱) اگر مسئلہ حل ہوگیا (شادی ہوگئی) تو ٹھیک ورنہ جاری رکھیں۔

(۲) باقی تمام بہنیں بھی یہی وظیفہ پڑھیں۔

بشریٰ ملک......فیصل آباد

جواب:۔ کسی مقصد کے لیے عشاء کی نماز کے بعد 313 مرتبہ پڑھ لیا کریں۔ اس کے علاوہ نہ پڑھیں۔ نماز کی پابندی کریں روزانہ قرآن شریف پڑھیں۔ اللہ سے دعا کریں اپنے لیے اپنے گھر والوں کے لیے۔

حافظ محمد شاھد اکرام...... سرگودھا

جواب:۔ جادو ہے۔ بعد نماز مغرب **سورۃ عبس** 3 مرتبہ۔ آپ اور گھر کے تمام افراد پڑھیں۔ جو جادو ہے وہ ختم ہوجائے گا ان شاء اللہ۔ صدقہ بھی دیں۔ بکرا/مرغا حسب حیثیت۔ بعد نماز عشاء **سورۃ قریش** 111 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

کاروبار اور بچے کی جاب کے لیے آپ خود پڑھیں۔ دعا بھی کریں۔

نجمہ افضل...... فیصل آباد

جواب:۔(۱) وجہ شوہر سے پوچھیں۔ **سورۃ قریش** 111 مرتبہ۔ (اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف) بعد نماز عشاء۔

(۲) بعد نماز فجر **سورۃ فرقان** آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

(۳) صبح و شام **آیات شفاء** پڑھ کر دم کیا کریں۔ 7 مرتبہ۔

ایس بی...... ٹوبہ ٹیک سنگھ

جواب:۔ بعد نماز فجر **سورۃ فرقان** آیت نمبر 74' 70 مرتبہ۔ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

بعد نماز عشاء **سورۃ عبس** 3 مرتبہ بندش کا تصور رکھ کر پڑھیں کہ ختم ہوجائے دعا بھی کریں۔

فرزانہ جبیں

جواب:۔ روزگار کے لیے **سورۃ قریش** 111 مرتبہ۔ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ روزگار کے لیے دعا کریں۔ **سورۃ الفلق' سورۃ الناس** 11,11 مرتبہ۔

(۲) صحت کے لیے **سورۃ طٰہٰ** کی پہلی 5 آیات پانی پر پڑھ کر صبح نہار منہ اور شام کو پئیں حکیمی علاج بہتر ہے۔

صفدر علی...... فیصل آباد

جواب:۔ کاروبار کے لیے۔ **سورۃ القریش** 111 مرتبہ روزانہ (اول و آخر 11,11 مرتبہ) درود شریف بعد نماز عشاء دعا بھی کریں۔

گھر ٹھیک ہے استخارہ کروالیں۔

منزہ سعید...... لودھراں

جواب:۔ رشتہ کے لیے بعد نماز فجر **سورۃ الفرقان** آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد **سورۃ الفلق' سورۃ الناس** 11,11 مرتبہ۔ رکاوٹوں کا سوچ کر پڑھیں۔

روزگار کے لیے **سورۃ قریش** روزانہ 111 مرتبہ۔ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

محمد ندیم خان...... اسلام آباد

جواب:۔ نماز کی پابندی کریں۔ فجر کی نماز کے بعد **سورۃ یٰسین' سورۃ مزمل' سورۃ رحمٰن** تینوں سورتیں پڑھیں اور اپنے لیے دعا کریں اس کے بعد ورزش کریں پھر اپنے کاموں کی طرف دھیان دیں۔ آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اللہ سے مانگیں۔

آنسہ...... گوجرہ

جواب:۔ بعد نماز عشاء **سورۃ قریش** 111 مرتبہ۔ (اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف) بیرون ملک/روزی کے لیے دعا کریں روزانہ۔

رابیل ناز...... دینہ

جواب:۔ بہتر ہے کہ آپ کی بہن کا الگ گھر ہوجائے۔

آپ اپنی بہن کے لیے **آیت کریمہ** پڑھیں روزانہ 313 مرتبہ (اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف) بعد نماز عشاء۔ دعا بھی کریں کہ اللہ مسئلے کا حل نکالے جلد اور بہتر۔

اے اعوان...... حیدر آباد

جواب:۔ آپ تینوں بہنیں کم بولا کریں۔

بعد نماز عشاء "**یا لطیف یا ودود**" 300 مرتبہ۔ (اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف) پڑھتے وقت معنی بھی ذہن میں ہوں۔ تصور ہو کہ شوہر کا دل نرم ہورہا ہے اور آپ کی طرف مائل ہورہا ہے۔ پانی پر دم کر کے بھی صبح نہار منہ پلائیں۔

عنبرین گل...... مظفر گڑھ

جواب:۔(۱) بعد نماز عشاء **سورۃ قریش** 111 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ کاروبار کے لیے دعا کریں اور زرینہ بھی یہ وظیفہ کریں اپنے شوہر کے لیے۔

(۲) آپ دونوں پر بندش ہے۔ سحر تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی کیا گیا تو ہم اور آپ کیا۔ قرآن میں اس کا ذکر ہے۔ باقی وظائف بند کردیں۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔ (دونوں بہنیں)۔

بعد نماز عشاء **سورۃ عبس** 3 مرتبہ بندش ختم ہونے کا تصور رکھ کر پڑھیں اور دعا بھی کریں روزانہ۔

تسلیم اختر...... پشاور

جواب:۔ جب بیٹا سو جائے تو اس کے سرہانے کھڑے ہو کر "**سورۃ العصر**" 41 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ پڑھتے وقت تصور ہو کہ فرمانبردار بن جائے اور اپنی ذمہ داری کا احساس ہو۔

فجر کی نماز کے بعد 3 مرتبہ **سورۃ عبس** پانی پر دم کرلیں۔ پانی گھر کی دیواروں پر چھڑکیں (حمام کے علاوہ) اور گھر کے تمام افراد کو صبح نہار منہ پلائیں۔ نیت ہو کہ جو اثرات ہیں ختم ہوجائیں۔ (3 ماہ تک)

ساجدہ زید...... سیالکوٹ

جواب:۔(۱) جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ **سورۃ مزمل** اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف پڑھ کر دم کردیں۔ چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔ بعد نماز عشاء "**یا لطیف یا ودود**" 101 مرتبہ اول و آخر 11 مرتبہ درود شریف۔ تصور ہو کہ شوہر کا دل نرم پڑ رہا ہے اور آپ کی طرف مائل ہورہے ہیں دم بھی کریں تصور میں پڑھنے کے بعد دعا بھی کریں اور ایک گلاس پانی پر بھی۔ وہ پانی صبح نہار منہ ان کو پلائیں روزانہ۔

(۲) رشتوں کے لیے **سورۃ فرقان** آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ بیٹیاں خود پڑھیں جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

ثمینہ...... بلوچستان

جواب:۔ بعد نماز فجر **سورۃ الفرقان** آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

سمیرا...... ملتان

جواب:۔(۱) بچوں کی تربیت جس طرح اسلام نے بتائی ہے اسی طرح کریں آج کو جو بیج بوئیں گی کل اس کا پھل ملے گا۔

(۲) جب وہ آپ سے لڑے آپ اس کا ورد کریں اور فجر کی نماز کے بعد 101 مرتبہ پڑھیں۔ "**یا مومن**"۔

اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ معنی بھی ذہن میں ہوں اور تصور بھی۔

روبینہ...... نارووال

جواب:۔ بعد نماز مغرب سورۃ الفلق، سورۃ الناس 11,11 مرتبہ۔ عشاء کی نماز کے بعد سورۃ الفاتحہ 41 مرتبہ۔ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ روزانہ اپنے اور بچے پر دم کیا کریں۔ بیماریوں کے ختم ہونے کا تصور کر کے ساتھ ہی ایک مرتبہ پانی (بوتل) پر دم کرلیں وہ استعمال میں رکھیں جب ختم ہوجائے تو دوبارہ دم کرلیں۔

S...... شور کوٹ

جواب:۔ (۱ اور ۳) سورۃ قریش 111 مرتبہ بعد نماز عشاء اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ ویزا اور کاروبار کے لیے دعا بھی کریں۔

(۲) گھر میں جب چینی آئے اس پر سورۃ مزمل 3 مرتبہ پڑھ کر دم کردیں اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔

(۴) آیات شفا 41 مرتبہ زیتون کے تیل پر دم کر کے مالش کریں صبح و شام۔

عمران اشفاق...... بورے والہ

جواب:۔ (۱) جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ سورۃ مزمل اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف پڑھ کر دم کریں۔ چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔

(۲) آپ کی والدہ دعا کیا کریں۔ آپ کے بھائی جو بہتر لگے گا چاہے وہ ٹھیک ہو یا غلط وہی کریں گے۔

(۳) اللہ سے دعا کریں لڑکا ٹھیک ہے بس آپ پہلے سوچا کریں پھر بولا کریں۔ ازدواجی زندگی اچھی گزرے گی۔

ش انجم...... لاہور

جواب:۔ (۱) بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ دعا کریں کہ جلد شادی ہوجائے جہاں بہتر ہو۔ اگر اور بہتر رشتہ آجائے تو اچھا ہے ورنہ یہ بھی ٹھیک ہے۔

(۲) مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد سورۃ الفلق، سورۃ الناس 11,11 مرتبہ اپنے اوپر دم کیا کریں مسئلہ حل ہوجائے گا۔ آپ کی والدہ بھی دعا کریں۔

(۳) نوکری کے لیے بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ بھائی خود کریں۔

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔

ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔

rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن نومبر ۲۰۱۲ء

نام...... والدہ کا نام...... گھر کا مکمل پتا......

......

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پزیر ہیں......

آپ کی صحت

ہومیوڈاکٹر ہاشم مرزا

شازیہ ملتان سے لکھتی ہیں کہ مجھے کالا یرقان ہے۔ دوسرے چہرے پر دانے ہیں جو نشان چھوڑ جاتے ہیں۔ میں نے آپ کے کلینک سے HAIR GROWER منگوایا تھا جس کے بالوں میں لگانے سے بالوں میں جان پڑ گئی ہے۔ مگر لمبے نہیں ہوئے۔

محترمہ آپ CHILIDONIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور GRAPHITES 200 کے پانچ قطرے آٹھویں دن لیں۔ ہیئر گروور کا استعمال جاری رکھیں بالوں کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

مہ جبیں شورکوٹ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ PITUITRIN 3X کی ایک ایک گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور GRAPHITES 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر آٹھویں دن ایک بار لیں خراٹے کے لیے۔ STRAMONIUM-30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ دیں۔

ذوالکفیل کوہاٹ سے لکھتے ہیں کہ اپنے ہاتھوں کی غلطی سے بہت زیادہ کمزور ہوگیا ہوں۔

محترم آپ ZICUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔ یہ دوا کسی بھی ہومیوپیتھک اسٹور سے جرمنی کی بنی ہوئی خریدلیں۔

انساء خالد رحیم یار خان سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے اور جسم پر بال ہیں آپ نے ایفروڈائٹ تجویز کی ہے کیا اس کے استعمال سے بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے یہ دوا کتنے دن میں گھر پہنچ جائے گی۔

محترمہ آپ OLIUMJAC 3X کی ایک ایک گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور 900 روپے میرے کلینک کے نام و پتے پر منی آرڈر کردیں ایک ہفتے میں آپ کو APHRODITE گھر پہنچ جائے گی۔ اس کے استعمال سے بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے۔

خالد ایوب سمر یال سے لکھتے ہیں کہ میرے بال جڑوں سے ٹوٹتے ہیں۔ ہیئر گروور استعمال کرنا چاہتی ہوں برائے مہربانی بذریعہ وی پی ارسال کردیں۔

محترمہ آپ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ بذریعہ وی پی بھیجنے سے معذرت چاہتے ہیں۔

آسیہ سجاد جھنگ سے لکھتی ہیں کہ میری بیٹی عمر 14 سال قد بہت چھوٹا ہے نسوانی حسن نہ ہونے کے برابر ہے۔ بیٹے کی عمر 12 سال ہے۔ ہر وقت ناک بہتی رہتی ہے۔ میری عمر 34 سال ہے سارا سر گنجا ہوگیا ہے بہت تیزی سے بال گر رہے ہیں۔

محترمہ بیٹی کو CALCIUM PHOS 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ دیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آٹھویں دن ایک بار دیں۔ بیٹے کو SULPHUR 30 کے پانچ قطرے روزانہ صبح نہار منہ دیں۔ آپ HAIR GROWER کا استعمال مسلسل جاری رکھیں۔ جب تک بال گھنے نہ ہوجائیں۔

ارم صبور خان گڑھ میری عمر 18 سال، بہن کی 16 سال اور بھائی کی 11 سال ہے۔ ہمارے قد چھوٹے ہیں۔ کوئی دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ CALCIUM PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ لیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آٹھویں دن لیں یہ ادویات کسی بھی ہومیوپیتھک اسٹور سے خریدلیں۔

وسیم عباس خانیوال سے لکھتے ہیں کہ ایسی دوا لکھیں کہ میں مکمل صحت یاب ہوجاؤں۔

محترم آپ SELENIUM 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ لیں۔ ان شاءاللہ صحت یاب ہوں گے۔

سعدیہ گوجرانوالہ سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر دانے نمودار ہوتے ہیں سوراخ بنا جاتے ہیں۔ چہرے پر بال بھی ہیں آنکھوں کے نیچے حلقے ہیں اور سر کے بال بہت باریک اور چھوٹے ہیں بڑھتے نہیں ہیں۔

محترمہ آپ CHINA 3X کے پانچ قطرے آدھا

کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور 200 GRAPHITE کے پانچ قطرے آٹھویں دن لیں۔ 1500 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر بھیج دیں۔ آپ کو ایفروڈائٹ اور ہیئر گروور گھر پہنچ جائے گا۔ جو بالوں کا مسئلہ حل کردے گا۔ منی آرڈر کے آخری کوپن پر مطلوبہ ادویہ کا نام APHRODITE اور HAIR GROWER ضرور لکھیں۔

ا۔ب لودھراں سے لکھتی ہیں کہ میرا اور بہن کا مسئلہ ہے شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ RHUSTOX 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور بہن کو مقامی ہومیوڈاکٹر کو دکھائیں۔

صائمہ انعام اللہ ضلع قصور سے لکھتی ہیں کہ میرے سر میں خشکی کی تہیں جمی ہوئی ہیں اور بال جڑ سے نکل رہے ہیں سر خالی ہوگیا ہے۔ آپ کا بہت چرچا سنا ہے اور بہت سے مریضوں کو صحت یاب ہوتے دیکھا ہے۔ ہمارے لیے بھی کوئی دوا تجویز کردیں مہربانی ہوگی۔

محترمہ آپ ACIDFLUOR 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور 600 روپے میرے کلینک کے نام پتے پر منی آرڈر کردیں۔ اپنا نام پتا مکمل لکھیں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر مطلوبہ دوا کا نام HAIR GROWER ضرور لکھیں وہ آپ کو گھر پہنچ جائے گی اس کے استعمال سے بال گرنے بند اور گرے ہوئے بالوں کی جگہ نئے مضبوط لمبے گھنے بال پیدا ہوں گے۔

مسکان فاطمہ بھکر سے لکھتی ہیں کہ رنگ سانولہ ہے اس کے لیے JODUM-1M استعمال کی تھی۔ فرق نہیں پڑا اس کے ساتھ طاقت کے سیرپ بھی پی رہی تھی کیا ان کی وجہ سے فرق نہیں ہوا۔

محترمہ ایلو پیتھک ادویات کے ساتھ لینے میں ہومیو پیتھک ادویات کا اثر کم ہوتا ہے ون ایم اور 1000 ایک ہی بات ہے

شازینہ ڈنگہ سے لکھتی ہیں کہ خط شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں مہربانی ہوگی۔

محترمہ آپ ALFALFA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ کھانے سے پہلے لیں اور 200 GRAPHITE کے پانچ قطرے آٹھویں دن لیں۔

بے نام جھنگ سے لکھتے ہیں کہ خط تفصیل سے پڑھ کر جواب دیں اور قطرے نہ لکھیں گولیاں لکھیں۔

محترم آپ STAPHISGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ یہ دوا قطرے میں ہی ملتی ہے کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے خرید لیں۔

محمد عثمان چکوال سے لکھتے ہیں کہ چہرے پر دانے نکلتے ہیں نشان چھوڑ جاتے ہیں دوسرے سوتے میں کپڑے خراب ہوجاتے ہیں۔

محترم آپ SALIXNIGRA30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور GRAPHITE 200 کے پانچ قطرے آٹھویں دن ایک بار لیں۔

حاجی محمد انور پیر محل سے لڑکی لکھتی ہے کہ ہمارا مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ ARSENICALB 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ مبلغ 1500 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ HAIR GROWER اور APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گا بالوں کے مسائل حل ہوجائیں گے۔

ایک لڑکی ٹانک سٹی سے لکھتی ہیں کہ میں آرمی میں جانا چاہتی ہوں قد میں معمولی کمی ہے کوئی دوا بتائیں۔

محترمہ آپ CALCIUM PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آٹھویں دن لیں۔ تین ماہ مکمل کرلیں۔

ماریہ فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ BIOPLASGEN-13 کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور بھائی کو NUXVOM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ کھانے سے پہلے دیں۔

مہ جبیں غفور احمد پور شرقیہ سے لکھتی ہیں کہ آپ میرے لیے کوئی ایسی دوا تجویز کریں کہ میں آپریشن سے بچ جاؤں۔

محترمہ آپ APISMELL 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں جب تک سسٹ ختم ہوجائے۔

آمنہ نجیب راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میرا وزن بہت زیادہ ہے۔ بیٹی کو دودھ پلاتی ہوں کوئی دوا ایسی لکھیں کہ وزن کم ہوجائے اور بیٹی کی صحت پر کوئی برا اثر نہیں ہو اور بیٹی کا وزن کم ہے اس کا وزن بڑھانے کے لیے دوا بتائیں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور بیٹی کو کیلا ملک شیک پلائیں۔

محمد حمزہ خانیوال سے لکھتے ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر علاج تجویز کردیں۔

محترم آپ STAPHISAGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال تین وقت روزانہ پیا کریں۔

رابعہ اعوان کراچی سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر حل تجویز کردیں۔

محترمہ آپ AURCHLURNAT 6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ایس ایس لکو منڈی سے لکھتی ہیں کہ نسوانی حسن نہ ہونے کے برابر ہے عمر 19 سال آپ جو دوا تجویز کرتے ہیں اس کے سائیڈ افیکٹ تو نہیں ہیں 20 سال عمر کے بعد گروتھ ہوسکتی ہے۔

میری امی کے پاؤں میں جلن ہوتی ہے میری بہن کو بھوک نہیں لگتی اور معدہ خراب ہے۔ میری کزن کے بال گرنا شروع ہوگئے ہیں گنجے پن کی شکایت ہوگئی ہے۔

محترمہ آپ SABALSERULTTA-Q کے دس قطرے تین وقت روزانہ لیں اور 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر کردیں آپ کو BREAST BEAUTY گھر پہنچ جائے گا۔ دونوں چیزوں کے استعمال سے مسئلہ حل ہوجائے گا۔ 20 سال عمر کے بعد علاج سے معمولی فرق پڑتا ہے بھرپور فائدہ نہیں ہوتا۔ امی کو SULFUR 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر صبح نہار منہ دیا کریں۔ کزن کے لیے 600 روپے کا منی آرڈر کریں HAIR GROWER گھر پہنچ جائے گا۔ بال گرنا بند اور نئے بال پیدا ہوں گے بال لمبے گھنے خوب صورت ہوجائیں گے۔

مہوش کنول لکھتی ہیں کہ میرے معدہ پر وزن رہتا ہے۔ نظر بھی کمزور ہے ماہانہ نظام میں بے قاعدگی ہے اور لیکوریا رہتا ہے۔ میری بہن ثمرہ ہے اس کا دل پڑھنے کو نہیں چاہتا۔

محترمہ آپ PULSTILLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیا کریں بہن کو ترغیب دیں یہ دوا کا کام نہیں ہے۔

افشاں یونس قصور سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر کالے اور موٹے بال بہت زیادہ ہیں کوئی ایسی دوا تجویز کریں کہ جس سے یہ مکمل طور پر ختم ہوجائیں۔

محترمہ آپ 900 روپے میرے کلینک کے نام پتے پر منی آرڈر کردیں آپ کو APHRODITE گھر پہنچ جائے گی اس کے استعمال سے فالتو بال مستقل طور پر ختم ہوجائیں گے ان شاء اللہ۔

گل سراج بہاولپور سے لکھتی ہیں کہ سینہ کم کرنے کی دوا بتائیں میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ CHIMAPHILA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

شمس شاہ کوٹ سے لکھتی ہیں کہ آپ نے میرے مسئلے کے لیے CONIUM 30 کے قطرے بتائے تھے اس دوا سے فرق بہت پڑا لیکن مکمل شفا نہیں ہوئی۔ ایسی دوا بتائیں کہ مکمل آرام آجائے۔

معائنہ اور باقاعدہ علاج کے لیے تشریف لائیں۔ صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے۔ فون 021-36997059۔ ہومیوڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان C-5، KDA فلیٹس شادمان ٹاؤن 2، سیکٹر 14B نارتھ کراچی۔

خط لکھنے کا پتا:۔ ”آپ کی صحت“ ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75 کراچی۔

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

منگولین بیف

اشیاء:۔

بیف انڈر کٹ	آدھا کلو، لمبے ٹکڑے
کوکنگ آئل	2 کھانے کے چمچ
یخنی	3 چوتھائی کپ
لال مرچ ثابت	6 سے 7 عدد
کارن فلور	1 چائے کا چمچ
سویا ساس	ڈیڑھ کھانے کا چمچ
پیاز	1 کپ
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب:۔

گوشت کو دو انچ لمبے ٹکڑوں میں کاٹ لیں اور اس کو میری نیٹ کریں، دو کھانے کے چمچ سرکہ، تین کھانے کے چمچ سویا ساس، آدھا چائے کا چمچ کالی مرچ اور سفید مرچ اور آدھا ہی سرخ مرچ اور ادرک لے کر آدھا چمچ کیچپ ملا کر آدھے گھنٹے کے لیے رکھ دیں پھر تیل گرم کریں، اس میں پیاز گرم کر کے نکال لیں پھر گوشت ڈال دیں اور اس کو پانچ منٹ کے لیے ڈھک کر پکائیں اور اس کا پانی خشک کریں پھر اس میں پیاز ڈال دیں اور گوشت براؤن کریں پھر اس میں یخنی ڈال دیں، سویا ساس ڈالدیں اور کارن فلور پیسٹ ڈال دیں اور اس کو چولہے سے ہٹا لیں۔ اب یہ پیش کرنے کے لیے تیار ہے۔

مدیحہ نورین...... برنالی

عالمگیری قورمہ

اجزاء:۔

گوشت (ران یا سینے کا)	1 کلو
گھی یا آئل	1 پاؤ
نمک	دو تولہ
سرخ مرچ	تین تولہ
ادرک	دو تولہ
گرم مسالا	دو تولہ

ترکیب:۔

گوشت دھو کر دیگچی میں ڈال دیں اور ادرک، سرخ مرچ ڈال کر چولہے پر رکھ دیں۔ جب پانی خشک ہو جائے تو اس میں نمک، آئل اور گرم مسالا ڈال کر اچھی طرح بھونیں پھر دو کپ پانی ڈالیں اور تھوڑا پکائیں آپ کا قورمہ تیار ہے۔

تبسم ناز...... گوجرانوالہ

کھڑے مسالے کا گوشت

اشیاء:۔

گوشت	آدھا کلو
گھی	آدھا پاؤ
پیاز	ایک پاؤ
دہی	ایک پاؤ
لہسن	آدھی پوتھی
سرخ مرچ	حسب ذائقہ
ادرک	آدھی چھٹانک
نمک	حسب ضرورت

ترکیب:۔

ایک پلیٹ یا کسی برتن میں پیاز موٹی موٹی کتر لیں، اب ایک پتیلی میں تھوڑا سا گھی ڈال کر گرم کریں پھر پیاز ڈال کر ہلکی گلابی کریں اور پھر ادرک، لہسن کو پیس کر پتیلی میں ڈال دیں اور چند ہی سیکنڈ بعد گوشت بھی ڈال دیں پھر سرخ مرچیں کتر کر دہی بھی ڈال دیں، اب ڈھکن سے ڈھانپ کر ہلکی آنچ پر رکھ دیں پھر جب گھی میں سنسناہٹ ہو تو پتیلی کو چولہے پر سے اتار کر کھانے کی تیاری کریں۔

فضہ یونس...... فیصل آباد

مغز مسالا

ضروری اشیاء:۔

مغز	250 گرام
ہلدی پاؤڈر	چائے کا چمچہ
نمک	حسب ضرورت
پیاز (چوپ کرلیں)	دو عدد
ٹماٹر (چوپ کرلیں)	دو عدد
ادرک، لہسن (پیسٹ)	دو چائے کے چمچے
پودینہ	ایک گٹھی (چوپ کرلیں)
ہرا دھنیا	ایک گٹھی (چوپ کرلیں)
دہی	ایک کپ
کلونجی	ایک چائے کا چمچہ
لال مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
ہری مرچیں	دو عدد
گھی	ایک کپ
گرم مسالا پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
ثابت زیرہ	ایک چائے کا چمچہ

ترکیب:۔

ایک پتیلی میں گھی ڈال کر گرم کر کے اس میں پیاز ڈال کر لائٹ براؤن کر لیں۔ اب اس میں ٹماٹر، کلونجی، ادرک، لہسن پیسٹ ڈال کر بھونیں، کچھ دیر بعد ہلدی پاؤڈر، نمک، لال مرچ پاؤڈر، گرم مسالا اور ثابت زیرہ ڈال کر بھون لیں۔

مغز کو ٹھنڈے پانی میں ڈال کر اس کی اوپر والی جھلی اتار لیں اور مکمل طور پر صاف کر کے ٹکڑے کر لیں۔ پتیلی میں دہی، پودینہ، ہری مرچیں، ہرا دھنیا اور مغز ڈال کر پکائیں۔ ڈھک کر ہلکی آنچ پر اس وقت تک پکائیں کہ گھی مسالے سے الگ ہو جائے، مزے دار مغز مسالا تیار ہے۔ تندوری روٹیوں یا نان کے ساتھ سرو کریں۔

فرخندہ نورین۔ پیروال

قیمہ، کلیجی، مغز مزے دار

ضروری اشیاء:۔

قیمہ	250 گرام
کلیجی	150 گرام
دودھ	ایک کپ
مغز	ایک عدد
پیاز	دو عدد
ٹماٹر (چوپ کرلیں)	چار عدد
سرخ مرچ پاؤڈر	آدھا کھانے کا چمچہ
سیاہ مرچ پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچہ
دھنیا پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
ہلدی پاؤڈر	ایک چوتھائی چائے کا چمچہ
قصوری میتھی	آدھا کھانے کا چمچہ
گرم مسالا پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
ادرک، ہرا دھنیا، ہری مرچیں	گارنشنگ کے لیے
نمک	حسب ذائقہ
ادرک، لہسن پیسٹ	ایک کھانے کا چمچہ
گھی	حسب ضرورت

ترکیب:۔

کلیجی دھو کر مناسب سائز کی بوٹیاں بنا لیں اور دودھ میں بھگو کر رات بھر فریج میں رکھ دیں۔ پتیلی میں آدھا کپ گھی گرم کریں۔ مغز میں ہلدی پاؤڈر اور نمک ڈال کر ابال لیں۔ کسیں صاف کر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے اس میں پیاز فرائی کریں، نرم ہو جائیں تو ادرک، لہسن پیسٹ ڈال کر مکس کریں۔ تھوڑی دیر بعد اس میں کلیجی اور قیمہ ڈال کر فرائی کریں جوں ہی رنگت تبدیل ہو جائے تو سیاہ مرچ پاؤڈر، سرخ مرچ پاؤڈر، ہلدی پاؤڈر، دھنیا پاؤڈر ڈال کر مکس کریں اور دو منٹ تک بھونیں، اب اس میں ٹماٹر ڈال کر اچھی طرح مکس کر لیں۔ پانچ منٹ تک بھوننے کے بعد ایک چوتھائی کپ پانی ڈال دیں اور ڈھکن ڈھک کر ہلکی آنچ پر پکائیں۔ تھوڑا سا گھی فرائنگ پین میں گرم کریں اور اس میں مغز ڈال کر فرائی کریں۔ گولڈن براؤن ہونے پر اسے قیمے میں مکس کر کے اس میں نمک اور قصوری میتھی ڈال کر اچھی طرح بھون لیں۔ سرونگ ڈش میں نکال کر گرم مسالا پاؤڈر، ہرا دھنیا، ہری مرچیں اور ادرک چھڑک کر سرو کریں۔

نزہت جبین ضیا۔ ملیر کراچی

بھیجہ کباب

ضروری اشیاء:۔

مغز (دو بکرے کے ایک گائے کا)	تین عدد
ادرک پیسٹ	ایک کھانے کا چمچہ
لہسن پیسٹ	دو کھانے کے چمچے
ہرا دھنیا (باریک چوپ کرلیں)	آدھا گٹھی
ہری مرچیں (باریک چوپ کرلیں)	پانچ عدد
انڈا	ایک عدد
گھی	آدھا کپ
بریڈ کرمبز	ایک کپ
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب:۔

مغز کو پانی میں پانچ سے سات منٹ تک ابالیں، احتیاط سے چھلکا اتار لیں۔ مغز ثابت رہے ٹکڑے نہ ہو، اس کے بعد مغز کے پانچ ٹکڑے کر کے اس میں ادرک، لہسن پیسٹ، ہرا دھنیا، نمک اور ہری مرچ ملا کر لگائیں۔ اب مغز کے ٹکڑوں کو بریڈ کرمبز کوٹ کر کے پھینٹے ہوئے انڈے میں ڈپ کر کے گھی میں تل لیں، مزے دار بھیجہ کباب تیار ہے۔

رخسانہ اقبال۔ قائد آباد

کلیجی کے اسٹیک

اشیاء:۔

کلیجی	ڈیڑھ کلو
آلو (ابال کر میش کرلیں)	ایک کپ

نمک	حسب ذائقہ
سیاہ مرچ پاؤڈر	حسب ذائقہ
مکس ہرب	ایک چوتھائی چائے کا چمچہ
مارجرین	حسب ضرورت
پیاز (کٹی ہوئی)	ایک چوتھائی کپ
ٹماٹر (کٹے ہوئے)	ایک چوتھائی کپ

ترکیب:۔

کلیجی کو کھولتے ہوئے پانی میں ڈال کر ایک منٹ کے لیے ابال لیں پھر اسے اچھی طرح میش کر لیں اس میں آلو، نمک، سیاہ مرچ پاؤڈر اور مکس ہرب ملا لیں اب اس آمیزے کے 6-8 اسٹیکس بنالیں۔ پین میں مارجرین گرم کر کے اس میں اسٹیکس ڈال کر دونوں طرف سے سنہرا ہونے تک سینک لیں۔ ان اسٹیکس کو ٹماٹر اور پیاز کے سلائس کے ساتھ سرو کریں۔

طیبہ عبید۔کراچی

کلیجی پراٹھا رول

اشیاء:۔

کلیجی	ڈیڑھ کلو (چھوٹے پیس کر لیں)
لہسن، ادرک پیسٹ	دو کھانے کے چمچے
سرخ مرچ (کٹی ہوئی)	ایک کھانے کا چمچہ
دہی (پھینٹ لیں)	ڈیڑھ کپ
گرم مسالا پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
ہلدی پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
دھنیا پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
لال مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
پیاز	ایک عدد (درمیانی براؤن کی ہوئی)
نمک	حسب ذائقہ
تیل	چار کھانے کے چمچے
فروزن پراٹھا	حسب ضرورت
پیاز	دو عدد
ہرا دھنیا، پودینہ	ڈیڑھ کپ (باریک کاٹ لیں)
بٹر پیپر	حسب ضرورت
ہری چٹنی	حسب ضرورت

ترکیب:۔

کلیجی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے اس میں لہسن، ادرک پیسٹ، کٹی سرخ مرچ، دہی، گرم مسالا پاؤڈر، ہلدی پاؤڈر، دھنیا پاؤڈر، لال مرچ پاؤڈر، براؤن کی ہوئی پیاز چورا کر کے مکس کریں، نمک ڈالیں اور میرینیٹ ہونے کے لیے ایک گھنٹے تک رکھ دیں۔ کلیجی کو کانٹے سے اچھی طرح گود لیں۔

ایک پتیلی میں تھوڑا تیل گرم کر کے میرینیٹ کی ہوئی کلیجی ڈال دیں اور ہلکی آنچ پر پکا کر اچھی طرح بھون لیں اور کوئلے کا دھواں دے دیں۔ فروزن پراٹھوں کو سنہرا ہونے تک تل لیں۔ اب پراٹھوں میں بھونی ہوئی چٹنی ڈال کر بٹر پیپر میں رول کر کے سرو کریں۔ مزے دار کلیجی پراٹھا رول تیار ہے۔

جویریہ ضیاء......کراچی

اسٹیم لیگ روسٹ

اشیاء:۔

بکرے کی ران	ایک عدد (چھوٹی والی دھو کر کٹس لگالیں)
نمک	حسب ذائقہ
سرکہ	تین کھانے کے چمچے
سیاہ مرچ پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچہ
آلو بخارے	دس عدد (ابال کر گودا نکال لیں)
گرم مسالا پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچہ
زیرہ (بھون کر پیس لیں)	ایک چائے کا چمچہ
ثابت دھنیا (بھون کر پیس لیں)	ایک چائے کا چمچہ
دہی	دو سے تین کھانے کے چمچے
تیل	حسب ضرورت
چاٹ مسالا	حسب ضرورت

ترکیب:۔

ران پر نمک اور سرکہ لگا کر دو گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ دہی، زیرہ، دھنیا، گرم مسالا پاؤڈر، آلو بخارے کا گودا اور سیاہ مرچ پاؤڈر کو اچھی طرح مکس کر کے ران پر لگا کر دو ڈیڑھ گھنٹے تک میرینیٹ ہونے کے لیے رکھ دیں۔ اس کے بعد ران کو اسٹیج بوائل کر لیں۔ جب گوشت اچھی طرح گل جائے تو ران کو ڈش میں رکھ دیں۔ پتیلی میں تیل گرم کر کے اس میں اسٹیم کی ہوئی ران ڈال کر گولڈن ہونے تک فرائی کریں۔ اسٹیم لیگ روسٹ تیار ہے۔ سرونگ ڈش میں نکال کر چاٹ مسالا چھڑک کر سلاد کے ساتھ سرو کریں۔

صوفیہ خان۔کراچی

بیوٹی گائیڈ

روبین احمد

موسم کے لحاظ سے جلد کی حفاظت ضروری ہے

سردیوں میں آپ کی جلد کی دیکھ بھال کے لیے جو نارمل روٹین کے پروڈکٹس ہیں ان میں تبدیلی کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ سردیوں میں ہوا میں نمی کا تناسب کم ہو جاتا ہے اور اس موسم میں ہوا سرد ہونے کے ساتھ ساتھ خشک بھی ہوتی ہے جس سے جلد پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں اور نتیجے میں جلد خشک ہو کر پھٹنے لگتی ہے۔ یہ بات تکلیف دہ اور پریشان کن ہوتی ہے مگر کچھ ایسی باتیں ہیں کہ جنہیں توجہ سے کیا جائے تو مذکورہ بالا مسائل پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

اکثر خواتین ایک موئسچرائزر خریدتی ہیں اور اسی میں پورا سال نکال دیتی ہیں۔ سردیوں میں جلد کی دیکھ بھال کا ایک بہترین اصول یہ ہے کہ اپنی پروڈکٹس کو موسم کے بدلتے انداز کے ساتھ ہم آہنگ کریں۔ واٹر بیسڈ کنڈیشنر کی بجائے سردیوں میں آکلوسیو موئسچرائزر کا استعمال کیا جائے جس میں تیل اور کریم استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ گاڑھا ہوتا ہے اور جلد کی نمی کو ضائع ہونے سے روکتا ہے۔ اپنے موئسچرائزر سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ موئسچرائزر استعمال کریں جن میں وٹامنز اور معدنیات کا بھی استعمال کیا گیا ہو۔

جلد کو خشک ہونے سے بچانے کے لیے دیگر باتوں پر بھی توجہ دی جا سکتی ہے۔ سردیوں میں ایک روٹین بنا لیا جائے جس پر سختی سے عمل کیا جائے۔ سب سے پہلے تو یہ کریں کہ گرم پانی سے جلد کو زیادہ نہ دھوئیں۔ دوسرے باتھ یا شاور لینے کے بعد فوراً موئسچرائزر لگا لیا کریں تاکہ جو پانی کے ذریعے جلد میں پہنچی ہے وہ وہیں رک جائے۔ تیسرے ہفتے میں ایک بار اپنی جلد کو ہولے ہولے ضرور رگڑیں تاکہ مردہ کھال اتر جائے اور نئی کھال اوپر آ جائے۔

جلد کو ٹائٹ کرنے کا طریقہ

ماہر جلد، جلد کو کسنے اور تنگ کرنے کے لیے کئی طریقے استعمال کرتے ہیں مگر کچھ ایسے نسخہ جات بھی ہیں جنہیں آپ گھر میں بھی استعمال کر سکتی ہیں اگر آپ کسی ماہر کی خدمات حاصل نہیں کرنا چاہتی ہیں تو گھر پر ہی سب کچھ ہو سکتا ہے۔ یہ طریقہ کار لوشن سے لے کر وٹامن اور کولیجن پروڈکٹس تک پر مشتمل ہے اور اس میں کاسمیٹک سرجری بھی شامل ہے۔

اسکن کو کسنے یعنی ٹائٹ رکھنے والی کریم کو آپ ساری زندگی استعمال کریں مگر دیکھنے والی بات یہ ہے کہ آپ اس کا استعمال کریں یا نہ کریں۔ ایک وقت میں آپ کی عمر آپ کی جلد کو بہر حال متاثر کرے گی۔ دھوپ اور عمر کی بڑھوتری جلد میں کولیجن کو کم کر دیتی ہے جو آپ کی جلد کو نرم اور ملائم رکھتا ہے اور ایک بھرپور لک دیتا ہے۔ جیسے جیسے اس کی مقدار کم ہونے لگتی ہے اسی مناسبت سے آپ کو جلد کسنے کے طریقے پر عمل کرنے کی ضرورت پڑنے لگتی ہے۔

بلاشبہ اس میں سب سے بہترین انتخابات کاسمیٹک سرجری ہے۔ خوش قسمتی سے جو خواتین سرجری نہیں کروانا چاہتی ہیں، ان کے لیے کچھ متبادل کا انتظام ہو گیا ہے۔ مثال کے طور پر بوٹوکس انجکشن ہے جس کو لگا دیا جائے تو جلد کھنچ جاتی ہے اور شکنیں دور ہو جاتی ہیں اور بھی دوسرے طریقے ہیں وہ بھی انجکشن کے ذریعے کھال میں ڈالے جاتے ہیں۔ جلد سے لکیریں دور کرنے کے لیے ایڈیو ویوز کا بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس پروسیس کو ''تھرم ایج'' کہا جاتا ہے۔ ایک اور طریقہ ٹائی ٹین کہلاتا ہے جس میں انفرا ریڈ شعاعیں استعمال کی جاتی ہیں۔ لیزر ٹیکنالوجی میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور دیگر شعبوں کے ساتھ ساتھ سرجری میں بھی اس کا استعمال کیا جا رہا ہے۔

اس ٹیکنالوجی سے فائدہ اٹھانے سے پہلے کسی ماہر جلد سے لازمی مشورہ کرلیں۔ بہت سے اچھے لوشنز اور کریم پروڈکٹس ہیں جو چہرے اور جسم پر لگائی جائیں تو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ سرجری آخری آپشن ہے اور عموماً پیٹ، ران اور فیس لفٹ کے لیے سرجری کروائی جاتی ہے اور اس سے مرد اور عورت دونوں یکساں فائدہ اٹھاتے ہیں۔

پکی اور جمی ہوئی جلد

قدرت نے جلد کو اندرونی ذرائع سے توانائی کے حصول کا ذریعہ بنایا ہے مگر ہوتا یہ ہے کہ پچیس سال کے بعد اس توانائی میں کمی ہونے لگتی ہے۔ اس کی وجہ جلد کی عمر میں اضافہ، وزن میں کمی اور کچھ بیرونی عنصر ہے مثلاً دباؤ اور تناؤ اور دھوپ وغیرہ۔ یہ سب جلد کی فائبر میں کمی کردیتے ہیں جس کے بعد جلد کا پکا پن ڈھیلا پڑنے لگتا ہے

خوش قسمتی سے اس کمی کو ہم دنیاوی ذرائع سے پورا کرسکتے ہیں مگر کوشش یہ کرنی چاہیے کہ وقت گزرنے سے پہلے پہلے بچاؤ کا راستہ اپنا لینا چاہیے ورنہ جلد کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ ایسے میں ایک عام اور روایتی موئسچرائزر کارآمد ثابت نہیں ہوسکتا ہے۔

اگر آپ کو اپنی جلد کو پکا کرنے کی زیادہ ضرورت ہے تو پھر آپ کو "اورنج اسکن" کا مسئلہ ہے۔ جلد کو پکا کرنے کے لیے کریم کو دائرے کی شکل میں لگائیں اور اس جلد پر زیادہ لگائیں جہاں جلد جلدی لوز ہوجاتی ہے مثلاً پیٹ، ران اور سرین پر۔

پاؤں پر بھی اسی انداز میں لگائیں مگر تھوڑے زیادہ دباؤ کے ساتھ۔ یہ عمل آپ کی جلد کے تناؤ کو ختم کردے گا، خون کی گردش میں اضافہ کرے گا اور خلیوں کو قدرتی انداز میں فعال کردیتا ہے۔ اس سے ران کو شیپ ملتی ہے، پیٹ فلیٹ ہوجاتا ہے اور سرین گولائی میں آجاتی ہے۔

تکیہ کی لکیریں

ان لکیروں کو پلو کریز کہا جاتا ہے۔ جن کا چہرے پر نمودار ہونا خطرے کی علامت ہے۔ آپ صبح سو کر اٹھتی ہیں اور چہرے پر ایک لکیر کو پاتی ہیں جو کہ گزشتہ کل موجود نہیں تھی۔ یہ لکیریں اس تکیہ کی وجہ سے بنتی ہیں جس پر شکنیں پڑی ہوتی ہیں اور یہ بعد میں سونے کے دوران چہرے پر منتقل ہوجاتی ہے۔ اچھی بات یہ ہے کہ یہ کوئی مستقل لکیر نہیں ہوتی اور چند گھنٹوں میں غائب ہوجاتی ہے مگر جب آپ ملازمت پیشہ ہیں تو گھنٹہ دو گھنٹے کیسے انتظار کرسکتی ہیں؟

جس وقت آپ سو رہی ہوتی ہیں تو آپ کی جلد دن بھر کی ٹوٹ پھوٹ کی مرمت کررہی ہوتی ہے اور خود کو تازہ دم بھی۔ دیر تک اگر جلد تکیہ کے ساتھ ایک ہی انداز میں رہے تو خون کی گردش رک جاتی ہے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب لوگ سو کر اٹھتے ہیں تو انہیں چہرے پر لکیر نظر آتی ہے اور چہرہ سوجا ہوا نظر آتا ہے۔ جلد سرخ ہوجاتی ہے ایسے میں آپ اپنی جلد کو گرم پانی سے دھوئیں اور موئسچرائزر تھوڑا رگڑ کر لگائیں۔

تکیہ سے بننے والی لکیر سے بچنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ آپ بالکل سیدھا سوئیں اگر پہلو میں سونا ہے تو تکیہ پر سلک کا غلاف لگائیں جن پر کم سے کم شکنیں بنتی ہیں۔ روزانہ موئسچرائزر لگائیں تاکہ جلد کو ضرورت کے مطابق نمی ملتی رہے۔ اگرچہ تکیے سے بننے والی لکیریں مستقل نہیں ہوتی ہیں مگر یہ بعد میں جلد کے لیے مسائل پیدا کرسکتی ہیں۔

(اے کے سسٹرز)

عید آئی ہے

مبارک دن ہے ہر دل شادماں ہے عید آئی ہے
مرے بچپن کے ساتھی تو کہاں ہے عید آئی ہے
گلے احباب ملتے ہیں خوشی کے پھول کھلتے ہیں
جدائی تیرے میرے درمیاں ہے عید آئی ہے
پری چہرے گلابوں کی طرح ہر سو مہکتے ہیں
مرا کوچہ بنا اک پرستاں ہے عید آئی ہے
دیارِ غیر کے سب لوگ گھر کو لوٹ آئے ہیں
بسیرا تیرا جانے کس جہاں ہے عید آئی ہے
مہکتے پھول گجرے دوں کسے میں عید کا تحفہ
ملن موسم ہے آیا رُت جواں ہے عید آئی ہے
بظاہر مسکرا کر دوستوں سے عید ملتا ہوں
جگر میں غم کا بحرِ بیکراں ہے عید آئی ہے
کہے راہی محبت دوریوں سے کم نہیں ہوتی
کسی کی یاد دل میں جاوداں ہے عید آئی ہے

برکت راہی ڈگری...... سندھ

پچھتاوا

مجھ پر جان لٹانے والی
ٹوٹ کے مجھ کو چاہنے والی
خوشی غمی کے ہر موسم میں
میرا ساتھ نبھانے والی
میری آنکھ سے نیند اڑا کر
میرے دل کا چین چرا کر
خزاں کی اک اداس سی شام میں
مجھ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر
بچھڑ گئی تھی
جانے سے پہلے لیکن وہ مجھ سے یہ کہنا نہ بھولی
جاناں تجھ سے شرمندہ ہوں
اب میں ساتھ نبھا نہیں سکتی
پیار تو تم سے ہی کیا ہے لیکن تم کو پا نہیں سکتی
جانتی ہوں تم جیسے مجھ کو چاہتے ہو کوئی چاہ نہ سکے گا
پیار کا عہد نبھا نہ سکے گا
لیکن جاناں!
چاہت ہی سب کچھ نہیں ہوتی
مجھ کو پیار تو دے دو گے تم لیکن خوشیاں کیسے دو گے
بنگلہ گاڑی زیور کپڑے، چاہت سے نہ مل پائیں گے
میرے سارے خواب میرے اندر ہی اک دن
مرجائیں گے
اسی لیے اب جانِ جاناں، میرے رستے میں مت آنا
اس کے حکم پر سالوں تلک میں
شہر کی ان سب شاہراہوں پر
جن پر کبھی وہ ساتھ چلی تھی دانستہ بھی نہیں گیا تھا
اس کے بعد پھر کتنے موسم آئے بھی اور بیت گئے
اک عرصے کے بعد اچانک کل اس کو محفل میں دیکھا
قیمتی زیور اور کپڑوں میں لپٹی وہ مغروری لڑکی
سر تا پیر بدل گئی تھی
سب کچھ پا کر بھی جانے کیوں، اندر سے خالی لگتی تھی
کل مجھ کو وہ سامنے پا کر کتنے لمحے تکتی رہی تھی
تکتے تکتے مجھ کو اچانک اس کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں
کتنی گھڑیاں اسی عالم میں چپکے چپکے بیت گئی تھیں
چھوڑ کے مجھ کو خوشیوں کے پیچھے وہ بھاگنے والی لڑکی
اک مدت کے بعد محبت کے ہاتھوں ہی ہار گئی تھی
اور مجھ کو اس کی آنکھ میں ٹھہری، گہری اداسی مار گئی تھی

شاعرہ: نازیہ کنول نازی

انصاف

عجب اس شہر کا انصاف ہوا جاتا ہے
خونِ ناحق بھی یہاں معاف ہوا جاتا ہے
یزیدیت پر عمل پیرا ہوچکے ہیں لوگ
جو سر جھکا نہ سکے، کاٹ دیا جاتا ہے
غریبوں، مفلسوں کے حق کو چھین کر اکثر
سرمایہ داروں میں ہی بانٹ لیا جاتا ہے
ملازمت کے لیے پھر رہے ہیں اہل ہنر
پر کسی خاص کو ہی چھانٹ لیا جاتا ہے
مہر اندھیرا ہے پھیلا یہاں ہر سو، ہر سمت
اب تو مہر گل کا چہرہ خاک ہوا جاتا ہے

مہر گل...... اورنگی ٹاؤن، کراچی

غزل

لہرائے سدا آنکھ میں پیارے تیرا آنچل
جھومر ہے تیرا چاند ستارے تیرا آنچل
آنچل میں چھپے رنگ نکھاریں تیری زلفیں
الجھی ہوئی زلفوں کو سنوارے تیرا آنچل
اس وقت ہے تتلی کی طرح ہوا دوش پر
اس وقت کہاں بس میں ہمارے تیرا آنچل
اب تک میری یادوں میں ہے رنگوں کا تلاطم
دیکھا تھا کبھی جھیل کنارے تیرا آنچل
لپٹے کبھی شاخوں سے کبھی زلف سے الجھے
کیوں ڈھونڈتا رہتا ہے سہارے تیرا آنچل
کاجل تیرا بہہ بہہ کے رلائے مجھے اب بھی
رہ رہ کے مجھے اب بھی پکارے تیرا آنچل

شہزادی سعادت......ڈی آئی خان

غزل

سامنے منزل تھی اور پیچھے اس کی آواز
رکتا تو سفر جاتا، چلتا تو بچھڑ جاتا
منزل کی بھی حسرت تھی اور اس سے محبت بھی
اے دل بتا میں اس وقت کدھر جاتا
مدت کا سفر بھی تھا اور برسوں کی شناسائی بھی
رکتا تو بکھر جاتا ، چلتا تو میں مرجاتا

صائمہ قریشی......آکسفورڈ

غزل

اے چراغ واہ! تند ہوا میں بھی تُو جلتا ہے
راہی کے بھٹکنے کا اتنا غم کیوں تُو کرتا ہے
تیرے جذبے میں شک نہیں بہت خلوص سے تُو جلتا ہے
اے چراغ بتا دلوں کی تیرگی کا بھی کچھ تُو کرتا ہے
تاریخ راہوں کے لیے چاند تارے ہیں تُو بھی جلتا ہے
روشن ہوجائے دل کی دنیا تدبیر کیوں نہیں تُو کرتا ہے
زمانے بیت گئے تاریکیوں میں بھٹکتے ہوئے تم کو افتخار
اب تمہیں کیا ہے، چراغ کوئی بجھتا ہے کہ جلتا ہے

(افتخار احمد قریشی)

اے ماں

اے کاش میں مٹی ہوتی
لپٹ جاتی ماں کے قدموں سے
کہتی اے ماں! مجھے چھوڑ کے مت جا
اس ظالم دنیا میں
یہ دنیا جھوٹی ہے، خودغرض ہے، فریبی ہے
تجھے کون کرے گا پیار تیری طرح
میرا کون کرے گا سنگھار تیری طرح
اے ماں! مجھے چھوڑ کے مت جا
بن تیرے یہ گھر یہ آشیانہ یہ گلیاں ویران ہیں
بن تیرے میرا کوئی اپنا نہ کوئی سپنا ہے
بن تیرے میں دکھوں میں بٹ جاؤں گی
رل جاؤں گی بکھر جاؤں گی
جب تو ساتھ نہ ہوگی
سب رشتے چھوٹ جائیں گے
میرے سب سپنے ٹوٹ جائیں گے
اے ماں! تو دیکھ اپنوں نے منہ موڑ لیا ہے
مجھ سے ناتا توڑ لیا ہے
اے ماں! مجھے چھوڑ کے مت جا
اس ظالم دنیا میں

مدیحہ نورین مدوح......برنالی

غزل

کوئی تسکینِ آرام باقی نہیں
کیا میرے نام کا جام باقی نہیں
آج تنہائی نے ڈس لیا ہے ہمیں
وہ ملاقات وہ شام باقی نہیں
ہم نے ہر موڑ پر دی اس کو صدا
اور اپنا کوئی کام باقی نہیں
کیا ملے چین دل کو میرے سامنے
اب وہ چہرۂ گلفام باقی نہیں
رانا کاندھوں پر رسوائی کا بوجھ ہے
رہ گیا کوئی الزام باقی نہیں

قدیر رانا......راولپنڈی

غزل

وعدہ کرتے ہو بھول جاتے ہو
اس طرح تم مجھے ستاتے ہو
زندگی تو چار دن کی ہے
درد دے کر اسے بڑھاتے ہو
اشک بہتے نہ دل لہو ہوتا
گر وفا کا تم فرض نبھاتے ہو
میری چاہت تھی سادگی میں
تم تمسخر کیوں اب اڑاتے ہو
تم سے مانگا تھا کیا؟ بجز وقار
اور تم بدنام کیے جاتے ہو
نہ پاس وفا ہے نہ احساس جس میں
کیسے رشتے یہ تم بناتے ہو
مجھ کو آزاد کردو اس غم سے
ہر گھڑی کیوں مجھے جلاتے ہو
گل کا دل بھی گل و گل زار رہے
ایسا پودا کہاں لگاتے ہو

سباس گل......رحیم یار خان

غزل

درویش ملے کوئی پیر ملے
مجھے خوابوں کی تعبیر ملے
پابند جو کردے یادوں کو
یارب ایسی زنجیر ملے
مقبول دعائیں ہوجائیں
گر لفظوں کو تاثیر ملے
روٹھے کو منالوں میں پھر سے
کوئی موقع تو تقدیر ملے
پھر اس میں تعجب کیا ہو اگر
مجھ سے نہ میری تصویر ملے
میں کیسے بساؤں خواب نگر
کوئی لیلیٰ، شیریں، ہیر ملے
نیر میں لگاؤں آنکھوں سے
ان کی جو کوئی تحریر ملے

نیر بخاری......کراچی

غزل

ریشم پلکوں کو ڈھال کر رکھنا
خواب سارے سنبھال کر رکھنا
قفل ڈالے تھے چپ کے ہونٹوں پر
اب نگاہوں پر ڈال کر رکھنا
جس پر حق ہو کسی بھی اپنے کا
ایسے جذبے سنبھال کر رکھنا
ایسا مشکل بھی نہیں ہے اے دل
اس کو دل سے نکال کر رکھنا
اپنے ہاتھوں کی لکیروں سے کہو
میری قسمت سنبھال کر رکھنا
چاند کے پار جس کو دیکھا تھا
وہ لمحہ وصال کر رکھنا
ہے محبت کی پرانی عادت
اپنا جینا وبال کر رکھنا

حمیرا علی......کراچی

وہ کون تھا......؟

تمام سپنے اسی کے دم سے تھے
تمام قہقہے اسی کے دم سے روشن تھے
اس کی باتیں
خیالوں میں ہر دم رقصاں ہوتی تھیں وہ کیا گیا
کہ پھر
خزاں کا ایسا ڈیرہ پڑا
اس دل کے موسموں پر
کہ
میری ذات کے خزاں رسیدہ پتوں پر
کبھی بہار آ نہ پائی
اس کے جانے کے بعد
میں کسی کو بھی
محبت، اعتبار، وفا دے نہ پائی
وہ کون تھا......؟

فاطمہ عاشی......جھنگ صدر

نظم

زندگی مختصر لمحوں کی مسافت ہے
درد ہے الم ہے دکھ ہے اذیت ہے
تنہائی ہے جدائی ہے یادیں ہیں
یادوں کے لمحے سمٹ آئے اک مرکز پر
ہم ہیں یادِ ماضی ہے اک لمبی مسافت ہے
کرب کے ان دریچوں میں
شام اداسی کا پیراہن اوڑھے
نہ جانے کس کی یاد میں کھڑی ہے

مسز نگہت غفار...... کراچی

غزل

برائے نام رہنے دو
ہمیں گم نام رہنے دو
چلے آئے وہ میخانے
چلو یہ جام رہنے دو
نہ جاؤ چھوڑ کر تنہا
سرورِ شام رہنے دو
نہ تم سازِ جنوں چھیڑو
ابھی یہ کام رہنے دو
کہا کس نے کہ آنکھوں کو
یوں بے آرام رہنے دو
بڑے دھوکے ہیں راہوں میں
خلوصِ عام رہنے دو
بجھا دو بتیاں گھر کی
چراغِ بام رہنے دو
نہ اب اوصاف گنواؤ
ہمیں بدنام رہنے دو

رانا حنیف عاطر...... جھڈو

سوائے تم کو چاہنے کے......؟

سنو
مجھے اتنا تو بتلا دو
کہ میرا جرم ہی کیا تھا
جو تُو نے مجھ کو بھلا ڈالا
وجہ کچھ تو ہوئی ہوگی
جو دل سے ہر نقشہ مٹا ڈالا
مگر میں کیا کروں اپنا
کہ میرے دل میں تمہاری چاہت کا
ہر اک نقش گہرا ہے
آج بھی ہر لمحہ زندہ ہے
بتاؤ کیا کروں ایسا کہ
تم کو بھول جاؤں میں
اور تمہاری طرح میں بھی
اپنے دل کو پتھر کر ڈالوں
مگر مجھے اتنا تو بتلا دو
کہ میرا جرم ہی کیا ہے
سوائے تم کو چاہنے کے......؟

ایمن وفا...... جھڈو

غزل

ہاتھوں کی لکیروں میں ستارہ بھی کوئی تھا
اس وقت ہمیں جان سے پیارا بھی کوئی تھا
کشتی کو سمندر کے بھنور لے ہی چلے تھے
حالانکہ مرے دوست اشارا بھی کوئی تھا
اس شہر پریشاں سے کہاں لوٹ کے جاتے
دشمن کی حکومت تھی، ہمارا بھی کوئی تھا
دکھ درد بٹانے کے لیے دوست بہت تھے
اس دل میں کہیں غم کا سہارا بھی کوئی تھا
تم جیت کی خوشیوں میں تو مدہوش بہت تھے
اس وقت ترے پیار میں ہارا بھی کوئی تھا
اس دل میں اسی شخص کی یادیں ہی رہیں گی
آنگن میں کبھی چاند اتارا بھی کوئی تھا

راشدہ ترین...... مظفر گڑھ

بیاضِ دل

میمونہ تاج

(پہلا انعام) ساریہ چوہدری...... ڈوگہ گجرات

کئی رنگ تیرے روپ میں یوسف کی طرح ہیں
ایسے ہی تو نہیں تیرے ہجر میں ہم یعقوب ہوئے جاتے

(دوسرا انعام) جویریہ ضیاء...... کراچی

ابر چھایا ہے پر ساون کا کہیں نام نہیں
کھل کے برسیں گے وہی جو دیدہ تر رکھتے ہیں
ہنسنے والے بھی دے جاتے ہیں دھوکا اکثر
غم چھپانے میں بلا کا وہ ہنر رکھتے ہیں

نسرین یاسین...... حیدر آباد

کچھ اس طرح سے وفا کی مثال دیتا ہوں
سوال کرتا ہے کوئی تو ٹال دیتا ہوں
اس سے کیا کہوں اکثر فریب منزل کا
میں جس کے پاؤں سے کانٹا نکال دیتا ہوں

طیبہ نذیر...... گجرات

خدا کی محبت کی ایک جھلک دنیا میں ملتی ہے
غم نہیں ملتا ان کو جنہیں ماں کی ممتا ملتی ہے
پھول بنتا ہے جب کلی کھلتی ہے
صورت ماں کی دنیا میں جنت ملتی ہے

شاہین خان...... سکھر

کسی کا ملنا اور پھر مل کر بچھڑ جانا
اس کی چاہت میں میرے دل کا یوں حد سے گزرنا
وہ میرے پیار کو بے وفائی کا نام دیتے ہیں شاہین
میرے دل میں چاہت ہے صرف ان کے لیے جینا مرنا

انیلہ کنول...... عبدالحکیم

ستارے بانٹتا ہے وہ ضیاء تقسیم کرتا ہے
سنا ہے جس موسم میں ہوا تقسیم کرتا ہے
اس کی اپنی بیٹی کی ہتھیلی خشک رہتی ہے
جو بوڑھا دھوپ میں اکثر حنا تقسیم کرتا ہے

بشریٰ امین...... میرپور آزاد کشمیر

لوگ ٹوٹ جاتے ہیں گھر بنانے میں
تم ترس نہیں کھاتے بستیاں جلانے میں
ہر دھڑکتے پتھر کو لوگ دل سمجھتے ہیں
عمریں بیت جاتی ہیں دل کو دل بنانے میں

جمیعہ غضنفر جیا...... گجرات

اداس راتوں میں تیز کافی کی تلخیوں میں
وہ کچھ زیادہ ہی یاد آتا ہے سردیوں میں
مجھے اجازت نہیں ہے اس کو پکارنے کی
جو گونجتا ہے لہو میں، سینے کی دھڑکنوں میں

رافیہ بلوچ...... گھوٹکی

کبھی کبھی تو چھلک پڑتی ہیں یونہی آنکھیں
اداس ہونے کا کوئی سبب نہیں ہوتا
میں والدین کو یہ بات کیسے سمجھاؤں
محبتوں میں حسب اور نسب نہیں ہوتا

مدیحہ شبیر...... شاہ نکڈر

ٹوٹے رشتے وہ جوڑ دیتا ہے
بات ربّ پر جو چھوڑ دیتا ہے
اس کے لطف و کرم کا کیا کہنا
لاکھوں مانگو کروڑ دیتا ہے

عشرت سید رمضان...... حیدر آباد سندھ

بارش کی بوندوں سے نکھر گئے تھے گلاب سارے
جو موسم دل میں آیا تو بند ہوگئے تھے باب سارے
چل رہے تھے دیوار کے سائے پر عشرت
خلش کی دھوپ میں جل گئے تھے اب خواب سارے

سیدہ جیا عباس کاظمی...... تلہ گنگ

ابھی سورج نہیں ڈوبا ذرا سی شام ہونے دو
میں خود ہی لوٹ جاؤں گا مجھے ناکام ہونے دو
مجھے بدنام کرنے کے بہانے ڈھونڈتے ہو کیوں
میں خود ہو جاؤں گا بدنام پہلے ناکام ہونے دو

صنم شاہ عرف سنی...... دربار حضرت پیر عبدالرحمٰن

گھنے درخت کے نیچے سلا کے چھوڑ گیا

عجب شخص تھا سپنے دکھا کے چھوڑ گیا
یہ اجڑا دل تو اسی کی ایک نشانی ہے
جو اپنے نام کی تختی لگا کے چھوڑ گیا

خاکسار بھٹہ...... ڈسکہ

سلسلے ٹوٹ گئے ہیں محبت کے کتنی خاموشی کے ساتھ
لوگ کچھ بچھڑ گئے ہیں مجھ سے کتنی خاموشی کے ساتھ
بند رکھ کے زبان تو کتنے فائدے میں رہا خاکسار
کچھ اور زخم تجھے مل تو گئے ہیں کتنی خاموشی کے ساتھ

نائلہ اشفاق...... KGM

ہمارے نام تو رسوائیاں ہی لکھی ہیں
وہ معتبر ہے اسے معتبر ہی رہنا ہے
کسی کے گھر کو گرا کر بنالیں اپنا مکان
ہنر ہے یہ تو ہمیں بے ہنر ہی رہنا ہے

صبا...... ٹنڈوالٰہیار

بڑی آسانی سے دل لگائے جاتے ہیں
پر بڑی مشکل سے وعدے نبھائے جاتے ہیں
لگ جاتی ہے محبت ان راہوں پر
جہاں دیے نہیں دل جلائے جاتے ہیں

اقصیٰ زرگر، سنیاں زرگر...... جوڑہ

چلو اس کا نہیں تو خدا کا احسان لیتے ہیں فراز
وہ منت سے نہیں مانا تو منت سے مانگ لیتے ہیں

صدیقہ خان...... باغ AK

تم نے انداز محبت تو دیکھا ہے، انداز وفا نہیں
پنجرہ کھلنے کے باوجود بھی کچھ پنچھی اڑا نہیں کرتے

زویا خان...... راولپنڈی

خاموش بیٹھے تھے تو لوگ کہتے ہیں اداسی اچھی نہیں
ذرا سا ہنس لیں تو لوگ مسکرانے کی وجہ پوچھ لیتے ہیں

ربیعہ شہباز...... بورے والا

وہ کیا عجیب شخص تھا کہ جس کی ذات پر
جب اعتبار بڑھ گیا تو اختیار نہ رہا

عائشہ پرویز...... کراچی

اب تک وہاں اترتے ہیں خوشبو کے قافلے
بھولے سے لکھ دیا تھا تیرا نام جس جگہ

فائقہ اشرف...... گاؤں حاجی والہ

عجب تماشہ گر ہیں مٹی کے پتلے ساقی
وفا کرو تو رلاتے ہیں، بے وفائی کرو تو روتے ہیں

قرۃ العین اعجاز...... گجرات

لمحوں میں قید کردے جو صدیوں کی چاہتیں
حسرت رہی کہ ایسا کوئی اپنا بھی طلب گار ہو

عظمیٰ کنڈی...... ٹانگ گل امام

یہ سانپوں کی بستی ہے ذرا دیکھ کے چل وصی
یہاں کا ہر شخص بڑے پیار سے ڈستا ہے

ارسہ عرفان...... عارف والہ

تیرے ملنے کا گماں، تیرے نہ ملنے کی خلش
وقت گزرے گا تو یہ زخم بھی بھر جائیں گے

فرخندہ نورین، سدرہ نورین...... پیروال

اس کے سوا بھی ہم نے زمانے میں جی لیا
جس کے بغیر سارے زمانے میں کچھ نہ تھا

تاخیر سے موصول ہونے والے خط:۔

مریم بنت کاشف، حیدرآباد۔ عائشہ مغل، کراچی۔ ام ابوبکر، قصور۔ چندا مثال، قصور۔ حمنہ سحر، قصور۔ شبانہ شمس، گھونکی۔ مدیحہ نورین، برنالی۔ ساجدہ عاشق، ہنومان گڑھ۔ جاناں، چکوال۔ مسکان جی، باغ جھنگ۔ حمیرا عروش، بلدیہ ٹاؤن کراچی۔ جیا شاہ، دھڑیال۔ شانزے ریاض، کراچی۔ سدرہ عزیز، شہباز والہ۔ ریحانہ راجپوت، خیر پور میرس۔

یادگار لمحے

جویریہ طاہر

(پہلا انعام) اچھی بات

ہمارا اس دنیا میں مختلف لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، ہمیں اکثر وہ لوگ دھوکا دیتے ہیں جن پر ہم سب سے زیادہ بھروسا کرتے ہیں۔ وہ لوگ ہمیں پیار کرتے ہیں جن سے ہمیں قطعاً کوئی امید نہیں ہوتی۔ بعض دفعہ وہ انسان جسے ہم ہمیشہ نظر انداز کرتے ہیں، ہماری ایک مسکراہٹ دیکھنے کے لیے اپنی جان لگا دیتا ہے اور ہمیں خود پر رونے پر مجبور کردیتا ہے۔ کچھ لوگ ہمیں اس وقت چھوڑ دیتے ہیں جب ہمیں ان کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور کچھ لوگ اس وقت تک ہمارے ساتھ رہتے ہیں جب ہم انہیں چھوڑ جانے کا کہہ دیتے ہیں۔

دنیا اس طرح کے لوگوں کا ملاپ ہے۔

ہمیں بس یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ کون سا ہاتھ ملانے کے لیے ہے اور کون سا ہاتھ تھامنے کے لیے۔

وجیہہ خان...... بہاولپور

(دوسرا انعام) موت

میں نے بارہا اس موضوع پر غور کیا کہ موت کیا ہے؟ اس سے زندگی کا کیا رشتہ ہے ایک دفعہ میں نے ایک سمندری جہاز دیکھا جب وہ ساحل سے دور ہوا، نظروں سے اوجھل ہوگیا تب وہاں موجود لوگ کہنے لگے: "چلا گیا" میں نے سوچا دور ایک بندرگاہ ہوگی وہاں پر جہاز دیکھ کر لوگ کہہ رہے ہوں گے: "آ گیا" اور شاید اسی کا نام موت ہے ایک پرانی زندگی کا خاتمہ اور نئی زندگی کی ابتداء۔

ساجدہ رحمت...... نصیرہ کھاریاں

اپنی دنیا کو جانیں

+ دنیا میں ملکوں کی تعداد 195 ہے جس میں 151 ایشیاء میں واقع ہیں۔
+ دنیا میں کل 165 نہریں ہیں اور دنیا کی سب سے لمبی نہر نائل ہے جو افریقہ میں ہے۔
+ ویٹیکن سٹی دنیا کا سب سے چھوٹا شہر سمجھا جاتا ہے۔
+ آسٹریلیا دنیا کا سب سے بڑا شہر ہے۔
+ دنیا کا 11 فیصد حصہ اناج اگانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔
+ تبت دنیا میں سب سے اونچائی پر واقع ہے۔
+ ریڈسی دنیا کا گرم ترین سمندر ہے۔
+ لیکسمبرگ دنیا میں سب سے امیر ترین ملک ہے۔
+ سب سے زیادہ لمبے لوگ ہولینڈ میں پائے جاتے ہیں
+ چین میں لوگوں کی تعداد سب سے زیادہ جب کہ آسٹریلیا میں سب سے کم باشندے ہیں۔

فرہ زینب...... ملتان

تیری یاد

آج کا دن
بھی کچھ
تیری یاد میں
گزرا اس طرح
کہ
شام کو میں
خود
اپنے آپ
کو ملی

روما محمود...... اسلام آباد

قطعہ

زندگی لمحہ لمحہ رلاتی رہی
مفلسی سامنے مسکراتی رہی
لے گئی ہم سے مہنگائی سب چھین کر
دسترس سے ہر اک چیز جاتی رہی

انتخاب: سباس گل...... رحیم یار خان

عجیب واقعہ

ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ سفر کرنا تھا اور ان کو ماں نے نصیحت کی تھی جب تم سفر میں نکلا کرو تو اللہ کے راستے میں کچھ نہ کچھ ضرور خرچ کیا کرو۔ ایک روز سفر کے دوران وہ بزرگ کھانا کھانے بیٹھے تو ایک سائل آپ کے پاس آیا انہوں نے اپنی روٹی سائل کو دے دی اور اپنا سفر جاری رکھا۔ راستے میں انہوں نے دیکھا کہ ایک سانپ ہے اس کے اوپر ان کا پاؤں پڑا وہ بڑے پریشان ہوئے کہ کہیں ڈس نہ لے۔ جب پیچھے ہٹے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس سانپ کے منہ

میں کوئی چیز ہے جس نے اس کے منہ کو بند کیا ہوا ہے۔ وہ بڑے حیران ہوئے کہ اس کے منہ میں کیا چیز پھنسی ہوئی ہے؟ جب اس کو مارا تو دیکھا کہ وہ روٹی کا ایک ٹکڑا تھا جو اس کے منہ میں پھنسا ہوا تھا۔

پھر کسی بزرگ نے انہیں بتایا کہ تم نے جو اپنی روٹی کسی فقیر کو دی تھی' تمہاری موت کا وقت تو آج ہی لکھا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس صدقے کی وجہ سے تمہاری عمر میں برکت دے دی اور وہی روٹی کا ٹکڑا گویا اس سانپ کے منہ میں جا کر پھنس گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ انسان اللہ کے راستے میں جو بھی خرچ کرتا ہے اس کی بلائیں اور مصیبتیں اس کے بدلے میں دور ہوتی ہیں۔

فرزانہ حکم جان...... مانسہرہ

خوب صورت بات

❖ اگر غرور وتکبر سے بچنا چاہتے ہو تو صرف اتنا یاد رکھو کہ مٹی کیڑے مکوڑوں کی غذا ہے۔

زیڈا ین پاکیزہ سحر...... سکھر

ماں

موت کی آغوش میں جب تھک کے سو جاتی ہے ماں
تب کہیں جاکر تھوڑا سکون پاتی ہے ماں
روح کے رشتوں کی یہ گہرائیاں تو دیکھیں
چوٹ لگتی ہے ہمیں اور چلاتی ہے ماں
مانگتی کچھ تھیں اپنے لیے اللہ سے
اپنے بچوں کے لیے دامن کو پھیلا دیتی ہے ماں

چندا مثال...... قصور

چھوٹا چراغ بھی کافی ہے

مصیبت بہر حال مصیبت ہے' چھوٹی ہو یا بڑی' اسی طرح نیکی بہر حال نیکی ہے خواہ چھوٹی ہی کیوں نہ ہو۔ نیکی ایک چراغ ہے' اس کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے۔

اگر ایک مقام یا راستہ خطرناک ہو اور اس میں تاریکی ہو اور بڑی قندیل نہ ملے تو کیا چھوٹے چراغ کو بھی ٹھکرا دیا جائے گا' ہرگز نہیں بلکہ تاریکی دور کرنے کے لیے چھوٹا چراغ بھی کافی ہوتا ہے۔

نوشین اقبال نوشی...... گاؤں بدر مرجان

مسکراہٹ

کسی کے یوں بچھڑنے سے
کسی کی یاد آنے سے
ہزاروں لوگ روتے ہیں
کہ رونا ایک روایت ہے
روایت توڑ جاتی ہوں
تمہاری یاد آنے پر
میں اکثر مسکراتی ہوں......

صدف سلیمان...... شورکوٹ شہر

ایک اچھی بیٹی

ہاں یہ سچ ہے مجھے تم سے محبت ہے
یہ بھی سچ ہے کہ میں تمہاری چاہت ہوں
پر میری زندگی میں چاہتوں کی کمی تو نہیں
رشتے اور بھی ہیں صرف تم ہی تو نہیں
اپنی ذات کے اس پہلو سے آج ملواؤں تمہیں
میں کیا ہوں' کیسی ہوں ذرا بتلاؤں تمہیں
میں اپنی ماں کی تربیت میں ڈھلا سانچا ہوں
اپنے بابا کی امیدوں سے پُر اک خاکہ ہوں
اپنے بھائی کی غیرت ہوں
جانتی ہوں میں
مجھ سے ہی ہے گھر کی عزت مانتی ہوں میں
تو بہک جاؤں میں یہ بھی ممکن ہی نہیں
کہ دل وہ سب بھی رکھتے ہیں
صرف ہم تم ہی تو نہیں

فوزیہ سعید احمد ساغر...... کوٹ اڈو

سنہری باتیں

+ کسی کو اتنا دکھ مت دو کہ اسے جینے سے نفرت ہو جائے
+ اگر آپ کا دل برا ہے تو آپ کو سب برے نظر آئیں گے
+ کسی کو خوش دیکھ کر مسکرانا بھی صدقہ ہے
+ دوست کی تلاش چاہتے ہو تو اپنے اندر کا دوست باہر لاؤ

شاہ زندگی...... پنڈی

پردہ

❖ مسلمان عورت کے کفن میں پانچ کپڑے ہوتے ہیں جب کہ مرد کے کفن میں تین۔
❖ عورت کے کفن میں دو کپڑے زیادہ ایک دوپٹہ یعنی اسکارف اور ایک سینہ بند سینے کو ڈھانکنے کے لیے کپڑا ہوتا ہے۔ افسوس ہے اس مسلمان عورت پر جو اپنا سر اور سینہ زندگی بھر نہ ڈھانپے لیکن مرنے کے بعد اللہ اپنے پاس یہ دونوں چیزیں ڈھک کر ہی بلاتا ہے۔
❖ اے مسلمان عورت! افسوس ہے تجھ پر کہ اللہ تجھ سے کتنی حیا کرتا ہے لیکن تُو ساری زندگی اللہ سے حیا نہیں کرتی۔

نائلہ اشفاق...... KGM

دلچسپی

دلچسپی کو طلب نہ بننے دو کیونکہ طلب کی شدت بڑھ کر ضرورت بن جاتی ہے۔ ضرورت بڑھ کر کمزوری۔ جب کوئی کسی کی کمزوری بن جائے تو بے قراری قابل دید ہوتی ہے۔ بے قراری کی انتہا جنون کہلاتی ہے اسی لیے دلچسپی کو دلچسپی ہی رہنے دو۔

ماریہ ارشد...... سرگودھا

ننھی لڑکی

ساحل کے اتنے نزدیک
ریت سے اپنا گھر نہ بنا
کوئی سرکش موج ادھر آئی تو
تیرے گھر کی بنیادیں تک
بہہ جائیں گی
اور پھر ان کی یاد میں تو
ساری عمر اداس رہے گی

فضہ یونس...... فیصل آباد

نقصان دہ اور نفع بخش باتیں

❖ امام ابن قیمؒ نے اپنی کتاب "طب نبوی ﷺ" میں فرمایا:
چار چیزیں ایسی ہیں جو بدن کو تباہ کر دیتی ہیں
(۱) غم (۲) رنج (۳) بھوک (۴) رات کا جاگنا
چار چیزیں ایسی ہیں جو چہرے کی رونق و تازگی کو ختم کر دیتی ہیں
(۱) جھوٹ (۲) بے حیائی (۳) کثرت گناہ (۴) جاہلانہ طرز کے سوالات کی کثرت
چار چیزیں ایسی ہیں جو بغض وعناد پیدا کرتی ہیں
(۱) غرور (۲) حسد (۳) جھوٹ (۴) چغل خوری
چار چیزیں ایسی ہیں جو چہرے کی رونق و بشاشت بڑھاتی ہیں
(۱) مروت (۲) وفا (۳) شرافت (۴) تقویٰ
چار چیزوں سے روزی بڑھتی ہے
(۱) نماز تہجد کی ادائیگی (۲) صبح کے وقت اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی طلب (۳) صدقہ کرنا (۴) دن کے شروع اور آخری اوقات میں ذکر و اذکار کرنا۔

عابدہ نسیم...... چیچہ وطنی

حکایت

ایک آدمی جنگل سے گزر رہا تھا اور جنگل میں آگ لگی ہوئی تھی' جھاڑیوں میں سانپ آگ میں پڑا تھا آدمی نے فوراً ہاتھ بڑھا کر سانپ کو نکال لیا اور بچا لیا۔ سانپ بولا: "میں اب تمہیں ڈسوں گا۔" تو آدمی بولا: "میں نے تو تمہارے ساتھ نیکی کی ہے تمہیں بچا کے۔" سانپ بولا: "میرے پاس تو یہی صلہ ہے۔" آدمی بولا: "تم کہتے ہو تو چلو کسی سے پوچھ لیتے ہیں۔" جب وہ آگے بڑھے تو بھینسیں جنگل میں چر رہی تھیں' آدمی بھینس سے بولا کہ "میں نے سانپ کو آگ سے بچایا اور یہ میری جان کا دشمن بن بیٹھا ہے۔ اب تم بتاؤ نیکی کا بدلہ نیکی ہے یا بدی۔" بھینس بولی: "بدی!" آدمی بولا: "وہ کیسے؟" بھینس بولی: "جب میں تندرست تھی تو دودھ دیتی تھی تو میرا مالک مجھے کھانے کو اچھا دیتا تھا اور میرا خوب خیال رکھتا تھا۔ اب میں بوڑھی ہوگئی ہوں تو مجھے انہوں نے ہنٹر مار کر گھر سے نکال دیا ہے لہٰذا نیکی کا بدلہ بدی۔" سانپ بولا "اب بتاؤ" آدمی کہنے لگا: "کسی اور سے پوچھ لیتے ہیں۔" سانپ کہنے لگا "ٹھیک ہے۔" پھر چلتے ہوئے انہیں راستے میں ایک گدھا مل جاتا ہے تو آدمی کہتا ہے "نیکی کا بدلہ نیکی ہے یا بدی؟" گدھا بولا: "بدی" آدمی کہنے لگا "وہ کیسے؟" گدھا بولا: "جب میں طاقت ور تھا تو میرے اوپر اتنا زیادہ بوجھ لادتے تھے' مجھ سے بہت کام لیتے تھے' اب میں کمزور لاغر ہو گیا ہوں تو انہوں نے مجھے گھر سے نکال دیا' اس لیے نیکی کا بدلہ بدی۔" آدمی کہنے لگا "کسی اور سے پوچھ لیتے ہیں۔" سانپ کہتا ہے "چلو ٹھیک ہے۔" سانپ مطمئن تھا کہ پہلے ہی دو فیصلے میرے حق میں ہیں تو تیسرا بھی میرے حق میں ہوگا۔ آگے انہیں بندر مل جاتا ہے تو وہ بندر کو بات تفصیل سے بتاتے ہیں بندر بولا: "نہیں مجھے اس جگہ لے کے جاؤ جس جگہ جھاڑیوں میں سانپ پڑا تھا اسے دوبارہ میرے سامنے رکھ کے پھر اس جگہ سے اٹھاؤ۔" آدمی سانپ کو پکڑ کر اس جگہ پر رکھ کر اٹھانے لگا تو بندر نے فوراً

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! ابتدا ہے اس رب کے بابرکت نام سے جو سب کا خالق و مالک ہے۔ عید قرباں کی آمد آمد ہے ہماری جانب سے تمام قارئین بہنوں کو بہت بہت مبارک باد ہو اور عید کے اس موقع پر تمام مستحق لوگوں خصوصی خیال رکھیں جو سفید پوش ہو۔

سدرہ شاھین...... پیرووال۔ السلام علیکم آنچل! آنچل تمہارا شکریہ کیسے ادا کروں؛ جس نے مجھے ہر دکھ میں سہارا دیا۔ اے آنچل! تیرا ہر قدم مبارک ہو تُو نے میری ہر بہن کا ساتھ دیا' میں تیرا کیسے شکر ادا کروں۔
اے آنچل! اے آنچل سن! تُو نے ہزاروں لوگوں کو خوشیاں دی ہیں۔ ہزاروں کا غم دور کیا' اے آنچل تجھے سلام آئی لو یو آنچل۔

☆ گڑیا سدرہ! بہت بہت جزاک اللہ' سدا خوش رہو' آمین۔

نازیہ صادق...... سکھ چیناں۔ السلام علیکم! پیارے آنچل کیا حال ہیں؟ امید کرتی ہوں پورا آنچل اسٹاف بالکل ٹھیک ہوگا اور آنچل کی ترقی کے لیے دن رات محنت کر رہا ہوگا۔ آپی اکتوبر کے آنچل کی بات کریں تو ٹائٹل کی کیا بات تھی' بہت ہی زیادہ پسند آیا اس کے بعد "حمد و نعت" بہت ہی خوب صورت لکھی ہوئی تھی' پڑھ کر بہت دلی تسکین حاصل ہوئی' باقی سارا آنچل پڑھ کر بہت مزا آتا ہے' اللہ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے' آمین۔

سعدیہ نسرین...... وزیر آباد۔ آپی جی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آنچل 26 کو ملا گیا ٹائٹل زبردست تھا۔ آنچل میں "در جواب آں" میں اپنا نام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ نازیہ جی مبارک کہ یہ ناول تو لگتا ہے سب پر بازی لے جائے گا۔ باقی تمام رائٹرز نے بھی زبردست لکھا ہے' ان سب کو مبارک باد۔ آنچل کے تمام سلسلے زبردست ہیں' آئی لو یو آنچل۔ سمیرا جی! آپ کیوں گھور رہی ہیں' محترمہ آپ کی تو کیا بات ہے۔ اقراء جی "بھیگی پلکوں پر" بہت اچھا جا رہا ہے۔ مجھے تو لگتا ہے رخ کو ساحر نے بھی دھوکا ہی دینا ہے۔

عائشہ مغل...... کراچی۔ آنچل اسٹاف اور قارئین کو میرا اسلام۔ آئینہ میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں جس کی خاص وجہ یہ ہے کہ پلیز کوپن دیتے وقت اس بات کا خیال ضرور کر لیا کریں کہ کوپن کے پیچھے کیا تحریر شائع ہے اگر اس ماہ یعنی اکتوبر کا کوپن دیکھیں تو دوسری سائٹ حضور صلی اللہ کا نام اور نعت لکھی ہے اور کوپن کاٹنے پر ان کا نام کٹتا ہے اگر کوئی اس بات کا نوٹس لیے بغیر کوپن کاٹے تو گناہ کس کے سر جائے گا پلیز اپنی اس غلطی پر نظر ثانی کریں۔ اب آتے ہیں آنچل کے دوسرے سلسلوں کی طرف تو آنچل کی تو بھئی کیا ہی بات ہے۔ یہ ایک مکمل تفریحی ادب ہے مجھے "یادگار لمحے' غزلیں' نظمیں" یہ سلسلہ بہت پسند ہیں۔ نازیہ کنول نازی کا "جھیل کنارہ' کنکر" بھی بہت ہی خوب ہے۔ اقراء صغیر کا سلسلہ وار ناول "بھیگی پلکوں پر" بھی ناکس ہے پر بہت سلو جا رہا ہے' مہربانی فرمائیں اور اسٹوری آگے بڑھائیں۔ اب اجازت چاہوں گی' دعاؤں کی طلب گار۔

☆ اچھی عائشہ! خوش آمدید۔ آپ کا بہت بہت جزاک اللہ کہ آپ نے ادارے کی اس طرف توجہ مبذول کرائی' ان شاء اللہ آئندہ سے کوپن ختم کیا جا رہا ہے۔

سمیرا علی شیری...... اوکاڑہ۔ السلام علیکم میں آج پہلی بار خط لکھ رہی ہوں' اس امید کے ساتھ کہ مایوس نہیں لوٹایا جائے گا' مجھے شاعری کرنے کا بہت شوق ہے اور کافی عرصے سے سوچ رہی تھی کہ کچھ لکھ کر بھیجوں لیکن ردی کی ٹوکری سے ڈر لگتا رہا۔ انسان کو پہلی بار ہی ٹھکرا دیا جائے تو وہ مایوس ہو جاتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ مایوس نہیں ہونا پڑے گا اور آئندہ کے لیے حوصلہ افزائی کی جائے گی اور پلیز نازیہ کنول نازی سے کہیے کہ وہ دوبارہ کوئی سلسلہ وار ناول شروع کریں' ان کے بغیر آنچل بہت ادھورا لگتا ہے' اب اجازت چاہتی ہوں' اللہ حافظ۔

☆ پیاری سمیرا! خوش آمدید۔ شاعری اگر معیاری ہو تو ضرور شائع کی جاتی ہے باری آنے پر اور نازیہ کنول نازی کا مکمل ناول شائع ہو رہا ہے' شاید آپ نے غور نہیں کیا۔

شازیہ عزیز...... دربار بری سلطان۔ السلام علیکم شہلا آپا! کیسی ہیں آپ؟ اب یقین مانیے مجھے اتنی خوشی ہو رہی ہے

آدمی کا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور آدمی سے بولا: "یہ نیکی کے لائق نہیں ہے اسے اسی جگہ سڑتا رہنے دو۔"

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

قطعہ

جو کہتی ہے دنیا وہ سچ ہے اے بیگم!
کہ میں تیرے زیر اثر آگیا ہوں
کہا باس نے جب جہنم میں جاؤ
تو دفتر سے سیدھا ہی گھر آگیا ہوں

شہزادی سعادت...... ڈی آئی خان

محبت

لوگ کہتے ہیں محبت صرف ایک بار ہوتی ہے
پر یہ سچ کیسے ہو سکتا ہے؟
میں جب جب اسے دیکھتا ہوں مجھے ہر بار اس سے محبت ہو جاتی ہے۔
زوال یہ ہے کہ تیرا ساتھ نہیں
کمال یہ ہے کہ جی رہے ہیں
وہ کہتا تھا تمہاری مسکراہٹ بہت حسین ہے' وہ سچ کہتا تھا
اس لیے تو اپنے ساتھ مجھے نہیں میری مسکراہٹ کو لے گیا۔

سمیرا کاجل صدیقی...... جنڈانوالہ بھکر

ماں

- جس کے قدموں تلے جنت ہے
- جو تپتے صحراؤں میں ٹھنڈی چھاؤں ہے
- جس کی راتیں بچوں کے لیے جاگتی ہیں
- جو بغیر لالچ کے محبت کرتی ہے
- جس کی محبت پھول سے بھی زیادہ تر و تازہ اور لطیف ہے
- جس کے بغیر گھر قبرستان ہے
- ماں جس کی قدر کسی یتیم سے پوچھو
- شہد جیسا میٹھا نام ہے ماں

(سونیا خان)

انجام

ایک دفعہ ایک آدمی کہیں جا رہا تھا تو اس کے ساتھ شیطان بھی تھا' جب فجر کا وقت ہوا تو اس آدمی نے فجر کی نماز نہیں پڑھی۔ شیطان اس کے ساتھ تھا پھر ظہر کا وقت ہوا تو بھی شیطان اس کے ساتھ تھا پھر عصر' مغرب اور عشاء کا وقت بھی گزر گیا تو اس آدمی نے نماز نہیں پڑھی تو شیطان بولا کہ "اب سے تمہارا اور میرا راستہ الگ ہے" تو آدمی نے کہا "کیوں؟" تو شیطان بولا کہ "میں نے ایک سجدہ سے انکار کیا تھا تو میں جنت سے نکالا گیا اور مجھے شیطان کا نام دے دیا گیا اور تُو نے آج 96 سجدوں سے انکار کیا اور مجھے تمہارے انجام سے خوف آ رہا ہے' اس لیے اب سے تیرا اور میرا راستہ الگ الگ ہے۔"

زاہدہ زمان' ہما امیر...... چکمنبر

سانحہ کراچی کی یاد میں

اے بادِ سمندر تیرے اک کونے میں سلگتا ہوا پانی
جس میں جل رہا تھا تیرا اک ثانی
جو کہراہ رہا تھا اپنی مدد کے لیے
مگر تُو تھا خاموش ہم سفر جانا
لیکن تجھے کیا پتا ان کی بے بیان کشی کا
جو جلا رہا تھا ان کا ہر اک ذرہ
اجڑی ان کے دیس کی اک بستی
جن میں پکار تھی ہر اک بچہ ماں کی
جو بے گھر ہو گئے بے زر ہو گئے اپنے تا حال سے
اے بادِ سمندر کچھ تو مدد کرتا ان دل و جان کی

ریشماں کنول...... حیدر آباد' سندھ

شکر

مصر میں دو امیر زادے رہتے تھے' ایک نے علم سیکھا اور دوسرے نے مال جمع کیا آخر پہلا بنا عالم اور دوسرا مصر کا وزیر بن گیا پھر وزیر عالم کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگا اس نے کہا۔ "میں نے حکومت حاصل کر لی اور تُو حقیر فقیر رہا۔"
عالم نے جواب دیا: "اے بھائی! اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر مجھے ادا کرنا چاہیے کہ اس نے مجھے پیغمبروں کا ورثہ عطا کیا' تجھے فرعون و قارون کی میراث یعنی مال ملا میں وہ چیونٹی ہوں جس کو لوگ پیروں سے مسل دیتے ہیں' وہ بھڑ نہیں ہوں کہ لوگوں کو اپنے ڈنک سے ڈراؤں۔ اس نعمت کا شکر کیسے ادا کروں کہ مجھ میں لوگوں کو آزار اور تکلیف پہنچانے کی طاقت نہیں ہے۔

نسرین یاسین...... حیدر آباد

اچھی بات

اچھا انسان وہ ہے جو کسی کا دیا ہوا دکھ تو بھلا دے پر کسی کی دی ہوئی محبت کبھی نہ بھلائے۔

دلکش مریم...... چنیوٹ

کہ کیا بتاؤں، خیر پہلی بار لکھ رہی ہوں نا اس سے پہلے کبھی بھی کسی چیز میں بھی کچھ نہیں لکھا۔ آنچل پچھلے چار سال سے پڑھ رہی ہوں مجھے اتنا پسند ہے آنچل کہ کیا بتاؤں میں تو آنچل کی دیوانی ہوں جب آتا ہے تو ایک ہی دن میں پورا کا پورا پڑھ لیتی ہوں اور پھر پورا مہینہ انتظار کرنا پڑتا ہے جب بھی آنچل لیتی ہوں تو سب سے پہلے اپنی فیورٹ اسٹوری ''بھیگی پلکوں پر'' پڑھتی ہوں اس میں مجھے طغرل اور پری کا کردار بہت پسند ہے۔ اس کے بعد ''اور کچھ خواب'' پڑھتی ہوں' شروع میں تو بہت زبردست جارہی تھی لیکن اب بہت بور ہوگئی ہے اور جب سے پتا چلا ہے کہ اس کی بس دو قسطیں رہ گئی ہیں تو تب سے میں بہت اداس ہوں اور نازیہ آپی آپ کی تو بس کیا تعریف کروں ''پتھروں کی پلکوں پر'' کیا اینڈ کیا آپ نے ویری گڈ اور آپ کا ناول ''جھیل کنارہ کنکر'' بہت ہی زبردست ہے اس کی تعریف میں بس سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا کہوں۔ اس کہانی میں مجھے میکال بہت اچھا لگا ہے ہائے اللہ آپی! آپ نے اسے کتنا اداس کردیا ہے نا اتنا دکھی لکھا ہے آپ نے کہ پڑھتے وقت رونا آجاتا ہے ہمیں۔ میں اور میری پوری فیملی آپ کی فین ہے اور آنچل کی تو میں' میری بہنیں' شہزادی' گڑیا' شیری اور میری کزنز سب ہی دیوانی ہیں تو اپنی اس اچھی سی کیوٹ' باتونی سی لڑکی کو اجازت دیں' اللہ حافظ۔

☆ پیاری باتونی بہن! خوش آمدید۔

ریمل امل...... **جہلم**۔ السلام علیکم! امید کرتی ہوں تمام اسٹاف آنچل سمیت خیریت کے ساتھ ہوں گے' میرے خیال میں جب اگلا شمارہ آئے گا تو عید الاضحیٰ ہوگی یہ میرا اندازہ ہے اس لیے پیشگی بقرہ عید مبارک ہو۔ اب آتے ہیں آنچل کی طرف۔ حمد و نعت سے مستفید ہونے کے بعد اپنے پسندیدہ ناول ''بھیگی پلکوں پر'' پر دوڑ لگائی کہانی کافی تیزی سے بڑھ رہی ہے' نئے ہیرو کی انٹری اچھی نہیں لگی یہ نا ہو کہ طغرل کا حق یعنی پری کو لے اڑے' پلیز پلیز اقراء جی سے درخواست ہے کہ پری پر طغرل کا حق پہلے ہے وہ طغرل کی ہی دلہن بننی چاہیے' آگے آپ کی مرضی۔ ویسے دادی کا کردار کہانی کی مضبوطی کو ظاہر کرتا ہے۔ شاعری میں سب کے اشعار اچھے لگے۔ انعام والی ترکیب اچھی نہیں لگی' میں اپنی بات کررہی ہوں آج بھی کئی لڑکیاں چھپ کر ڈائجسٹ پڑھتی ہیں۔ مکمل پتا کیسے بھیج سکتی ہیں۔ باقی ''کام کی باتیں'' حنا باجی نے کافی پتے کی باتیں بتائی ہیں۔ جن پر عمل کرکے لڑکیاں کافی حد تک گھر بیٹھ کر فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ ارے رکیے' کچھ خواب تو دیکھنے دیں انا ئیا سے میری درخواست ہے کہ جب خوشیاں دروازے پر دستک دیں تو ہمیں دروازہ کھول دینا چاہیے کیونکہ محبت کی حقیقت یہ ہے کہ جب سامنے ہو تو قدر نہیں ہوتی اور جب لوٹو گے تو اسے کھو چکے ہوگے تبصرہ بس یہیں تک آخر میں آنچل کی کامیابی کے لیے دعا!

☆ ڈیئر ریمل! آپ کو بھی مبارک ہو۔

نورین شفیع...... **ملتان**۔ السلام علیکم! آنچل ٹیم اور قارئین کیسے ہیں آپ؟ امید ہے سب اللہ کے کرم سے ٹھیک ٹھاک ہوں گے۔ اب آتی ہوں تبصرے کی طرف تو بات دراصل یہ ہے کہ تین ماہ بعد انٹری دے رہی ہوں۔ موسٹ فیورٹ ''پتھروں کی پلکوں پر'' آپی جی آپ نے اتنا زبردست اینڈ کیا دل چاہا کہ فوراً آپ کو گلے لگالوں مگر افسوس نہیں لگاسکتی اس لیے خیال خیال میں مبارک باد دی اور نازیہ آپی! آپ جو مسکرا مسکرا کر تعریفیں وصول کررہی ہیں' انھیں اب تو گلے مل لو چلو نہ ملو' ہاتھ ہی ملالیں۔ پتا ہے میرا دل کرتا ہے آپ سے ملوں پر افسوس نہیں مل سکتی۔ میں اپنے ابو سے پوچھتی ہوں کہ ابو جی ہارون آباد کدھر ہے ابو کہتے ہیں کیوں تم نے جانا ہے میں فوراً کہتی ہوں نہیں ابو جی ویسے ہی پوچھ رہی ہوں۔ آپ بتائیں تو سہی تو ابو کہتے ہیں بہاولپور کی طرف۔ ارے آپ فکر نہ کریں میں آپ کے گھر نہیں آسکتی' کہیں آپ پریشان ہوجائیں' ہمارے ہاں لڑکیوں کو بہت کم کہیں بھیجتے ہیں پلیز میری باتوں کا بُرا مت مانیے گا جو منہ میں آیا کہہ دیا۔ آپ ہم سب قارئین کو بے حد پیاری ہیں' اللہ سے دعا ہے کہ اللہ آپ کو بہت زیادہ ترقی اور خوشیاں دے۔ آپ کے دکھوں کو ختم کرے اور آپ کی امی کو صحت دے' آمین اور ام ثمامہ! آپ کے بھائی کا سن کر بے حد دکھ ہوا۔ بے اختیار آنکھوں میں آنسو آگئے۔ میری اللہ سے دعا ہے اللہ ان کے گناہوں کی بخشش کرے اور انہیں جنت میں جگہ دے' آپ کے تمام گھر والوں کو صبر عطا فرمائے' آمین۔ ایمن وفا! تم سناؤ کیسی ہو؟ میں تمہارے لیے خصوصاً ہر نماز کے بعد دعا کرتی ہوں' اللہ تمہارے دکھوں کو جلد ختم فرمائے اور تمہیں اتنی خوشیاں دے' تم اپنے سب غم بھول جاؤ اور شمع مسکان' فریحہ شبیر' سائرہ مشتاق (لنگڑیال) اور میری ہم نام اور تمام آنچل قارئین تم سب مجھے بے حد اچھی لگتی ہو اور پلیز اِلی جبہ شانزے کہاں ہو تم؟ جلد آنچل میں آؤ' تمہارے بغیر آنچل سونا سونا لگتا ہے اچھا جی تمام پڑھنے والوں کو سلام' او کے جی فی امان اللہ' اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر نورین! ہماری مجبوری ہے کہ جگہ کم ہوتی ہے اور خطوط زیادہ اس لیے صرف تبصرہ ہی لگایا جاتا ہے۔

فائقہ اشرف...... **گانوں حاجی والہ**۔ سب سے پہلے ٹائٹل دیکھا بس ٹھیک لگا اس کے بعد نازیہ کنول نازی کا ناول پڑھا' ویری نائس نازی جی! سب سے خاص بات جس نے مجھ کو قلم اٹھانے پر مجبور کیا وہ ''دوست کا پیغام آئے'' میں سیدہ جیا کے بارے میں پڑھا' سیدہ! اللہ آپ کو صبر کی توفیق دے اور سید صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ بیوگی کا دکھ بہت بڑا ہے اور آپی ام ثمامہ آپ کے بھائی کو اللہ تعالیٰ قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے' آپ کو اور آپ کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کے بچوں کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے' آمین اللہ حافظ۔

فائزہ زینب شاہ...... **گجرات**۔ السلام علیکم آنچل کی تمام رائٹرز قارئین اور اسٹاف کو میرا پُر خلوص سلام۔ میں آنچل بہت شوق سے پڑھتی ہوں اور آنچل میں خاص کر ''بھیگی پلکوں پر'' بہت زیادہ پسند ہے مجھے۔ آنچل کا بے صبری سے انتظار رہتا ہے میں بہت ہمت کرکے پہلی دفعہ آنچل میں لکھ رہی ہوں۔ ''وہ ہم سفر تھا'' سیدہ ماریہ شاہ کا بہت پسند آیا افسانہ۔ ''جھیل کنارہ کنکر'' نازیہ کنول نازی کا ناول بھی زبردست ہے۔ ''اور کچھ خواب'' عشنا کوثر سردار کا ناول بہت اچھا ہے اس میں مجھے معارج کا کردار بہت پسند ہے اور بھی آنچل کے تمام سلسلے بہت پسند آتے ہیں' خاص طور پر ''یادگار لمحے'' بہت زیادہ اچھے ہیں اور آخر میں میری یہ دعا ہے کہ آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے اور آسمان کی بلندیوں کو چھوئے' آمین۔ اب میں اجازت چاہتی ہوں' اگر کوئی غلطی ہوئی تو معاف کردینا' اللہ حافظ۔

☆ پیاری فائزہ! خوش آمدید' دعا کے لیے جزاک اللہ۔

سارہ چوہدری...... **گجرات**۔ السلام علیکم شہلا آنی! کیسی ہیں آپ؟ پچھلے ماہ تو آپ نے مجھے پوچھا ہی نہیں۔ مگر اب کی بار غضب ہوا آنچل ملا ہی 30 کو اور اگر شہلا آنی اب بھی آپ نے خط نظر انداز کیا تو آپ سے ناراض ہوجاؤں گی۔ اب آتے ہیں آنچل کی طرف' اقراء آپی' عشنا آپی اور نازی آپی آپ تینوں پر تبصرہ کروں اس قابل نہیں۔ میرے پاس الفاظ ہی نہیں جو آپ کی شایان شان ہوں۔ عابدہ سبین آپ کا ناول پسند آیا۔ مدیحہ عدنان' عالیہ حرا' سباس گل' عائشہ خان' سویرا فلک آپ سب نے زبردست لکھا۔ عطیہ جی! آپ پریشان کیوں ہوگئیں ارے ارے...... ماریہ شاہ اور عنبرین ولی آپ بھی چپ ہوگئیں؟ ارے نہیں جی آپ تینوں کو ویلکم بہت بہت اور عطیہ جی ہم دل سے ہار گئے آپ پر اور ماریہ شاہ اور عنبرین آپ پر کیا ہاریں دل تو عطیہ پر ہار دیا؟ چلیں آپ بھی کیا یاد کریں گی آپ پر جان ہارتے ہیں۔ تعارف تو مجھے سب کے اچھے لگے سب کو پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ غزلیں نظمیں بھی بہت پسند آئیں۔ تبصرہ بشریٰ نویدہ باجوہ کا اور وجیہہ خان کا اچھا لگا اور عروسہ شہوار کا بھی۔ بشریٰ جی ''یادگار لمحے'' میں آپ کا ادب بے حد پسند آیا۔ انیقہ صدف اور مسکان آپ نے بھی بہت نائس لکھا۔ دعا ہاشمی تمہارا شعر اور صدف آرزو تمہارا شعر واقعی انعام کے قابل تھا' مبارک ہو جی۔ ام ثمامہ آپ کے بھائی کا سن کر بہت دکھ ہوا اور جیا آپ کے شوہر کا بھی' اللہ ان کو جنت میں جگہ دے اور آپ کو صبر دے' آمین۔ پیغام سب کے اچھے تھے۔ شاہ زندگی! تمہارا نام بہت ڈیفرنٹ ہے میرے خیال میں تم اپنے نام کی طرح ہوگی' ہے نا؟'' حمد و نعت' بیوٹی گائیڈ' ڈش مقابلہ'' سب زبردست تھے۔ پورا آنچل ہی اعلیٰ پائے کا تھا۔ آخر میں بس ایک بات آپ سب سے' جو مایوس ہو' نا امید ہو' اتنا کہوں گی یہ دنیا اللہ پاک نے بنائی ہے کہ اس میں گھومو پھرو اور مشاہدہ کرو کہ اس کے پیچھے کیا راز ہے؟ یہ تمام دکھ' درد' تکلیفیں اسی لیے آتی ہیں کہ ہمیں کتنا بھروسا ہے اس رب پر اس کی رحمت پر کتنا یقین ہے اور خوشی بھی اسی لیے ملتی ہے کہ ہم غم میں تو اسے پکارتے ہیں جو بن مانگے دیتا ہے مگر خوشی میں وہ بھول جاتا ہے' یہ دنیا نظر کا دھوکا ہے جو اسے جان لے سرخرو ہے اور جو خود کو پہچان لے وہ اللہ کو پہچان لیتا ہے' آپ مایوس مت ہوں آئیے اللہ سے صدق دل سے مانگ کے دیکھیں جو بن مانگے بے شمار دیتا ہے پھر دیکھیے گا وہ کیسا کرم کرتا ہے آپ پر۔ وہ بہت رحیم' کریم' رحمٰن ہے کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ نہیں آزماتا۔ اجازت چاہتی ہوں اگلے ماہ تک فی امان اللہ۔

حمیرا عروش...... **کراچی**۔ آنچل سسٹرز سلام! آل آف یو۔ امید ہے آپ کو میری فرسٹ ٹائم آئینہ میں انٹری اچھی لگے گی اور اگر نہ بھی لگے تو خیر ہے۔ اکتوبر کا ٹائٹل زبردست تھا۔ بیک گراؤنڈ زیادہ پیارا تھا۔ کہانیوں میں ''بھروسا'' اچھی لگی۔ تمام سلسلے بہت زبردست ہیں۔ شہلا آپی! میں نے ہر سلسلے کے لیے مختلف آرٹیکلز بھیجے ہیں حتیٰ کہ تعارف اور کہانی

بھی بھیج رہی ہوں' آپ کو میری تحاریر کیسی لگیں ضرور بتایئے گا؟ اپنا خیال رکھیے گا' مجھے دعاؤں میں یاد رکھیے گا' دعا گو اور دعاؤں کی طلب گار۔

☆ پیاری حمیرا! خوش آمدید آپ کی تجاویز نوٹ کرلی ہے' ان شاء اللہ اس پر ضرور غور کریں گے۔

راشدہ شریف چوھدری' اوکاڑہ۔ السلام علیکم شہلا آپی اینڈ آنچل اسٹاف اینڈ قارئین! امید واثق ہے آپ سب میری طرح ٹھیک ٹھاک ہوں گے۔ سب سے پہلے ایک گڈ نیوز مابدولت بی اے میں سیکنڈ ڈویژن سے کامیابی حاصل کرچکی ہیں سو میں بہت خوش ہوں اور مجھے امید ہے آپ سب بہت خوش ہوں گے۔ ویسے آپ سب نے میری کمی محسوس بھی کی یا نہیں؟ چلیے جی بہت باتیں ہوگئی اب آتے ہیں تبصرے کی جانب تو جناب اس بار تو آنچل نے بہت تڑپایا اور جب ہاتھ میں آیا تو خوشی کی انتہا نہ رہی۔ سرورق ففٹی ففٹی لگا پھر سب سے پہلے سرگوشیاں پڑھیں۔ مشتاق بھائی نے دانش کدہ میں جو لکھا وہ ہماری معلومات میں اضافہ کرنے کو کافی تھا۔ زبردست بھیا جی! سلسلہ وار ناولز تو بہت ہی اچھے جارہے ہیں اور سمیرا آپی کے ناول کا سن کر تو میں بے صبری ہوئی جارہی ہوں۔ مکمل ناول اتنے اچھے لگے کہ بیان سے باہر ہیں۔ شکریہ نازیہ آپی اور عابدہ سسٹر آپ کی اتنی پیاری کہانی کا۔ ناول ناولٹ بھی بہت ہی اچھے تھے اور افسانے تو لاجواب تھے۔ باقی رسالہ بھی زیر مطالعہ ہے' تو اس پر تبصرہ کرنے سے قاصر ہوں۔ اللہ آنچل اور پاکستان کی حفاظت کرے اور دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا کرے' آمین' اللہ حافظ۔

☆ اچھی راشدہ! بہت بہت مبارک ہو' اللہ کریم آپ کو اس جیسی ہزاروں کامیابیاں عطا کرتا رہے' آمین۔

طیبہ طاھرہ...... گانوں صبور۔ طویل غیر حاضری کے بعد آنچل اسٹاف اور قاری بہنوں کو خلوص بھرا اسلام۔ بی اے میں کامیابی کے بعد بی ایڈ میں ایڈمیشن کے ساتھ ساتھ ووکیشنل ٹریننگ سینٹر میں بھی ایڈمیشن لیا ہے' تمام قاری بہنوں سے گزارش ہے دعا کریں کہ میں یہ دونوں کام ساتھ ساتھ جاری رکھوں۔ آنچل سے غیر حاضری کے دوران آنچل کا باقاعدہ مطالعہ کرتی رہی لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے شرکت نہ کرسکی۔ اب بھی وقت بہت کم ملتا ہے لیکن آنچل میں لکھنے کے لیے ٹائم نکال ہی لیتی ہوں اور آئندہ بھی نکالتی رہوں گی ان شاء اللہ۔ آنچل بہت اچھا جارہا ہے' اللہ رب العزت اسے دن دگنی رات چوگنی ترقی دے۔ آپی جانی! فرح کا افسانہ پڑھا' بہت اچھا لگا ویری ویل ڈن۔ اللہ رب العزت آپ کو مزید ترقیوں سے نوازے' آمین۔ انا شاہ زاد صاحبہ ویلکم بیک۔ نئے شرکت کرنے والوں کو موسٹ ویلکم۔ وقت بہت کم ہے اس لیے اتنا ہی کافی ہے' اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ اب ان شاء اللہ باقاعدگی سے ہر سلسلے میں شرکت کرتی رہوں گی' اپنی فرینڈز' کزنز کو ڈھیروں سلام۔ جن میں چندا آپی' فرح آپی' نوشی صابر' اقراء' ونیس' اسماء رشید' سائرہ توثیق' ارم شہزادی' نبیلہ شامل ہیں' والسلام۔

☆ ڈیئر طیبہ! آپ کو کامیابی مبارک ہو' اللہ کریم آپ کے لیے آسانی والا معاملہ عطا فرمائے' آمین۔

عائشہ پرویز...... کراچی۔ شہلا آنی' آنچل قارئین اور تمام اسٹاف کو میرا پُر خلوص سلام۔ پورا مہینہ مجھے آنچل ہی کا انتظار رہتا ہے۔ واقعی آنچل ایک منفرد اور قابل تعریف رسالہ ہے پھر سے میں خط لکھنے کی جسارت کررہی ہوں' ہوسکے تو دل کی کھڑکیاں کھول کر ٹھنڈی ہوا میں میرے اس بے لاگ تبصرے کو صفحے میں جگہ دے کر حاتم طائی کی سخاوت کا ریکارڈ توڑ دیں۔ اس بار آنچل کے تمام سلسلے بہترین اور قابل تعریف تھے۔ میں بے حد شوق سے پڑھتی ہوں اور ہاں ''دوست کا پیغام آئے'' میں اپنا نام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی اور بھئی سچ پوچھیے تو آئینہ دیکھ کر ہم کچھ شرماتے کچھ مسکراتے ہیں۔ سب کے لیے دعائیں' ہمیشہ ہنستے رہیں' خوش رہیں' کامیاب رہیں اور مل جل کر ہر ایک کا احساس دل میں بسا کر رہیں' اللہ حافظ۔

صائمہ احمد سحر...... بھابڑہ شریف۔ ڈیئر شمائلہ آپی السلام علیکم! ہمیشہ خوش رہیں' پھولوں کی طرح مسکراتی رہیں۔ آنچل میں اپنا نام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ میری تحریروں کو شائع کرنے کا بے حد شکریہ۔ آپی دراصل آنچل مجھے لیٹ ملتا ہے اس لیے تبصرہ نہیں لکھ سکتی' اب دوسری مرتبہ آپ کی محفل میں حاضر ہورہی ہوں' اس امید کے ساتھ کہ آپ پہلے کی طرح حوصلہ افزائی کریں گی۔ آپ سے درخواست ہے کہ میری اور میری آپی ایس انمول کی تحریروں کو شائع کردیجیے گا' امید ہے آپ مایوس نہیں کریں گی' والسلام۔

سیدہ صدف نورین...... گجرات۔ السلام علیکم! آنچل کے تمام اسٹاف' رائٹرز اور جگمگاتے ستاروں کو میرا خلوص بھرا

سلام۔ شہلا آپی میں آنچل بہت شوق سے پڑھتی ہوں' آنچل کی ہر تحریر ہی بہت زبردست ہوتی ہے۔ ''اور کچھ خواب'' بہت ہی زبردست ناول ہے۔ عشنا کوثر سردار جی اس ناول کا اینڈ بہت یادگار کیجیے گا کہ وہ ہمیں ہمیشہ یاد رہے۔ نازیہ کنول نازی کا ''دھجیل کنارہ کنکر'' بہت اچھا ناول ہے۔ اقراء صغیر احمد کا ''بھیگی پلکوں پر'' بہت ہی اچھا ناول ہے پلیز اقراء جی! پری بہت ہی معصوم لڑکی ہے اسے اتنے دکھ نہ دیا کریں۔ آنچل کا ہر سلسلہ ہی بہت اچھا ہے' آخر میں یہی کہوں گی کہ اللہ تعالیٰ آنچل کو بہت ترقی اور کامیابی عطا فرمائے اور شہلا آپی آپ کی ہر دعا خدا تعالیٰ اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے' آمین۔

☆ ڈیئر صدف! سدا خوش رہو' دعا کے لیے جزاک اللہ۔

سدرہ رحمن...... بہاولپور۔ السلام علیکم! سویٹ اینڈ کیوٹ سی شہلا آپی کی خدمت میں سدرہ آداب پیش کرتی ہے۔ تو آپ ناراض ہیں ہم سے 8 ماہ کی غیر حاضری کی وجہ سے تو لیں آپی! ہم کان پکڑ کے معذرت کرتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں اب ان شاء اللہ ہر ماہ حاضری دیں گے' اوہ تھینک گاڈ! آپ مسکرائیں تو سہی' بس جی فرحت بوا جانی کی وفات کے بعد دل نہیں چاہا لکھنے کا۔ اب دل کو سمجھانے کی کوشش کررہی ہوں اللہ فرحت بوا جانی کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے' آمین۔ اب آتی ہوں تبصرے کی طرف آنچل جیسے ہی ہم خود بازار سے لے کر آئے بس پھر جلدی سے ٹائٹل گرل پر نظریں دوڑاتے قیصر بوا جانی کی سرگوشیاں کان لگا کر سنتے حمد ونعت سے مستفید ہوئے۔ ''درجواب آں'' میں کھڑکیوں سے جھانکتے خوب صورت لوگوں کے جواب پڑھتے ''دانش کدہ'' سے اپنی نانج میں اضافہ کرکے ہم کہاں چلے گئے' نہیں پتا ہم ''ہمارا آنچل'' میں سب کے تعارف پڑھنے لگے۔ چلیں جی ہمیں تھینکس بولیں اجی ہم نے آپ کو برداشت کیا چاروں کو۔ ہاں جی! نازیہ آپی! آپ ہمیشہ نائس لکھتی ہیں ان شاء اللہ ''دھجیل کنارہ کنکر'' آپ کا زبردست ناول ہوگا۔ زائر ملک کو ثانیہ عباس ہی ملے گی' امید یہی ہے۔ ''چاک دامن'' عالیہ آپی فنٹاسٹک۔ آپ کی اسٹوری میں ایک اچھا پیغام چھپا ہے ساس بہو کے لیے۔ زبردست طریقے سے آپ نے ساس بہو کے اختلاف کو بیان کیا۔ قسط وار ناول زبردست اور اپنی تمام تر خوبیوں' خواہشوں اور الجھنوں کے ساتھ جاری وساری ہیں۔ ''من کے دریچے'' عابدہ جی' زبردست جی! عورت کے دونوں رخ آپ دکھانے میں کامیاب رہیں' اینڈ زبردست کیا۔ ''اپنا مقام پیدا کر'' سباس آپی! آج کے بے روزگاری کے دور میں آپ کی کہانی امید کی کرن اور محبت کی لگن بیدار کرنے کا باعث بنے گی' ان شاء اللہ۔ ''چھپارستم'' مدیحہ صاحبہ یہ پُر اسرار سا عاشق امیزنگ' آپی کی اس طرف کیسے سوچ گئی؟ بتایئے گا ضرور۔ افسانے تمام اچھے تھے۔ ''لاوا'' عائشہ خان ایک معاشرتی المیہ پر قلم اٹھایا' ویل ڈن۔ آنچل کے تمام سلسلے بہت اچھے ہیں۔ اب اگلے ماہ تک اجازت۔

☆ پیاری سدرہ! فرحت آپا کی مغفرت کے لیے اللہ آپ کو جزائے خیر عطا کرے' آمین۔

دلکش مریم...... چنیوٹ۔ السلام علیکم! شہلا آپی اور آنچل کی تمام رائٹرز اور ریڈرز کو میرا پیار بھرا سلام۔ امید ہے سب خیریت سے ہوں گی۔ ماہ اکتوبر کا ٹائٹل خاص پسند نہیں آیا لیکن سلسلے وار ناولز نے دل خوش کردیا۔ ''اور کچھ خواب'' زبردست موڑ پر ہے' مجھے لگتا ہے دامیان انابیتا سے منگنی کی تیاری کررہا ہے۔ عشنا آپی پارسا کی الجھن دور کردیں پلیز۔ سمیرا آپی کا ناول ''ٹوٹا ہوا تارہ'' کا شدت سے انتظار ہے۔ نازیہ کنول ''دھجیل کنارہ کنکر'' ایک دو اقساط اور پڑھ کے ہی تبصرہ کروں گی۔ ''بھیگی پلکوں پر'' مثنیٰ اور فیاض کی ملاقات دھچی لگ گئی۔ اقراء آپی شیری کو کیوں لے آئی ہیں' پری اور طغرل کا ساتھ ہی ہونا چاہیے۔ مکمل ناول ''من کے دریچے'' زبردست تھا۔ ناولٹ ابھی پڑھے نہیں اور افسانوں میں ''لاوا'' عائشہ خان کا متاثر کرگیا یہ معاشرے کا المیہ ہے۔ امیر کی نظر میں غریب کی کوئی اہمیت نہیں۔ باقی تمام سلسلے بھی زبردست تھے' اپنا خیال رکھیے گا دعا ہے آنچل مزید ترقی کرے' آمین۔

☆ اب اجازت چاہتے ہیں اس دعا کے ساتھ اللہ رب العزت اپنے محبوب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں تمام امت مسلمہ کی عید قرباں پر کی جانے والی قربانیوں کو قبول ومقبول فرمالیں آمین۔

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

بہت عزیز دوست کے نام

السلام علیکم! فرینڈز کیسی ہیں آپ سب؟ پنکی دیکھا آپ پھر سے ناراض ہوگئیں۔ پنکی پلیز' پہلے بندہ ناچیز کی بات تو سن لیا کرو' بس فوراً ایکشن لینے شروع کردیتی ہو۔ پہلے میری بات غور سے سن لینی تھی' میں آپ کو کیا بتانے والی تھی آپ نے تو فون کاٹنے میں دیر نہیں لگائی۔ اچھا پنکی جی! آپ کی مرضی میں بھلا کیا کرسکتی ہوں۔ فرحت ناصر! کیا حال ہے آپ کا؟ اب تو آپ کی شادی ہوچکی ہے اب تو انسان بن جا اور ناصر بھائی کی خدمت کر اور ساتھ میں وہ جو منہ پھٹ نند ہے آپ کی گڑیا صاحبہ! اس کی جاسوسی کر۔ عابدہ شاہ! آپ کیسی ہیں؟ یہ جانی بھائی ہے نا ایک نمبر کا ڈھیٹ ہے' قسم سے کوئی کام کرتا بھی نہیں۔ بالکل فیصل بھائی کی طرح ہے' اپنی من مانی کرنے والے ہیں۔ آپ کے بھائی کا شکریہ ادا کرنا تھا۔ مہتاب شاہ شکریہ' جی ہماری وجہ سے آپ کی بے عزتی ہوئی ہے۔ ریحان شاہ اور مسکان شاہ آئی لو یو' میرے گول گپے' میری جان اگر تم آجاتے تو ہماری عید ہوجاتی۔

صنم شاہ عرف سنی...... دربار حضرت پیر عبدالرحمٰن

آل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو سعدیہ بشیر؟ حیران ہورہی ہو' پیغام لکھنے کا مقصد تم لوگوں کو مبارک دینا ہے۔ کیا کہا کس چیز کی مبارک باد؟ تو میری جگری یاروں میں تم سب کو FA اچھے نمبروں سے پاس کرنے کی مبارک باد دے رہی ہوں۔ سعدیہ بشیر! آپ کو بہت بہت مبارک باد' اللہ آپ کو ہر میدان میں کامیاب کرے۔ رخشانہ شکور جی! آپ کو بھی مبارک باد' اچھا اچھا آپ کو بھی کہہ دیتی ہوں' رضوانہ شکور آپ کو بھی مبارک باد اور سناؤ کیسی ہو؟ آگے کیا ارادہ ہے؟ فرحت نورین' رضوانہ شکور' سعدیہ بشیر' رخشانہ شکور کو میرا محبتوں بھرا سلام اور میری بہن فرخندہ اور مسرت نورین کو سلام۔ اللہ آپ کی ہر خواہش پوری کرے آمین' اللہ حافظ۔

سدرہ شاہین...... پیرووال

ڈیئر سسٹرز کے نام

ہائے زینی کیسی ہو؟ 16 اکتوبر کو تمہاری برتھ ڈے تھی' میں وش نہیں کرسکی اس لیے سوچا اب کوئی منفرد طریقہ اپناؤں کہ کمینی تم خوش ہوجاؤ۔ بہت بہت سالگرہ مبارک ہو چڑیل! ہمیشہ مسکراتی اور خوش رہو۔ بے وقوف غصہ کم کیا کرو خصوصاً مجھ پر۔ ارے میری چنی منی باجی کدھر ہیں' وہ نظر آگئی ہیں میرے لیے بریانی بنارہی ہیں او سلام پین جی! تسی تے گریٹ او۔ شکر ہے شکر ہے آپ بھی ہنسی' میں تو آج پورے دس روپے کی مٹھائی بانٹوں گی۔ ہنستی رہا کریں بہت پیاری لگتی ہیں۔ مصباح آپی تم کیسی ہو؟ تمہیں تو شارق نے ہٹ کردیا ہے۔ آئی لو یو مائی سسٹرز! جہاں رہو خوش رہو' خدا تم دونوں کو میرا مطلب ہے باجی آپ کو اور زینی کو' میرے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

نبیلہ ملک...... چوٹالہ

آنچل قارئین' اسٹاف' رائٹرز کے نام

خلوص دل سے نیک تمناؤں کے ساتھ آپ سب کے لیے دل سے دعا گو۔ عیدالاضحیٰ کی آمد سے پہلے مبارک باد قبول کیجیے۔ اللہ پاک اس عید پر آپ کی خوشیاں کہکشاں سے سجادے۔ اس میں اتنا رنگ بھر دے کہ دھنک رنگ بھی شرما جائے آمین۔ نازیہ جی' سمیرا جی' عشنا جی' راحت وفا جی' اقراء جی قلم کی طاقت کو کمزور نہیں پڑنے دینا۔ آپ کی ہر تحریر بہت اچھا تاثر قائم رکھتی ہے۔ آپ سے درخواست کرتی ہوں سانحہ کراچی پر کوئی ایسی تحریر لکھ کر بھیجیے' کہ ان کے لواحقین کو ہمت و حوصلہ عطا ہو۔ کراچی کے حالات دیکھ کر دل خون کے آنسو رویا تھا۔ عید پر ہمیں ان سب کو بھی ضرور یاد رکھنا چاہیے اور دل سے دعا گو ہونا چاہیے اللہ آپ کو بہت سی کامرانیاں عطا فرمائے اور آپ کی والدہ کو صحت یابی عطا کرے۔ عید پر ضرور کوئی اچھی تحریر' غزل سے ساتھ جلوہ گر ہوجائے گا' جو دل کے تاروں کو ہلا کر رکھ دے' دعاؤں میں شامل رکھیے گا' فی امان اللہ۔

عشرت سید محمد رمضان...... حیدرآباد' سندھ

عائشہ منصور کے نام

السلام علیکم ڈیئر عائشہ اینڈ منصور بھائی! شادی کے حسین بندھن میں بندھنے پر' بہت بہت مبارک باد' سدا خوش رہیں۔ سائرہ' ہما' سنی' ولید اور حنان آپ سب کو سالگرہ مبارک ہو۔ ڈیئر نبیلہ! آپ کو منگنی کی بہت بہت مبارک باد۔ دعا ہے سہیل بھائی کے سنگ سدا ہنسو' مسکراؤ۔ آخر میں تھری روز کے ساتھیوں اقراء' مہرین' وشال اور انیلہ کنول آئی مس یو ویری مچ۔

اقصیٰ شفیق' مدیحہ آصف...... عبدالحکیم

اپنے پیارے آنچل کے نام

ڈیئر قارئین السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! امید ہے کہ آپ سب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خیریت سے ہوں گے۔ آنچل کی تمام رائٹرز مجھے بہت پسند ہیں' اللہ تعالیٰ ان کو کامیابیاں عطا فرمائے اور لکھنے پڑھنے والوں کو لمبی زندگی عطا فرمائے۔ میں آنچل اسٹاف کی بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے میرا تعارف آنچل میں شائع کیا۔ میری رب کائنات سے دعا ہے کہ آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین۔ اب اجازت چاہوں گی اللہ حافظ۔

سیدہ صدف نوری...... موہدی پور سیداں

کرن شاہ اور دوستوں کے نام

السلام علیکم آنچل ریڈرز! کیسی ہو کرن شاہ؟ نومبر میں آپ کی برتھ ڈے ہے' بہت بہت مبارک ہو لاڈو کی طرف سے۔ خدا آپ کو بہت خوشیاں دے آمین اور سوجھ بوجھ بھی دے جس سے ہم آپ کو انسان نظر آنے لگیں (ہاہاہاہا)۔ پری چوہدری جانِ لاڈو! واپس آجاؤ پلیز...... ! میں تمہیں بہت یاد کرتی ہوں۔ اریبہ شاہ' ہیر جان' بہت خوشیاں ملیں تم کو' اداس مت ہوا کرو او کے؟ ثناء علی' جاناں' عائشہ بلوچ' شگفتہ خان' غزالہ جلیل' مہک ملک' نازیہ آپی' امن' زینش' زارا' زریں اور سانول کو پیار بھرا اسلام۔ امیمہ رباح آپ بھی خوش رہو' صنم ناز واپس آجاؤ نا؟

لاڈو ملک...... دیپال پور

اپنی دوستوں اور کزنز کے نام

ہائے فرینڈز! کیسی ہیں آپ سب؟ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ آپ جہاں بھی رہیں خوش رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ہر مشکل آسان فرمائے اور آپ کی تمام نیک دلی خواہشات پوری فرمائے آمین۔ ''آئندہ میں طاہرہ سسٹرز کے نام سے آنچل کے سلسلوں میں شرکت کیا کروں گی'' امید ہے پہچان لیا کریں گی۔ 9 دسمبر سارہ توثیق کی سالگرہ ہے ایڈوانس میں وش کررہی ہوں کیونکہ یہ نہ ہو کہ دسمبر کے شمارے میں میرا لیٹر ہی نہ شائع ہو اور وش کرنے سے رہ جاؤں۔ 12 دسمبر میری بہن سعیدہ طاہرہ اور 28 دسمبر میری پیاری ارم شہزادی کا جنم دن ہے' میں آپ سب کو ایڈوانس میں وش کررہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو زندگی کی تمام خوشیاں دے اور آپ کی ہر نیک خواہش پوری کرے آمین۔ سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ ارم میں اسپیشل میں آپ کو وش کررہی ہوں اور ایک بات کا اظہار میں پیارے آنچل کے توسط سے کروں گی کہ میں آپ کی پیاری آنکھوں کی دیوانی ہوں' اللہ رب العزت ان خوب صورت آنکھوں کے تمام خواب پورے کرے' آمین ثم آمین۔ دعاؤں میں یاد رکھنا والسلام۔

طیبہ طاہرہ...... گاؤں صبور

عظمیٰ اور دعا کے نام

پیاری عظمیٰ! خاص لوگوں کو ہی دوسرے خاص لگا کرتے ہیں آپ نے ہمیں دوستی کے قابل جانا بسر و چشم' سو ہم بھی آپ کا ہاتھ خلوصِ دل سے تھامتے ہیں مگر وفا کو پیغامات سے مشروط مت سمجھنا' وفا تو دل میں ہوا کرتی ہے۔ پیاری دعا پیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ میری ننھی پری سدا خوش رہو آپ کی بہن!

مہر گل...... اورنگی ٹاؤن' کراچی

ڈیئر فرینڈ اسماء اینڈ سحرش کے نام

آداب! کیسی ہو تم دونوں؟ دعا کرتی ہوں خدا تمہیں زندگی کی ہر خوشی عطا کرے تم دونوں ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہو۔ خدا تم جیسی دوستیں ہر کسی کو عطا کرے۔ میں بہت کم لوگوں کے ساتھ مخلص ہوتی ہوں مگر آپ دونوں تو میری شہزادیاں ہو۔ اسماء تمہاری آنکھیں مجھے بہت پسند ہیں اور سحرش تمہاری تو کیا بات ہے موٹی! آئی لو یو سو مچ۔ خدا تم دونوں کو اتنی خوشیاں دے کہ تم لوگوں کو دکھ کی جھلک بھی نظر نہ آئے آمین ثم آمین۔ سحرش دوسروں پر اندھا اعتماد کرنا چھوڑ دو او کے۔

مسکان ملک...... چوٹالہ

ڈیئر بھائی شبانہ اور طاہرہ آپی کے نام

سب سے پہلے جناب ہماری طرف سے پیارا پیارا کھٹا میٹھا سلام اور ڈھیر ساری دعائیں۔ ڈیئر شبانہ جی اور طاہرہ! اللہ پاک آپ کو لمبی زندگی عطا فرمائے اور اس زندگی میں ڈھیر سارے لمحے' ڈھیر سارے لمحوں میں ڈھیر سارے پل اور ان ڈھیر پلوں میں ڈھیر ساری خوشیاں' دامن پھیلائے آپ کی منتظر ہوں' آمین۔ شبانہ جی بھائی نعیم کا بہت سارا خیال رکھیے گا کیونکہ وہ بہت اچھے ہیں۔ اب یہ نہیں کہنا جی ارے سیا جو! تمہارے بھائی اتنے بڑے اور میں کیسے...... جہاں ذکر ہو فیملی کا دوستوں کا ذکر نہ ہو تو یہ ہو نہیں سکتا۔ جی جناب تمام فلوز اینڈ فرینڈز سب کو میرا سلام۔ میں جانتی ہوں سب بہت مصروف ہیں لیکن جناب ایگزام جو ہونے والے ہیں' مجھے امید ہے سب کی تیاری اچھی ہورہی ہوگی لیکن یار میری تو سو سو ہے۔ جی فضیلہ جی! ہماری جو بھتیجی ہے ناں اسماء! پتا نہیں یار اس ایڈیٹ نے تم میں کیا دیکھا' یار جو بھی دیکھا ہوگا اچھا ہی دیکھا ہوگا۔ جی فضیلہ جی! آپ سے ریکوئسٹ ہے کہ کسی کے خلوص کو نہیں ٹھکراتے ہوئے جو بندے خود آپ سے کہہ رہا ہوں کہ

پلیز دوستی کرلو سو پلیز کر لینی چاہیے۔ جی جناب! ڈیئر مہ جبیں اینڈ مقدس نور صاحبہ! آپ بھی انہیں لوگوں میں شامل ہیں اپنا ڈھیر سارا خیال رکھیے گا' اللہ حافظ۔

ساجدہ عاشق...... ہنومان گڑھ

شمع مسکان کے نام

یار شمع! آپ میرا ہاتھ تھام کر خود کو بہت خوش قسمت سمجھیں گی اور ان شاء اللہ آپ کو مجھے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوگی اور آپ دیکھنا ہماری دوستی پر دنیا فخر کرے گی۔ کیوٹ شمع مسکان تھینک یو سو مچ! آپ نے مجھے دوستی کا شرف بخشا اور میرا بڑھا ہوا دوستی کا ہاتھ اتنے پیار سے تھام لیا۔ خوش رہو اور بے فکر ہوجاؤ' میں دوستی سچے دل سے نبھاؤں گی' چاہے کوئی غم آئے یا چاہے کوئی خوشی۔ آپ مجھے اپنے ساتھ ساتھ پائیں گی' ان شاء اللہ۔ آخر میں عائشہ مغل' کراچی! آپ کے جواب کی منتظر ہوں' ہاں یا ناں میں ہی جواب دے دیں۔ شمع اپنا بہت خیال رکھنا او کے اللہ حافظ۔

منزہ حیدر...... کوٹ قیصرانی

آنچل فرینڈز اور اپنی فیملی کے نام

السلام علیکم! آنچل فرینڈز دعا ہے آپ سب خیریت و مسرت سے ہوں' آمین۔ سب سے پہلے عتیقہ احمد کا شکریہ ادا کروں گی کہ آپ نے مجھے "دوست کا پیغام آئے" میں بہت اچھا پیغام دیا بس اسی طرح مجھے دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ اب ان فرینڈز کے نام لکھنا چاہوں گی جن سے مجھے دوستی کرنے کا بہت ارمان ہے۔ نازیہ کنول نازی' ظل ہما' سمیرا شریف طور آپ لوگ مجھ سے دوستی کریں گی؟ نازیہ کنول آپی 23 اکتوبر کو آپ کی سالگرہ تھی اس لیے میری طرف سے بہت بہت سالگرہ کی مبارک باد اور اب اپنی فیملی کے لیے! میری فیملی میری چھوٹی سی دنیا ہے جہاں ہم سب بھائی' بہن' امی ابو ہنسی خوشی رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم یوں ہی ہنستے مسکراتے رہیں اور ایک دوسرے کا ساتھ قائم رہے' آمین۔ اب اجازت آنچل میں ملتے رہیں گے' دعاؤں میں یاد رکھیے گا' خدا حافظ۔

عائشہ پرویز...... کراچی

آنچل قارئین اور دوستوں کے نام

السلام علیکم! تمام قارئین آنچل کو سلام۔ سب سے پہلے نورین شاہد مجھے آپ کی دوستی قبول ہے۔ 2nd نادیہ یسین اور نائلہ اشفاق آپ دونوں ایکچولی خود بہت پیاری اور اچھی ہو اس لیے آپ کو سب اچھے لگتے ہیں' بہت بہت شکریہ نادیہ اور نائلہ۔ 3rd عتیقہ احمد اور عائشہ پرویز آپ دونوں کے نام بھی میں نے تفصیلی پیغام لکھا مگر بے چارہ نجانے کہاں کھو گیا۔ عتیقہ آپ نے ٹھیک کہا کہ بیٹی بن کے سوچنا چاہیے۔ مرد ذات پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے تو عتیقہ اعتبار کے قابل مرد تو کیا عورت بھی نہیں' ایک عورت ہی عورت کو برباد کر دیتی ہے۔ عورت بہت قابل احترام' قابل عزت سہی مگر یہ بھی سچ ہے کہ یہ بھی قصوروار ہے' بے وفا ہے۔ دوسری بات ہمیں واقعی بیٹی بن کے سوچنا چاہیے کیونکہ عزت شیشے کی طرح ہوتی ہے ذرا سی ٹھیس سے ریزہ ریزہ۔ یہی عزت جس کو بنانے میں صدیاں بیت جاتی ہیں' جب خاک میں رلتی ہے تو اک پل لگتا ہے۔ ویسے بھی محبت لاکھ اہم سہی مگر ماں باپ کے سامنے زیرو ہے۔ محبت اور مرد تو لاکھ ملتے ہیں دنیا میں مگر ماں باپ اک ہی ہوتے ہیں' وہ نہیں ملتے اور اگلے جہاں میں بھی محبت کی پوچھ نہیں۔ ماں باپ سے کیسے سلوک کے لیے جواب وہ ہونا ہے کیوں عتیقہ۔ جمعیہ غضنفر! آپ تو بہت ہی قریب کی نکلیں' کوٹلہ ارب علی خان کی اور آپ کا نام بہت کیوٹ ہے۔ طیبہ نذیر! آپ بھی تو میرے شہر سے ہو' آپ کو بھی سلام۔ مدیحہ برنالی! آپ بھی بہت قریب ہو۔ مہ جبیں چوہدری! تم تو میرے گاؤں کی ہو مگر پورا گاؤں چھان مارا' تم نہیں ملیں۔ خود ہی بتاؤ کس سائیڈ پر رہتی ہو؟ تم اپنا نام بدل کے تو نہیں لکھ رہیں؟ اے نومی اب تو بھی حاضری دے دے......!

سارہ یہ چوہدری...... ڈوگہ گجرات

علی' عاشی' رضوان' مجتبیٰ' شمائلہ' عبدل' فریحہ شبیر اور نازیہ کنول نازی کے نام

السلام علیکم! کیسے ہو سب؟ خدا سے دعا گو ہوں سب خیریت سے ہوں۔ سب سے پہلے نازیہ جانو میں آپ کا شکریہ کیسے ادا کروں جب مشکل وقت آتا ہے تو سب اپنے بھی چھوڑ جاتے ہیں لیکن تم نے مجھے حوصلہ دیا مشکل وقت سے ڈٹ کے مقابلہ کرنے کا۔ مجھے فخر ہے تمہاری دوستی پر آئی رئیلی لو یو۔ تم بہت اچھی ہو خدا تمہیں اور تمہاری ماں کو صحت دے اور بہت ساری خوشیاں بھی' آمین۔ فریحہ ڈیئر! شکریہ لیکن میری شادی ابھی نہیں ہو سکی کیونکہ میری ماں کی طبیعت بہت خراب ہے جس کی وجہ سے ابھی شادی رک گئی۔ خوش رہو۔ علی میرے کیوٹ بھائی' اداس مت رہا کرو' اداسی تم پر سوٹ نہیں کرتی۔ تمہاری ہنسی بہت پیاری ہے' ہمیشہ ہنستے مسکراتے رہا کرو۔ عاشی یار! تُو تو خود کو نہ جانے کیا سمجھتی ہے جو ہر وقت ہم سب کو ستاتی رہتی ہے۔ یار! خوش رہا کرو۔ مجتبیٰ بھائی بہت پیارے ہو آپ ہمیشہ ایسے ہی رہنا' ہنستے اور ہنساتے۔ شمائلہ فرام پنڈی' یار! میں بہت بہت یاد کرتی ہوں' کیا ہم سب کی یاد نہیں آتی تجھے؟ عبدل! تم بہت کنجوس ہو ٹریٹ تک نہیں دوسری پوزیشن کی پھر بھی۔ رضوان! تم بھی ہمیشہ خوش رہا کرو کیونکہ مجھے اپنے سب فرینڈز سے بہت محبت ہے اور آنچل فرینڈز سے میری ریکوئسٹ ہے کہ میری ماں کے لیے دعا کریں پلیز وہ صحت یاب ہوجائیں' آمین۔ ام ثمامہ! خدا آپ کو صبر اور آپ کے بھائی کو جنت نصیب کرے اور سیدہ جیا! آپ کو بھی رب کریم صبر کی توفیق دے اور آپ کے شوہر کو جنت میں اعلیٰ مقام دے' آمین ثم آمین۔ آپ سب کی اپنی!

صائمہ طاہر سومرو...... حیدر آباد سندھ

نادیہ فاطمہ رضوی کے نام

نادیہ جی! مجھے آپ کی کہانیاں بہت پسند ہیں' میں آپ کی کہانی بہت شوق سے پڑھتی ہوں' آپ کی کہانی "میرا ہرجائی صنم" بہت اچھی تھی اور آپ نے جون میں جو کہانی "اسیر محبت" لکھی تھی بہت زبردست تھی اور جو کہانی عید اسپیشل میں "کاروانِ محبت" لکھی تھی' پورے آنچل میں بیسٹ کہانی تھی' اتنی زبردست کہانی تھی کہ کیا بتاؤں' اتنا مزا آیا اس کو پڑھ کر۔ سچی واقعی عید اسپیشل ہوگئی۔ آپ کو دیکھا نہیں ہے مگر آپ مجھے بہت پسند ہیں' میری بات سوچیے گا ضرور' آپ میں کچھ ہے آپ بہت آگے جائیں گی' میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ (بس آپ آنچل سے غائب مت ہوا کریں' ورنہ میں آپ سے ناراض ہوجاؤں گی) اور ہاں آپ میری بیسٹ فرینڈ ہیں' کیا دوستی پکی سمجھوں' پلیز دوست کا پیغام آئے میں جواب ضرور دینا' فقط آپ کی انجان دوست۔

صبا...... ٹنڈو الٰہیار

فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہے؟ خوش رہو' آباد پلس شاد رہو۔ میری طرف سے خاص طور پر جنت' عاصمہ' ثوبیہ' عابدہ' سجادہ' سمیرا' ثمرین' انیلہ کو بہت مبارک باد' رزلٹ کی بھی۔ پاگلوں اور سناؤ؟ اس مرتبہ تو ہمارے گروپ یعنی Smiling Group نے ماشاء اللہ رزلٹ میں کمال کے نمبرز لیے' میں بہت خوش ہوں لیکن ساجدہ تم اپنی امی کے پاس چل کر ایسے کر رہی ہو۔ خیر جہاں رہو' آباد رہو۔ او کے فرینڈز! پھر کبھی ملاقات ہوگی تب تک کے لیے اجازت دیں' خدا حافظ۔

ربیعہ شہباز...... بورے والا

پیاری شبانہ کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو اور کہاں ہو؟ میں آپ کو بہت بہت یاد کرتی ہوں آپ تو اس طرح غائب ہوئیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ پیاری شبانہ! ایک دوسرے کے حال سے واقف رہنا چاہیے۔ اچھا سناؤ آپ کے گھر والے کیسے ہیں؟ ان کی اچھائیاں' ان کا پیار بہت یاد آتا ہے خاص طور پر تمہاری ماما کا۔ ان کو میرا عاجزانہ سلام عرض کرنا۔ چھوٹی رخسانہ' عمران' بلال کو پیار کرنا' آپ کو بہت بہت سلام ڈھیروں دعائیں۔

تسنیم سحر راؤ...... بھکر

نبیلہ نازش راؤ' آنچل فرینڈز کے نام

ڈیئر فرینڈز! مجھے اچھی اور مخلص لڑکیوں سے دوستی کرنے کی خواہش ہے' نبیلہ نازش صاحبہ اگر آپ مجھ سے دوستی کرنا چاہتی ہیں تو رابطہ کریں۔

ایس انمول...... سرگودھا

چاند کے ٹکڑوں کے نام

پیاری دوستوں السلام علیکم! کیسی ہو آپ سب؟ امید ہے کہ آپ سب ٹھیک ہوں گی' سب سے پہلے میں اپنی ان دوستوں سے معافی مانگوں گی جن کے نام میں نے پہلے نہیں لکھے تھے۔ شمع آپی' رافیہ آپی' صغرا آپی' آپی فرزانہ آئی لو یو' آپ سب مجھے پیار کرو یا نہ کرو لیکن مجھے آپ بہت پیاری ہو۔ حسنت' سفیلہ' حمیرا' نرگس آپ سب کو بھی میرا اسلام۔ مس شہلا! میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں آپ بالکل میری آپی جیسی ہیں' آپ کو منگنی بہت مبارک ہو۔ میری دعا ہے کہ آپ کی زندگی میں کبھی کوئی غم نہ آئے' آمین۔ پیاری نشاء اور سونیا! آپ کو میرا اسلام پلیز ناراض نہ ہونا آپ دونوں' یہ میری مجبوری تھی۔ کرن جان! تمہارے بھائی کا سن کر بہت دکھ ہوا' اللہ آپ اور آپ کے گھر والوں کو صبر عطا فرمائے۔ ثانیہ مجھے معاف کرنا' میں نے بہت بڑی غلطی کی تمہارے ابو کو بتا کر۔ آپ کو نشاء اور سونیا کی طرف سے بھی بہت بہت مبارک ہو اور پیارے بھائی عرفان اور سویٹ بھائی عبدالقادر ہمیشہ خوش رہو اور محنت کرتے رہو اور کامیابی حاصل کرتے رہیں' آپ سب کی دوست اور بہن۔

شبانہ شمس...... گھونکی

ہم سے پوچھئے

شمائلہ کاشف

مہر گل' ملائکہ گل...... اورنگی، کراچی

س: شمائلہ ڈیر عید الضحیٰ پر سب سے اچھی ڈش کیا بناتی ہو۔

ج: اوں...... اوں......

س: پاکستان کرکٹ ٹیم انڈیا کو فتح پلیٹ میں رکھ کر پیش کرتے ہوئے اپنی قوم کے جذبات کو کیوں بھول جاتی ہے؟

ج: یہی تو غلط سوچ ہے ہماری' جیت میں خوشی اور ہار میں تو تو' آخر کیوں؟

س: کبھی محبت کی ہے تم نے وہ والی سچ بتانا؟

ج: کیوں تم نے ادھار لینی ہے کیا؟

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

س: میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین ٹشو پیپر کے بجائے رومال پر ہی کیوں اصرار کرتے ہیں اپنے آنسو پوچھنے کے لیے؟

ج: بے چارے پرنس......

س: سردیوں کا موسم کن لوگوں کو اچھا نہیں لگتا؟

ج: جن کو گرمیاں اچھی نہیں لگتی۔

س: گھڑی رات کا ایک بجائے؟

ج: پرنس گھر کو آئے۔

س: میں اتنی اچھی تو نہیں ہوں مگر میرے میاں جانی میری تعریفیں کیوں کرتے ہیں؟

ج: بغیر عینک لگائے کرتے ہوں گے ناں۔

س: میں پشاور جانے والی ہوں ان کے لیے دنداسہ' واسکٹ یا پشاوری چپل لاؤں؟

ج: پشاوری چپل ہی بیسٹ رہے گی۔

س: جب میں بار بار آئینے میں اپنی شکل دیکھتی ہوں تو بھلا کیا سوچتی ہوں؟

ج: یہی نا کہ کاش......

یاسمین کنول...... پسرو

س: ساون کے بادل ہاروں میں کیوں برستے ہیں؟

ج: اگر آپ کو اعتراض ہے تو جب اور جہاں آپ کہیں گی وہ برس جائیں گے۔

س: زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے؟

ج: دونوں ہی۔

حافظہ سمیرا...... شالا نکٹر

س: آج پہلی بار آپ کی محفل میں شرکت کی ہے کیا دعا دیں گی؟

ج: سدا خوش رہو' خوش آمدید۔

س: آپی زندگی اک سفر ہے تو ہمسفر کیسا ہونا چاہیے؟

ج: زندگی جیسا۔

ملائکہ' دعا' اینڈ مہر گل...... اورنگی، کراچی

س: آپ خود کو زیادہ حور شمائل نہیں سمجھنے لگیں؟ ایک بار بھی ہمیں یاد نہیں کیا؟

ج: شمائلہ تو ہوں میں البتہ حور آج کل چھٹیاں منا رہی ہے اس کے بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتی۔

مدیحہ نورین...... برنالی

س: خوابوں کی زندگی کا حقیقت سے کتنا تعلق ہے؟

ج: اتنا ہی جتنا حقیقت اور خواب کا۔

س: اتنی بارش ہوئی کہ میں اس میں؟

ج: تیرتی ہوئی ان تک پہنچ گئی۔

س: واہ آپی کتنے پیارے گلاب کس کے لیے ہیں؟

ج: کیوں بتاؤں۔

س: قصور آنکھوں کا اور تڑپے بے چارہ دل آخر کیوں؟

ج: دل جو ہے ہائے بے چارہ دل۔

س: اتنی بھی ناراضگی ٹھیک نہیں کہ محفل سے ہی نکال دیا۔

ج: کب......؟

س: دل مانگے اور بھلا کیا؟

ج: وہ ہی نا......

س: ہمارے ملک میں امن وسلامتی کے بادل کب برسیں گے؟

ج: جب ہم سچے مسلمان بن جائیں گے۔

صباء...... ٹنڈو الہیار

س: السلام علیکم شما آپی آپ کی محفل میں پہلی بار جلوہ افروز ہو رہے ہیں تھوڑی جگہ ملے گی؟

ج: پوری ملے گی' خوش آمدید۔

س: شما آپی کیسی ہیں آپ؟

ج: سچ میں ویسے کی ویسے ہوں۔

س: آپی خواہش ہمیشہ ادھوری کیوں ہوتی ہے؟

ج: خواہش جو ہے۔

س: آپی آپ کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟

ج: ذرا سوچ کے بتاتی ہوں۔

س: آپی پیاری سی دعا دیں کہ اللہ میرے نصیب اچھے کرے۔

ج: اللہ نصیب بلند کرے آمین۔

قرۃ العین' صائمہ...... دار بن کلات

س: پہلی بار شرکت کر رہی ہوں جگہ ملے گی؟

ج: خوش آمدید کیوں نہیں ملے گی پوری کی پوری ملے گی۔

س: آپی جب ہم آنچل پڑھنے بیٹھتی ہیں تو امی کو کام یاد کیوں آجاتا ہے؟

ج: آنچل کے بغیر پڑھتی ہوں گی نا اس لیے۔

س: مہینہ کی چار تاریخ کے بعد سارا مہینہ انتظار رہتا ہے بھلا کس کا؟

ج: لو بھلا یہ کوئی پوچھنے والی بات ہے۔ یقیناً آنچل کا۔

س: اب اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت کریں۔

ج: سدا خوش وخرم رہو۔ آمین

صفیہ' سعدیہ...... قصور

س: آپ کی محفل میں پہلی دفعہ آئے ہیں کیسا لگا؟

ج: بہت اچھا اب آتی جاتی رہنا خوش آمدید۔

س: آپی ایک چیز ہے جو نا ملے تو دل بے چین رہتا ہے بھلا کیا؟

ج: شوہر نامدار۔

س: آپی آپ کو گرمیاں کیسی لگتی ہیں؟

ج: بہت ہی حسین۔

س: ہم تصور میں آپ کو سوچ رہی ہیں کہ شمائلہ آپی کیسی دکھتی ہوں گی؟

ج: آنکھ بند کر کے آئینہ دیکھ لو بس۔

س: آخر میں ہم دونوں کے لیے آپ کی خوب صورت اور اچھی دعا جو ہمارے لیے ہے؟

ج: جگ جگ جیو سدا۔ آمین۔

فوزیہ سلطانہ جوجی...... تونسہ شریف

س: شمائلہ نانو! آپ کو اپنی زندگی میں کون سا رشتا عزیز ہے؟

ج: جو آپ کو پسند ہے بالکل وہی سچ میں۔

س: نانو کوئی ایسا انسان ہے جس کے بغیر آپ خود کو ادھورا محسوس کرتی ہوں؟

ج: ہاں نا' ہے۔

س: زندگی ایک کرائے کا گھر ہے تو اس کا کرایہ کتنا ہے؟

ج: زندگی ہی ہے۔

س: کوئی ایسا وظیفہ بتائیں جس سے میں آپ کو ہمیشہ یاد رہوں؟

ج: آنچل...... آنچل...... آنچل۔

شمع مسکان...... جام پور

س: السلام علیکم آپی کیسی ہیں میری جانب سے آپ اور تمام قارئین ورائٹرز کو عید الضحیٰ بہت بہت مبارک ہو۔

ج: آپ کو بھی۔

س: آپی پہلے کوئی دوستی کا دعویدار ہو اور پھر بے اعتنائی کی مار مارے جبکہ مکمل تعلق ختم کرنے کا بھی متمنی نہ ہو ایسے میں کیا کریں؟

ج: گلاب دے مار وہ بھی گملے کے ساتھ بس۔

س: آپی اب کوئی روٹھ جائے تو منانے کو دل نہیں کرتا۔ چلا جائے تو بلانے کو دل نہیں کرتا۔ بولے تو بات کرنے کو دل نہیں کرتا جبکہ یہ موسم بھی اس کا دان کردہ ہے پھر بھی الزام میرے سر کیوں؟

ج: تو کس نے کہا تھا یہ سب کرنے کو اب بھگتو بھی۔

س: اچھا آپی اجازت چاہتی ہوں اس دعا کے ساتھ کہ اللہ آپ کو ہنستی مسکراتی خوشیوں بھری ہزاروں عیدیں دیکھنا

نصیب کرے۔ آمین
ج: آمین جزاک اللہ اور آپ سب کو بھی۔

ایمن رباح بلوچ...... ڈی جی خان

س: آپی جی پہنچانا ہمیں؟
ج: ہاں...... ہاں...... کیوں نہیں۔
س: ہمیں نیند اور بھوک بہت لگتی ہے کیا کریں؟
ج: شادی۔
س: ہمارے مائنڈ میں باقی سب کی طرح اتنے اچھے اچھے سوال کیوں نہیں آتے آپی؟
ج: ہو تو آئے نا۔
س: کیا اداس ہونے کی وجہ ہمیشہ محبت ہی ہوتی ہے؟
ج: اس کا تجربہ تو آپ کو ہی ہے ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔
س: اللہ کے ناراض ہونے کا پتا کیسے چلتا ہے؟
ج: اللہ کی رحمتوں اور نعمتوں کی کمی سے۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

س: ہمارے سوالات کے جوابات دینے کے علاوہ کیا ہو رہا ہے؟
ج: وہی جو روز ہوتا ہے۔
س: انتظار اور مہلت، طویل تھکا دینے والا انتظار اتنی جلدی ختم کیوں نہیں ہوتا؟
ج: تو کس نے کہا انتظار کرو۔
س: سچ سچ بتائیں آپ کو کبھی کسی کے سوال پر غصہ آیا اگر آیا تو کون سا سوال تھا اور کس نے کیا تھا؟
ج: غصہ یہ کس چڑیا کا نام ہے پہلے تو یہ بتاؤ۔
س: آپ بہت کم سنجیدگی میں جواب دیتی ہے زیادہ تر مذاق میں اڑا دیتی ہیں کیوں؟
ج: وہ کیا ہے سنجیدہ آج کل پتا نہیں کہاں گم ہوگئی ہے۔ تلاش جاری ہے۔
س: اگر کسی سوال کا برا نہیں لگا تو دعاؤں کے ساتھ رخصت کریں۔
ج: اللہ تم کو ہر میدان میں کامیاب کرے۔ آمین

صائمہ طاہر سومرو...... حیدر آباد، سندھ

س: آپی کیا حال ہیں آپ کے، خدا آپ کو ہمیشہ تندرست رکھے آمین۔
ج: آمین، جزاک اللہ اور تم کو ہم سے بھی زیادہ خوش رکھے۔
س: شمائل ایسا کیوں ہوتا ہے کہ جب مشکل وقت آتا ہے تو سب سے پہلے دور ہونے والے خون کے رشتے ہوتے ہیں؟
ج: آج کل ملاوٹ کا دور ہے نا۔
س: شمائل میری فرینڈ ہے عاشی آنچل کی خاموش قاری ہے اسے بولو آنچل میں کچھ لکھ کر بھیجے۔
ج: ان کو لکھنا نہیں آتا ہوگا اس لیے۔
س: تم چین ہو قرار ہو میرا عشق ہو میرا پیار ہو بھلا کون بتاؤ تو مانیں؟
ج: ابھی سے یہ حال تو آگے جا کر کیا ہوگا اف......
س: خدا آپ کو خوش رکھے اور سب کی ماؤں کو صحت و تندرستی دے اس سب کے صدقے میری ماں کو بھی صحت یابی عطا ہو۔ آمین
ج: آمین۔

ستارہ منظور...... عارف والا

س: آپ کی محفل میں پہلی بار حاضر ہوئی کیا آنے کی اجازت ملے گی؟
ج: خوش آمدید آجاؤ آجاؤ۔
س: آپی مرد بے وفا کیوں ہوتے ہیں خاص طور پر شوہر؟
ج: اچھا...... چی چی چی...... بے چارے، شوہر۔
س: اچھا آپی ایک اچھی سی دعا کے ساتھ اجازت دیں؟
ج: اللہ آپ کی ساری دعائیں قبول کرے، آمین

کام کی باتیں
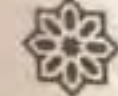
حنا احمد

مٹر کو ہمیشہ تازہ رکھیں

مٹر کو چھیل کر محفوظ کرنا ہو تو ایک دیگچی میں پانی گرم کریں اگر پانچ یا دس کلو مٹر ہیں تو گرم پانی میں ایک کھانے کا چمچہ چینی کا اور ایک کھانے کا چمچہ سفید سرکہ ڈال دیں پھر اس میں دو منٹ کے لیے چھلے ہوئے مٹر ڈال دیں، چھان کر ٹھنڈے کر کے فریز کرلیں، مٹر مہینوں خراب نہیں ہوں گے۔

جوتوں کو مضبوط کرنے کے لیے

دیسی موم پگھلا کر جوتے کا صرف تلوا اس میں ایک منٹ کے لیے ڈبو دیں بعد میں خشک موم اتار لیں، اس طرح پانی وغیرہ جوتے پر اثر نہ کرے گا اور تلوا بھی جلدی نہیں گھسے گا۔

پیروں کے آبلے دور کریں

جوتے سے پاؤں میں چھالے یا آبلے پڑ جاتے ہیں ان آبلوں کو دور کرنے کے لیے ایک انڈے کی سفیدی آبلوں پر لگائیں اور پنکھے کی ہوا میں فوراً خشک کرلیں تو یہ جلدی ختم ہوجاتے ہیں، اس کے علاوہ آپ ان آبلوں پر گلیسرین بھی لگا سکتی ہیں۔

چاشنی صاف کرنے کے لیے

اگر زردہ بنانے کے لیے چاشنی تیار کرنی ہے اور چینی ناقص یا ہلکے بھورے رنگ کی ہے تو چاشنی پر میل آجاتا ہے، اس میل کو دور کرنے اور چاشنی کو صاف کرنے کے لیے دودھ کا چھینٹا دیں اور میل اتار لیں، چاشنی صاف ہوجائے گی۔

اگر سبز مرچیں، سبز دھنیا اور پودینہ وغیرہ پر لیموں کا پانی چھڑک کر موٹے لفافے میں اچھی طرح بند کر کے رکھ دیں تو کئی دن تک ان کی تازگی برقرار رہتی ہے۔

زیادہ دنوں تک گوشت محفوظ کرنا

بعض لوگوں کو خشک گوشت بہت پسند ہوتا ہے اس لیے گوشت اچھی طرح دھولیں پھر کاغذی لیموں نچوڑ کر اس میں پرانا گڑ گھول دیں اور گوشت پر مل دیں اس کے بعد لاہوری نمک باریک پیس لیں اور گوشت پر چھڑک دیں اور پھر دھوپ اور زیادہ تر کوئلوں والے گرم خالی چولہے پر خشک کرلیں یہ گوشت مہینوں خراب نہیں ہوگا۔

تھرماس کی بدبو دور کرنا

تھرماس اگر کافی دن تک بند رہے تو اس میں گیس پیدا ہو کر بدبو پیدا کردیتی ہے اس بدبو کو دور کرنے کے لیے تھرماس میں نیم گرم پانی میں نمک ملا کر ڈالیں تو بدبو دور ہوجائے گی۔

نلکوں اور شاور کو چمک دار بنانے کے لیے ایک کپڑے پر پیرافین لگا کر رگڑیں۔ پیرافین سے نہ صرف چمک واپس آئے گی بلکہ اگر بدبو آتی ہے تو وہ بھی دور ہوجائے گی۔

مچھلی کی بدبو دور کریں

اگر کسی برتن سے مچھلی کی بدبو ختم کرنا مقصود ہو تو اس میں چائے کی پتی ڈال کر پانی کے ساتھ ملا دیں اور دس منٹ کے بعد برتن کو دھو ڈالیں، مچھلی کی بو دور ہوجائے گی اس کے علاوہ لیموں کا چھلکا بھی مچھلی کی بو دور کردیتا ہے سرکہ سے بھی مچھلی کی بو دور ہوجاتی ہے۔

برتن چٹخنے سے بچانا

برتن یا خاص طور پر شیشے کے گلاس ایک دوسرے میں ڈالنے سے پھنس جاتے ہیں اور الگ کرتے

وقت ٹوٹ جاتے ہیں اس کے لیے نچلے گلاس کو گرم پانی میں رکھیں تو کچھ دیر بعد یہ برتن چٹخنے یا ٹوٹنے کے بجائے صحیح سالم باہر آجائیں گے۔

سچے موتیوں کی صفائی

سچے موتیوں کو اگر چاول کے آٹے سے صاف کیا جائے تو واقعی موتیوں کی طرح چمکنے لگیں گے۔

انڈوں کو محفوظ رکھیں

انڈوں کو اگر پسے ہوئے نمک میں رکھ دیں تو وہ دیر تک محفوظ رہتے ہیں۔

صبا...... ٹنڈوالہیار

رنگ نکھارنے کے آسان نسخے

صاف رنگت کے لیے آپ ایک ٹیبل اسپون اسٹرابری کا گودا لیں۔ اس میں لیموں کے رس کے چند قطرے اور ایک ٹی اسپون شہد اور اتنا ہی آٹا ملا کر آمیزہ بنالیں پھر اسے چہرے پر لگائیں اور ایک گھنٹے کے لیے چھوڑ دیں۔ ایک گھنٹے بعد ٹھنڈے پانی سے چہرہ اچھی طرح دھولیں۔ اس عمل کو ہر دوسرے دن کریں۔ سورج اور گرمی سے چہرے کو محفوظ رکھیں تاکہ آپ کی رنگت نکھرنے کا موقع ملے۔

جھریاں دور کرنے کے لیے عرق گلاب، روغن بادام اور پھٹکری بالترتیب سو گرام لے کر چار انڈوں کی سفیدی میں ملا کر ہلکی آنچ پر پکائیں، گاڑھی ہوکر یہ لیس کی شکل اختیار کرجائے گی۔ اسے سوتے وقت چہرے پر مالش کرنے سے مفید نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

لیموں کا عرق روغن چنبیلی میں چند قطرے ملا کر رات کو سونے سے پہلے آنکھوں پر لگانے سے سیاہ حلقے ختم ہوجاتے ہیں۔

ململ کے کپڑے کے ایک ٹکڑے کو نارنگی کے تازہ رس میں بھگو کر آنکھوں پر رکھنا مفید ہے۔

تھوڑا سا وقت اپنے آپ کو دیں، حسن میں اضافہ ہوگا۔

فجر کی نماز کی باقاعدہ ادائیگی سے چہرے پر نور آتا ہے اور چہرہ میں شادابی پیدا ہوتی ہے۔

مہرین آصف بٹ...... آزاد کشمیر

آزمودہ ٹوٹکے

اگر گوشت بدبو چھوڑ دے تو اس کو گلاتے وقت تھوڑا سا میٹھا سوڈا ڈالنے سے بالکل ٹھیک ہوجائے گا۔

جس تیل میں مچھلی تلی جائے عموماً کسی دوسری چیز میں استعمال نہیں کیا جاسکتا اگر اس میں لہسن ڈال کر اچھی طرح پکا لیا جائے تو مچھلی کی مہک غائب ہوجائے گی۔

ادرک کا عرق اور شہد ملا کر استعمال کرنا کھانسی کے لیے نہایت مفید ہے۔

گردے کی پتھری کے لیے روزانہ نہار منہ آدھا گلاس پانی میں ایک چمچ زیتون کا تیل اور شہد ملا کر پینے سے پتھری ریزہ ریزہ ہوکر نکل جائے گی۔ یہ عمل بیس دن تک جاری رکھا جائے۔

آم کے سبز پتوں کا عرق نکال کر نیم گرم کرکے کان میں ڈالنے سے کان کا درد ٹھیک ہوجاتا ہے۔

کیل مہاسے دور کرنے کے لیے انڈے کی سفیدی چہرے پر لگائیں اور جب سوکھ جائے تو منہ دھولیں۔

حمیرا عروش...... بلدیہ ٹاؤن، کراچی

تندرستی صحت

لبابہ احمد

وٹامن اے کی کمی کی وجہ سے ہونے والے دست عموماً چودہ دن سے زائد رہتے ہیں۔ بچہ ہفتہ یا دو ہفتے تک ٹھیک رہنے کے بعد دوبارہ دستوں کا شکار ہوجاتا ہے۔ بار بار دستوں کی وجہ سے وہ کھانا بھی صحیح طریقے سے ہضم نہیں کرسکتا جس کی وجہ سے وٹامن اے کی کمی اور زیادہ ہوجاتی ہے اس کمی کی وجہ سے دست اور بھی بڑھ جاتے ہیں۔ بالآخر بچہ سوکھے کے مرض کا شکار ہو جاتا ہے۔

سوکھے کے مریض بچے میں قوت مدافعت کم ہوتی ہے اس کے ساتھ ساتھ وٹامن اے کی کمی کی وجہ سے بچے کا دفاعی نظام بالکل ختم ہوجاتا ہے۔ ہر قسم کی بیماریاں اس بچے پر حملہ آور ہوتی ہیں اور بچہ کمزور سے کمزور تر ہوتا جاتا ہے۔

وٹامن اے کی کمی سانس کی نالیوں کی رطوبت کو کم کردیتی ہے، جس کی وجہ سے جراثیم سانس کی نالی کے ذریعے پھیپھڑوں پر اثر انداز ہوتے ہیں چونکہ اس کے ساتھ ساتھ بچے کی قوت مدافعت بھی کم ہوجاتی ہے۔ چنانچہ بچہ نمونیا کا شکار ہوجاتا ہے۔ ایسے بچے جن میں وٹامن اے کی کمی ہوتی ہے عام طور پر سینے کے امراض کا شکار ہوتے ہیں۔

جس بچے کو سوکھے کی بیماری ہو اسے نہ صرف وٹامن اے دینا چاہیے بلکہ ایسی غذا بھی دینی چاہیے جس میں وٹامن اے موجود ہو اس طرح بچہ مختلف بیماریوں کے حملے سے بچ جاتا ہے۔ اس کی قوت مدافعت بہتر ہوتی ہے اور دست لگ جانے کی وجہ سے وہ غذا بھی بہتر طریقے سے ہضم کرسکتا ہے۔

وٹامن اے دینے کا طریقہ

ہر بچے کو اس کی عمر کے لحاظ سے اور اس کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے کیپسول دیئے جاتے ہیں۔ کیپسول کے آگے ایک چھوٹا سا نپل بنا ہوتا ہے۔ جو بچے کیپسول کو نگل سکتے ان کے لیے کیپسول نپل میں سوراخ کرلیا جاتا ہے اور کیپسول کے اندر جو مائع ہوتا ہے وہ بچے کو پلا دیا جاتا ہے۔

وٹامن اے کے کیپسول کو کسی خاص درجہ حرارت پر رکھنے کی ضرورت نہیں ہے نا ہی انہیں ریفریجریٹر میں رکھنا چاہیے بلکہ یہ کیپسول عام درجہ حرارت پر کسی بھی ہوادار جگہ پر رکھے جاسکتے ہیں۔ صرف اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ سورج کی تیز شعاعیں ان پر نہ پڑیں۔

آنکھوں میں ہونے والی تبدیلیوں کے علاوہ دیگر بچوں کو وٹامن اے ہر چار سے چھ ماہ کے بعد دینا چاہیے' وٹامن اے جگر میں جمع ہوجاتا ہے اوران چھ ماہ کے دوران آہستہ آہستہ دورانِ خون میں شامل ہوتا رہتا ہے۔ چھ ماہ بعد جگر میں موجود وٹامن ختم ہوجاتا ہے۔سوکھے کے بچوں کے یا جن بچوں کو بار بار دست ہوں یا جو بچے وقتاً فوقتاً نمونیا کا شکار ہوجاتے ہوں انہیں ہر چھ ماہ بعد وٹامن اے کی ضرورت ہوتی ہے۔

وٹامن اے ہماری روزمرہ کا اہم جزو ہے۔ اگر یہ ہمارے جسم کی ضرورت سے زیادہ ہوتو جگر میں جمع ہوجاتا ہے اور آہستہ آہستہ خارج ہوتا رہتا ہے۔ اس کے کوئی مضر اثرات نہیں ہوتے البتہ یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ وٹامن کے کیپسول دینے کے بعد کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ الٹی ہوجاتی ہے یا پھر بچے کو چکر آنے لگتے ہیں یا پھر بچہ سر درد کی شکایت کرتا ہے لیکن عموماً یہ عارضی شکایت ہوتی ہے اور 48 گھنٹے کے اندر بچہ بالکل ٹھیک ہوجاتا ہے۔

دوران حمل وٹامن اے کی کمی

ترقی پذیر ممالک میں دیکھا گیا ہے کہ حمل کے دوران عورتوں میں وٹامن اے کی کمی پیدا ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے وہ عورتیں شب کوری کا شکار ہوجاتی ہیں۔ یہ شب کوری صرف حمل کے دوران رہتی ہے اور بچے کی پیدائش کے بعد ختم ہوجاتی ہے۔

اگر کسی حاملہ عورت میں وٹامن اے کی کمی ہوتو اس کے رحم میں موجود بچے میں بھی وٹامن اے کی کمی ہونے لگتی ہے۔

ماں کا دودھ بچے کے لیے بہترین غذا ہے۔ چھ ماہ کی عمر تک ماں کا دودھ ہی بچے کے لیے وٹامن اے کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔ جب ماں میں وٹامن اے کی کمی ہوگی تو اس کے بچے میں بھی وٹامن اے کی کمی کے آثار ظاہر ہوں گے اس لیے ماں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسی غذا کھائے جس میں وٹامن اے وافر مقدار میں موجود ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ بچے کو اپنا دودھ بھی جاری رکھے اور جب بچے کو اضافی خوراک شروع کرائی جائے تو اس میں بھی وٹامن اے شامل ہو۔